ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

آسان تفسیر القرآن

تفسیرِ ربّانی

تالیف و ترتیب

حضرت مولانا مفتی اصغر علی ربانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
اُستاذ و مفتی دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

جلد ہشتم

سورۂ سبا تا سورۂ الشوریٰ

مکتبہ ربانیہ کراچی
Islamic Studies Publishers
Karachi-Pakistan

مکتبہ ربانیہ کراچی

ISLAMIC STUDIES PUBLISHERS

٨

آسان تفسیر القرآن

Islamic Studies Publishers
Karachi-Pakistan

جملہ حقوق بحق مکتبۂ ربانیہ محفوظ ہیں۔

باہتمام : عبیدالرحمٰن ربانی
جلد ہشتم : سورۃ سبا تا سورۃ الشوریٰ
طبع اول : ذی الحج ۱۴۳۹ھ بمطابق اگست 2018ء
ناشر : مکتبۂ ربانیہ کراچی
فون : 0314-6107967
0302-2426288
(92-21) 35031011
ای میل
rabbaniglobal@yahoo.com
ibnerabbani@gmail.com

عرض ناشر

الحمدللہ!! اگرچہ مکتبۂ ربانیہ نے

آسان تفسیر القرآن

کی تصحیح وطباعت میں ہرممکن احتیاط سے کام لیا ہے، لیکن کبھی کبھی کتابت، طباعت اور جلدسازی میں غلطی ہوجاتی ہے، اگر کسی صاحب کو ایسی غلطی کا علم ہو تو براہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

(ادارہ)

ضروری انتباہ!!

اس کتاب کے جملہ حقوق کاپی رائٹ آفس میں رجسٹرڈ ہیں۔اس کتاب کی کتابت، تدوین وترتیب اور کسی بھی طریقے سے کاپی کرنا ''کاپی رائٹ ایکٹ 1962ء'' کے تحت قابل تعزیر جرم ہے اور اس کی خلاف ورزی پر بطور رجسٹرڈ کاپی رائٹ مالک (Owner) قانونی کارروائی کی جائے گی۔

(ادارہ)

ملنے کا پتہ

مکتبۂ ربانیہ کراچی
131/30 سیکٹر 36/A نیل دم کے ایریا کورنگی کراچی
نزد جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

- ادارۃ المعارف، جامعہ دارالعلوم کراچی
- بیت القرآن، اردو بازار کراچی
- دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
- مکتبہ معارف القرآن، جامعہ دارالعلوم کراچی
- ادارہ اسلامیات، اردو بازار کراچی
- مکتبہ فہم دین (جامع مسجد بیت السلام ڈیفنس)

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

آسان تفسیر القرآن

تفسیرِ ربّانی

تالیف و ترتیب

حضرت مولانا مفتی اصغر علی ربانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
استاذ و مفتی دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴

جلد ہشتم

سورۃ سبا تا سورۃ الشوریٰ

مکتبہ ربانیہ کراچی
131/30 سیکٹر 36/A ڈبل روم کے ایریا کورنگی کراچی
نزد جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست آسان تفسیر القرآن (جلد ہشتم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	سورۃ سبا	
۱	سورۂ سباء کا خلاصہ	۲۵
۲	اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا	۲۷
۳	اللہ تعالیٰ کا علم	۳۰
۴	قیامت کی وجہ	۳۲
۵	قیامت کی ہنسی	۳۴
۶	قرآن مجید کا جواب	۳۶
۷	خوف کا مقام	۳۷
۸	قدرت کی نشانیاں	۳۹
۹	ان کاموں کے کرنے والے کو حقیر سمجھنا ناجائز ہے	۴۳
۱۰	اور نشانیاں	۴۳
۱۱	جنوں کا کام	۴۶
۱۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات	۴۸
۱۳	جنّ کو وفات کا علم	۵۱
۱۴	سباء کی ملکہ کا حال	۵۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۵	کفر کا وبال	۵۴
۱۶	اپنے آپ پر ظلم	۵۶
۱۷	شیطان کا جال	۵۹
۱۸	مشرکوں کو تنبیہ	۶۱
۱۹	شفاعت اور سفارش	۶۳
۲۰	سیدھی بات	۶۵
۲۱	فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے	۶۷
۲۲	آخری پیغمبر	۶۸
۲۳	قیامت کا منظر	۶۹
۲۴	آپس میں نوک جھونک	۷۱
۲۵	کمزوروں کا جواب	۷۳
۲۶	مال داروں کی بدمستیاں	۷۴
۲۷	مال اور اولاد کی حقیقت	۷۶
۲۸	رزق کی کمی زیادتی کی حکمت	۷۸
۲۹	جو خرچ شریعت کے مطابق نہ ہو اس کے بدل کا وعدہ نہیں	۷۹
۳۰	جس چیز کا خرچ گھٹ جاتا ہے اس کی پیداوار بھی گھٹ جاتی ہے	۸۰
۳۱	اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پوجا	۸۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۲	مشرکوں کی بے بسی	۸۲
۳۳	بُری عادت کیسے چھوٹے	۸۳
۳۴	اُڑنا بے بنیاد ہے	۸۵
۳۵	عربوں میں شرک کی ابتدا کیسے اور کب ہوئی؟	۸۶
۳۶	سوچ سے کام لو	۸۷
۳۷	میں تم سے اس تبلیغ پر بدلہ نہیں چاہتا	۸۸
۳۸	ذمہ داری کا احساس	۹۰
۳۹	میدان حشر کا منظر	۹۱
۴۰	کُفر کا نتیجہ	۹۲
	سورۃ فاطر	
۱	سورۃ فاطر کا خلاصہ	۹۳
۲	اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے	۹۵
۳	اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو ہے	۹۷
۴	رزق کون دیتا ہے؟	۹۹
۵	دنیا اور شیطان	۱۰۰
۶	شیطان کا مقصد	۱۰۲
۷	بُرے اور بھلے لوگ	۱۰۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۸	اللہ تعالیٰ کی قدرت	۱۰۵
۹	عزت کیسے ملتی ہے	۱۰۷
۱۰	قُدرت کا ظہور	۱۰۹
۱۱	قدرت کا نظارہ	۱۱۰
۱۲	جہان کا بندوبست	۱۱۳
۱۳	جھوٹے معبود	۱۱۵
۱۴	حقیقت کا اظہار	۱۱۶
۱۵	ذمہ داری	۱۱۸
۱۶	اچھے بُرے میں فرق	۱۱۹
۱۷	مُردے کیا سنیں گے	۱۲۱
۱۸	گمراہی کا نتیجہ	۱۲۳
۱۹	اللہ تعالیٰ کو پہچانو	۱۲۴
۲۰	انسان اور جانور	۱۲۶
۲۱	فرمانبرداروں کا حال	۱۲۸
۲۲	قرآنِ مجید ہی حق ہے	۱۳۰
۲۳	اُمت کے لوگوں میں فرق	۱۳۱
۲۴	جنتیوں کی شکر گزاری	۱۳۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۵	کافروں کا حشر	۱۳۵
۲۶	دوزخیوں کی فریاد	۱۳۶
۲۷	حال کی حقیقت	۱۳۹
۲۸	کُفر کا نتیجہ	۱۴۰
۲۹	اللہ تعالیٰ کے سوا ٹھکانہ نہیں	۱۴۰
۳۰	شرک کا ثبوت کیا ہے؟	۱۴۱
۳۱	اللہ تعالیٰ کی قدرت	۱۴۳
۳۲	کم ہمّتی	۱۴۵
۳۳	بُری عادت رنگ لائی	۱۴۵
۳۴	بُری عادت کا اثر	۱۴۷
۳۵	اللہ تعالیٰ کا قانون اٹل ہے	۱۴۸
۳۶	دیکھ کر سبق سیکھو!	۱۴۹
۳۷	قیمتی نصیحت	۱۵۰
۳۸	پکڑ سے بچنا ناممکن ہے	۱۵۱
۳۹	دنیا میں مہلت	۱۵۲
۴۰	سورۂ فاطر پر ایک نظر	۱۵۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	سورۃ یٰسٓ	
۱	سورۂ یٰسٓ کا خلاصہ	۱۵۵
۲	قرآن کریم برحق ہے	۱۵۶
۳	سورۃ یٰسین کی فضیلت	۱۵۷
۴	قرآن کریم کس نے اتارا؟	۱۵۸
۵	بدنصیب لوگ	۱۵۹
۶	ایمان سے محروم	۱۶۰
۷	ڈرنے والے	۱۶۲
۸	ہر عمل محفوظ ہے	۱۶۲
۹	نافرمانوں کا رویہ	۱۶۴
۱۰	حق میں جھگڑا	۱۶۶
۱۱	دھمکی	۱۶۷
۱۲	بات سمجھانا	۱۶۸
۱۳	قوم کو نصیحت	۱۶۹
۱۴	نصیحت کا صلہ	۱۷۰
۱۵	سرکشوں کی سزا	۱۷۱
۱۶	انسانوں کی گستاخی	۱۷۲
۱۷	اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	۱۷۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۸	اللہ تعالیٰ کی قدرت	۱۷۶
۱۹	قدرت کی اور نشانیاں	۱۷۹
۲۰	ایک اور نشانی	۱۸۰
۲۱	قرآن مجید میں ہوائی جہاز کا ذکر	۱۸۲
۲۲	انسان کی غفلت	۱۸۲
۲۳	ٹال مٹول	۱۸۴
۲۴	قیامت کا آنا	۱۸۵
۲۵	مرکر پھر جینا	۱۸۶
۲۶	اصل حقیقت	۱۸۷
۲۷	نیکوں کا انجام	۱۸۸
۲۸	اللہ تعالیٰ کا حکم	۱۸۹
۲۹	کفر کا بدلہ	۱۹۱
۳۰	منہ پر مہر	۱۹۲
۳۱	تندرستی بڑی نعمت ہے	۱۹۴
۳۲	یہ خیالی باتیں نہیں	۱۹۵
۳۳	سچی شاعری گمراہی نہیں ہے	۱۹۶
۳۴	شعر وشاعری اور قرآن	۱۹۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۵	اللہ تعالیٰ کے انعام	۱۹۸
۳۶	اُلٹی چال	۲۰۰
۳۷	خام خیالی	۲۰۱
۳۸	انسان کی گستاخی	۲۰۳
۳۹	دوبارہ پیدائش	۲۰۵
۴۰	قدرت کے کرشمے	۲۰۶
۴۱	سورۂ یٰسین کیا سکھاتی ہے	۲۰۸
	سورة الصّٰفّٰتِ	
۱	توحید کی نشانی	۲۰۹
۲	فرشتوں کی قسم کیوں کھائی گئی؟	۲۱۱
۳	دوسری نشانیاں	۲۱۲
۴	مرکر جینا حق ہے	۲۱۳
۵	نادانی کی بات	۲۱۵
۶	مرکر جینا یقینی ہے	۲۱۶
۷	مرکر جینے کے بعد	۲۱۸
۸	آپس کا جھگڑا	۲۲۰
۹	بڑوں کا جواب	۲۲۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۰	مجرم عذاب پائیں گے	۲۲۲
۱۱	اپنی بڑائی	۲۲۴
۱۲	اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے	۲۲۵
۱۳	راحت کا سامان	۲۲۷
۱۴	جنتیوں کی گفتگو	۲۲۹
۱۵	کافروں کا حال	۲۳۱
۱۶	ہمیشہ کا آرام	۲۳۳
۱۷	دوزخیوں کا حال	۲۳۵
۱۸	اُن کا کھانا پینا	۲۳۷
۱۹	انسان کی نادانی	۲۳۸
۲۰	پہلوں کے حالات	۲۳۹
۲۱	حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام	۲۴۲
۲۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو سمجھانا	۲۴۳
۲۳	بُت توڑ ڈالے	۲۴۵
۲۴	انجام کار	۲۴۷
۲۵	بیٹے کیلئے دعا	۲۴۸
۲۶	بیٹے کی قربانی	۲۴۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۷	آزمائش میں پورے اترے	۲۵۱
۲۸	فرمانبرداری کا بدلہ	۲۵۲
۲۹	حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام	۲۵۴
۳۰	پیغمبروں پر رحمت	۲۵۶
۳۱	حضرت الیاس علیہ السلام کی نصیحت	۲۵۷
۳۲	نیکوں کا بدلہ	۲۵۹
۳۳	حضرت لوط علیہ السلام	۲۶۰
۳۴	حضرت یونس علیہ السلام	۲۶۲
۳۵	تسبیح و استغفار سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں	۲۶۴
۳۶	حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی	۲۶۴
۳۷	منکروں کو تنبیہ!	۲۶۶
۳۸	بے تکی بات	۲۶۸
۳۹	فرشتوں کا حال	۲۷۰
۴۰	اللہ تعالیٰ کا لشکر جیتے گا	۲۷۱
۴۱	عذاب کی پیش گوئی	۲۷۳
۴۲	پھر عذاب کی پیش گوئی	۲۷۴
۴۳	احکام و مسائل	۲۷۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	سورۃ صٓ	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	سورۂ ص	۲۷۷
۲	کافروں کا رویّہ	۲۷۸
۳	شانِ نزول	۲۸۰
۴	دل کی اُلجھن	۲۸۱
۵	بے رُخی	۲۸۲
۶	حقیقت کا اظہار	۲۸۳
۷	بربادی کے کام	۲۸۴
۸	اگلی قوموں کی سرکشی	۲۸۶
۹	کفر کا انجام	۲۸۷
۱۰	صبر کی تلقین	۲۸۸
۱۱	حضرت داوٗد علیہ السلام کی آزمائش	۲۹۰
۱۲	حضرت داوٗد علیہ السلام کی بخشش	۲۹۴
۱۳	احکام ومسائل	۲۹۷
۱۴	حضرت داوٗد علیہ السلام کو نصیحت	۲۹۷
۱۵	زندگی کا ایک نتیجہ ہے	۲۹۹
۱۶	ہدایت نامہ	۳۰۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۷	حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر	۳۰۲
۱۸	حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعاء	۳۰۵
۱۹	حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت	۳۰۶
۲۰	حضرت ایوب علیہ السلام	۳۰۸
۲۱	پھر سب کچھ مل گیا	۳۱۰
۲۲	دوسرے پسندیدہ لوگ	۳۱۲
۲۳	فرمانبرداروں کا انعام	۳۱۴
۲۴	نافرمانوں کا انجام	۳۱۶
۲۵	دوزخیوں کی جھڑپ	۳۱۷
۲۶	غلطی کا احساس	۳۱۹
۲۷	ذرا سوچو!	۳۲۰
۲۸	حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش	۳۲۱
۲۹	فتنے کی جڑ	۳۲۵
۳۰	نافرمانی کی سزا	۳۲۶
۳۱	شیطان کی شرارت	۳۲۷
۳۲	حق کا پیغام	۳۲۹
۳۳	سورۃ صٓ پر ایک نظر	۳۲۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	سورۃ الزمر	
۱	سورۃ الزمر	۳۳۱
۲	خوشی کا پیغام	۳۳۲
۳	شرک کا بہانہ	۳۳۴
۴	شرک کی ایک صورت	۳۳۵
۵	اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	۳۳۶
۶	انسان کی پیدائش اور پرورش	۳۳۷
۷	اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے	۳۳۹
۸	اللہ تعالیٰ کی رضامندی	۳۴۰
۹	انسان کی ہٹ دھرمی	۳۴۱
۱۰	سمجھدار انسان	۳۴۳
۱۱	خوشخبری	۳۴۴
۱۲	فرمانبرداری کا طریقہ	۳۴۵
۱۳	عام اعلان	۳۴۶
۱۴	نقصان بھی کیسا؟	۳۴۷
۱۵	خوشخبری	۳۴۸
۱۶	قدرت کے کرشمے	۳۵۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۷	قرآن مجید کا اثر	۳۵۵
۱۸	منکر ہمیشہ نقصان ہی میں رہے!	۳۵۷
۱۹	مشرک اور مؤمن کی مثال	۳۵۹
۲۰	ماننے نہ ماننے والے	۳۶۱
۲۱	اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی ہے	۳۶۳
۲۲	اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو ہے	۳۶۴
۲۳	آخر! کیا کِیا جائے؟	۳۶۷
۲۴	اللہ تعالیٰ کی پہچان کا ایک اور ذریعہ	۳۶۹
۲۵	پھر بھی نہ پہچانا	۳۷۱
۲۶	مشرکوں کا طریقہ	۳۷۳
۲۷	آخرت کا حال	۳۷۵
۲۸	انسان کی جہالت	۳۷۶
۲۹	بُرے کاموں کا نتیجہ	۳۷۸
۳۰	رحمت کی امید	۳۷۹
۳۱	تفسیر (شانِ نزول)	۳۸۰
۳۲	موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دو	۳۸۱
۳۳	ندامت اور پچھتاوا	۳۸۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۴	مغرور اور متقی کا مقابلہ	۳۸۴
۳۵	اللہ تعالیٰ کو پہچانو!	۳۸۵
۳۶	اب کیا کہتے ہو؟	۳۸۶
۳۷	تفسیر (شانِ نزول)	۳۸۷
۳۸	اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کی	۳۸۸
۳۹	دوزخ کی طرف	۳۹۱
۴۰	جنت کی طرف	۳۹۲
۴۱	نعمت کا شکر	۳۹۳
۴۲	سورۃ الزمر کی تعلیم	۳۹۵
	سورۃ المؤمن	
۱	سورۃ المؤمن کا خلاصہ	۳۹۶
۲	اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنہ	۳۹۷
۳	آیتوں کا اثر (مخلوق کی درستگی اور بہتری کیلئے حضرت عمرؓ کا ایک عجیب واقعہ)	۳۹۸
۴	تنبیہ!	۳۹۹
۵	قرآن مجید کے منکر	۴۰۰
۶	فرشتوں کی ایمان والوں کیلئے دعاء	۴۰۲
۷	کافروں کی حالت	۴۰۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۸	کافروں کی آنکھیں کھل جائیں گی	۴۰۶
۹	سمجھنا ہے تو اب بھی سمجھ لو!	۴۰۸
۱۰	اللہ تعالیٰ کی صفتیں	۴۰۹
۱۱	آنکھیں کھولو	۴۱۳
۱۲	کیوں پکڑے گئے؟	۴۱۵
۱۳	حق کا مقابلہ	۴۱۷
۱۴	سمجھداروں کا طریقہ	۴۱۸
۱۵	پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات سے مشابہت	۴۲۰
۱۶	حق بات	۴۲۱
۱۷	فرعون کی ضد	۴۲۲
۱۸	پہلے بھی غلطی ہوئی	۴۲۴
۱۹	فرعون کی ہٹ دھرمی	۴۲۷
۲۰	مؤمن آدمی کے خیالات	۴۲۹
۲۱	خالص نصیحت	۴۳۱
۲۲	گفتگو کا نتیجہ	۴۳۲
۲۳	عذاب کی کیفیت	۴۳۴
۲۴	بڑوں کا جواب	۴۳۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۵	اٹل قاعدہ	۴۳۸
۲۶	پیغمبر کو تسلّی	۴۳۹
۲۷	اللہ تعالیٰ کا فرمان	۴۴۲
۲۸	احکام ومسائل	۴۴۴
۲۹	اللہ تعالیٰ کو پہچانو	۴۴۵
۳۰	سمجھو! اللہ تعالیٰ کو	۴۴۶
۳۱	اللہ تعالیٰ کی قدرت	۴۴۸
۳۲	جھگڑنے والوں کا انجام	۴۵۰
۳۳	دوزخیوں سے سوال	۴۵۱
۳۴	پیغمبر کو تسلی	۴۵۳
۳۵	اللہ تعالیٰ کے انعامات	۴۵۴
۳۶	اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	۴۵۵
۳۷	سرکشی کا نتیجہ	۴۵۶
۳۸	سورۃ المؤمن پر ایک نظر	۴۵۸
	سورۃ حٰمٓ اَلسَّجْدَة	
۱	سورۃ حٰمٓ اَلسَّجْدَة	۴۵۹
۲	قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے	۴۶۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳	منکروں کا جواب	۴۶۴
۴	زمین کی بناوٹ	۴۶۵
۵	آسمانوں کی بناوٹ	۴۶۸
۶	دنیا کا بننا اور اس کا انتظام	۴۶۹
۷	کافروں کی سزا	۴۷۰
۸	عاد کی قوم کا انجام	۴۷۲
۹	ثمود کی حالت	۴۷۳
۱۰	کانوں اور آنکھوں کی گواہی	۴۷۴
۱۱	بربادی کی وجہ	۴۷۶
۱۲	گمراہی کی وجہ	۴۷۸
۱۳	بدکاروں کی سزا	۴۸۰
۱۴	اللہ تعالیٰ کو ماننے والے	۴۸۱
۱۵	قائم رہنے کا مطلب	۴۸۳
۱۶	مسلمانوں کا رویّہ	۴۸۳
۱۷	اللہ تعالیٰ کی پناہ	۴۸۶
۱۸	احکام ومسائل (اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں)	۴۸۸
۱۹	قدرت کی اور نشانیاں	۴۸۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۰	کافروں کی بہانہ بازیاں	۴۹۰
۲۱	قرآن اور عربی زبان	۴۹۲
۲۲	حقیقت کا اظہار	۴۹۳
۲۳	قیامت کے حالات	۴۹۶
۲۴	عجیب عادت	۴۹۸
۲۵	نرالا طریقہ	۴۹۹
۲۶	حق چھپا نہیں رہتا	۵۰۱
۲۷	سورۃ ”حٰمٓ اَلسَّجْدَة“ کیا بتاتی ہے	۵۰۲
	سورة الشُّوْرٰى	
۱	سُوْرَةُ الشُّوْرٰى	۵۰۳
۲	اللہ تعالیٰ کی صفتیں	۵۰۵
۳	قرآن مجید کا مقصد	۵۰۶
۴	سب ایک جیسے نہیں	۵۰۸
۵	فیصلہ کون کرے؟	۵۱۰
۶	انسانوں کیلئے دین	۵۱۲
۷	دین کے اصول	۵۱۳
۸	علماء کرام کیلئے ایک تحقیق مضمون	۵۱۴
۹	اختلاف کی وجہ	۵۱۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۰	اللہ تعالیٰ کی بابت شبہ کیسا؟	۵۱۹
۱۱	بے ایمان لوگ	۵۲۱
۱۲	اٹل قانون	۵۲۳
۱۳	اچھے اور بُرے	۵۲۴
۱۴	محض اللہ تعالیٰ کیلئے	۵۲۶
۱۵	اللہ تعالیٰ کی صفتیں	۵۲۸
۱۶	توبہ کی حقیقت	۵۳۰
۱۷	اللہ تعالیٰ کی رحمت	۵۳۰
۱۸	بُرے عملوں کی نحوست	۵۳۱
۱۹	کامیاب لوگ	۵۳۵
۲۰	معاف کرنے اور بدلہ لینے میں درمیانہ طرزِ عمل	۵۳۹
۲۱	جھگڑوں کا فیصلہ	۵۴۰
۲۲	سیدھی اور صاف بات	۵۴۱
۲۳	گمراہوں کا حشر	۵۴۲
۲۴	اللہ تعالیٰ کا ہی سہارا ہے	۵۴۳
۲۵	پیغمبر کی ذمہ داری	۵۴۵
۲۶	قرآن مجید اسی طرح اترا	۵۴۸
۲۷	سورۂ الشوریٰ پر ایک نظر	۵۵۰

سورۂ سباء کا خلاصہ

سباء یمن کا ایک علاقہ ہے جس کا ذکر اس سورۃ میں آیا ہے، اس میں خاص طور پر خبر دار کیا گیا ہے کہ دنیا کے عیش وعشرت میں پھنس کر آخرت کے بھول جانے والوں کا انجام برا ہوگا اور وہ اس دنیا کے اندر اپنی غفلت کی وجہ سے بڑی مصیبتوں میں پھنس سکتے ہیں، مکہ والوں سے کہا گیا کہ آخرت کو نہ بھولو، مرنے کے بعد انسان پھر زندہ ہوں گے اور اس کے عملوں کا حساب لیا جائے گا، انسانوں کو خبر دار کرنے کیلئے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ سنایا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مالا مال ہوکر، اس کے شکر گزار بندے بن کر رہے اور خوشحالی انہیں غفلت میں نہ پھنسا سکی، معلوم ہوا کہ خوشحالی میں بھی انسان بندہ بن سکتا ہے۔

اس کے بعد سباء والوں کا حال سنایا کہ ان کو فراخی اور سامان سب حاصل تھے، انہوں نے اس پر ناشکری کی اس لئے ان کو زندگی کی سختیوں میں پھنسایا گیا لیکن وہ بگڑتے ہی چلے گئے، آخر تباہ و برباد ہوئے، لوگوں کو ان دونوں واقعوں سے سبق سیکھنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کی اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کرو تمہارا اسی میں بھلا ہے۔

اس سورت میں انسان کی توجہ اس طرف دلائی گئی ہے کہ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ تعالیٰ کا ہے، وہ سب کی حقیقت سے باخبر ہے، خوبی ساری اسی کی ہے، اس لئے صرف اسی کی حمد وثناء کرو، آسمانوں کی طرف سے جو چیز اترتی ہے یا آسمانوں کی طرف چڑھتی ہے، زمین سے جو کچھ نکلتا ہے یا اس میں داخل ہوتا ہے اسے سب کا حال معلوم ہے، قیامت کا انکار فضول ہے وہ ضرور آکر رہے گی، کیونکہ بھلوں کو بروں سے جدا کرنا ہے اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پھل ملنا ہے، سب کے عمل اللہ تعالیٰ کے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں، کوئی چیز بڑی یا چھوٹی لکھنے سے نہیں رہی، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی باتوں میں دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں ان کے ہاتھ دردناک عذاب کے علاوہ کچھ نہ آئے گا، سمجھنے والے خوب سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم حق ہے، جو لوگ مرکر دوبارہ جی اٹھنے میں شک کرتے ہیں اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا یقین نہیں کرتے وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں، دنیا میں

وہ بہت سی چیزوں کو بنتا، بگڑتا اور پھر بنتا دیکھتے ہیں، اگر سمجھ ہے تو اسی سے سمجھ لیں کہ آدمی بھی اسی طرح بگڑ کر پھر بن جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے والے آخرت میں کامیاب ہوں گے۔

اچھے لوگوں کا رویہ واضح کرنے کیلئے داؤد اور سلیمان علیہم السلام کا حال بیان کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے تھے، اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ان کے ساتھ شامل رہا اور رہے گا، سباء والوں نے ناشکری کی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہ کی تو وہ تباہ و برباد ہوئے، اکثر لوگ شیطان کے بہکاوے میں آجاتے ہیں حالانکہ شیطان میں کچھ زور نہیں کہ اپنی بات منوائے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ اس کے آگے کسی کی سفارش چلتی ہے، مگر اس کی جسے وہ اجازت دے، فرشتے تک بغیر اس کے حکم کے کوئی کام نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ کو ٹھیک ٹھیک پہچان لو، اس نے اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا بھر کی ہدایت کیلئے بھیجا ہے، جو قیامت کو نہیں مانتے وہ قیامت میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے، جو کمزور تھے وہ زور والوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا، تم نہ ہوتے تو ہم عذاب میں نہ پھنستے، وہ کہیں گے ہم نے کیا کیا؟ تم خود ہی گمراہ ہوئے، مگر یہ جھگڑا بیکار ہوگا کیونکہ ہر ایک کو اس کے عمل کی سزا مل کر رہے گی، آخرت میں مال اور اولاد کچھ کام نہ آئیں گے، فقط ایمان اور نیک عمل کام آئیں گے، مشرکوں کے معبود قیامت میں اپنے پجاریوں کو بیوقوف بتائیں گے، وہ کہیں گے کہ تم ہمارے نہیں اپنی حرص کے بندے تھے اس لئے اپنے کئے کا پھل بھگتو، ہر انسان کو چاہئے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو سمجھے اور آپ کی پیروی کرے، وہ بالکل سچے پیغمبر ہیں، ایمان وہی کام آئے گا جو دنیا میں لایا جائے ورنہ آخرت کا عذاب دیکھ کر تو ہر شخص ایمان لے ہی آئے گا مگر اس وقت کا ایمان کچھ نفع نہ دے گا۔

اٰیاتھا - ۵۴ سُوْرَةُ سَبَا مَكِّيَّةٌ رکوعاتھا - ٦

سورۃ سبا مکی ہے، اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ لَهُ

ساری خوبی واسطے اللہ کے وہ کہ لئے اسی کے ہے جو میں آسمانوں اور جو میں زمین اور لئے اسی کے

الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۱ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ

تعریف ہے میں آخرت اور وہی حکمتوں والا خبر رکھنے والا ہے (۱) جانتا ہے جو داخل ہوتا ہے

فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا

میں زمین اور جو نکلتا ہے سے اس اور جو کچھ اترتا ہے سے آسمان اور جو کچھ

یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَ هُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۝۲ وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

چڑھتا ہے میں اس اور وہی رحم کرنے والا بخشنے والا (۲) اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے

لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰی وَ رَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ

نہ آئے گی ہم پر قیامت آپ کہیں کیوں نہیں قسم رب میرے کی البتہ آکر رہے گی وہ تم پر جاننے والا غیب کا

بامحاورہ ترجمہ: سب خوبی اللہ تعالیٰ کی ہے، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کی تعریف ہے آخرت میں اور وہی ہے حکمتوں والا خبر رکھنے والا۔ (۱) جانتا ہے جو کچھ زمین کے اندر داخل ہوتا ہے

المجلد الثامن

اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمانوں سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی ہے رحم کرنے والا بخشنے والا۔(۲) اور کافر کہنے لگے ہم پر قیامت نہ آئے گی، آپ کہیں! کیوں نہیں، قسم ہے میرے اس رب کی جو غیب کا جاننے والا ہے، البتہ وہ تم پر ضرور آئے گی۔

لفظی تحقیق: یَلِجُ: داخل ہوتا ہے، مضارع کا صیغہ ہے، (و، ل، ج) سے "وُلُوْج" کے معنیٰ اندر داخل ہونا، "اِیلَاج" اسی سے متعدی ہے جس کا مضارع "یُوْلِجُ" ہے۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ کی صفات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو پھر بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ تمام خوبیاں اور حمد وثناء اسی کیلئے ہیں۔

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، اسی نے سب کچھ اپنی قدرت سے بنایا، وہی سب کو سنبھالتا اور رکھتا ہے اور وہی سب کا تنہا مالک ہے، کسی چیز میں کوئی اس کا شریک نہیں، وہ سب کی اصلیت اور حقیقت کو جانتا ہے اور ہر چیز کی اسے خبر ہے اور جب ساری خوبیوں کا مالک وہی ہے تو حمد وثناء کا حقدار بھی وہی ہے اور آخرت میں تو صاف ظاہر ہوجائے گا کہ سوا اس کے کوئی تعریف کے قابل ہے ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جو زمین میں گھستی ہے یا اس سے نکلتی ہے جانتا ہے، اسے ذرہ ذرہ کا علم ہے خواہ وہ زمین کے اندر ہو یا اس سے باہر اور وہ اسے بھی جانتا ہے جو کچھ آسمان سے نیچے آتا ہے اور اسے بھی جو آسمان کی طرف چڑھتا ہے، وہ اپنے بندے کے قصوروں اور خطاؤں کا جاننے والا ہے، لیکن اپنی رحمت کی بدولت جلدی پکڑ نہیں کرتا قصور اور خطائیں بخشتا رہتا ہے کیونکہ وہ مہربان ہے اور درگزر کرنے والا ہے، یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے، منہ اٹھا کر کہہ دیتے ہیں کہ قیامت کوئی چیز نہیں؛ اس لئے اس کے آنے کا کوئی خطرہ نہیں، ان سے کہہ دو تم مانو یا نہ مانو قیامت آکر رہے گی، میں اپنے اس رب کی قسم کھا کر جو غیب کا جاننے والا ہے کہتا ہوں کہ وہ ضرور آئے گی اور آکر تمہیں اپنی پکڑ میں لے لے گی۔

قیامت کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کو مان چکے ہیں اور اس کی صفت اور شان کے قائل ہو چکے ہیں ان سے اس کا انکار نہیں ہو سکتا، خاص کر اس وقت جبکہ قرآن مجید نے صاف صاف بتادیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ان کے عملوں کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور اسے اس کے اچھے کاموں کی جزاء اور برے کاموں کی سزا ملے گی، لیکن دنیا میں یہ جزاء سزا مکمل نہیں مل سکتی کیونکہ یہ دنیا جلدی ختم ہونے والی ہے اس لئے اس کے واسطے دوسری زندگی عطاء ہوگی جو قیامت سے شروع ہوتی ہے۔

یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ: وہ زمین میں داخل ہونے والی اور اس سے نکلنے والی ہر چیز کو جانتا ہے، زمین میں داخل ہونے والی چیزوں میں بارش، بیج، کیڑے مکوڑے اور جانور ہیں، اس کے علاوہ مردے بھی زمین میں داخل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والا نہیں بنایا؟ (سورۃ المرسلٰت)، اسی طرح زمین سے باہر نکلنے والی چیزوں میں پودے، درخت، سبزہ، کھیتیاں اور پھر معدنیات میں سونا، چاندی، گیس، پیٹرول اور ہر قسم کی دھاتیں ہیں، یہ تمام چیزیں انسانی زندگی کی ضرورتوں میں داخل ہیں جو اللہ تعالیٰ زمین سے نکالتا ہے۔

وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ: جو آسمان کی طرف سے اترتی ہے اور جو اس کی طرف چڑھتی ہے، آسمان کی طرف سے اترنے والی چیزوں میں بارش ہے جس پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے، پانی کے بغیر نہ کھیتی باڑی ہو سکتی ہے اور نہ پھل پھول اور اناج پیدا ہو سکتا ہے جو کہ انسانی زندگی کا لازمی جزو ہے، پانی کے بغیر کوئی جاندار زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا، انسانی جسم میں دوڑنے والے خون میں اسیّ (۸۰) فیصد پانی ہوتا ہے، لہٰذا پانی کا اترنا بہت بڑی نعمت ہے، اس کے علاوہ وحی اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے بھی آسمان کی طرف سے آتے ہیں۔

پھر آسمان کی طرف چڑھنے والی چیزوں میں انسان کی دعائیں ہیں، اس کے عمل ہیں، فرشتے بھی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، ان کے علاوہ بھی بیشمار چیزیں ہیں جو آسمان کی طرف چڑھتی ہیں۔

وَ ھُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ: وہ بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے، دنیا کی ساری چہل پہل اس کی مہربانی اور رحمت سے ہے، اللہ تعالیٰ اپنی بخشش و رحمت کی وجہ سے انسانوں کو بہت سا موقع دیتا ہے ورنہ وہ فوراً پکڑ کرلے تو بندوں کا کہاں ٹھکانا ہے؟

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ: کافر لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس قیامت نہیں آئے گی، مکہ کے مشرک کہتے تھے کہ لات، منات اور عزیٰ کی قسم کوئی قیامت نہیں آئے گی نہ کوئی عملوں کی جزا و سزا ہوگی، چنانچہ جس طرح کافر قیامت کا سختی کیساتھ انکار کرتے تھے اسی طرح جواب بھی اللہ تعالیٰ نے اسی تاکید سے دیا، فرمایا: اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیں کیوں نہیں، مجھے میرے رب کی قسم! قیامت تمہارے پاس ضرور آئے گی تم کیسے انکار کرتے ہو، آگے بھی اسی سورۃ میں آرہا ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ انسان مرکر مٹی میں مل جاتے ہیں، ان کے جسم ریزہ ریزہ ہوکر پھیل جاتے ہیں تو یہ کیسے دوبارہ جی اٹھیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: تم قیامت کو دور سمجھتے ہو حالانکہ یہ بالکل قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ لَآ
نہیں دور ہوتا سے اس برابر ایک ذرہ کے میں آسمانوں اور نہ میں زمین اور نہ

اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۳ لِّيَجْزِيَ
چھوٹا سے اس اور نہ بڑا مگر ہے میں کتاب کھلی (۳) تاکہ بدلہ دے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ
انہیں جو ایمان لائے اور کام کئے انہوں نے اچھے

بامحاورہ ترجمہ: ۔غائب نہیں ہوسکتی اس سے کوئی ذرّہ بھر چیز نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، اور کوئی چیز نہیں اس سے چھوٹی اور اس سے بڑی جو کھلی کتاب (لوحِ محفوظ) میں نہیں۔ (۳) تاکہ جنہوں نے یقین لاکر بھلے کام کئے انہیں بدلہ دے۔

لفظی تحقیق: لَا يَعْزُبُ: نہیں دور ہوتا، مضارع منفی ہے، (ع، ز، ب) سے "عَزُوْبَةٌ" کے معنی جدا ہونا، یہاں اس سے مراد غائب ہونا ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں، کوئی چیز ایک ذرّہ کے برابر بھی آسمانوں میں یا زمین میں ایسی نہیں جسے وہ نہ جانتا ہو اور نہ اس سے چھوٹی یا بڑی کوئی چیز ہے، جو ایک کھلی کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھی نہ ہو، اس ذرّہ ذرّہ کا علم رکھنے والے نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ لوگوں سے ہماری قسم کھا کر کہہ دیں کہ قیامت آئے گی، اس پیغمبر کی سچائی کے تم خود قائل ہو اور اب روشن دلیلوں سے بھی یہ بات ثابت ہو چکی کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں وہ بالکل سچ ہوتا ہے، پھر تم ان کی سنتے کیوں نہیں، سنو! قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو مانا اور اس پر ایمان لا کر نیک کام کئے انہیں اس کا اچھا بدلہ دے اور انہیں اپنی نعمتوں سے مالا مال کر دے، اس کا نظام چاہتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو مان کر دنیا میں نیک کام کرے اور آخرت میں اس کا نیک پھل پائے۔

لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ: آسمان اور زمین میں کوئی ذرّہ برابر چیز بھی اس سے غائب نہیں ہے، ذرہ چیونٹی کو بھی کہتے ہیں اور روشن دان سے اندر آنے والی دھوپ میں چھوٹی چھوٹی چیزیں نظر آتی ہیں وہ بھی ذرّات کہلاتی ہیں، مطلب یہ ہے کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اللہ تعالیٰ کی نظروں سے چھپی نہیں ہے، گویا کہ اس کو ذرّے ذرّے کا علم ہے، یہ اس کی خاص صفت ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے، وہ ہر شے پر قادر ہے، یہ تمام چیزیں لوحِ محفوظ میں بھی درج ہیں، لہٰذا ان کی گمشدگی کا کوئی امکان نہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب کو اکٹھا کرے گا، چھوٹی اور بڑی کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے، قیامت ضرور واقع ہو گی اور اللہ تعالیٰ اس دن سب چیزوں کو حاضر کرے گا۔

لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: تا کہ بدلہ دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے عمل کئے، اس دنیا میں ہر چیز خلط ملط ہو رہی ہے، لہٰذا یہاں کسی شخص کو اس کے اچھے یا بُرے عملوں کا پورا پورا بدلہ نہیں مل سکتا، یہاں اس دنیا کا قانون تو یہ ہے کہ ایک عدالت فیصلہ کرتی ہے اور اس سے اوپر

والی عدالت اس کو کالعدم قرار دیتی ہے پھر اس سے اوپر والی عدالت سپریم کورٹ اس فیصلے کو بالکل بدل دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ کسی شخص کو اس کے جرم کی ٹھیک ٹھیک سزا ملی ہے یا نہیں؛ اسی لئے قیامت کا واقع ہونا ضروری ہے تاکہ ہر نیک و بد کا کام بالکل الگ ہوجائے اور پھر اس کے مطابق جزا یا سزا کا فیصلہ ہو، وہ صحیح فیصلہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہوگا اور اسی کے مطابق پورا پورا بدلہ دیا جاسکے گا۔

قیامت کی وجہ

أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۴﴾ وَ الَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا

وہی لوگ ہیں لئے ان کے معافی ہے اور روزی ہے عزت کی (۴) اور جن لوگوں نے کوشش کی میں آیتوں ہماری

مُعٰجِزِيْنَ أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۵﴾ وَ يَرَى

ہرانے کیلئے وہی ہیں کہ لئے انکے عذاب ہے سخت دردناک (۵) اور تاکہ دیکھ لیں

الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ أُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ

وہ لوگ جنہیں دیا گیا علم جو اتارا گیا تھا طرف آپ کی سے رب آپکے وہ ٹھیک ہے

وَ يَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۶﴾

اور ہدایت کرتا ہے طرف راہ زبردست قوت والے خوبیوں والے کی (۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ وہی لوگ ہیں جن کیلئے معافی اور عزت کی روزی ہے اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں ہمیں عاجز کرنے کیلئے یہی لوگ ہیں جن کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (۵) جن کو سمجھ ملی ہے وہ دیکھ لیں جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے وہ ٹھیک ہے اور وہ اس زبردست خوبیوں والے رب کی راہ سمجھاتا ہے۔ (۶)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: قیامت ضرور آنی ہے، کیونکہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو مانا اور اس کی مرضی کے مطابق نیک کام کئے ان کو اس کا اچھا بدلہ ملنا ضروری ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں معافی، بخشش اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی، یعنی: آرام سے بیٹھے بٹھائے بغیر محنت اور مزدوری کئے اچھی سے اچھی نعمتیں انہیں ملیں گی، کیونکہ وہ دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگے رہے اور اپنی خواہشوں کو اس کے حکم کے تابع کر دیا، اب انہیں عزت سے بٹھا کر ان کے آرام کا پورا سامان مہیا کیا جائے گا اور جن لوگوں نے دنیا کے اندر اس کوشش میں عمر بسر کی کہ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں اور ان کے خلاف عمل کریں اور اپنے قول و فعل سے ظاہر کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا کچھ نہیں کرسکتا، انہیں سخت دردناک عذاب دیا جائے گا اور قیامت اس لئے بھی ضروری ہے کہ جنہوں نے دنیا میں اپنی سمجھ سے کام لیا ان کو ان کے نیک عملوں کا بدلہ دیا جائے گا، وہ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں کہ قرآن حکیم کی باتیں بالکل سچ تھیں اور واقعی وہ اللہ تعالیٰ کا راستہ انسان کو سمجھاتی تھیں۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ: ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور باعزت روزی ہوگی، بخشش سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کر کے اپنی رحمت میں داخل کرے گا جہاں انہیں ہر نعمت بغیر کسی محنت و مشقت کے حاصل ہوگی، دنیا میں تو حلال روزی حاصل کرنے کیلئے بڑی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے مگر وہاں کسی کام کاج کی ضرورت نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ بغیر کسی محنت کے ہر چیز مہیا کریں گے، آخرت میں اللہ تعالیٰ ہر جنتی کو اس کی خواہش کے مطابق بغیر کسی مشقت کے ہر قسم کی نعمتیں عطا فرمائیں گے، باعزت روزی سے یہی مراد ہے، پھر لطف کی بات یہ ہے کہ جنت میں کسی چیز کی کبھی بھی کمی واقع نہیں ہوگی، اس دنیا میں تو کئی چیزیں نایاب ہوجاتی ہیں اور بعض میں کمی واقع ہوجاتی ہے مگر وہاں ایسی کوئی بات پیش نہیں آئے گی، وہاں ہر چیز بلا قیمت اور کثرت کیساتھ ہوگی۔

وَ الَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ: جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہماری آیتوں کے بارے میں کہ

انہیں نیچا دکھادیں، یعنی: قرآن کے پروگرام کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے ذلت والا دردناک عذاب ہوگا، یہاں تو ایسے بدبختوں کو پوری سزا نہیں مل سکی لہذا قیامت میں ان کو ان کے جرموں کی پوری پوری سزا دی جائے گی۔

قیامت کی ہنسی

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا
اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے کیا بتائیں ہم تمہیں ایسا آدمی جو بتاتا ہے تمہیں کہ جب

مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ اَفْتَرٰى عَلَى
تم ریزہ ریزہ ہوجاؤ گے پوری طرح ریزہ ریزہ ہوجانا توتم البتہ ہوگے زندگی نئی میں (۷) کیا باندھا ہے اس نے پر

اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ
اللہ جھوٹ یا اسے جنون ہوا ہے

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور کافر کہنے لگے ہم تمہیں ایک مرد بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم پھٹ کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاؤ گے تمہیں پھر نئے سرے سے بننا ہے۔ (۷) کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بنالایا ہے یا اس کو جنون ہوا ہے۔

لفظی تحقیق: مُزِّقْتُمْ: پھاڑ ڈالے جاؤ گے۔ ماضی مجہول ہے، تَمْزِيْق سے جو (م، ز، ق) سے بنا ہے، مُزِّقٌ: پھٹ جانا۔ تَمْزِيْقٌ: پھاڑ ڈالنا۔ مُمَزَّقٌ: یہاں مصدر کے معنیٰ میں ہے۔ اِفْتَرٰى: اصل میں "ءَاَفْتَرٰى" ہے، ہمزہ استفہام پہلے آنے سے ہمزہ وصل گر گیا۔

تفسیر

انسان پر اکثر دنیا کی چہل پہل کا اس قدر اثر پڑتا ہے کہ وہ اسی کو سب کچھ سمجھنے لگتا ہے اور مر کر دوبارہ زندہ

ہونے کا اور آخرت کے حساب و کتاب کا انکار کر دیتا ہے، جب اس کے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ جو کچھ ہے دنیا ہی ہے تو پھر وہ آرام سے بے کھٹکے یہیں کا سامان جمع کرنے میں لگ جاتا ہے، برخلاف اس کے جو مرنے کے بعد دوبارہ جینے اور آخرت کے قائل ہیں وہ دنیا سے جی بھر کر لطف اندوز ہو ہی نہیں سکتے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق لوگوں سے یہی کہا کہ آخرت برحق ہے اور تمہیں مر کر دوبارہ جینا ہے، دنیا میں مست لوگ ان کی ہنسی اڑانے لگے، وہ آپس میں ایک دوسرے سے مذاق اڑانے کے انداز میں کہنے لگے تم نے تو ایسا آدمی کیا دیکھا ہوگا آؤ! ہم تمہیں دکھائیں، دیکھو! یہ کیا کہتا ہے کہ جب تمہارا بدن ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل چکا ہوگا تو پھر تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے، بھلا! یہ کوئی عقل میں آنے کی بات ہے، ہو یا نہ ہو یا تو یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی تہمت لگاتا ہے کہ اس نے ایسا کہا اور یا پھر اس کے دماغ میں خلل ہے، کیونکہ صحیح دماغ والا شخص ایسی غلط بات منہ سے نہیں نکال سکتا۔

اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا: کہ اس نے جھوٹ باندھا ہے اللہ تعالیٰ پر، کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر قیامت کے آنے کو اللہ تعالیٰ کی طرف غلط طور پر منسوب کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ قسم اٹھا کر کہیں کہ قیامت ضرور آنے والی ہے۔

محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص پیغمبر پر کوئی جھوٹی بات باندھتا ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے کہی ہے حالانکہ وہ پیغمبر کا قول نہیں ہوتا تو ایسا شخص کبیرہ گناہ کرنے والا ہے، کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے یا پھر یہ شخص یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغمبر دیوانہ ہے جو اس قسم کی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے کہ قیامت آنے والی ہے، سب لوگ قبروں سے اٹھیں گے، حساب کتاب کی منزل آئے گی اور پھر جزا و سزا کے فیصلے ہوں گے، کہتے تھے لات اور عزیٰ کی قسم نہ کوئی قیامت ہے اور نہ کوئی حساب کی منزل آئے گی، یہ ایسے لوگ تھے کہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوانی کہتے، کبھی شاعر اور کبھی جھوٹا کہتے، کافروں کا یہ سلوک صرف پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ ہی خاص نہیں تھا کہ لوگوں نے پہلے پیغمبروں کو بھی ایسے ہی خطاب دیئے، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ذلیل اور جھوٹا کہا اور بعض لوگ کہتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جادو کا اثر ہو چکا ہے۔

قرآن مجید کا جواب

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَ الضَّلٰلِ
بلکہ　وہ لوگ جو　نہیں　یقین رکھتے　آخرت کا　میں　ہیں عذاب　اور　گمراہی

الْبَعِيْدِ⑧ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ مِّنَ
دور کی　(۸) کیا نہیں　دیکھتے　طرف اس کے جو سامنے　ہے ان کے　اور　جو　پیچھے ہے ان کے　سے

السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ
آسمان　اور　زمین

بامحاورہ ترجمہ:۔ بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب میں ہوں گے اور وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔(۸) ان لوگوں نے نہیں دیکھا جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے آسمان اور زمین میں۔

تفسیر

بہت سے لوگوں کو اس وقت بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا اور اب تک بھی نہیں آتا کہ جب انسان مر گیا اور اس کا بدن ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل گیا اور اس کا ذرّہ ذرّہ اِدھر اُدھر پھیل گیا تو پھر دوبارہ زندہ کیسے ہوگا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان سے کہا کہ یہ ہو کر رہے گا، تم مانو یا نہ مانو تو یہ لوگ لگے باتیں بنانے کہ یا تو یہ کھلم کھلا جھوٹ بول رہا ہے اور اپنا جھوٹ اللہ تعالیٰ کے نام لگاتا ہے یا اس کے دماغ میں خرابی ہے۔

اس کے جواب میں ارشاد ہے کہ: ان میں سے کوئی بات بھی نہیں، یہ لوگ اس دنیا کی چمک دمک میں اس قدر پھنس گئے ہیں کہ خود ان کے دماغ نے صحیح طور پر کام کرنا چھوڑ دیا ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو قرآن کریم کے مطابق ان سے بالکل سچ کہا لیکن یہ خود سچائی سے بہت دور جا پڑے ہیں، ان کے دل اندھے ہو گئے ہیں۔

کیا انسان کیلئے یہ عذاب کچھ کم ہے کہ وہ غلط بات کو صحیح سمجھ بیٹھے اور ٹھیک بات کرنے والوں کی شان میں گستاخیاں کرنے لگے، کیا انہیں اپنے سامنے اور آگے پیچھے یہ آسمان اور زمین نہیں دکھتے، جس اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی ساری چیزوں کو بنا کھڑا کیا، کیا وہ پھر اتنا عاجز ہو گیا کہ انسان کے بدن کے پھیلے ہوئے ذرّات کو اکٹھا کر کے اسے دوبارہ نہیں بنا سکتا۔

اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَابَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ: اس آیت میں قیامت کے قائم ہونے کی دلیلیں بھی ہیں کہ آسمان اور زمین کی مخلوقات میں غور کرنے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھنے سے وہ تعجب دور ہو سکتا ہے جو کافروں کیلئے قیامت کا اقرار کرنے کیلئے رکاوٹ بنا ہوا ہے اور ساتھ ہی کافروں کیلئے سزا کی دھمکی بھی ہے کہ یہ آسمان اور زمین جو خود تمہارے لئے اتنی بڑی نعمتیں ہیں اگر ان کے دیکھنے کے بعد بھی تم انکار پر جمے رہے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ انہی نعمتوں کو تمہارے لئے عذاب بنا دے کہ زمین تمہیں نگل جائے یا آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تم پر گر پڑے۔

خوف کا مقام

اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ

اگر ہم چاہیں دھنسا دیں انہیں زمین میں یا گرا دیں پر ان ٹکڑے کے

ع ۹ ۷ السَّمَآءِؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ۠ (۹)

آسمان تحقیق میں اس البتہ نشانی ہے واسطے ہر بندے رجوع کرنے والے (۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اگر ہم چاہیں انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں، تحقیق اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کیلئے نشانی ہے۔ (۹)

تفسیر

اس آیت میں کافروں کی احمقانہ دلیری اور گستاخی پر تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ مرنے کے بعد اپنے دوبارہ زندہ

ہو جانے کو اتنا مشکل کیوں سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھی اسے باہر مانتے ہیں، کیا اسے اپنے پیچھے جدھر نظر دوڑائے آسمان اور زمین نظر نہیں آتے، آخر یہ کہاں سے آئے اور کس نے بنائے، یہ یونہی کہہ تو دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنائے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی قوت اور قدرت کا یقین نہیں کرتے، ذرا سا سوچنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خود زمین سے بہت سے چیزیں نکلتی ہیں اور مٹتی ہیں، انسان بھی آخر اسی قسم کی مخلوق ہے اس کے بننے اور بگڑنے اور بگڑ کر پھر بننے میں ایسی کیا خاص دشواری ہے جو دور نہیں ہو سکتی، کیا انہیں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہے جو ایسے گستاخانہ انداز سے انسان کے دوبارہ پیدا ہونے کا انکار کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دے اور یہ سب اس کے نیچے کچل کر رہ جائیں، آسمان اور زمین میں چیزوں کا بننا اور بگڑنا اور پھر بننا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ لگانے کیلئے کافی ہے۔

اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ: اگر ہم چاہیں تو سزا کے طور پر انہیں زمین میں دھنسا دیں، دنیا میں دھنسنے کے واقعات اکثر دیکھنے میں آتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کئی قوموں کو یہی سزا دی، قارون کا واقعہ تو خود قرآن کریم میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے گھر اور خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا، اس قسم کے واقعات اب بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں، 1923ء میں جاپان میں زبردست زلزلہ آیا تھا جس میں ڈیڑھ لاکھ آدمی زمین میں دھنس گئے تھے، 1935ء میں کوئٹہ کا واقعہ بھی ایسا ہی تھا، جس سے زمین میں بڑی بڑی دراڑیں پڑ گئیں تھیں اور ہزاروں لوگ مر گئے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اگر ہم چاہیں تو ایسے نافرمانوں کو زمین میں دھنسا دیں۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ: اس میں نشانی ہے خدا کی طرف رجوع رکھنے والے ہر بندے کیلئے، جس شخص کے دل میں ذرا سا ایمان بھی باقی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس کے پیغمبر اور کتابیں حق ہیں، قیامت برحق ہے اور حساب کتاب کی منزل آنے والی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سزا دینے پر بھی قادر ہے، بلاشبہ ایسے شخص کیلئے جگہ جگہ قدرت کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں جنہیں دیکھ کر وہ ایمان کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔

قدرت کی نشانیاں

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَ الطَّیْرَ ۚ
اور تحقیق دی ہم نے داؤدکو سے طرف اپنی بزرگی اے پہاڑو پڑھو ساتھ اسکے اور پرندے بھی

وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَ
اور نرم کیا ہم نے لئے اسکے لوہا (۱۰) کہ بنا فراخ زرہیں اور ٹھیک اندازہ کر میں جوڑنے اور

اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱﴾
کام کرو تم نیک تحقیق میں اسے جو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہوں (۱۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور ہم نے اپنی طرف سے داؤد کو بڑی بزرگی دی، اے پہاڑو! اس کیساتھ خوش الحانی سے پڑھو اور پرندے بھی اور ہم نے اس کیلئے لوہا نرم کردیا۔(۱۰) کہ کشادہ زرہیں بنائیں اور اندازے سے کڑیاں جوڑیں اور تم سب نیک کام کرو، تحقیق میں جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہوں۔(۱۱)

لفظی تحقیق: اَوِّبِیْ: چلو۔ امر مؤنث ہے تادیب سے جو(ا،و،ب) سے بنا ہے، اَوْبٌ کے معنٰی رجوع کرنا ،لوٹنا، تَاوِیْبٌ: دن کو سفر کرنا، ساتھ ساتھ چلنا، یہاں اس سے مراد ہے پڑھنے میں ان کی نقل کرنا۔ وَالطَّیْرَ: اور پرندوں کو۔ تقدیر عبارت یہ ہے "وَاَمَرْنَا الطَّیْرَ "یعنی: پرندوں کو بھی یہی حکم دیا جو پہاڑوں کو دیا تھا کہ اس کیساتھ اسی طرح تم بھی پڑھو۔ اَلَنَّا: نرم کردیا ہم نے۔ ماضی ہے اِلَانَۃٌ سے جو(ل،ی،ن) سے بنا ہے "لِیْن" "نرمی کو اور نرم ہوجانے کو کہتے ہیں۔ سَرْدٌ: باہم جوڑنا۔ مطلب چھوٹی چھوٹی چیزوں کو جوڑ کر کوئی بڑی چیز بنانا،" قَدِّرْفِی السَّرْدِ "یعنی: اندازہ رکھئے جوڑنے میں۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی طرف انسان کو توجہ دلا رہے ہیں تا کہ وہ اس کا اور اسکی صفات کا ٹھیک

اندازہ کرے، ارشاد ہے کہ: ہم نے داؤد علیہ السلام کو فضیلت اور بڑائی عطا فرمائی، پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ جب وہ خوش الحانی سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں تو تم بھی ان کیساتھ ویسا ہی ذکر کرو جیسے وہ کریں، پھر لوہے کو اس کیلئے نرم کر دیا تا کہ وہ اس کے چھلے بنائیں اور ان کو ٹھیک انداز سے جوڑ کر لوہے کی کشادہ زرہیں تیار کریں، پھر ہم نے اسے حکم دیا کہ اس میں مصروف ہو کر نیک کام نہ بھولنا، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا: اور البتہ تحقیق ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی فضیلت عطاء فرمائی، آپ کو اللہ تعالیٰ نے مستقل شریعت عطاء فرمائی اور کتاب "زبور" بھی عطاء فرمائی، پیغمبری خود بہت بڑی فضیلت ہے کہ انسان کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں، حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر "سورۃ الانبیاء اور نمل" میں آچکا ہے اور آگے "سورۃ ص" میں بھی آرہا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیلت اور برتری کو بیان کیا ہے، پیغمبر اور خلیفہ ہونے کے باوجود آپ کمال درجے کے عبادت گزار بھی تھے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: آپ اپنے دور کے سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کے پیغمبروں میں سے ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے، یہ بہت بڑی سعادت ہے جس کو نصیب ہو جائے، حضرت داؤد علیہ السلام کو جو کتاب "زبور" عطاء کی گئی اس میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے، آپ اس کتاب کی تلاوت نہایت خوش الحانی سے کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی آواز سن کر پہاڑ اور پرندے بھی آپ کیساتھ تلاوت میں شریک ہو جاتے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ: حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کا اس قدر ذوق وشوق تھا کہ آپ اپنے خادم کو اصطبل سے گھوڑا لانے کا حکم دیتے اور جب تک گھوڑا پیش کیا جاتا آپ پوری "زبور" کی تلاوت مکمل کر لیتے، آپ کی طرح حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی بڑے خوش الحان تھے، آپ رات کو قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آواز سنی تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں داؤدی گلا عطاء فرمایا ہے، میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کی تلاوت کو سنتا رہوں۔

خوش الحانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جسے عطاء ہو جائے، یہ بہت بڑی چیز ہے، مگر جسے مل جائے

اسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اس آواز کیساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے اور قرآن کریم کی تلاوت کرے، بہر حال! جب حضرت داوٗد علیہ السلام اپنی میٹھی آواز میں تلاوت فرماتے تو اِرد گرد کے پہاڑ اور پرندے بھی آپ کیساتھ ہو جاتے، یہ کوئی مبالغے کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو بھی آپ کے تابع کر دیا تھا اور معجزے کے طور پر ان سے بھی ایسی ہی آواز نکلتی تھی جیسے آپ تلاوت فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں بھی سکھا دی تھیں اور آپ کے تابع بھی کر دیئے تھے، وہ بھی آپ کی آواز کیساتھ اپنی آواز ملاتے تھے۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کی آواز کیساتھ پہاڑوں کا آواز ملانا اور تسبیح کو دہرانا یہ اس آواز کی طرح نہیں تھی جو عام طور پر گنبد یا کنویں وغیرہ میں آواز دینے کے وقت آواز کے لوٹنے سے سنی جاتی ہے کیونکہ قرآن کریم نے اس کو حضرت داوٗد علیہ السلام پر خصوصی فضل و انعام کی حیثیت میں ذکر کیا ہے، گنبد یا کنویں کی آواز واپس سنائی دینے میں کسی کی فضیلت و خصوصیت سے کوئی تعلق نہیں، وہ تو ہر انسان چاہے کافر ہی ہو اس کی آواز بھی سنائی دیتی ہے۔

وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ: اور ہم داوٗد کیلئے لوہے کو نرم کر دیا، پہلے پہاڑوں اور پرندوں کا ذکر ہو چکا ہے اب اللہ تعالیٰ تیسری چیز لوہے کا ذکر فرما رہے ہیں، دنیا کی چیزوں میں لوہا ایک اہم چیز ہے، اس کے نام پر قرآن کریم میں ایک مستقل "سورۃ الحدید" بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ہم نے لوہے کو پیدا کیا اس میں سخت لڑائی کا سامان ہے اور لوگوں کیلئے اور بہت سے فائدے ہیں، لوہا ابتدائے زمانہ سے ہی مفید دھات کے طور پر استعمال ہوتا ہے، چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام نے اس سے سوئی تیار کی جس سے آپ نے کپڑے سینے کی ابتداء کی، اس قریبی زمانہ میں موجودہ دور تو ایٹمی دور کہلاتا ہے، جبکہ پچھلی صدی کو لوہے کا دور کہا جاتا ہے، اس زمانے میں لوہے سے بڑا کام لیا گیا اور بڑی بڑی مشینری تیار کی گئی جس کے ذریعے دنیا میں صنعتی انقلاب آیا اور جنگی سامان تیار کرنے میں بہت زیادہ ترقی ہوئی، آج چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لیکر بڑی سے بڑی مشینیں، ٹینک، ہوائی جہاز، بحری جہاز اور ریل گاڑیاں لوہے کی بنی ہوئی ہیں۔

لوہا ایک سخت دھات ہے جسے تیز آگ میں ہی نرم کیا جاسکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت داوٗد علیہ السلام کے ہاتھ پر معجزانہ طور پر نرم کردیا تھا، تاکہ آپ اس سے زرہیں بنائیں، وہی لوہے کی قمیص جو جنگ کے دوران میں بچاؤ کیلئے پہنی جاتی ہے، یہ چیز لوہے کی چھوٹی چھوٹی کڑیوں کو ملاکر تیار کی جاتی ہے، پچھلے زمانے میں زرہ انسانی جسم کی حفاظت کا ایک بڑا ذریعہ تھا، اب زمانہ ترقی کرگیا اور جنگی ہتھیار کے طور پر بڑے بڑے ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں ایجاد ہوچکی ہیں۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر "معالم التنزیل" میں لکھا ہے کہ: حضرت داوٗد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے، آپ بھیس بدل کر عام شہریوں میں گھل مل جاتے اور پھر ان سے پوچھتے کہ تمہارا خلیفہ کیسا ہے، اکثر لوگ آپ کی تعریف کرتے کہ بڑا نیک عادل حکمران ہے، ایک موقع پر اسی طرح آپ نے کسی شخص سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہمارا خلیفہ تو بڑا اچھا ہے صرف ایک ہی نقص ہے کہ ذاتی اخراجات کیلئے بیت المال سے وظیفہ لیتا ہے، یہ سن کر آپ سخت پریشان ہوئے، کیونکہ آپ واقعی اپنے بال بچوں کے اخراجات بیت المال سے پورے کرتے تھے، اگرچہ حاکم کیلئے بیت المال سے خرچہ لینا جائز ہے، مگر آپ نے اسے تقویٰ کے خلاف سمجھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مولا کریم! کوئی ایسا سبب پیدا کردے کہ بیت المال سے خرچہ لینے کی ضرورت نہ پڑے، اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہم نے تمہارے لئے لوہے کو نرم کردیا ہے، اس کی کڑیاں جوڑ کر زرہیں بناؤ اور انہیں بیچ کر اپنے اور اپنے گھر والوں کے اخراجات پورے کرلیا کرو۔

دوسرے پیغمبروں کو بھی مختلف کاموں کا سکھانا بعض روایتوں سے ثابت ہے، "الطب النبوی" کے نام سے ایک کتاب امام حدیث شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کیساتھ چھپی ہے، اس میں ایک روایت نقل کی ہے کہ انسانی زندگی کیلئے جتنی ضروری چیزیں ہیں، مثلاً: مکان بنانا، کپڑا بننا، درخت بونا اور اگانا، کھانے کی چیزیں تیار کرنا، سامان لانے لیجانے کیلئے پہیوں کی گاڑی بناکر چلانا وغیرہ یہ سب ضروری کام اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ اپنے پیغمبروں کو سکھلائی تھیں۔

ان کاموں کے کرنے والے کو حقیر سمجھنا ناجائز ہے

عرب میں مختلف آدمی مختلف پیشے اختیار کرتے تھے، کسی کام کو حقیر یا ذلیل نہیں سمجھا جاتا تھا، نہ پیشوں کی بنیاد پر کوئی برادری بنتی تھی، پیشوں کی بنیاد پر برادریاں بنانا اور بعض پیشوں کو بحیثیت پیشہ حقیر و ذلیل سمجھنا یہ ہندوستان میں ہندوؤں کی پیداوار ہے، ان کیساتھ رہنے سہنے سے مسلمانوں میں بھی یہ عادتیں آ گئی ہیں۔

اور نشانیاں

وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَ اَسَلْنَا لَهٗ

اور لئے سلیمان کے ہوا کہ صبح کی منزل اسکی ایک مہینہ کی اور شام کی منزل اسکی ایک مہینہ کی اور بہایا ہم نے لئے اسکے

عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ

چشمہ تانبے کا اور میں سے جنوں وہ تھے جو کام کرتے سامنے اس کے ساتھ حکم رب اسکے کے

وَ مَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾

اور جو پھرے گا میں سے ان سے حکم ہمارے چکھائیں گے ہم اسے سے عذاب آگ کا (۱۲)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور سلیمان کیلئے ہم نے ہوا کو تابع کر دیا تھا، اس کا صبح کا سفر بھی ایک مہینے کے فاصلہ کا ہوتا تھا اور شام کا سفر بھی ایک مہینے کے فاصلے کا ہوتا تھا اور اس کیلئے ہم نے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور بہت سے جن اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے اور جو ان میں سے ہمارے حکم سے پھرے ہم اس کو آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ (۱۲)

لفظی تحقیق: غُدُوٌّ: صبح کے وقت چلنا۔ "رَوَاحٌ" شام کے وقت چلنا۔ مراد یہ ہے کہ ہوا آدھے دن میں ایک مہینہ کی راہ طے کرتی تھی۔ اَسَلْنَا: بہا دینا۔ ماضی ہے "اِسَالَةٌ" سے جو (س،ی،ل) سے بنا ہے، "سِیْل" کے معنیٰ بہنا، اِسَالَةٌ: بہانا۔ قِطْرٌ: عربی میں تانبے کو کہتے ہیں۔ اس کیلئے دوسرا لفظ "نُحَاس" ہے۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جہاں جانا چاہیں ان کے تخت کو آرام سے اڑا کر لے جائے، چنانچہ وہ صبح کے وقت ان کا تخت اڑا کر ایک مہینہ کی منزل پر لے جاتی اور شام کو پھر واپس لے آتی، یعنی: ایک دن میں اتنا فاصلہ طے کرتی جتنا معمولی طریقہ سے دو مہینہ میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے پگھلے ہوئے تانبے کا ایک چشمہ بہا دیا تھا اور مزدوروں اور قلیوں کی طرح جن ان کیلئے محنت کا کام کرتے تھے اور یہ سب اس کے رب کے، یعنی: ہمارے حکم سے ہوتا تھا، جنوں سے ہم نے کہہ دیا تھا کہ جو ہمارے حکم سے سرکشی کرے گا، یعنی: سلیمان کا کام کرنے سے جان چرائے گا اسے ہم آگ کا عذاب چکھائیں گے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹوں میں سے حضرت سلیمان علیہ السلام سب سے چھوٹے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ میں وہ صلاحیت رکھی تھی جو دوسرے کسی بیٹے میں نہیں تھی، چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد خلافت حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے سلیمان کو داؤد کی خلافت میں وارث بنایا، گویا حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے والد کی طرح پیغمبری بھی عطاء فرمائی اور خلافت بھی، آپ نے تیرہ سال کی عمر میں حکومت کو سنبھالا اور چالیس سال تک بے مثال حکومت کی، آگے "سورۃ ص" میں آرہا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تھی، مولا کریم! مجھے ایسی حکومت نصیب فرما جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو (آیت ۳۵)، آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مثال حکومت عطاء فرمائی، آپ نہ صرف انسانوں کے حکمران تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور پرندوں کو بھی آپ کے تابع کر دیا تھا، آپ کیلئے ہوا کو تابع کر دیا گیا تھا جو آپ کو نہایت تیز رفتاری کیساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتی تھی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کو "بیت المقدس" سے روانہ ہوتے تو دوپہر کو "اصطخر" میں جا کر قیام فرماتے اور دوپہر کا کھانا کھاتے تھے، پھر یہاں سے ظہر کے بعد واپس چلتے تو "کابل" میں

جا کر رات ہوتی تھی اور "بیت المقدس" اور "اصطخر" کے درمیان اتنی مسافت ہے جو تیز سواری پر چلنے والا ایک ماہ میں طے کر سکتا ہے، اسی طرح "اصطخر" سے "کابل" تک کی مسافت بھی تیز سواری پر چلنے والا ایک ماہ میں طے کر سکتا ہے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ: چار شخصیتوں کو پوری دنیا پر حکومت حاصل رہی، ان میں سے دو مسلمانوں میں سے ہیں یعنی "سکندر ذوالقرنین" اور "حضرت سلیمان علیہ السلام" اور دو کافروں میں سے ہیں، ایک بابل کا بادشاہ "بخت نصر" اور دوسرا آشوریوں کا بادشاہ "نمرود"، ان میں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت سب سے بڑی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حکومت عطاء فرمائی تھی ان کا کچھ تذکرہ آیتوں میں آرہا ہے۔

وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ: اور بہت سے جن ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے کچھ جنوں کو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا، یہ جن اپنے پروردگار کے حکم سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے کام کرتے تھے، جنات کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں، وہ اپنی مرضی سے اپنی شکل تبدیل بھی کر سکتے ہیں، ان کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے ہوئی تھی، تبھی تو انہی کے ایک فرد ابلیس (شیطان) نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہکایا، جنوں کے بھی انسانوں کی طرح خاندان ہوتے ہیں، یہ کاروبار کرتے ہیں، انسانوں کی طرح بعض ان میں مؤمن اور بعض کافر ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ جن میں ان کا اپنا بیان نقل فرمایا ہے: ہم میں سے بعض فرمانبردار ہیں اور بعض نافرمان۔

انسانوں کی طرح جن بھی غور و فکر کرتے ہیں اور روزانہ کی زندگی میں آلات استعمال کرتے ہیں، البتہ انسان مٹی سے اور جن آگ سے بنے ہیں، انسان کی پیدائش میں مٹی کو زیادہ دخل ہے، جبکہ جنوں کی پیدائش میں ہوا اور آگ کو زیادہ دخل ہے۔

جن اپنے پروردگار کے حکم سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کرتے تھے، پھر ان میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے سرکشی کرتا تھا تو ہم اسے آگ کا عذاب چکھاتے تھے، مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر رکھا تھا، آپ جو بھی کام ان کو بتاتے وہ کرتے تھے اور اگر ان میں سے کوئی جن نافرمانی

کرنے کی کوشش کرتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر آگ کے کوڑے برسائے جاتے۔

جنّوں کا کام

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ
بناتے تھے وہ لئے اسکے جو وہ چاہتا تھا اور عمارتیں اور تصویریں اور لگن

كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَ قَلِيْلٌ
تالاب جیسے اور دیگیں ایک جگہ جمی ہوئیں کام کرو اے داؤد کے گھر والو! شکر بجالا کر اور تھوڑے ہیں

مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾
سے بندوں میرے شکر گزار (۱۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ جنات سلیمان کے واسطے جو وہ چاہتے سب بناتے تھے، عمارتیں اور تصویریں اور لگن (ٹب) جیسے تالاب اور دیگیں چولہوں پر جمی ہوئی، اے داؤد کے گھر والو! شکر بجالا کر کام کرو اور میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے ہیں۔ (۱۳)

لفظی تحقیق: مَحَارِیْبُ: اونچے محل۔ محراب کی جمع ہے، اونچی عمارت کو کہتے ہیں۔ تَمَاثِیْلَ: مورتیں۔ "تِمْثَالٌ" کی جمع ہے، کسی چیز، جانور وغیرہ کی شکل بنانا۔ جِفَانٌ: پیالے، لگن۔ "جفنة" کی جمع ہے۔ الجَوَابُ: "جَابِیَةٌ" کی جمع ہے جو (ج، ب، ی) سے اسم فاعل ہے، "جَبِیٌ" کی معنیٰ جمع کرنا، جَابِیَةٌ: وہ جگہ جہاں بہت سا پانی جمع ہو جیسے حوض، تالاب۔ قُدُوْرٌ: دیگیں، "قِدْرٌ" کی جمع ہے جس کے معنیٰ بڑے بڑے پتیلے اور دیگ کے ہیں۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ نے جنوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا، وہ بڑی بڑی اونچی عمارتیں، محل، مسجدیں، تصویریں، بڑے بڑے تانبے کے لگن اور دیگیں جو ایک جگہ چولہوں پر جمی رکھی رہتیں، ان کے حکم اور ان کی

خواہش کے مطابق بنانے میں مشغول رہتے، چنانچہ ان کی محنت سے "بیت المقدس" جیسی عالیشان مسجد تیار ہوئی، یہ سب سامان اور قوت حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطاء فرما کر ان کے گھر والوں کو حکم دیا کہ ان سب سے خوب کام لو، لیکن زبان اور دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو اور کام بھی ایسے کرو جس سے اللہ تعالیٰ کے حکموں کو پورا کرنے میں مدد ملے، کھیل، تماشوں اور محض دل لگی کیلئے بڑی بڑی عمارتیں مت بناؤ، ایسی چیزیں بناؤ جس سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں ان کے کام آئیں۔

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ: محاریب محراب کی جمع ہے جو مکان کے اونچے، عمدہ اور مضبوط حصہ کیلئے بولا جاتا ہے، بادشاہ اور بڑے لوگ جو اپنے لئے حکومت کا کمرہ بنائیں اس کو بھی محراب کہا جاتا ہے اور لفظ محراب حرب سے بنا ہے جس کا معنیٰ جنگ ہے، کوئی آدمی جو اپنا حکومت کا کمرۂ خاص بناتا ہے، اس کو دوسروں کی پہنچ سے محفوظ رکھتا ہے، اس میں کوئی دخل اندازی کرے تو اس کے خلاف لڑائی کرتا ہے، اس مناسبت سے مکان کے مخصوص حصہ کو محراب کہتے ہیں، مسجد میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو بھی اسی وجہ سے محراب کہتے ہیں اور کبھی خود مسجدوں کو بھی محاریب کہا جاتا ہے، پرانے زمانہ میں محاریب بنی اسرائیل اور اسلام میں محاریب صحابہ سے ان کی مسجدیں مراد ہوتی ہیں۔

وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ: حوضوں کی مانند بڑے بڑے پیالے، چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کیساتھ بہت بڑا لشکر ہوتا تھا، اس لئے وہ لشکر کو کھانا انہی حوض نما پیالوں میں کھلاتے تھے، اس کے علاوہ ایک جگہ جمی رہنے والی بڑی بڑی دیگیں بھی بناتے تھے، ظاہر ہے کہ نفری کی زیادتی کی وجہ سے ان کیلئے کھانے کی ضرورت پیش آتی تھی جسے بڑی بڑی دیگوں میں پکایا جاتا تھا اور حوض جیسے بڑے بڑے پیالوں میں ڈال کر کھایا جاتا تھا، یہ کام بھی جنات کے سپرد تھا کہ وہ اتنی بڑی بڑی تانبیں کی دیگیں تیار کریں جن میں بڑی مقدار میں کھانا تیار کیا جاسکے، یہ اتنی بڑی بڑی دیگیں ہوتی تھیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں لیجائی جاسکتی تھیں، بلکہ جہاں ایک دفعہ رکھ دی گئی وہیں پڑی رہتی تھیں اور وہیں ان میں کھانا تیار کرلیا جاتا تھا۔

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ: اور میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے ہیں، اکثر لوگ میری

نعمتیں تو استعمال کرتے ہیں مگر نہ زبان سے شکرادا کرتے ہیں اور نہ اعضاء، یعنی: ہاتھ پاؤں اور دل سے، جب آدمی ان تینوں اعضاء کیساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو گویا وہ اس کا شکرادا کرتا ہے، اسی طرح جب زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہے، جب دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف آجائے تو یہ دل کا شکر ہوتا ہے۔

"ابن ماجہ شریف" کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ نے آپ کو نصیحت کی کہ اے بیٹے! رات کو زیادہ نہ سویا کرو، کیونکہ رات کو زیادہ سونا آدمی کو محتاج بنادیتا ہے، ایک موقع پر حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا، پروردگار! میں آپ کی نعمتوں کا کسی طرح شکریہ ادا کروں کیونکہ جب میں آپ کی کسی نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں تو یہ بھی آپ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہوا اور یہ مجھ پر ایک اور انعام ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر فرمایا: کہ اے داؤد! جب تم سمجھ گئے کہ ساری نعمت میری جانب سے ہے تو تم نے شکر کا حق ادا کردیا، ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ آلِ داؤد کی مانند وہ شخص ہوگا جو خوشی اور غصے میں عدل کو تھامے رکھے گا، دولت مندی اور محتاجی میں میانہ روی کو اختیار کرے گا اور جس کے دل میں پوشیدہ اور ظاہر ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی کا خوف ہوگا، ان تین صفتوں والا شخص آلِ داؤد کی طرح شکرگزاروں میں شامل ہوگا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ

پس جب حکم دیا ہم نے پر اس موت کا نہ بتایا انہیں پر موت انکی کے مگر ایک کیڑے

الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا

زمین کے کو جو کھاتا رہا لاٹھی اس کی پس جب وہ گرا تب سمجھا . جنوں نے کہ اگر وہ ہوتے

يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿١٤﴾

جانتے غیب کی بات نہ لگے رہتے میں عذاب ذلت والے (۱۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پس جب ہم نے فیصلہ کرلیا (سلیمان) کے بارے میں موت کا تو نہیں بتلایا اُن لوگوں کو آپ کی موت کا حال سوا زمین کے ایک کیڑے کے جو آپ کی لاٹھی کو کھا رہا تھا، پس جب وہ (سلیمان) گر پڑے، تب جنات کو معلوم ہوا (اور کہنے لگے) کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس مشقت والے کام میں نہ لگے رہتے۔(۱۴)

لفظی تحقیق: **مِنْسَاَةٌ:** عصا، اسم آلہ ہے، (ن،س،ء) سے "نَسْاءٌ" کے معنٰی جانوروں کو ہانکنا، اکٹھا کرنا۔

تفسیر

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بہت سے مفید کام کئے اور جن وانسان ان کاموں میں محنت ومشقت کیساتھ لگے رہے، یہ فقط حضرت سلیمان علیہ السلام کا رعب ودبدبہ تھا جس کہ وجہ سے یہ سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی مقرر جگہ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے لاٹھی پر سہارا دیئے کھڑے رہتے اور وہ ان کو کھڑا دیکھ کر کام میں مشغول رہتے، یہ کام بیت المقدس کی تعمیر کو مکمل کرنے کا تھا، جس کی تعمیر کی بنیاد ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام قائم کر چکے تھے۔

اللہ تعالیٰ کو اس کام کا پورا کرانا منظور تھا، ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا وقت بھی آپہنچا اور ان کی وفات لاٹھی پر سہارا دیکر کھڑے کھڑے ہوگئی، لیکن آپ اسی طرح کھڑے رہے تاکہ ان کو کھڑا دیکھ کر جن اپنا کام کرتے رہیں، لاٹھی میں گھن کا کیڑا لگ گیا اور اس نے لاٹھی کو کھانا شروع کر دیا، جب لاٹھی اندر سے کھوکھلی ہوئی تو وہ ٹوٹ گئی اور اس کیساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی جو اس لاٹھی کے سہارے کھڑے تھے گر پڑے، اس وقت جنوں نے افسوس کیا کہ ہمیں کیا معلوم تھا کہ آپ وفات پاچکے ہیں، ورنہ اس محنت ومشقت میں کیونکر مبتلا رہتے جس سے ہماری ذلت اور غلامی ٹپک رہی ہے، ہمیں غیب کا علم نہ تھا، انہیں کھڑا دیکھ کر ان کا حکم بجالاتے رہے ورنہ کب کے کام چھوڑ کر بھاگ جاتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر بھی جنوں کے سپرد کر رکھی تھی، وہ دور دور سے بڑے بڑے

پتھر اٹھا کر لاتے اور پھر انہیں تراش کر عمارت میں لگاتے، اس عمارت کا نقشہ بھی بہت خوبصورت تھا اور اس پر میٹریل بھی بہت عمدہ لگایا گیا، بیت المقدس کی تعمیر کی ابتداء تو حضرت داود علیہ السلام نے کی تھی، مگر وہ آخری وقت میں بقیہ کام حضرت سلیمان علیہ السلام کے سپرد کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے، آپ نے یہ کام اپنی خلافت کے چوتھے سال میں جنوں کے ذریعے شروع کیا اور بعض روایتوں کے مطابق اپنے دورِ خلافت میں اسے مکمل کرلیا، تاہم بعض حضرات کہتے ہیں کہ عمارت کا کام تو آپ کی زندگی میں ہی مکمل ہو گیا تھا البتہ اس کی آخری زیب و زینت باقی تھی، بعض کا خیال ہے کہ ابھی سال بھر کا کام باقی تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا آخری وقت آ گیا، بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ تعمیر کا تھوڑا سا کام باقی تھا کہ آپ نے ایک بڑے پتھر پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! آپ نے مجھے جو نعمت عطاء فرمائی ہے اور جو فضیلت بخشی ہے مجھے اس کا شکر ادا کرنے کی بھی توفیق عطاء فرما۔

جب "بیت المقدس" کی تعمیر پوری ہونے کے قریب تھی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا وقت آن پہنچا، اب ان کو فکر ہوئی کی وفات کیساتھ جنّ کام ادھورا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، حکومتی کاموں کے باوجود آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے وقت نکال لیتے تھے، آپ لمبے عرصے تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے، بعض کہتے ہیں کہ کئی کئی ہفتوں کا کھانے پینے کا سامان لیکر عبادت خانے میں جاتے اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہتے، چنانچہ آپ نے اپنی اسی عادت کو "بیت المقدس" کی تعمیر مکمل کرنے کیلئے اختیار کیا، جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آ پہنچا تو آپ نے تعمیری کا باقی نقشہ بنا کر جنوں کو دیدیا اور خود شیشے کے کمرے میں بند ہو کر عبادت میں مصروف ہو گئے، جنات دیکھ رہے تھے کہ آپ عبادت میں مصروف ہیں، لہٰذا وہ اپنا کام کرتے رہے، حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی لاٹھی کے سہارے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر عبادت کر رہے تھے کہ اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لی گئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام شیشے کے کمرے میں بند ہو کر ٹیک لگائے کھڑے تھے یا بیٹھے تھے، جن کام کر رہے تھے اور آپ کو دیکھ رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ آپ عبادت میں مصروف ہیں مگر اندر جانے کی کوئی جرأت نہیں کرتا تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے تھے مگر جن انہیں زندہ سمجھتے ہوئے اپنے کام

میں مصروف رہے، حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتظام ہورہا تھا تاکہ جن کام نہ چھوڑ بیٹھیں، لہٰذا کسی کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے کمرے میں نہیں جانے دیا، اس کی مثال حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ میں بھی ملتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے سو سال تک کیلئے موت بھیجی، آپ کا گدھا تو مرکر ختم ہو گیا تھا، مگر آپ کا کھانا بالکل تروتازہ رہا، اصحاب کہف کا واقعہ بھی ایسا ہی ہے، وہ تین سو سال تک غار میں پڑے رہے مگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو وہاں جانے نہیں دیا، جب خود اللہ تعالیٰ نے انہیں جگایا تو حقیقت واضح ہوگئی۔

جنّ کو وفات کا علم

جن اسی حالت میں کام کرتے رہے، یہاں تک کہ ایک سال کا عرصہ گزر گیا اور اُدھر بیت المقدس کی تعمیر کا کام بھی مکمل ہو گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کو ظاہر کردیا، جس کیلئے ایک خاص سبب بھی خود ہی پیدا کیا، ارشاد ہوتا ہے: جب ہم نے سلیمان کی موت کا فیصلہ کرلیا تو اس کو کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا، مگر زمین کا ایک کیڑا جو آپ کی لاٹھی کو کھا رہا تھا، اس لکڑی کی لاٹھی کو کھانے والا کیڑا گھن تھا، سال بھر تک حضرت سلیمان علیہ السلام ایک ہی جگہ پر کھڑے رہے، اس دوران میں کیڑے نے لکڑی کو کھانا شروع کردیا، جب لاٹھی کمزور ہو کر گر پڑی تو حضرت سلیمان علیہ السلام بھی زمین پر گر پڑے۔

سباء کی ملکہ کا حال

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ۥ

البتہ تحقیق تھی لئے سباء کے میں بستی ان کی نشانی دو باغ دائیں طرف اور بائیں طرف

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾

کھاؤ سے روزی رب اپنے کی اور شکر کرو اس کا شہر ہے ستھرا اور پروردگار بخشنے والا (۱۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ بیشک سباء کی قوم کیلئے ان کی بستی میں نشانی تھی وہ باغ دائیں اور بائیں تھے (ان

سے کہا گیا کہ) کھاؤ اپنے رب کی روزی اور اس کا شکر کرو پاکیزہ شہر ہے اور رب گناہ بخشنے والا ہے۔(۱۵)

تفسیر

ان آیتوں میں سباء کی قوم کا ذکر ہے، ان پر بھی اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے انعام کیے تھے، لیکن انہوں نے ان کی قدر نہ کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم ماننے سے انکار کردیا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے بجائے اپنی خواہشوں کے پورا کرنے میں لگ گئے۔

ارشاد ہے کہ: ان کے ملک میں ہم نے سبزہ اور شادابی پھیلائی، سباء یمن کا ایک حصہ تھا، یہاں پرانے لوگوں نے ایک بڑا ڈیم بنا کر پانی کو ہر جگہ پہنچانے کا انتظام کر رکھا تھا، دائیں اور بائیں مسلسل باغ پھیلے ہوئے تھے، پھلوں اور میووں کی کثرت تھی، ان سے کہا گیا کہ آرام سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، یعنی: اس کی بندگی کرو اور اس کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرو۔

دیکھو! تمہارا شہر کس قدر خوشنما اور صاف ستھرا ہے اور تمہارا رب بھی خطاؤں سے درگزر کرنے والا ہے، جان بوجھ کر اس کی مخالفت نہ کرو، اس کی مہربانی تم پر ہمیشہ رہے گی۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جب قرآن کریم کی "سورۃ سباء" نازل ہوئی اور اس بات کا چرچا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قوم سباء کا ذکر کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے پیغمبر! سباء کیا ہے، کیا یہ کسی علاقے کا نام ہے یا کسی مرد یا عورت کا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ ایک آدمی کا نام تھا، اس کے دس بیٹے تھے، ان میں سے چھ تو یمن میں آباد ہوگئے اور چار شام کے علاقے میں چلے گئے، اس شخص کے نام پر اس قوم کا نام سباء مشہور ہوا اور پھر ملک کا بھی یہی نام پڑ گیا، سباء کی اولاد میں سے جو یمن میں آباد ہوئے ان کے قبیلوں کے نام ازد، اشعر، حمیر، کندہ، مزحج اور انمار ہیں، اسی طرح شام میں آباد ہونے والے قبیلوں کے نام لخم، جذام، غسان اور عاملہ ہیں، ایک شخص نے عرض کیا، اے اللہ کے پیغمبر! یہ انمار کیا ہے؟ فرمایا: انمار وہی قبیلہ ہے جس سے آگے خثعم اور بجیلہ کے قبیلے آباد ہوئے، گویا یہ قبیلہ انمار کی مزید شاخیں ہیں، سباء

کا سلسلہ نسب اس طرح ہے، سباء ابن یشجب ابن قحطان؛ اسی لئے اس علاقے کے لوگ قحطانی عرب کہلاتے تھے، ان کے علاوہ باقی عرب عدنانی عرب کہلاتے ہیں، پیغمبر ﷺ کا خاندان مضر بھی انہی میں سے ہے۔

سباء عرب کے جنوبی حصہ میں واقع ہے جو سطح سمندر سے 3900 فٹ کی بلندی پر واقع ہے، آب وہوا کے لحاظ سے یہ معتدل (نارمل) علاقہ ہے، ملکہ سباء جس کا ذکر "سورۃ النمل" میں ہے وہ بھی اسی علاقہ کی رہنے والی تھی، قومِ تبع کا ذکر بھی قرآن کریم میں آیا ہے، ان کا خاندان تبابع بھی اسی قومِ سباء سے تعلق رکھتا تھا۔

قوم سباء کا علاقہ پہاڑی اور ریگستانی تھا، پانی نہ ہونے کی وجہ سے کاشتکاری بہت معمولی قسم کی تھی، پہاڑوں پر ہونے والی بارش کا پانی یا توریت میں جذب ہوجاتا یا سمندر میں بہہ جاتا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً آٹھ سو سال پہلے کی بات ہے کہ اس قوم نے اپنی زمینیں سیراب کرنے کیلئے بارش کے پانی کو ذخیرہ کرنے کا منصوبہ بنایا، چنانچہ دو پہاڑوں کے درمیان 15 فٹ لمبا اور 50 فٹ چوڑا بند بنا کر بارشی پانی کو روک لیا، اس طرح وہ اس ڈیم سے ضرورت کے مطابق سارا سال پانی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے، ان کی زمینیں سیراب ہونے لگیں اور پورے علاقے میں باغ لگ گئے اور کھیتیاں لہلہا اٹھیں، یہ ڈیم انہوں نے اپنے دارالخلافہ مارب کے قریب ہی تعمیر کیا اور یہ ڈیم سدِ مآرب کہلانے لگا، اس پانی کی وجہ سے مآرب کے مشرق ومغرب میں سو مربع میل کے رقبہ پر باغات ہی باغات تھے جن میں کثرت سے پھل پیدا ہوتا تھا اور لوگوں میں خوشحالی آگئی تھی، انہی باغات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ان کے دائیں اور بائیں باغات تھے جن میں ہر قسم کے پھل اور اناج پیدا ہوتے تھے، عرب میں کوئی دریا سارا سال بہنے والا نہیں ہے، بارش کا پانی پہاڑوں سے بہہ کر ریگستان میں جذب ہوجاتا ہے اور کاشتکاری کیلئے استعمال نہیں ہو پاتا تھا، سباء کی قوم نے پہاڑوں اور وادیوں میں بڑے بڑے بند باندھ کر پانی کو روک لیا اور اسے کھیتی باڑی کیلئے استعمال کرنے لگے، یہ کئی چھوٹے چھوٹے بند تھے، مگر ان میں سب سے بڑا اور مشہور بند سدِ مآرب تھا جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے، یہ بند دو پہاڑوں کے درمیان تعمیر کیا گیا تھا، اب اس کا ایک حصہ گر پڑا ہے، تقریباً ایک تہائی ٹوٹی پھوٹی دیوار اب بھی نظر آتی ہے۔

یورپ کے ایک ارناڈ نامی سیاح کا مجلّہ (فرنچ ایشیاٹک سوسائٹی) میں ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس میں

اس سدِ مآرب کا نقشہ عمدگی کیساتھ تیار کیا گیا تھا، اس کے مطابق بند کی دیوار پر جا بجا قطبے لگے ہوئے تھے، جو کہ پڑھے گئے، بند کے اوپر نیچے کھڑکیاں تھیں جن کے ذریعے ڈیم کا پانی کھولا جاسکتا یا بند کیا جا سکتا تھا، اس بند کے دائیں اور بائیں، یعنی: مشرق ومغرب میں دو بڑے بڑے دروازے تھے جن سے پانی تقسیم ہو کر دائیں بائیں زمینوں کو سیراب کرتا تھا۔

ایک یونانی تاریخ دان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے 145 سال پہلے گزرا ہے اور قوم سباء کے زمانے میں تھا، وہ بیان کرتا ہے کہ سباء عرب کے سرسبز وشاداب حصے میں رہتے ہیں، جہاں بہت اچھے اچھے بہت سے میوے ہوتے ہیں، دریا کے کنارے پر خوبصورت درخت اور اندرون ملک خوشبودار درختوں کے جنگلات پائے جاتے ہیں، اس نے صنعاء کے مقام پر قصرِ غمدان کا بھی ذکر کیا ہے جو کہ بیس منزلہ نہایت اونچی عمارت تھی۔

بہر حال یہ ساری سرسبز وشادابی مآرب ڈیم کی وجہ سے تھی، مصر کے فرعونی بھی اس قسم کے ڈیم بنا کر زمینیں آباد کرتے تھے، آج کے دور میں بھی یہ بند دنیا میں رائج ہیں، بلکہ اب تو جدید ٹیکنالوجی کی بدولت پانی کے اس محفوظ ذخیرے سے نہ صرف زمینیں سیراب کرنے کا کام لیا جاتا ہے بلکہ اس سے بجلی بھی پیدا کی جاتی ہے۔

کفر کا وبال

فَاَعۡرَضُوۡا فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ سَيۡلَ الۡعَرِمِ وَ بَدَّلۡنٰهُمۡ بِجَنَّتَيۡهِمۡ

پس موڑ لیا منہ انہوں نے | پس بھیجا ہم نے | پران | سیلاب | بند کا | اور | بدلے میں دیئے ہم نے | ان کے دو باغ کے

جَنَّتَيۡنِ ذَوَاتَىۡ اُكُلٍ خَمۡطٍ وَّ اَثۡلٍ وَّ شَىۡءٍ مِّنۡ سِدۡرٍ قَلِيۡلٍ ﴿۱۶﴾

دو اور باغ | رکھنے والے | میوہ | کسیلا | اور | جھاؤ | اور | کچھ | سے | بیریاں | تھوڑی (۱۶)

ذٰلِكَ جَزَيۡنٰهُمۡ بِمَا كَفَرُوۡا ؕ وَ هَلۡ نُجٰزِىۡۤ اِلَّا الۡكَفُوۡرَ ﴿۱۷﴾

یہ | بدلہ دیا ہم نے انہیں | اسکا کہ | ناشکری کی انہوں نے | اور | نہیں | برا بدلہ دیتے ہیں ہم اس طرح کا | مگر | ناشکروں کو (۱۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پس منہ موڑا ان لوگوں نے، پھر چھوڑ دیا ہم نے ان پر ڈیم کا زوردار پانی اور ہم نے

تبدیل کردیئے ان کیلئے دو باغوں کے بدلے دو ایسے باغ جن کا پھل بدمزہ تھا اور کچھ جھاؤ کے درخت اور کچھ تھوڑی سی بیر کی جھاڑیاں۔ (۱۶) یہ ہم نے بدلہ دیا ان کو اس وجہ سے کہ انہوں نے نعمت کی ناشکری کی اور ہم ایسا بدلہ نہیں دیتے، مگر ناشکر گزاروں کو۔ (۱۷)

تفسیر

انسان کو جب ہر طرح چین و آرام حاصل ہوتا ہے، آب و ہوا موافق اور پیداوار کی کثرت ہوتی ہے تو سوا اس کے کچھ نہیں سوجھتا کہ اپنی خواہشیں پوری کرنے کی دھن میں لگا رہے، اگر اسے سمجھایا جائے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تمہیں ملا ہے، اس کا شکر یہ ادا کرو اور اس کی بتائی ہوئی راہ اختیار کرو تو وہ اکڑ جاتا ہے، ایسے آدمیوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا جیسا کہ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ان لوگوں نے نصیحت کرنے والے لوگوں کی بات نہ مانی، ہم نے انہیں اس کی سزا دی، پانی کا ریلا اتنا زور کا آیا کہ بڑا بند جو ان کے شہر مآرب کے پاس تھا اور اسے سدِ مآرب یا عَرِم کہتے تھے ٹوٹ گیا، تمام میووں کے باغ اور ہرے بھرے کھیت سیلاب میں ڈوب گئے اور پانی سوکھنے کے بعد وہاں کچھ بھی نہ رہا اور ان میوہ دار باغوں کی جگہ دو خشک میدان پیدا ہو گئے جن میں کچھ کڑوے کسیلے پھل، کچھ جھاؤ کے درخت اور تھوڑی سی جنگلی بیریاں رہ گئیں۔

یہ ہم نے ان کی ناشکری کا اور من پسند زندگی گزارنے کا بدلہ دیا، جب آدمی جو جی میں آئے کرنے لگے تو وہ آخر کار اسی طرح تباہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے شکر گزار اور بتائے ہوئے قاعدوں کے مطابق چلنے والوں کو اللہ تعالیٰ بُرے انجام سے بچائے رکھتا ہے۔

اس ڈیم کا واقعہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق یوں ہے کہ ملک یمن میں اس کے دارالحکومت صنعاء سے تین منزل کے فاصلہ پر ایک شہر" مآرب" تھا، جس میں سباء کی قوم آباد تھی، دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں شہر آباد تھا، دونوں پہاڑوں کے درمیان سے اور پہاڑوں کے اوپر سے بارش کا سیلاب آتا تھا، یہ شہر ہمیشہ ان سیلابوں کی زد میں رہتا تھا، ایک شہر کے بادشاہوں نے (جن میں ملکہ بلقیس کا نام خصوصیت سے ذکر کیا جاتا ہے)

ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک نہایت مضبوط ڈیم تعمیر کیا، جس پر پانی اثر نہ کر سکے، اس بند نے پہاڑوں کے درمیان سے آنے والے سیلابوں کو روک کر پانی کا ایک عظیم الشان ذخیرہ بنا دیا، پہاڑوں کی بارش کا پانی بھی اس میں جمع ہونے لگا، اس بند کے اندر اوپر نیچے پانی نکالنے کیلئے تین دروازے رکھے گئے تاکہ پانی کا یہ ذخیرہ انتظام کیساتھ شہر کے لوگوں کے اور ان کی زمینوں اور باغوں کی سیرابی کے کام آئے، پہلے اوپر کا دروازہ کھول کر اس سے پانی لیا جاتا تھا، جب اوپر کا پانی ختم ہو جاتا تو اس سے نیچے کا اور اس کے بعد سب سے نیچے کا تیسرا دروازہ کھولا جاتا تھا، یہاں تک دوسرے سال کی بارشوں کا زمانہ آکر پھر پانی اوپر تک بھر جاتا، بند کے نیچے ایک بہت بڑا تالاب تعمیر کیا گیا تھا جس میں پانی کے بارہ راستے بنا کر بارہ نہریں شہر کے مختلف حصوں میں پہنچائی گئی تھیں اور سب نہروں میں پانی یکساں انداز میں چلتا اور شہر کی ضرورتوں میں کام آتا تھا۔

شہر کے دائیں بائیں جو دو پہاڑ تھے ان کے کناروں پر باغات لگائے گئے تھے، جن میں پانی کی نہریں جاری تھیں، یہ باغات ایک دوسرے سے جڑے ہوئے دو پہاڑوں کے کناروں پر تھے، یہ باغات اگرچہ تعداد میں بہت تھے، مگر قرآن کریم نے ان کو دو باغ اس لئے فرمایا کہ ایک رُخ کے تمام باغوں کو ملے ہونے کی وجہ سے ایک باغ اور دوسرے رُخ کے تمام ملے ہوئے باغوں کو دوسرا باغ قرار دیا ہے، ان باغوں میں ہر طرح کے درخت اور ہر قسم کے پھل اس کثرت سے پیدا ہوتے تھے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق ان باغوں میں ایک عورت اپنے سر پر خالی ٹوکری لیکر چلتی تو درختوں سے ٹوٹ کر گرنے والے پھلوں سے ٹوکری خود بخود بھر جاتی تھی، اس کو ہاتھ بھی لگانا نہ پڑتا تھا۔

اپنے آپ پر ظلم

قُرًى	فِيْهَا	بٰرَكْنَا	الَّتِيْ	الْقُرَى	وَ بَيْنَ	وَ	بَيْنَهُمْ	جَعَلْنَا	وَ
بستیاں	میں اس	برکت دی ہم نے	کہ جنہیں	ان بستیوں کے	درمیان	اور	درمیان ان کے	کردی ہم نے	اور

ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ط سِيْرُوْا فِيهَا لَيَالِيَ وَ اَيَّامًا
نظر آنے والی اور اندازہ مقرر کردیا تھا ہم نے میں ان چلنے کا چلو پھرو میں ان راتوں کو اور دنوں کو

اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
بے خوف وخطر (۱۸) پس کہنے لگے اے رب ہمارے! دور کردے فاصلہ درمیان سفروں ہمارے کے اور ظلم کیا انہوں نے جانوں اپنی پر

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
پھر کر ڈالا ہم نے انہیں کہانیاں اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہم نے انہیں پوری طرح تحقیق میں اس البتہ نشانیاں ہیں

لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾
واسطے ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے پر (۱۹)

بامحاورہ ترجمہ: ۔اور ہم نے (سباء والوں) اور ان بستیوں میں جہاں ہم نے برکت رکھی ہے ایسی بستیاں رکھ دی تھیں جو راہ پر نظر آتی تھیں اور ہم نے ان میں آنے جانے کی منزلیں مقرر کردی تھیں (اور کہا) چلو پھرو ان میں رات اور دن کو امن سے۔(۱۸) پھر کہنے لگے اے ہمارے رب! ہمارے سفروں کو دور کردے، انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، پھر کر ڈالا ہم نے انہیں کہانیاں اور کر ڈالا چیر کر ٹکڑے ٹکڑے، اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کیلئے پتہ کی باتیں ہیں۔(۱۹)

تفسیر

برکت والی بستیوں سے شام مراد ہے، سباء کے علاقے سے جو یمن میں ہے شام تک عرب کے تجارت قافلے چلتے تھے اور ہندوستان کا مال جو یمن میں اترتا تھا پھر وہاں سے اٹھا کر شام لے جاتے اور وہاں سے عقبہ "اَیْلَہْ" کے راستے مصر پہنچاتے تھے، اس سارے راستہ میں خوب چہل پہل رہتی تھی، جگہ جگہ آبادیاں راستہ میں موجود تھیں اور منزل بہ منزل بے خوف وخطر سفر طے ہوتا تھا، یمن "سباء" سے لیکر شام تک قافلہ کی شاہراہ قائم تھی اور باقاعدہ قافلے آتے جاتے تھے، چوری، ڈاکہ، بھوک، پیاس کا کوئی خطرہ نہ تھا، ہر منزل قریب ہے اور ہر ضرورت

کا سامان ہر جگہ ملتا ہے، مگر انہوں نے غضب کیا کہ اس نعمت کی قدر نہ کی اور کہنے لگے کہ سفر کا مزہ تو تب ہے جب مشکل سے سفر طے کرنا پڑے، ایک منزل سے دوسری منزل جانا مشکل ہو، پیاس محسوس ہو، بڑی منزلیں طے کرنے کے بعد کہیں آرام کی صورت دیکھنا نصیب ہو۔

غرض! آرام کے سفر سے اکتا گئے اور لگے تکلیفوں کی آرزو کرنے، یہاں تک کہ ان کی زبان سے بھی نکلنے لگا کہ اے ہمارے رب! ہمارے سفر کی منزلوں کے درمیانی فاصلے بڑھا دے۔

یہ واقعی ایک عجیب خواہش تھی، مگر انسان ایک حالت سے اُکتا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی نئی بات پیدا ہو جس میں جی لگے، ارشاد ہے کہ: یہ ان کی خواہش اپنی جان پر ظلم کرنے کے برابر تھی، جیسے ان سے پہلے بنی اسرائیل نے "من وسلویٰ" سے اُکتا کر محنت سے روزی کمانے کی خواہش کی تھی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب رونق اور آبادی خاک میں مل گئی، ہر جگہ دھول اڑنے لگی، لوگ وہاں سے کھسک کر جدھر جس کا منہ اٹھا چلے گئے، جہاں اس قدر آرام و آسائش کے سامان تھے وہاں خشک میدان، گرم ہواؤں اور خاک دھول کے سوا کچھ نہ رہا اور ان کا تمدن اور تجارت سب کچھ خاک میں مل گیا، بظاہر اس کا سامان یہ ہوا کہ یونانیوں اور رومیوں کا شام اور مصر پر قبضہ ہو گیا اور ہندوستان سے تجارت کیلئے سمندری راستہ کھل گیا۔

یمن کی بندرگاہوں سے ہندوستان کی تجارتی چیزیں جہازوں میں عقبہ "اَیْلَہْ" جانے لگیں، یمن سے نکل کر جو تجارتی شاہراہ خشکی کے راستے "اَیْلَہْ" پہنچتی تھی وہ بند ہو گئیں۔

جو لوگ صبر اور شکر کیساتھ ترقی کرنے میں لگے رہتے ہیں ان کیلئے اس واقعہ میں بڑی نصیحت موجود ہے، وہ اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ بے صبری اور ناشکری کا نتیجہ سوائے تباہی کے کچھ نہیں، ایسے لوگوں کی تباہی کے سامان ارگرد کے حالات کی تبدیلی ہی سے خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں، لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے راستہ پر ڈٹے رہتے ہیں اور اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں، جو ہدایت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے ذریعہ ان تک پہنچتی رہتی ہیں وہ لوگ ان بلاؤں سے اللہ تعالیٰ کی مدد سے محفوظ رہتے ہیں۔

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ: ہم نے ان کو افسانے بنا کر رکھ دیا، ایسی بربادی آئی کہ ان کا نام صرف تاریخ

تک محدود ہو کر رہ گیا، لوگ ان کی خوشحالی، مال و دولت، تاریخی ڈیم اور پھر ان کی تباہی کی داستانیں عبرت کے طور پر سنتے سناتے تھے اور ہم نے ان کو اس طرح تتر بتر کر کے رکھ دیا کہ لوگ اِدھر اُدھر چلے گئے اور کئی دوسرے ملکوں میں جا کر آباد ہو گئے، سباء والوں کی تباہی کے بعد یونانیوں اور رومیوں نے مصر اور شام پر قبضہ کر لیا اور ہندوستان اور افریقہ کے درمیان تجارت کو خشکی کے راستے بند کر کے سمندری راستے سے تجارت شروع کر دی اور تجارتی مال بحر احمر کے راستے مصر و شام کے ساحلوں پر اترنے لگا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ : بیشک اس میں ہر صابر و شاکر آدمی کیلئے نشانیاں ہیں، جو قوم اللہ تعالیٰ کی عطاء کی ہوئی نعمتوں پر شکر ادا کرتی ہے اور تکلیف پر صبر کرتی ہے وہ سمجھ سکتی ہے کہ ناشکری کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

شیطان کا جال

وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ
اور البتہ تحقیق سچ کر دکھایا پر ان ابلیس نے گمان اپنا پس پیروی کی انہوں نے اسکی مگر ایک گروہ نے سے

الْمُؤْمِنِیْنَ ⑳ وَ مَا كَانَ لَهٗ عَلَیْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ
ایمان والوں (۲۰) اور نہ تھا اس کا پر ان کچھ زور مگر تا کہ جان لیں ہم اسے جو

یُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِیْ شَكٍّ ؕ وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ
ایمان لاتا ہے پر آخرت اسے سے کہ وہ ہے سے اس میں شک اور رب آپ کا اوپر ہر

ع ۲ ۱۲ ۸ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ㉑
چیز کے نگہبان ہے (۲۱)

با محاورہ ترجمہ:۔ اور ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا پھر وہ اسی کی راہ پر چلے سوا تھوڑے سے ایمان والوں کے کہ (انہوں نے اس کی پیروی نہ کی)۔ (۲۰) اور اس (ابلیس) کا ان پر کوئی زور نہ تھا، مگر اس

بات کو جاننے کیلئے اس کو تھوڑا سا زور دیا مگر تا کہ اس کے ذریعے ہم معلوم کریں اس شخص کو جو آخرت پر یقین لاتا ہے اور اس شخص کو جو اس کی طرف سے شک میں پڑا ہوا ہے اور آپ کا پروردگار! ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (۲۱)

تفسیر

ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کر کے جب مردود ہوا اور اس نے اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کی مہلت مانگی تو اس نے اپنی انکل سے اندازہ لگا لیا تھا کہ میں آدم کو اور اس کی اولاد میں سے بہت سوں کو بہلا پھسلا کر سیدھے راستے سے ہٹا دوں گا، ارشاد ہے کہ اس نے اپنا یہ گمان آدم کی اولاد کے بارے میں پورا کر دکھایا اور وہ سچ مچ اس کی چال میں آ گئے، فقط وہی لوگ بچ سکے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اور اس کے پیغمبروں کے کہنے پر عمل کیا، چنانچہ سباء والے اس کے جال میں پھنس گئے حالانکہ ابلیس میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ انسان خواہ سباء والے ہوں یا کوئی اور زبردستی سیدھی راہ سے پکڑ کر کھینچ لے وہ فقط ورغلاتا اور بہکاتا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ: اتنی طاقت بھی اسے اس لئے دی گئی کہ ہم آخرت پر ایمان لانے والوں کو ان لوگوں سے الگ کھڑا کر دیں جو اس کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بھول بیٹھے ہیں، آپ کے رب کو انسان کی آزمائشیں اسی طرح منظور تھیں، بیشک ہر چیز اس کی نگاہ میں ہے۔

وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ: اور البتہ تحقیق شیطان نے ان لوگوں پر اپنا گمان سچ کر دکھایا، حضرت آدم علیہ السلام کو بناتے وقت ہی شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا کہ تو نے آدم کو مجھ پر برتری عطاء کی ہے، میں اس کی اولاد کے منہ میں ضرور لگام ڈالوں گا اور انہیں گمراہ کروں گا۔ (بنی اسرائیل: آیت۔ ۶۲)، چنانچہ ابلیس نے سباء والوں کو گمراہ کر کے ناشکری پر ڈالا جو ان کی تباہی کا سبب بن گیا اور اس طرح ابلیس نے انسان کے متعلق اپنا گمان سچ کر دکھایا۔

فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ: پس سباء والوں نے شیطان کا اتباع کیا سوائے ایمان والوں کے ایک گروہ کے، جس نے شیطان کا اتباع نہ کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدردانی کرتے رہے اس کی

وحدانیت اور پیغمبروں کے بتائے ہوئے راستے پر قائم رہے، آگے اللہ تعالیٰ نے مزید وضاحت فرمائی ہے کہ شیطان کا ان پر کوئی غلبہ نہیں تھا، مگر اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ ہم جان لیں کون آدمی آخرت پر یقین رکھتا ہے اور کون اس بارے میں شک میں پڑا ہوا ہے، اگرچہ " نَعۡلَمَ " کا معنیٰ جاننا ہی ہے مگر اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کے اوّل و آخر جانتا ہے، لہٰذا یہاں پر جاننے کا مطلب ظاہر کرنا یا ممتاز کرنا ہے، یعنی: اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ تھا کہ ایمان والوں اور کافروں کو لوگوں کے سامنے ظاہر کردے اور دونوں گروہوں کو الگ الگ کردے تاکہ ہر ایک کے عمل کا بدلہ اس کے عمل کے مطابق دیا جاسکے، یہ تو محض لوگوں کا امتحان تھا ورنہ شیطان کے بس کی یہ بات نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے زبردستی کوئی غلط کام کرواسکے، یہ تو لوگوں کے امتحان کیلئے شیطان کو ذرا چھوٹ دی گئی ہے کہ وہ وسوسہ اندازی کرے، پھر ہم دیکھیں گے کہ کون اس کے دھوکے میں آتا ہے اور کون ایمان پر قائم رہتا ہے۔

وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ حَفِيۡظٌ: آپ کا پروردگار ہر چیز کی نگہبانی کرنے والا ہے، ہر چیز کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس کی اجازت کے بغیر انسان کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، مگر جب انسان خود ہی اپنی تباہی کو دعوت دے رہا ہو تو پھر اس کے بچ نکلنے کی کوئی امید باقی نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ نے سرکشی کا راستہ اختیار کرنے والوں کو بھی تنبیہ فرمادی۔

مشرکوں کو تنبیہ

قُلِ ادۡعُوا الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمۡلِكُوۡنَ مِثۡقَالَ

کہہ دیں پکارو جنہیں گمان کرتے تھے تم سوا اللہ کے نہیں مالک وہ برابر وزن

ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الۡاَرۡضِ وَ مَا لَهُمۡ فِيۡهِمَا مِنۡ شِرۡكٍ

ذرّہ کے میں آسمانوں اور نہ میں زمین اور نہیں ان کا میں ان دونوں کوئی شرکت

وَّ مَا لَهٗ مِنۡهُمۡ مِّنۡ ظَهِيۡرٍ ﴿۲۲﴾

اور نہیں اس کا ان میں کوئی مددگار (۲۲)

بامحاورہ ترجمہ:۔آپ کہیے! تم پکارو انہیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود گمان کرتے تھے، وہ ایک ذرّہ بھر کے مالک نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان دونوں میں ان کی کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی ان کا مددگار ہے۔(۲۲)

تفسیر

حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ سے اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں اور اس کے شکر گزاروں کا حال سنانا مقصود تھا کہ انہوں نے دنیا اور آخرت میں اس کا کیا پھل پایا اور سباء والوں کے ذکر سے یہ بتانا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے منہ پھیرنے والوں اور اس کی ناشکری کرنے والوں کا دنیا میں بھی بھلا نہیں ہوتا اور آخر کار وہ عذاب میں پھنستے ہیں۔

اس کے بعد اس آیت میں مکہ والوں کو ارشاد ہے: اور نیز ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اوروں کو پوجتے اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں، کہا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر یہ تم نے جو اور معبود بنا رکھے ہیں تو انہیں کسی شے کے اوپر ذرا سی بھی قدرت حاصل نہیں، آسمانوں اور زمین میں ایک ذرّہ کے برابر چیز بھی ان کے قبضہ میں نہیں، یہ نہ کسی چیز کو بنا سکیں اور نہ کسی کو منافع دے سکیں اور نہ کسی کو کچھ نقصان۔

اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بنایا ہے اور اس کو ہر چیز پر پوری پوری قدرت حاصل ہے اور ان تمہارے جھوٹے معبودوں میں سے تو کوئی اللہ تعالیٰ کا نوکر یا خدمت گار بھی مقرر نہیں کیا گیا کہ مالک ہونے کی حیثیت سے نہ سہی مالک کے مددگار ہونے کی حیثیت سے ہی کسی کا کچھ کام بناتے۔

اللہ تعالیٰ کو کسی کام میں کسی کی مدد کی ضرورت ہی نہیں اور نہ اس نے اس جہان کے بنانے میں کسی کی مدد لی اور نہ اس کے انتظام میں اسے کسی کے سہارے کی ضرورت ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ: اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیں کہ پکارو تم ان کو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا گمان کرتے تھے کہ یہ ہماری حاجتیں پوری کرتے ہیں یا ہماری مشکلیں حل کرتے ہیں، ذرا

ان کو پکار کر تو دیکھو کہ! یہ تمہارے کونسی حاجت پوری کرتے ہیں، یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے، مکہ کے مشرک لات، منات اور عزیٰ وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے، یہ سب شرکیہ باتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا ہے۔

وَ مَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ: ان کے معبودوں کیلئے زمین و آسمان کی کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کیساتھ کوئی شرکت نہیں، بعض مشرکوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر چیز کو پیدا تو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، مگر ان ہستیوں کو اختیار دے رکھا ہے کہ جس کا کام چاہیں کر دیں اور جس کا چاہیں روک لیں، کوئی اس کام کو پیغمبروں کی طرف پھیرتا ہے اور کوئی دیوی دیوتاؤں کی طرف اور کوئی ستاروں کی طرف، اللہ تعالیٰ نے اس کا صاف انکار کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ زمین و آسمان میں کسی قسم کی کوئی شرکت نہیں اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ: ان میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا مددگار نہیں، کیونکہ اس کو کسی مددگار کی ضرورت نہیں، بعض ہستیاں بعض کی مددگار بھی ہوتی ہیں، مخلوق کو تو ایک دوسری کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے، گویا یہ عقیدہ بھی مشرکانہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی مدد کی ضرورت ہے۔

شفاعت اور سفارش

وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰۤی اِذَا

اور نہیں نفع دیتی سفارش پاس اس کے مگر اسے کہ اجازت دے وہ جسے یہاں تک کہ جب

فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ

دور کر دی جاتی ہے گھبراہٹ سے دلوں ان کے کہتے ہیں کیا فرمایا رب تمہارے نے کہتے ہیں فرمایا وہ جو ٹھیک تھا

وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۲۳﴾

اور وہ سب سے بلند مرتبہ والا اور بڑا ہے (۲۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور نہیں کام دے گی سفارش اللہ تعالیٰ کے پاس مگر اس کیلئے جس کیلئے وہ اجازت دے، یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے اُن (فرشتوں) کے دلوں سے تو ایک دوسرے کو کہتے ہیں کیا فرمایا

تمہارے پروردگار نے؟ وہ کہتے ہیں کہ اس نے حق بات فرمائی ہے اور وہ بلند ہے اور بڑی شان والا ہے۔ (۲۳)

تفسیر

اکثر مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کو دنیا کے بادشاہوں پر قیاس کر کے اس کیساتھ شرک کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جس طرح کسی بادشاہ، صدر، امیر یا وزیر تک پہنچنے کیلیے درمیان میں واسطے اور سفارش کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح خدا تک پہنچنے کیلیے بھی سفارش کی ضرورت پڑتی ہے، پھر وہ مخلوق میں سے اپنے سفارشی ڈھونڈتے ہیں جو ان کی بات کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا سکیں، قرآن کریم نے ان کا بیان نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ہمارے سفارشی ہیں۔ (سورت یونس: آیت۔ ۱۸)، جو سفارش کر کے ہمارا کام بنا دیں گے اور آخرت میں عذاب سے چھڑا دیں گے جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ان جھوٹے معبودوں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ: ہم ان کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتے ہیں۔ (سورۃ الزمر: آیت۔ ۳)، ہماری دعا تو وہ قبول نہیں کرتا یہ سفارش کر کے اللہ تعالیٰ کو منا لیتے ہیں، خواہ وہ راضی ہو یا ناراض، مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کا کوئی تصور نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی اس بات کو دہرایا ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی سفارش مفید نہیں ہو سکتی، جب تک وہ خود کسی کو سفارش کرنے کی اجازت نہ دیدے۔

"صحیح بخاری" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس طرح آیا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ آسمان میں فرشتوں کو کوئی حکم سناتے ہیں تو سب فرشتے گھبراہٹ سے اپنے پر مارنے لگتے ہیں، جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ کا وہ اثر دور ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا: دوسرے کہتے ہیں کہ فلاں حکم ارشاد فرمایا۔ (الحدیث)

"صحیح مسلم" میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کسی صحابی سے یہ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہمارا رب جب کوئی حکم دیتا ہے تو عرش کے اٹھانے والے فرشتے تسبیح کرنے لگتے ہیں، ان کی تسبیح کو سن کر ان کے قریب والے آسمان کے فرشتے تسبیح پڑھنے لگتے ہیں، پھر ان کی تسبیح کو سن کر اس سے نیچے والے آسمان کے

فرشتے تسبیح پڑھنے لگتے ہیں، یہاں تک کہ یہ تسبیح کا سلسلہ دنیا کے آسمان تک پہنچ جاتا ہے اور سب آسمانوں کے فرشتے تسبیح میں مشغول ہوجاتے ہیں، پھر وہ فرشتے جو عرش کے قریب ہیں ان سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے رب کیا فرمایا وہ بتلادیتے ہیں، پھر اسی طرح ان سے نیچے کے آسمان والے اوپر والوں سے یہی سوال کرتے ہیں، یہاں تک کہ سوال وجواب کا یہ سلسلہ دنیا کے آسمان تک پہنچ جاتا ہے۔ (الحدیث)

سیدھی بات

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّآ

آپ کہیے کون رزق دیتا ہے تمہیں سے آسمانوں اور زمین کہہ دیں اللہ اور تحقیق ہم

اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ

یا تم البتہ پر ہدایت یا میں گمراہی کھلی (۲۴) کہہ دیں نہ پوچھے جاؤ گے تم بابت اسکی

اَجْرَمْنَا وَ لَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

جو جرم کیے ہم نے اور نہ پوچھے جائینگے ہم بابت اسکی جو تم کرتے ہو (۲۵)

بامحاورہ ترجمہ: آپ کہہ دیں تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون دیتا ہے؟ بتادیں کہ اللہ تعالیٰ (رزق دیتا ہے)، اور یا ہم اور یا تم بیشک ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں پڑے ہیں۔ (۲۴) آپ کہہ دیں تم سے پوچھ نہ ہوگی جو ہم نے گناہ کیا اور ہم سے اس کی پوچھ نہ ہوگی جو تم کرتے ہو۔ (۲۵)

تفسیر

اس آیت میں مکہ والوں کو اور ان جیسا خیال رکھنے والوں کو سمجھایا جارہا ہے کہ عقل سے کام لو اور سوچو کہ تمہارے کھانے پینے اور آرام کی چیزیں تمہیں کون دے رہا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا پہنچانا سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کے اختیار میں نہیں۔

ارشاد ہے کہ: ان سے پوچھ کر تو دیکھو کہ تمہارا رزق تمہیں کون دیتا ہے، ظاہر بات ہے کہ اس سوال سے سٹ پٹا جائیں گے، کیونکہ جب بت نہ تھے (بتوں کی پوجا عرب میں بعد کی ایجاد تھی) تب بھی انہیں فراخی کیساتھ اسی طرح رزق ملتا تھا؛ اس لئے ان کو یاد دلا دیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور یہ تم بھی مانتے ہو، فرق یہ ہے کہ ہم اس کیساتھ بتوں کو شریک نہیں کرتے اور تم اسے جسے تمہارا جی چاہے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا لیتے ہو، ظاہر ہے کہ دونوں فریق سچے نہیں ہو سکتے، اب یا تم سیدھے راستے پر ہو یا ہم، یا تم گمراہ ہو یا ہم، اور گمراہی بھی ایسی کہ جو صاف نظر آ رہی ہے۔

سنو! اپنی آخرت کی فکر کرو، تم سے ہمارے گناہوں کی بابت سوال نہیں ہوگا اور نہ ہم سے تمہارے عملوں کی بابت پوچھا جائے گا، ہم میں سے ہر ایک اپنے عملوں کا خود ذمہ دار ہوگا۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: آپ ان سے پوچھیں کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے، یہ تو عام بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کی طرف سے بارش برساتا ہے جس سے زمین میں فصلیں پیدا ہوتی ہیں، پھر پھل، اناج، سبزیاں اور چارہ پیدا ہوتا ہے جو انسانوں اور جانوروں کی خوراک بنتا ہے، بارش کے برسنے کے متعلق سائنس دان تو کہتے ہیں کہ سمندروں سے بھاپ اٹھ کر بادلوں کی شکل اختیار کرتی ہے اور پھر ان بادلوں سے بارش برستی ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے بارش برسنے کے سبب کی قرآن کریم میں پوری کیفیت بیان فرمائی ہے اور سوالیہ انداز میں فرمایا ہے، بھلا بتاؤ تو سمندر سے بھاپ کو کون اٹھاتا ہے؟ پھر ہواؤں کو کون چلاتا ہے، جہاں بارش برسانی ہے وہاں بادلوں کو ہانک کر کون لے جاتا ہے؟ حکمت اور مصلحت کے مطابق بارش کون برساتا ہے؟ مقصد یہ ہے کہ بارش خود بخود نہیں برستی بلکہ ان سب کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی قدرت ہوتی ہے اور پھر پیداوار کا دارومدار محض پانی پر نہیں ہے بلکہ اس میں بہت سی دوسری چیزیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ هُوَ الْفَتَّاحُ

کہہ دیں جمع کرے گا درمیان ہمارے رب ہمارا پھر فیصلہ کردے گا درمیان ہمارے ٹھیک ٹھیک اور وہی کھول دینے والا

الْعَلِيمُ ﴿٢٦﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ

جاننے والا ہے (۲۶) کہہ دیں دکھاؤ تم مجھے وہ جنہیں تم ملاتے ہو ساتھ اسکے شریک ٹھہرا کر کوئی نہیں لیکن وہی ہے

اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾

اللہ زبردست حکمت والا (۲۷)

بامحاورہ ترجمہ: آپ کہہ دیں ہم سب کو ہمارا رب جمع کرے گا، پھر ہم میں انصاف کا فیصلہ کرے گا اور وہی فیصلہ کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ (۲۶) آپ کہہ دیں تم مجھ کو دکھلاؤ تو سہی جن کو تم اس سے ملاتے ہو شریک قرار دے کر، کوئی نہیں وہ اللہ تعالیٰ ہے زبردست حکمتوں والا۔ (۲۷)

تفسیر

ارشاد ہوا کہ: اتنی بات تم بھی مانتے ہو کہ تمہارا رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، اس کے بعد ہم میں اور تم میں فرق یہ رہ جاتا ہے کہ ہم اتنا ماننے کے بعد یہ بھی مانتے ہیں کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور تم کہتے ہو کہ نہیں اس کے شریک ہیں، اب یا تو تم سچے ہو یا ہم، اور جب ہم میں سے ایک سچا ہے تو یقیناً اس کے مقابلہ میں دوسرا جھوٹا اور گمراہ ہے، خیر! تم جانو، ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی دلیلیں صاف صاف بتا چکے، اب بھی اگر تم اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہنا چاہتے ہو تو اتنا ضرور سن لو کہ ایک دن ہم دونوں سے اپنے اپنے عملوں کی پوچھ گچھ ہوگی اور ہر ایک سے یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے جو کچھ کیا، کیوں کیا؟ تم سے ہمارے عملوں کی پوچھ گچھ نہ ہوگی اور نہ ہم سے تمہارے عملوں کی پوچھ گچھ ہوگی، ہمارا رب ہم سب کو اکٹھا کرے گا اور پھر ہمارے درمیان ٹھیک فیصلہ

کردے گا کہ کون گمراہ ہے اور کون ہدایت پر ہے؟

وہ بالکل دوٹوک فیصلہ کرنے والا ہے، بھلا ان کو جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو ذرا سامنے تو لاؤ ہم بھی دیکھیں کہ ان ہستی کیا ہے؟ کہاں بے جان بت اور کہاں زبردست قوت والا اللہ تعالیٰ، چھوڑو ان بے بنیاد بیکار باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی کسی کا رب اور معبود نہیں ہوسکتا۔

آخری پیغمبر

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ
اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کے واسطے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ
بہت سے لوگ نہیں جانتے (۲۸) اور وہ کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ
ہوتم سچ کہنے والے (۲۹) کہہ دیں لئے تمہارے مقرر ہے ایک دن نہ پیچھے ہٹو گے تم سے اس

سَاعَةً وَّ لَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع ۹ النصف ۳
ایک گھڑی اور نہ آگے بڑھو گے (۳۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور ہم نے آپ کو سب لوگوں کیلئے (خواہ جن ہوں یا انسان)، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ (۲۸) اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو؟ (۲۹) آپ کہہ دیں تمہارے لئے ایک دن کا وعدہ ہے نہ تم اس گھڑی سے پیچھے ہٹ سکو گے اور نہ آگے بڑھ سکو گے۔ (۳۰)

تفسیر

اس آیت میں یہ وضاحت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کے لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں،

کسی خاص ملک یا قوم کے پیغمبر نہیں، ارشاد ہے کہ ہم نے آپ کو ہدایت کا پیغام دیکر بھیجا ہے، وہ دنیا بھر کے لوگوں کیلئے ہے، ہر شخص کو جو ایمان لاکر اچھے عمل کر رہا ہے خوشخبری سنانی ہے کہ اس کا انجام اچھا ہوگا اور مرنے کے بعد آرام کی زندگی ملے گی اور بُرے کام کرنے والوں کو ڈرانا ہے کہ ان کے بُرے عملوں کی سزا بُری ہوگی لیکن اکثر لوگ اس بات کا علم نہیں رکھتے۔

ارشاد ہے کہ: یہ لوگ بغیر سوچے سمجھے کہہ دیتے ہیں اگر تم سچ کہتے ہو تو بتاؤ کہ یہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا جواب انہیں یہ دو کہ اس کا ایک خاص وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آجائے گا تو لوگ نہ اس سے ایک منٹ پیچھے رہ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے بالکل ٹھیک وقت مقرر پر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ: ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، مطلب یہ کہ آپ کو دنیا بھر کے لوگوں کیلئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے خواہ ان کا تعلق کسی بھی ملک، کسی بھی قوم اور نسل سے ہو، آپ سب کیلئے پیغمبر ہیں، مطلب یہ کہ آپ صرف عرب کے علاقے یا عرب قوم کیلئے پیغمبر بن کر نہیں آئے، بلکہ آپ دنیا بھر کے لوگوں کیلئے قیامت تک پیغمبر ہیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے دوسرے پیغمبروں کے مقابلے میں بعض خصوصیتیں عطاء فرمائی ہیں اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ: میں تمام انسانوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میری یہ خصوصیت بھی ہے کہ: مجھ پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا ہے، اب قیامت تک میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، پیغمبر ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ: میں ہر کالے اور گورے کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں، اس میں کسی قوم، رنگ اور نسل کا کوئی فرق نہیں ہے۔

قیامت کا منظر

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ لَا بِالَّذِيْ

اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے ہرگز نہ ہم ایمان لائینگے اس قرآن پر اور نہ اس پر جو

بَيْنَ يَدَيْهِ ۚ وَ لَوْ تَرَى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ

آیا پہلے اس کے اور اگر آپ دیکھیں جب کہ ظالم لوگ کھڑے کئے جائینگے پاس رب اپنے کے

يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِالْقَوْلَ ۚ

لوٹا تا ہوگا بعض ان کا طرف بعض کی بات

بامحاورہ ترجمہ:۔اور کافر کہنے لگے ہم اس قرآن کو ہرگز نہ مانیں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں کو مانیں گے اور اگر آپ دیکھیں جب ظالم لوگ اپنے رب کے پاس کھڑے کئے جائیں گے کہ ایک دوسرے پر بات ڈال رہے ہوں گے۔

تفسیر

دنیا میں انسان زیادہ تعداد میں ایسے ہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں کیونکہ اگر اقرار کریں گے تو اس کے حکموں کی پابندی لازم آجاتی ہے اور اس میں اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کرنا پڑتا ہے، اس سے ان کی جان نکلتی ہے، ان پر یہ بات بڑی بھاری گزرتی ہے کہ پیسہ صحت اور طاقت ہوتے ہوئے وہ ایک ایسے کام سے رُک جائیں جس میں انہیں فوری لذت حاصل ہونے کا ابھی بھی موقعہ ہے یا جس سے برابر والوں میں ان کا نام ہوتا ہے یا مالی نفع ابھی ابھی حاصل ہوتا ہے، عرب میں بھی اس قسم کے لوگ موجود تھے، ان سب کی بابت اس آیت میں ارشاد ہے کہ: بعض لوگوں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ مانیں گے، اس کے بعد قرآن کے یا اس سے پہلے کی آسمانی کتابوں کو ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ارشاد ہے کہ: ہم انہیں دنیا میں ان میں سے کوئی چیز زبردستی دینا نہیں چاہتے، ہاں انہیں اتنا بتائے دیتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا بُرا حال ہوگا، اے ہمارے پیغمبر! اگر کبھی آپ ان کی اس وقت کی حالت دیکھ لیں تو عجیب تماشہ نظر آئے، یہاں تو ان لوگوں میں سے کوئی حال میں مست ہے کوئی کھال میں مست ہے اور کوئی مال میں مست ہے، آخرت کی کوئی فکر نہیں کرتا، لیکن اس دن یہ سب اپنے حقیقی رب اور مالک کے سامنے ہاتھ باندھے

کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے، کمزور لوگ زور آوروں کو لعنت ملامت کریں گے کہ تم تو ڈوبے ہی تھے ہمیں بھی لے ڈوبے۔

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: قرآن مجید کا انکار کرنے والے آخرت میں پچھتائیں گے اور پھر ایک دوسرے پر الزام دھریں گے، ارشاد ہوتا ہے: اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا کہ ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے اس قرآن پر اور نہ ان کتابوں پر جو اس سے پہلے آئی ہیں، مشرکوں کا ایک گروہ ایسا بھی تھا جو کسی آسمانی کتاب کو نہیں مانتا تھا، اس کی وجہ بھی آگے آرہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں ان کے اپنے بنائے ہوئے مشرکانہ رسم و رواج کی کوئی گنجائش نہیں تھی، چونکہ وہ اپنی غلط رسموں کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں تھے لہٰذا وہ آسمانی کتابوں کا سرے سے ہی انکار کردیتے تھے۔

ظاہر ہے کہ قرآن کریم تو ہر شخص کے عقیدے، عمل اور اخلاق پر پابندی عائد کرتا ہے، حلال وحرام کے درمیان فرق کرتا ہے، ظلم وزیادتی سے منع کرتا ہے، اسلام کے خلاف قومی وملکی رسم ورواج کی مخالفت کرتا ہے، اس لئے مشرک لوگ نہ تو قرآن کریم کو ماننے کیلئے تیار تھے اور نہ وہ اپنی گمراہی چھوڑنا چاہتے تھے، لہٰذا وہ سرے سے انکار ہی کردیتے تھے۔

آپس میں نوک جھونک

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْ لَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا

کہیں گے وہ لوگ جو کمزور مانے جاتے تھے سے ان جو بڑے بنتے تھے اگر نہ ہوتے تم البتہ ہوتے ہم

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ

ایمان لانے والے (۳۱) کہیں گے وہ جو بڑے بنتے تھے سے ان جو کمزور مانے جاتے تھے کیا ہم نے

صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾

روکا تمہیں سے ہدایت بعد اسکے جب آگئی وہ تمہارے پاس نہیں بلکہ تم ہی مجرم تھے (۳۲)

بامحاورہ ترجمہ:۔ وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے بڑائی کرنے والوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایمان والے ہوتے۔(۳۱) بڑائی کرنے والے ان سے کہیں گے جو کمزور تھے، کیا ہم نے تمہیں حق بات سے روکا تھا جب وہ تمہارے پاس آچکی تھی، نہیں، بلکہ تم ہی مجرم تھے۔(۳۲)

تفسیر

دنیا میں جنہیں کوئی مرتبہ، اقتدار، زور یا مال میسر ہو جائے وہ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ جن کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں وہ ان کی پیروی کریں، نادار لوگ مالداروں کی نقل کرنا چاہتے ہیں، چھوٹے بڑوں کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں کہ ہم بھی بڑے شمار ہوں، کمزور، زور آور کے سامنے مجبور ہو جاتا ہے، بڑے بڑے لوگ اس پر فخر کرتے ہیں کہ چھوٹے ہماری حکم برداری کرتے ہیں، لیکن قیامت میں ہر چیز کی حقیقت کھل جائے گی، کیونکہ وہاں صاف نظر آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہ کچھ زور ہے نہ اقتدار۔

جنہیں دنیاں میں کمزور قرار دیا گیا تھا وہ بڑے بن کر بیٹھنے والوں سے کہیں گے کہ یہ تم ہی ہو جنہوں نے ہمارا بیڑا غرق کر دیا، اگر دنیا میں تمہارا وجود نہ ہوتا تو یقیناً ہم پیغمبروں کا کہنا مانتے اور مؤمن ہوتے، یہ سن کر وہ بڑے بڑے لوگ کانوں پر ہاتھ رکھیں گے اور ان چھوٹوں سے کہیں گے، کیا خوب! ہم تمہیں گمراہ کرنے والے کون؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عقل دی تھی، اس کے پیغمبروں نے سیدھے راستے کا نشان خوب واضح کر دیا تھا، اپنے گریبان میں منہ ڈالو، تم جانتے ہو کہ تم خود گمراہ ہوئے اور الزام ہمارے سر تھوپتے ہو، یہ سب باتیں بیکار ہیں تم خود مجرم ہو اور اپنے کاموں کے ذمہ دار۔

اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى: کیا ہدایت آجانے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روکا تھا؟ مطلب یہ کہ ہم نے ہاتھ سے پکڑ کر تو سیدھے راستے سے نہیں روکا تھا بلکہ تم خود ہی مجرم تھے، یعنی: غلط راستے کا انتخاب تم نے خود کیا، اس وقت تمہاری عقل کہاں گئی تھی؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں آنکھیں، کان اور دل عطاء کیا تھا، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بخشی تھی، پھر تم خوامخواہ ہمارے پیچھے کیوں چلتے رہے؟ تمہیں تو ہدایت کا راستہ قبول کرنا

چاہئے تھا، بالکل یہی بات قیامت والے دن شیطان بھی کہے گا، لوگ اس کا گریبان پکڑیں گے کہ دنیا میں تو نے ہمیں بہکا کر گمراہ کیا اور آج ہمیں ذلّت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا، وہ آگے سے جواب دے گا کہ مجھے تم پر کوئی غلبہ تو حاصل نہیں تھا، میں نے تمہیں ایک غلط راستے پر بلایا جسے تم نے اپنی خوشی سے قبول کرلیا، اس میں میرا کیا قصور ہے؟ اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو (سورۃ ابراہیم: آیت۔ ۲۲)، تم اپنے کاموں کے خود ذمہ دار ہو، یہی بات ان کے بڑے بھی کہیں گے۔

کمزوروں کا جواب

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ

اور کہیں گے وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے تھے سے ان جو بڑے تھے بلکہ چال بازیوں نے رات

وَ النَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ

اور دن جب تم ہمیں حکم کرتے تھے کہ انکار کریں ہم اللہ کا اور ٹھہرائیں لئے اسکے برابر کے شریک

وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ

اور چھپانے لگے وہ پچھتاوا جب دیکھا انہوں نے عذاب اور ڈالیں گے ہم طوق میں

اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

گردنوں ان کی جنہوں نے کفر کیا نہیں بدلہ دیئے جائینگے مگر وہی جو تھے وہ کرتے (۳۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ وہ لوگ جو کمزور گنے گئے تھے، بڑائی کرنے والوں سے کہیں گے کوئی نہیں رات دن کے فریب سے جب تم ہمیں حکم کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ مانیں اور اس کیساتھ برابر کے شریک ٹھہرائیں اور جب عذاب دیکھ لیا تو چھپے چھپے پچھتانے لگے اور ہم نے کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالے ہیں وہی بدلہ پاتے ہیں جو عمل وہ کرتے ہیں۔ (۳۳)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان کا یہ جواب سن کر کمزور لوگ کہیں گے یہ ٹھیک ہے کہ تم نے ہمیں زبردستی کفر و شرک اختیار کرنے کو نہیں کہا تھا، لیکن چال ایسی اختیار کی تھی کہ جس کو دیکھ کر اچھا بھلا آدمی فوراً پھسل جائے، تم زبان سے تو نہ کہتے تھے، مگر رات دن ہمارے ساتھ ایسی فریب کاریاں کیا کرتے تھے کہ دوسرا انہیں دیکھ کر خواہ مخواہ مان جائے، اللہ تعالیٰ کا نام خود تمہارے منہ سے تو کیا نکلتا تم نے تو ایسا سامان کر دیا تھا کہ دوسرا بھی اسے بھول جائے، اس کی نافرمانی کرنے پر آمادہ ہو جائے اور اس کو چھوڑ کر اور چیزوں کو بھی ویسا ہی طاقتور سمجھنے لگے جیسا اسے اللہ تعالیٰ کو سمجھنا چاہئے تھا۔ دل میں چپکے چپکے ہر ایک نادم اور پریشان ہوگا کہ ہائے ہم نے یہ کیا کیا؟ کہ آج یہ ہمیشہ کا عذاب مول لے لیا، آخر حکم ہوگا کہ ان کافروں کی گردنوں میں بڑے بڑے کڑے ڈال دو اور کھینچتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جاؤ، جیسا انہوں نے دنیا میں کیا ویسا ہی آج انہیں بدلہ ملے گا، ہم نے کہہ دیا تھا کہ جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔

مال داروں کی بدمستیاں

وَ مَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ
اور نہیں بھیجا ہم نے میں کسی بستی کوئی ڈرانے والا مگر کہنے لگے مالدار لوگ اسکے تحقیق ہم جو

اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ
تم دیکر بھیجے گئے ہو اس کا انکار کرتے ہیں (۳۴) اور بولے ہم بہت دولت والے اور اولاد والے ہیں

وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
اور نہیں ہم عذاب دیئے جانے والے (۳۵) کہہ دیں یقیناً رب میرا کھول دیتا ہے روزی جس کیلئے

یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع ۴ ۶ ۱۰
چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۳۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور ہم نے جس کسی بستی میں پیغمبر بھیجا تو وہاں کے خوش عیش لوگ کہنے ہم اس کو نہیں مانتے جو پیغام تمہارے ہاتھوں بھیجا گیا ہے۔ (۳۴) اور بولے ہم مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم پر عذاب آنے والا نہیں۔ (۳۵) آپ کہیں میرا رب ہے جو روزی کشادہ کر دیتا ہے جس کی چاہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کی چاہے لیکن بہت سے لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔ (۳۶)

تفسیر

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ خوشحال، مالدار اور کھاتے پیتے لوگ اپنے سوا کسی اور کی نہیں سنتے، جنہیں دنیا میں عیش و عشرت کا سامان میسر ہے وہ صرف دنیا کے مال و دولت کو دیکھتے ہیں، انہیں انجام کی پرواہ نہیں ہوتی، بس وہ تو اپنی خواہشوں کو پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

ارشاد ہے کہ: جس بستی میں ہم نے لوگوں کو غفلت سے بیدار کرنے کیلئے اپنا پیغمبر بھیجا وہاں کے مالدار اور خوشحال لوگ اس کی مخالفت پر تل گئے اور صاف کہہ دیا کہ ہم تمہاری بات نہیں مانتے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینی مقصود ہے کہ مکہ کے کافر سردار اگر آپ کی بات نہیں مانتے تو آپ غمگین نہ ہوں، ہمیشہ ہر جگہ مالداروں کا یہی رویہ رہا ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کے خلاف ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے پاس مال اور اولاد سب کچھ بہت ہے، ہمیں عذاب نہیں ہو سکتا۔

کسی کو مالدار کرنا یا مفلس کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، کسی کو عذاب سے بچانے میں اس کے مال اور اولاد کا کوئی دخل نہیں، عذاب سے وہ بچے گا جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی پیروی کرے گا، لیکن اکثر لوگ اتنی بات نہیں جانتے۔

وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا: مالدار لوگ کہنے لگے ہمارے پاس مال اور اولاد ہے، ہمارا خاندان بڑا ہے، بھلا ہمیں کون سزا دے سکتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہوتا تو ہمیں خوشحال کیوں بناتا، تم ہمیں خواہ مخواہ ڈرا رہے ہو، ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا، مالدار لوگوں کی ہمیشہ سے یہی عادت رہی ہے، انہیں مال و اقتدار پر فخر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو گمراہی کے اسباب میں بیان کیا ہے۔

قرآن کریم میں جن پیغمبروں کا حال بیان کیا گیا ہے، ان میں سے کوئی ہی ایسا ہوگا جس کی مخالفت نہ کی گئی ہو، ابتدائی دور میں پیغمبروں پر ایمان لانے والے عام غریب اور نادار لوگ ہی ہوتے ہیں، "ہرقل" کے واقعہ میں موجود ہے کہ اس نے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور ان کی دعوت کے متعلق سوال و جواب کئے، پھر مکہ کے رہنے والے کسی دوسرے آدمی کو طلب کیا تو ابوسفیان کو پیش کیا گیا جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے، روم کے بادشاہ "ہرقل" نے دوسرے سوالات کے علاوہ ابوسفیان سے یہ بھی پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیروکار کیسے لوگ ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ کمزور اور غریب لوگ ہیں، "ہرقل" پہلی کتابوں کا علم رکھتا تھا کہنے لگا کہ ہر پیغمبر کے پہلے پہل ماننے والے کمزور لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ: مگر اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے اور وہ ظاہری خوشحالی کو ہی اپنی مقبولیت کی نشانی سمجھتے ہیں، رزق کی تنگی اور فراخی تو اللہ تعالیٰ کی حکمت پر مبنی ہوتی ہے، کبھی وہ کسی کو مال و دولت دیکر آزماتا ہے اور کبھی ان چیزوں سے محروم کر کے امتحان لیتا ہے، پھر جو بندے اس کے امتحان میں پورے ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوتے ہیں۔

مال اور اولاد کی حقیقت

وَ مَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى

اور نہیں　مال تمہارے　اور نہ　اولاد تمہاری　ایسی چیز کہ　نزدیک کردے تمہیں　پاس ہمارے　درجہ میں

اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ

مگرہاں　جو　ایمان لائے　اور　کام کرے　اچھے　سو وہ لوگ　لئے انکے　بدلہ ہے　دوگنا

بِمَا عَمِلُوْا وَ هُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

بدلے اسکے جو انہوں نے کیا　اور　وہ　میں　بالاخانوں　اطمینان سے ہونگے (۳۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں کہ تمہیں ہم سے قریب کردیں، پر

جو کوئی یقین لائے اور بھلے کام کرے سو ان کیلئے دوگنا بدلہ ہے ان کے کئے کام کا اور وہ امن کیساتھ بالا خانوں میں بیٹھے ہوں گے۔ (۳۷)

لفظی تحقیق: غُرُفٰتٍ: "غُرُفَةٌ" کی جمع ہے، بالا خانہ کو کہتے ہیں۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: تم مال اولاد کی کثرت پر کیا اتراتے ہو، یہ تو تمہارے کسی کام نہ آئیں گے، ان کی کثرت اس بات کی علامت نہیں کہ ہمارے نزدیک تمہارا بڑا درجہ ہے، سن لو یہ تمہارے قسما قسم کے مال، تمہاری توانا و تندرست اولاد ان میں سے کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو درجہ میں تمہیں ہم سے زیادہ قریب کر دے، یہ اس کی علامت نہیں کہ تم ہم سے قریب ہو، ہمارے نزدیک بڑا درجہ حاصل کرنا ایمان لانے اور نیک کام کرنے سے ہوگا، سنو! جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک کام کریں گے، انہیں ان کے کئے کا بہت زیادہ بدلہ ملے گا، جو دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک پہنچ سکتا ہے، جیسا کہ "سورۃ البقرہ" اور "سورۃ الانعام" میں بیان کیا گیا ہے، ان لوگوں کیلئے اونچے اونچے بالا خانے تیار ہیں جن میں یہ آرام اور اطمینان سے رہیں گے۔

انسان کے دل میں غرور ہمیشہ سے سمایا ہوا نظر آتا ہے کہ مال ہی دنیا میں سب کچھ ہے، جس کے پاس مال ہوا سے گویا سب کچھ مل گیا اور اگر اس کیساتھ اولاد بھی ہو تو پھر تو کہنا ہی کیا ہے، عیش کا سامان بھی موجود اور وقت پر مدد دینے اور ہاں میں ہاں ملانے کو مددگار بھی تیار، اب کسی اور چیز کی کیا ضرورت ہے۔

اس آیت میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ ایمان اور نیک کام ہی کام آئیں گے، مال کو اچھے کاموں میں صرف کرو، اولاد کی تربیت اچھی کر کے انہیں نیک بناؤ، پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہیں درجے مل سکتے ہیں ورنہ سب کچھ بیکار ہے۔

رزق کی کمی زیادتی کی حکمت

وَ الَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓىِٕكَ فِي الْعَذَابِ
اور جولوگ کوشش کرتے ہیں میں آیتوں ہماری عاجز کرنے کو وہ لوگ میں عذاب

مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ
پکڑے جائیں گے (۳۸) کہہ دیں تحقیق رب میرا کھول دیتا ہے رزق جس کیلئے چاہے سے

عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ
بندوں اپنے اور تنگ کر دیتا ہے لئے اسکے اور جو خرچ کرتے ہو تم کچھ چیز پس وہ اسکا عوض دے گا

وَ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾
اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے (۳۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں کے بارے میں ہمیں ہرانے کی کوشش کرتے ہیں وہ عذاب میں پکڑے ہوئے حاضر کئے جائیں گے۔ (۳۸) آپ کہہ دیں میرا رب روزی کشادہ کرتا ہے جس کیلئے چاہے اپنے بندوں میں سے اور کم کر دیتا ہے جس کیلئے چاہے اور جو کچھ چیز تم خرچ کرتے ہو وہ اس کا عوض دیتا ہے اور وہ بہترین روزی دینے والا ہے۔ (۳۹)

لفظی تحقیق: **يُخْلِفُ:** اس کے بدلے اور دیتا ہے، مضارع کا صیغہ ہے، "اِخْلَاف" سے جو (خ، ل، ف) سے بنا ہے، "خَلْف" کے معنیٰ پیچھے کے ہیں، **اِخْلَافٌ:** پیچھے بھیجنا، یعنی: کسی چیز کے ختم ہو جانے کے بعد اس کے بدلے اور دینا۔

تفسیر

اس آیت میں ان لوگوں کا حشر بیان کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اس

کوشش میں رہتے ہیں کہ اس کی آیتوں کی طرف نہ خود کچھ توجہ کریں اور نہ اوروں کو کرنے دیں، انہوں اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کی ٹھان لی ہے اور نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کو مقابلہ میں ہرا دیں گے، ایسے لوگ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے اور ان کو عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔

آگے ارشاد ہے کہ: مال کی زیادتی فخر کا سبب نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے، وہ آزمائش کیلئے کسی کو بہت زیادہ دیتا ہے اور کسی کو کم، مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے، یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ خرچ کر دیا تو ختم ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کے ہاں رزق کی کچھ کمی نہیں، جو تم نیک کاموں میں خرچ کرو گے وہ اس کا بدلہ دے گا، دنیا میں دل کو اطمینان نصیب ہوگا اور آخرت میں اس طرح خرچ کرنے والے کو بہت اچھا بدلہ ملے گا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہر روز جب لوگ صبح کو اٹھتے ہیں، دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں: یا اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطاء فرما اور کنجوسی کرنے والے کا مال ضائع کر دے، اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: آپ لوگوں پر خرچ کریں میں آپ پر خرچ کرونگا۔

جو خرچ شریعت کے مطابق نہ ہو اس کے بدل کا وعدہ نہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: نیک کام صدقہ ہے اور کوئی آدمی جو اپنے نفس یا اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ کے حکم میں ہے اور جو شخص کچھ خرچ کر کے اپنی آبرو بچائے وہ بھی صدقہ ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کچھ خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ اس کا بدل اس کو دے گا، مگر وہ خرچ جو فضول، یعنی: ضرورتوں سے زائد ہو یا کسی گناہ کے کام میں کیا ہو اس کے بدل کا وعدہ نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابن المنکدر نے یہ حدیث سن کر ان سے پوچھا: کہ آبرو بچانے کیلئے خرچ کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ: جس شخص کے متعلق یہ خیال ہو کہ نہیں دیں گے تو برا کہتا پھریگا، اس کو اپنی آبرو بچانے کیلئے دینا مراد ہے۔

جس چیز کا خرچ گھٹ جاتا ہے اس کی پیداوار بھی گھٹ جاتی ہے

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں صرف انسانوں اور جانوروں کیلئے پیدا فرمائی ہیں، جب تک وہ خرچ ہوتی رہتی ہیں ان کا بدل اللہ تعالیٰ دیتا رہتا ہے، جس چیز کا خرچ زیادہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پیداوار بھی بڑھا دیتے ہیں، جانوروں میں بکرے اور گائے کا سب سے زیادہ خرچ ہے کہ ان کو ذبح کر کے گوشت کھایا جاتا ہے اور شرعی قربانیوں، کفارہ اور جنایتوں میں ان کو ذبح کیا جاتا ہے، وہ جتنے زیادہ کام آتے ہیں اللہ تعالیٰ اتنی ہی زیادہ اس کی پیداوار بڑھا دیتے ہیں، بکروں کی تعداد ہر وقت چھری کے نیچے رہنے کے باوجود دنیا میں زیادہ ہیں، کتے بلی کی تعداد اتنی نہیں، حالانکہ کتے بلی کی نسل بظاہر زیادہ ہونی چاہئے کہ وہ ایک ہی پیٹ سے چار پانچ بچے تک پیدا کرتے ہیں، گائے بکری زیادہ سے زیادہ دو بچے دیتی ہے، گائے بکری ہر وقت ذبح ہوتی رہتی ہے، کتے، بلی کو کوئی ہاتھ بھی نہیں لگاتا، مگر پھر بھی دنیا میں گائے اور بکروں کی تعداد بنسبت کتے اور بلیوں کے زیادہ ہے، جب سے ہندستان میں گائے کے ذبح کرنے پر پابندی لگی ہے اس وقت سے وہاں گائے کی پیداوار اسی نسبت سے گھٹ گئی ہے، ورنہ ہر بستی اور ہر گھر گایوں سے بھرا ہوا ہوتا جو ذبح نہ ہونے کے سبب بچی رہیں، عرب نے جب سے سواری اور مال برداری میں اونٹوں سے کام لینا کم کر دیا وہاں اونٹوں کی پیداوار بھی گھٹ گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پوجا

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ

اور جس دن | جمع کرے گا انہیں | سب کو | پھر | کہے گا | سے فرشتوں | کیا یہ لوگ | تمہیں

كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ

تھے | پوجتے (۴۰) | وہ کہیں گے | پاک ہیں آپ | آپ ہی مددگار ہیں ہمارے | نہ کہ وہ

بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾

بلکہ | تھے وہ | پوجا کرتے | جنوں کی | اکثر ان میں | انہی کے | یقین رکھنے والے تھے (۴۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کریں گے پھر فرشتوں کو کہیں گے کیا یہ لوگ تمہاری رضا سے تمہاری پوجا کرتے تھے۔(۴۰) وہ (فرشتے) کہیں گے پاک ہے آپ کی ذات ہمارا تو آپ سے تعلق ہے ان سے نہیں (اس سے رضا اور امر دونوں کہ نفی ہوگئی، یعنی: نہ ہم نے ان سے کہا اور نہ ہم ان کے کام سے راضی۔) بلکہ یہ لوگ جنوں کو پوجتے رہے یہ اکثر انہی پر اعتقاد رکھتے تھے۔(۴۱)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھے گا کیا تم نے ان کافروں سے کہا تھا کہ یہ تمہاری پوجا کریں؟ کیا تم ان کے معبود بن بیٹھے تھے؟ فرشتے عرض کریں گے اے ہر نقص و پاک سے اللہ! ہمیں ان سے کیا غرض، ہم تو آپ کے فرمانبردار ہیں، ہمیں ان سے کوئی کام نہیں، بات یہ ہے کہ یہ تو دراصل شیطان کے پجاری تھے، وہ انہیں آپ سے ہٹانے کیلئے کبھی ہماری پرستش کیلئے کہتے، کبھی آپ کے نیک بندوں کو ان کا معبود بناتے اور ان کے بت بنا کر انہیں پوجتے یا ان کے سوا اور ظاہر چیزوں کو اپنا حاجت روا مانتے اور ان کے آگے ماتھا ٹیکتے اور اکثر تو ان میں ایسے تھے کہ انہیں دل سے یقین تھا کہ یہی ہمارے سب کام بناتے ہیں، یہ ہمیں نہیں پوجتے تھے بلکہ شیطان ہمارا نام لیکر ان سے اپنی پوجا کراتا تھا۔

ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ: اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا! کیا یہ لوگ دنیا کی زندگی میں تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ اس وقت دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں، بعض لوگ فرشتوں کے نام پر ہیکل بناتے ہیں، بعض ان کو مشکلوں میں پکارتے ہیں اور بعض یا جبرائیل، یا میکائل والے تعویذ لکھتے ہیں، یہ سب کچھ فرشتوں کی عبادت کرنے کے برابر ہے، جب مشرک لوگ اپنے شرک کی کوئی وجہ بیان نہیں کرسکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھیں گے کیا یہ لوگ دنیا میں تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟

فرشتے اللہ تعالیٰ کی نیک مخلوق ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور اس کے ہر حکم کو پورا کرنے والے ہیں، ان کی توجہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رہتی ہے، وہ جواب دیں گے، اے اللہ! آپ کی ذات پاک

ہے، ان کے سوا آپ ہی ہمارے مددگار ہیں وہ نہیں، جب ہم خود آپ کے محتاج ہیں تو ہم ان کو کیسے کہہ سکتے تھے کہ ہماری عبادت کیا کرو ہم تمہارے کام بنا دیں گے۔

فرشتے عرض کریں گے: یہ لوگ ہماری نہیں، بلکہ جنوں کی پوجا کیا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر اس پر اعتقاد رکھتے تھے، سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے کام آسکتے ہیں، جنوں کی عبادت کا مطلب یہ ہے کہ شیطان لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنے لگتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سارے بندے، پیغمبر اور ولی یہی کہتے آئے ہیں کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو جو تمہارا بھی رب ہے اور ہمارا بھی۔

مشرکوں کی بے بسی

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ۭ وَ نَقُوْلُ

پس آج نہیں مالک بعض تمہارا لئے بعض کے فائدے اور نہ نقصان کا اور کہیں گے ہم

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

ان سے جنہوں نے ظلم کیا چکھو عذاب آگ کا جو تھے تم اسے جھٹلاتے (۴۲)

بامحاورہ ترجمہ:۔ سو! آج تم مالک نہیں ایک دوسرے کے نہ بھلے کے اور نہ برے کے اور ہم ان ظالموں (مشرکوں) سے پوچھیں گے چکھو اس آگ کے عذاب کو جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ (۴۲)

تفسیر

دنیا میں تمہارے دلوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے اس لئے تم شیطان کے بہکاوے میں بہت جلد آجایا کرتے تھے اور تمہاری خواہشوں کو ابھار کر وہ تم سے جو چاہتا تھا کرالیتا تھا، اس نے تمہیں بہکایا کہ یہ بت تمہیں فائدے پہنچاتے ہیں اور جن کے یہ بت ہیں وہ تمہیں سب کچھ دیتے ہیں یا اللہ تعالیٰ سے کہہ کر دلواتے

ہیں، اگر ان کو ناراض کر دیا تو یہ تمہیں تہس نہس کر کے رکھ دیں گے، تم بیمار پڑ جاؤ گے یا یہ تمہیں مالی نقصان پہنچا دیں گے، پھر تم کیا کرو گے؟ اس لئے ان کی خدمت کرتے رہو۔

ارشاد ہے کہ: دنیا میں چاہے کچھ سمجھو اور کتنے ہی شیطانوں کی چالوں میں آؤ لیکن قیامت کے دن صاف ظاہر ہو جائے گا کہ تم میں کوئی ایک دوسرے کو نہ نفع پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے اور نہ نقصان ہٹانے کی، آج تمہیں صاف نظر آ رہا ہے کہ ہر جگہ حکم ہمارا ہی چلتا ہے، دنیا میں تمہیں یہ نہ سوجھا آج اس کی ہم تمہیں یہ سزا دیتے ہیں کہ آگ کا عذاب چکھو، یہ وہی آگ ہے جسے تم ایک من گھڑت بات سمجھتے تھے، آج تمہارے جھوٹے معبود تمہیں چھوڑ کر بھاگ گئے، اب کوئی نہیں جو تمہیں اس آگ میں جلنے سے بچا سکے۔

قیامت کے دن کوئی بھی ایک دوسرے کیلئے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے فرمائیں گے: اب اس دوزخ کا عذاب چکھو جس کا تم انکار کیا کرتے تھے، اس سے معلوم ہو گیا کہ مشرک لوگ جس طرح توحید کا انکار کرتے تھے اسی طرح قیامت کا بھی انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جنت دوزخ کچھ بھی نہیں، محض مولویوں کی بنائی ہوئی کہانیاں ہیں، شیطان نے انہیں پٹی پڑھائی تھی کہ نہ کوئی جنت ہے، نہ دوزخ اور نہ کوئی حساب وکتاب، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس انکار کا مزہ اب چکھو، "سورۃ الطور" میں اسی طرح فرمایا ہے، اس جہنم میں داخل ہو جاؤ، اب صبر کرو یا بے صبری تمہارے لئے برابر ہے۔ (آیت: ۱۶)، اب تم یہی سزا پاتے رہو گے۔

بُری عادت کیسے چھوٹے

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ

اور جب پڑھی جاتی ہیں پر ان آیتیں ہماری واضح کہتے ہیں نہیں یہ مگر ایک مرد جسکا ارادہ ہے

اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ

کہ روک دے تمہیں سے اس جسے تھے پوجتے باپ دادا تمہارے اور کہتے ہیں وہ نہیں یہ مگر

اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ
جھوٹ گھڑا ہوا اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے سچ بات کو جب آئی ان تک نہیں

هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾
یہ مگر جادو کھلا ہوا (۴۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔اور جب ان کے پاس ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں اور کچھ نہیں یہ ایک آدمی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں ان سے روک دے جنہیں تمہارے باپ دادا پوجتے تھے، اور انہوں نے کہا اور کچھ نہیں اس کے سوا کہ یہ ایک جھوٹ ہے گھڑا ہوا اور کافروں تک جب حق بات پہنچے تو کہتے ہیں اور کچھ نہیں یہ ایک کھلا جادو ہے۔(۴۳)

لفظی تحقیق: تُتْلٰی: پڑھی جائیں۔ مضارع مجہول ہے "تِلَاوَۃٌ" سے۔ مُفْتَرًی: گھڑا ہوا، اسم مفعول ہے، "افتراء" سے جو (ف، ر، ی) سے بنا ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: قرآن کریم کی صاف صاف آیتیں جب ان لوگوں کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو یہ ہمارے پیغمبروں کی بابت کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر نہیں ہیں محض ایک خودغرض آدمی ہے، ہمارے باپ دادا کی باتیں مٹا کر اپنی ہی بات جمانا چاہتا ہے اور تم سے ان معبودوں کو جنہیں تمہارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں چھڑانا چاہتا ہے تا کہ خود تمہارا سردار بن بیٹھیں اور قرآن کریم کی بابت یہ کہتے ہیں کہ اس میں اِدھر اُدھر کی جھوٹی باتیں جوڑ کر رکھ دی ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کا کلام کہا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ: ان کافروں کو دیکھو تو سہی! ان کے پاس جب سچی اور کھری کھری باتیں پہنچیں اور لوگ ان کو چاہنے لگیں تو کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں، جادو کا کھیل ہے اور تھوڑے دن میں اس کا اثر ختم ہو جائے گا۔

اُڑنا بے بنیاد ہے

وَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَ مَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ

اور نہیں دی ہم نے انہیں کچھ کتابیں جسے وہ پڑھتے ہوں اور نہیں بھیجا ہم نے طرف ان کی سے پہلے آپ

مِنْ نَّذِيْرٍ ۝۴۴ وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ

کوئی ڈرانے والا (۴۴) اور جھٹلایا انہوں نے سے پہلے ان اور نہیں پہنچے یہ دسواں حصہ اسکا

ع ۵ ۹ ۱۱ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝۴۵

جو دیا ہم نے انہیں پس جھٹلایا پیغمبروں میرے کو پھر کیسا ہو عذاب میرا (۴۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور ہم نے انہیں کوئی کتابیں نہیں دیں جن کو وہ پڑھتے ہوں، اور ہم نے کوئی ڈرانے والا آپ سے پہلے نہیں بھیجا۔ (۴۴) اور ان میں سے پہلوں نے جھٹلایا، اور جو ہم نے انہیں دیا تھا یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچتے (اس لئے ان کو چاہئے تھا کہ پہلی قوموں کے حالات اور برے انجام سے عبرت حاصل کرتے۔) پھر انہوں نے جھٹلایا میرے پیغمبروں کو، سو! (دیکھو) میرا ان پر کیسا عذاب ہوا؟ (۴۵)

تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: ان کے پہلوں کے طریقہ پر چلنا کہاں سے لازم ہوگیا؟ ہم نے تو اس سے پہلے ان کے پاس کوئی کتابیں نہیں بھیجیں، اور نہ کوئی ان کے پاس ہمارا پیغمبر اس سے پہلے آیا جو انہیں بُری باتوں کے انجام سے ڈرا ڈرا کر سیدھے راستے پر لانے کی کوشش کرتا، ہم نے تو ان کے پاس پیغمبر ابھی پہلی مرتبہ بھیجا ہے، اب اگر یہ اسے جھٹلاتے ہیں تو ان کی حالت بالکل وہی ہے جو پہلے لوگوں کی تھی، جو ان سے پہلے اس سرزمین پر اپنے اپنے وقت میں بستے تھے، انہوں نے اپنے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا، یہ بھی بالکل وہی کچھ کر رہے ہیں۔

ارشاد ہے: کہ انہوں نے انکار کیا تو دیکھ لو ان پر میرا کیسا عذاب آیا، وہ تو ان سے کہیں زیادہ جسمانی

قوتوں کے مالک، مال و دولت کے مالک اور لمبی لمبی عمروں والے تھے، اِن لوگوں کو اُن کے مال و دولت وغیرہ کا دسواں حصہ بھی نہیں دیا گیا، جب وہ ہمارے پیغمبر کو جھٹلا کر نہیں بچے تو یہ ہماری کتاب قرآن کریم اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلا کر یہ بھی نہیں بچیں گے، انہیں اُن کے حال سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

عربوں میں شرک کی ابتدا کیسے اور کب ہوئی؟

قرآن کریم اترنے سے پہلے تقریباً دو ہزار سال تک عربوں میں کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا، چنانچہ ڈیڑھ ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لائے ہوئے دین پر قائم تھے، ان میں شرک کی بیماری پیدا نہیں ہوئی تھی پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ نبوت سے تقریباً چار سو سال پہلے "قصی ابن کلاب" کے زمانے میں شرک کی ابتدا ہوئی، وہ اس طرح کے ایک شخص عمرو ابن الحی کہیں بیرون ملک سفر پر گیا تو وہاں مورتیاں دیکھیں جو اسے پسند آئیں اور وہ انہیں ساتھ لے آیا اور یہاں آکر بھی ان کی ویسی ہی نذر و نیاز شروع کردی جیسے اس ملک میں کافر لوگ ان کی عبادت کرتے تھے، سب سے پہلے اس شخص نے ہی بتوں کے نام پر جانور نذر کیے، اس کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی بتوں کی پوجا کرنے لگے اور اس طرح عرب میں بھی شرک ہونے لگا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی چیز کا یہاں ذکر کیا ہے: ہم نے اِن عربوں کو کوئی کتاب بھی نہیں دی تھی جنہیں یہ پڑھتے پڑھاتے ہوں اور نہ ہی ہم آپ سے پہلے (اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں) کوئی ڈر سنانے والا بھیجا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے بہت سے قبیلے تھے اور ساری عرب آبادی انہی قبیلوں میں تھی بلکہ اُن کی خراسان وغیرہ میں بھی بہت سی آبادیاں تھیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ احسان جتلایا ہے کہ اتنے عرصہ تک کسی کتاب اور پیغمبر سے محروم رہنے کے بعد ہم نے تمہاری طرف اپنا آخری پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب (قرآن مجید) بھیجی ہے، مگر تم نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بجائے نہ پیغمبر کو مانا اور نہ کتاب کو مانا۔

وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: اور ان سے پہلے لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور ان کی لائی ہوئی کتابوں اور پیغمبروں کو جھٹلایا، اب اللہ تعالیٰ نے مکہ کے مشرکوں کو خبردار کیا ہے کہ اگر انہوں نے بھی اپنے پیغمبر

کو جھٹلایا تو ان کا انجام بھی پہلی قوموں سے مختلف نہیں ہوگا، فرمایا: ان کو تو اس کا دسواں حصہ بھی نہیں دیا گیا، جو مال و دولت ان کو عطاء کیا گیا تھا، مطلب یہ ہے کہ پہلی قوموں کی نسبت عرب لوگ دسویں حصے کے بھی مالک نہیں اور نہ ہی عربوں میں پہلے لوگوں کی سی جسمانی قوت ہے، جیسے کہ پرانے مصریوں، عاد، ثمود، کلدانیوں اور آشوریوں کو حاصل تھی، اور نہ ان جتنا مال و دولت اور اقتدار حاصل ہے، عربوں کے پاس تو اُن کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، یہ کس چیز میں بڑے بن رہے ہیں اور حق کی مخالفت کرتے ہیں۔

سوچ سے کام لو

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى
کہہ دیں میں صرف نصیحت کرتا ہوں تمہیں ایک بات کی یہ کہ کھڑے ہو جاؤ لئے اللہ کے دو دو اور ایک ایک

ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ
پھر سوچو نہیں ساتھی تمہارے کو کوئی جنون نہیں وہ مگر ڈرانے والا

لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾
تمہیں آگے ایک عذاب سخت سے (۴۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ آپ کہہ دیں! میں تم کو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کیلئے اٹھ کھڑے ہو دو دو اور ایک ایک، پھر غور کرو کہ تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) کو کوئی جنون نہیں وہ تو تم کو ایک بڑے عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے۔ (۴۶)

تفسیر

اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى: کہ تم کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کیلئے، دو دو اور اکیلے اکیلے، پھر خوب غور و فکر کرو، پیغمبر ﷺ نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے، تم اس کے اگلے پچھلے حالات سے اچھی طرح واقف ہو، اس

لئے کہ وہ سالہا سال سے تم میں رہ رہے ہیں، بیشک تم تنہائی میں اس بات پر غور کرو یا دو دو مل کر سوچو، جب دیانتداری سے غور کیا جاتا ہے تو حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے، لہٰذا فرمایا کہ: اکیلے اکیلے اس معاملہ میں غور کرو یا دو دو مل کر خالص اللہ تعالیٰ کی خاطر حقیقت معلوم کرنے کیلئے ایسا کرو گے تو بلا شبہ اسی نتیجہ پر پہنچو گے کہ تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفائی میں فرمایا ہے کہ: تم میں سے بعض لوگ آپ کو دیوانہ، بعض شاعر اور بعض جادوگر کہتے ہیں، مگر جب اس کے کاموں میں اور باتوں میں غور کرو گے تو اس میں دیوانگی والی کوئی چیز نہیں پاؤ گے۔

جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبری ملی اور اللہ تعالیٰ نے آگے پہنچانے کا حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو آواز دیکر صفاء پہاڑ پر جمع کیا، تقریباً چالیس مرد اور عورتیں اکٹھے ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف سے دشمن تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات کو سچ مانو گے؟ سب نے ایک ساتھ جواب دیا کہ ہم ضرور سچ مانیں گے، کیونکہ ہم نے کبھی آپ کی زبان سے جھوٹ نہیں سنا، آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈرا رہا ہوں، ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ اور ان بتوں کی پوجا کو چھوڑ دو، اب اتنی بات کی تو لوگوں نے پتھر مارنے شروع کر دیئے، اس مقام پر بھی فرمایا کہ: میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں ایک بات کی کہ اکیلے اکیلے یا دو دو مل کر غور و فکر کرو گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ تمہارا یہ ساتھی (محمد) دیوانہ نہیں ہے بلکہ وہ تو تمہارا خیر خواہ ہے۔

میں تم سے اس تبلیغ پر بدلہ نہیں چاہتا

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ

کہہ دیں جو مانگا ہو میں نے تم سے کوئی اجر تو وہ تمہارا ہی رہا نہیں میرا بدلہ مگر پر اللہ

وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ

اور وہ پاس ہر چیز کے موجود ہے (۴۷) کہہ دیں بیشک رب میرا اوپر سے پھینک رہا ہے سچ بات

عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾

جاننے والا　چھپی ہوئی باتوں کا (۴۸)

بامحاورہ ترجمہ: ۔آپ کہہ دیں! جو میں نے تم سے بدلہ مانگا ہو، سو! وہ تم ہی رکھو، میرا بدلہ تو اسی اللہ تعالیٰ پر ہے اور اس کے سامنے ہر چیز ہے۔(۴۷) کہہ دیں! بیشک رب میرا اوپر سے پھینک رہا ہے سچ بات جاننے والا چھپی ہوئی چیزوں کا۔(۴۸)

تفسیر

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر لوگوں کی خیر خواہی اس غرض سے نہیں کرتے کہ انہیں اس سے کوئی فائدہ پہنچے، لوگ ان کو اپنا سردار مان لیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت مکہ کے اکثر لوگ یہی خیال کرتے تھے، اس آیت میں اس خیال کو واضح طور پر غلط قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ: ان سے کہہ دو کہ میں نے تم سے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ مجھے اپنا سردار مانو، میری حکومت کو مانو، میرے خادم بن کر رہو، اگر تمہارا خیال ہے کہ میں نے کبھی کسی چیز کا مطالبہ کیا ہے تو میں صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ وہ چیز تمہیں ہی مبارک ہو، مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے، میں تمہیں جس بات کی نصیحت کر رہا ہوں اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے، اس کام کا صلہ مجھے اللہ تعالیٰ دے گا، مجھے اس کے سوا کسی اور سے کچھ نہیں لینا، وہ میرا کام دیکھ رہا ہے کیونکہ ہر چیز اس کے سامنے ہے۔

اللہ تعالیٰ مہربان ہے، وحی کے ذریعے ٹھیک اور سچی باتیں تمہاری طرف اتار رہا ہے، اس کو ان باتوں کا پورا پورا علم ہے، جو انسان کی نظر سے چھپی ہوئی ہیں، وہ غیب کی باتیں جانتا ہے۔

اِنَّ رَبِّیْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ: یعنی: میرا پروردگار حق کو باطل پر دے مارتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باطل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے، لفظ "قَذْفٌ" کے لغوی معنیٰ پھینک مارنے کے ہیں، یہاں باطل کے مقابلے میں حق کو پیش کرنا ہے، اور لفظ "يَقْذِفُ" استعمال کرنے میں شاید یہ حکمت ہو کہ باطل پر حق کی زد پڑنے کا اثر بتلانا

مقصود ہو، یہ ایک مثال ہے کہ جس طرح کوئی بھاری چیز کسی نازک چیز پر پھینک دی جائے تو وہ چیز ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے اور کسی کام کی نہیں رہتی، اسی طرح حق کے مقابلہ میں باطل ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا، یا وہ پہلے کسی قابل تھا اور نہ ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے بعد کسی قابل رہتا ہے۔

ذمہ داری کا احساس

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ
کہہ دیں آگیا سچا دین اور نہ پیدا کرے باطل اور نہ لوٹائے (۴۹) کہہ دیں اگر

ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَ اِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ
میں بھٹکا ہوں تو سوا اسکے نہیں کے بھٹکے کا نقصان مجھ پر ہی ہوگا اور اگر سیدھی راہ پر ہوں میں تو اس وجہ سے کہ وحی کی جاتی ہے

اِلَيَّ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾
طرف میری رب میرا تحقیق وہ سننے والا نزدیک ہے (۵۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔ آپ کہہ دیں! سچا دین آگیا اور باطل نہ تو پہلے کسی چیز کو پیدا کرسکتا ہے اور نہ کسی چیز کو لوٹا سکتا ہے۔ (۴۹) (آپ) کہہ دیں! اگر میں بہکا ہوا ہوں تو بہکنے کا نقصان مجھ ہی کو ہوگا اور اگر میں سیدھے راستے پر ہوں اور یقیناً ہوں تو اس وجہ سے کہ میرا رب مجھے وحی بھیجتا ہے، بیشک وہ سب کچھ سننے والا ہے، (شہہ رگ سے) بھی قریب ہے۔ (۵۰)

تفسیر

پہلے ارشاد ہوا تھا کہ: ان سے کہہ دیں جہالت اور من گھڑت باتوں کا زمانہ چلا گیا، اب تو اللہ تعالیٰ سوجھ بوجھ کہ سچی باتیں اوپر سے لگاتار بھیج رہا ہے اور حق کی برابر بارش ہورہی ہے، اللہ تعالیٰ نے جو تمام بھیدوں اور مصلحتوں کا جاننے والا ہے مناسب موقع پر انسان کی ہدایت کا پورا سامان کردیا ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: ان سے کہہ دیں! سچ آ پہنچا اور جھوٹ مٹ گیا، حق کی قوت غالب آئی اور باطل دب کر رہ گیا، باطل میں اتنا دم کہاں کہ کچھ پیدا کر کے دکھائے یا مرے ہوئے کو دوبارہ اٹھا بٹھائے اور جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے فقط ایک ڈھونگ رچا رکھا ہے اور باپ دادا کے طریقے کو چھوڑ کر غلط راہ اختیار کر لی ہے ان سے کہہ دیں اگر میں غلط راہ پر چل رہا ہوں تو اس غلطی کا وبال میری ہی جان پر پڑے گا، کسی کا کیا جائے گا، میرا راستہ درست اور سیدھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا رب میری طرف برابر وحی بھیج رہا ہے اور ذرا بھی ٹیڑھی راہ پر نہیں چلنے دیتا، اسی سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے ہدایت پر قائم رکھے، وہ میری دعا قبول کرتا ہے کیونکہ وہ سب کی سننے والا ہے، اور شہ رگ سے قریب ہے، وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے، وہ میری بات سنتا ہے اور ہر وقت مدد فرماتا ہے۔

میدانِ حشر کا منظر

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَ اُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾

اور اگر آپ دیکھیں جب گھبرا جائیں پھر ناممکن ہے بھاگ کر بچنا اور پکڑے جائیں گے سے جگہ قریب (۵۱)

وَّ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَ اَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾

اور کہیں گے ہم ایمان لائے پر اس اور کہاں ہے لئے انکے پہنچ سے مکان دور (۵۲)

با محاورہ ترجمہ: اور اگر کبھی آپ دیکھیں جب یہ لوگ گھبرائیں گے بھاگ نہیں سکیں گے اور قریب جگہ سے پکڑے جائیں گے۔ (۵۱) اور کہیں گے، اسے ہم نے مان لیا اور ان کا ہاتھ کہاں پہنچ سکتا ہے اتنی دور سے۔ (۵۲)

لفظی تحقیق: **تَنَاوُشُ:** اُچک کر پکڑ لینا۔ اس کا مادہ (ن، و، ش) ہے، "نوش" کے معنی جھپٹنا، جھپٹ کر پکڑ لینا، نوچ لینا۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: دنیا میں یہ چاہے جتنی باتیں بنالیں حشر کے میدان میں ان کی کچھ نہ چل سکے گی، وہاں کا

ہولناک منظر دیکھ کر ان کے ہوش اڑ جائیں گے، گھبرا کر ادھر ادھر بھاگیں گے کہ کہیں پناہ کی جگہ ملے تو چھپ کر اپنی جان بچائیں، لیکن بچنے کی کوئی جگہ نہ ہوگی، بھاگ کر بچنا ناممکن ہوگا، ہمیں ان کے پکڑنے کیلئے کہیں دور جانا نہ پڑے گا، جہاں ہوں گے وہیں قریب کے فرشتے انہیں پکڑ لیں گے، اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور کہیں گے پیغمبر کی باتیں بالکل سچ تھیں اور ہم ان پر ایمان لاتے ہیں، لیکن اس وقت تو ایمان لانے کا موقع ہی جاچکا ہوگا اور دور نکل گیا ہوگا، اتنی دور سے وہ بھلا ایمان لانے کا موقعہ اب کیسے حاصل کر سکتے ہیں، ایمان کو اسی وقت لے لیتے جب دنیا میں تھے، اب اتنی دور سے وہ ان کے ہاتھ کیسے آسکتا ہے کیونکہ آخرت عملوں کے بدلے کی جگہ ہے نہ کہ عمل کرنے کی جگہ دنیا تھی۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا: اے مخاطب! اگر آپ اس وقت ان کی حالت کو دیکھیں جبکہ یہ گھبرا جائیں گے تو ان کو کہیں بھاگنے کا موقع نہیں ہوگا اور یہ قریبی مقام پر ہی پکڑ لئے جائیں گے، دنیا میں تو جرم کر کے بھاگ جانے کا امکان بھی ہوتا ہے، مجرم روپوش ہو جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی عدالت کے فیصلے کے وقت ان کے بھاگ جانے اور روپوش ہو جانے کا کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکے گا، بلکہ فوراً پکڑ میں آجائیں گے اور اپنے انجام کو پہنچیں گے۔

کُفر کا نتیجہ

وَّ قَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ يَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ

اور تحقیق انکار کرتے ہیں اس کا سے پہلے اس اور پھینکتے رہے تیر اٹکل سے سے جگہ

بَعِيْدٍ ۝۵۳ وَ حِيْلَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ

دور کی (۵۳) اور آڑ کردی گئی درمیان انکے اور درمیان اسکے جو تمنا کرتے تھے وہ جیسا کہ کیا گیا

بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِیْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝۵۴ ع ۶/۹ ۱۲

لوگوں ان جیسوں سے نے سے پہلے اس تحقیق وہ تھے میں شک جو مزید شک میں ڈالنے والا تھا (۵۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور دور سے غائبانہ تیر پھینکتے رہے۔ (۵۳) اور رکاوٹ کردی گئی ان کے اور اس چیز

کے درمیان جس کو یہ چاہتے تھے، جیسا کہ ان سے پہلے ان کے طریقہ والوں کیساتھ کیا گیا، بیشک وہ تر دد انگیز شک میں پڑے ہوئے تھے۔ (۵۴)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اس سے پہلے جب انہیں ایمان لانے کا بہت اچھا موقع حاصل تھا انہوں نے موقعہ سے فائدہ نہ حاصل کیا، اس وقت تو وہ ان سب باتوں کا جو ہمارے پیغمبروں نے انہیں بتائیں انکار کرتے رہے اور اپنے ہی اندازے اور اٹکل کی باتیں کرتے رہے، سچی بات کے قریب بھی نہ پھٹکے، دور دور ہی سے بغیر نشانہ دیکھے اندازے سے اِدھر اُدھر تیر پھینکتے رہے، وہ بھلا نشانے پر کیسے بیٹھتا، سیدھی بات یہ تھی کہ دنیا ہی میں یہ ہمارے پیغمبروں کی بات مان لیتے اور ایمان لے آتے، آخرت میں سب کچھ جب ہمارے پیغمبروں نے کہا تھا آنکھوں سے دیکھ لیا تو ماننے سے اور ایمان لانے سے اب کیا حاصل؟ اب کوئی فائدہ نہیں، اب مان لینے سے عذاب سے نجات نہیں مل سکتی، دنیا میں اب دوبارہ جانے کی خواہش بھی اب پوری نہیں ہوسکتی، عیش وآرام کی خواہشیں بھی اب فضول ہے، ان سب خواہشوں کے درمیان زبردست رکاوٹ پیدا کردی گئی ہے اور وہ ہے دنیا کا خاتمہ اور قیامت کا قائم ہونا، اب ان کیساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائے گا جو ان جیسا خیال کرنے والے پہلے لوگوں کیساتھ کیا گیا، وہ لوگ بھی پیغمبروں کی بتائی ہوئی باتوں میں ایسے ہی شک وشبہ نکالا کرتے تھے، ان کی بتائی ہوئی باتوں پر انہیں کبھی اطمینان نہ ہوا، جب انہیں سنتے تو ایسے بیکار شک اور اعتراض ان کے دل میں پیدا ہوتے کہ چین ہی نہ آتا، آخر ایمان سے محروم مرے اور سزا کے حق دار ٹھہرے، ایسا ہی ان کا بھی حشر ہوگا۔

سورۂ فاطر کا خلاصہ

پچھلی سورۃ کی طرح یہ بھی مکی سورت ہے، اس میں بھی زیادہ تر بنیادی عقیدوں کی سچائی کا ذکر ہے، توحید کی عقلی دلیلوں کے ذریعے مشرکوں کے ضمیر کو بیدار کیا گیا ہے کہ ذرا اپنے اردگرد دیکھو کہ کائنات کی لاکھوں،

کروڑوں چیزوں کو پیدا کرنے والا کون ہے اور تمام ضرورتوں کا مہیا کرنے والا کون ہے؟ غور کرو! اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطاء کرنا چاہے تو اسے روکنے والا کون ہے؟ اور اگر وہ روک دے تو تمہیں کون دے سکتا ہے؟ جب ہر چیز کا خالق و مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے تو پھر اس کے سوا معبود بھی کوئی نہیں، تم کدھر بھٹک رہے ہو اور پتھر کے بتوں کو اس کا شریک بنا رہے ہو۔

پیغمبری کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، پہلی قومیں بھی اسی طرح اپنے پیغمبروں کو جھٹلاتی رہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی ان کو سزا دی۔

قیامت کے آنے اور حساب کتاب کے متعلق اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ تم خود ہی سوچو کہ بھلے اور بُرے میں کوئی فرق ہونا چاہیئے یا نہیں، کیا دونوں کیساتھ ایک جیسا یا ہر ایک کو اس کی کارکردگی کے مطابق اس کا صلہ ملنا چاہیئے، معمولی عقل و فکر کا آدمی بھی کہے گا کہ نیک کیساتھ اچھا اور بُرے کیساتھ بُرا سلوک ہونا چاہیئے، یہی جزا و سزا کا قانون ہے جو اللہ تعالیٰ تمہیں بتلانا چاہتا ہے اور قیامت کا آنا اسی مقصد کیلئے ہے۔

اس سورت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور توحید قبول کرنے والوں کیلئے بڑی خوشخبریاں دی ہیں اور ان کو ملنے والے انعاموں کا ذکر کیا ہے، تاکہ ان کے دل مضبوط ہوں، اسی طرح نافرمان لوگوں کی سزا کا ذکر بھی کیا ہے کہ ان کے عذاب میں کمی نہیں ہوگی، وہ جہنم سے نکلنا چاہیں گے مگر ان کی درخواست قبول نہیں کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، زمین پر انسانوں کو بسایا اور ان کی ہدایت کیلئے پیغمبر بھیجے اور پیغمبروں کے پاس اپنے فرشتوں کو اپنا پیغام لانے والا بنا کر بھیجا اور ان کو آسمانوں اور زمین کے درمیان اُڑ کر جانے کی طاقت دی اور دو سے چار تک ان کے پَر بنائے اور جس طرح چاہا بہت کچھ بڑھا کر عطاء فرمایا، اس کی قوت سب سے بڑی ہے اور وہ سب کی حقیقت کو جانتا ہے، انسانوں کو چاہیئے کہ اس کی نعمتیں پہچانیں، اس کے سوا کوئی رزق دینے والا نہیں اور عبادت صرف اسی کی کرنی چاہیئے، انسانوں کو غفلت سے جگانے کیلئے ان کے پاس پیغمبر آئے، لیکن اکثر لوگوں نے انہیں جھوٹا سمجھا۔

لوگو! اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے، دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اس کو نہ بھول جانا، شیطان تمہارا دشمن ہے اس کا کہنا مانو گے تو تمہیں آگ کی طرف لیجایا جائے گا، بعض لوگ اپنے کاموں کو اچھا سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ بُرے ہیں، اللہ تعالیٰ پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دنیا میں پھیلی پڑی ہیں، اس کے آگے سب بے بس اور لاچار ہیں، ہر ایک اپنے اپنے کام کا ذمہ دار ہے، کوئی اپنے سوا کسی اور کا بوجھ نہ اٹھائے گا، بُرے عملوں کی سزا بعض اوقات دنیا میں بھی مل جاتی ہے، لیکن قیامت میں تو ضرور ملے گی، اس قرآن میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے، یہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔

اٰیاتھا – ۴۵ | سُوْرَۃُ فَاطِرٍ مَکِّیَّۃ | رکوعاتھا – ۵

سورۃ فاطر کی ہے، اس میں پینتالیس آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا
سارے خوبی واسطے اللہ کے ہے بنانے والا آسمانوں کا اور زمین کا کردینے والا فرشتوں کو پیغام بھیجنے والا

اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ
والے پروں دو دو اور تین تین اور چار چار بڑھادیتا ہے میں مخلوق جو چاہتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①
تحقیق اللہ اوپر ہر چیز کے قدرت رکھتا ہے(۱)

بامحاورہ ترجمہ: سب خوبی اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے آسمان اور زمین بنا کھڑے کیے، فرشتوں کو پیغام لانے والا ٹھہرایا جن کے پر ہیں دو دو اور تین تین اور چار چار، پیدائش میں جو چاہے بڑھا دیتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کے اوپر قدرت رکھتا ہے۔ (۱)

لفظی تحقیق: فَاطِرِ: بنانے والا۔ اسم فاعل ہے (ف، ط، ر) سے جس کے معنیٰ ایک چیز میں سے کوئی نئی چیز نکال دینا، بغیر نمونہ کے نئی چیز بنانا، ایجاد کرنا۔ اَجْنِحَةٍ: پر۔ "جَنَاحٌ" کی جمع ہے، اس کے معنیٰ پر اور بازو کے ہیں۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی میں ہیں؛ اس لئے اس کی حمد وثناء ہر وقت بیان کرتے رہا کرو، اس کی قدرت کا نمونہ دیکھنا ہو تو اوپر آنکھ اٹھا کر آسمان کو دیکھو، نیچے زمین پر نظر ڈالو، یہ سب اسی نے بنائے ہیں اور ان کے درمیان قسما قسم کی مخلوق پیدا کی ہیں، ان میں سے فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام پہنچانے کیلئے پیدا کیا ہے، وہ پیغمبروں کے پاس انسانوں کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتیں پہنچاتے ہیں اور بعض کا کام سارے عالم کا انتظام کرنا ہے اور وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حکموں کو اس کے پیغمبروں تک پہنچاتے ہیں، ان فرشتوں میں اڑنے کی طاقت ہے، کسی کے دو پر ہیں، کسی کے تین اور کسی کے چار، اللہ تعالیٰ جس مخلوق میں جو عضو چاہے بڑھا دے اور ان سے جو جو کام لینا ہو لے لے، سب کچھ اس کی قدرت میں ہے اور ہر چیز پر اسے پورا پورا اختیار ہے، جو چاہے کرے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔

یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ: مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: اس سے مخلوقات کی پیدائش میں ہر قسم کا اضافہ بھی مراد ہو سکتا ہے، مثلاً: انسان کو اللہ تعالیٰ نے تمام اعضاء عطاء فرمائے ہیں، جو عام طور پر ایک جیسے ہوتے ہیں، مگر بعض لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ اضافہ بھی فرما دیتا ہے، کسی کو بہت خوبصورت بنا دیا، اس کی آنکھوں، کانوں اور ناک کو بہترین انداز میں بنا دیتا ہے کہ وہ عام لوگوں سے زیادہ خوبصورت نظر آتا ہے، کسی کو سریلی آواز دے دی، کسی کو بہت زیادہ عقل مندی عطاء کر دی، کسی کے قد میں اضافہ اور کسی کی جسمانی قوت کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ

کر دیا، کسی کو تحریر و تقریر میں زیادہ صلاحیت عطاء کر دی، یہ سب اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں جن کی قدر کرنے چاہئے۔

اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو ہے

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا
جو کچھ　کھول دے　اللہ　لئے لوگوں کے　سے　رحمت　پس نہیں　کوئی روکنے والا　اسے　اور　جو کچھ

يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲
روک لے　پس نہیں کوئی　بھیجنے والا　اسے　سے　بعد اسکے　اور　وہی　زبردست　حکمت والا (۲)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ
اے　لوگو!　یاد کرو　نعمت　اللہ کی　اوپر اپنے

بامحاورہ ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ (اپنی) رحمت میں سے جو کچھ لوگوں پر کھول دے تو اس کا روکنے والا کوئی نہیں اور جو کچھ روک رکھے اس کے سوا اس کا کوئی پہنچانے والا نہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ (۲) اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسان یاد کرو۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اختیار کا کچھ اندازہ کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان اس آیت پر اور اس جیسی اور دوسری آیتوں پر پورے طور سے غور کرے، ورنہ اگر وہ اپنی ہی عقل چلائے گا تو بہت سی ٹھوکریں کھائے گا، کیونکہ انسان کی عقل بعض اوقات خواہشات سے مغلوب ہوجاتی ہے اور جب تک وہ قرآن کریم کی روشنی سے مدد نہ لے ٹھیک دیکھ بھال کر کام نہیں کرسکتی۔

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی رحمت سے کچھ دینا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا اور اگر وہی روک لے تو کوئی دے نہیں سکتا، قوت اور زور کا وہی مالک ہے اور یہ بھی وہی جانتا ہے کہ کس کو کیا دینا چاہئے، معلوم ہوا کہ

جس نے کسی اور میں دینے یا چھیننے کی طاقت مانی اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے کچھ یہ سمجھ کر نہ مانگنا چاہئے کہ اس میں واقعی دینے کی طاقت ہے اور نہ اس ڈر سے کسی کی خوشامد کرنی چاہئے کہ اگر یہ ناراض ہو گیا تو ہم سے یہ نعمت چھین لے گا۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر کی ہیں اور اس نے ضرورت کی ساری چیزیں تمہیں عطاء فرمائی ہیں۔

وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: اور اللہ تعالیٰ تمام قدرتوں کا مالک ہے، اس کے سامنے کوئی دوسری طاقت سر نہیں اٹھا سکتی وہ ہر چیز پر غالب ہے، اس کا ہر حکم حکمت پر مبنی ہے، وہ ساری مخلوق کا خالق ہے اور ہر ایک کی صلاحیت کو جانتا ہے، وہ مخلوق کے قول وفعل اور چھپے ارادوں کو بھی جانتا ہے، لہٰذا وہ بہتر سمجھتا ہے کہ کس مخلوق کو کتنا اور کب عطاء کرنا ہے اور کس کو کس وقت تک کسی چیز سے محروم رکھنا ہے، گویا اس کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرو جو اس نے تم پر کئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں جسمانی اور روحانی ہر قسم کے انعامات سے نوازا ہے، اگر تم ان احسانات کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ کے اتنے بے شمار انعامات ہیں، ذرا غور فرمائیں کہ ایک انسان چوبیس گھنٹے میں ایک لاکھ سے زیادہ سانس لیتا ہے اور ہر سانس کے ذریعے انسان کو دو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں، جب سانس اندر جاتا ہے تو انسان کا خون تروتازہ ہوتا ہے اور جب سانس باہر نکلتا ہے تو اس سے بخارات نکلتے ہیں جس کا نکلنا انسان کے حق میں مفید ہے، اندازہ لگائیں کہ دن رات میں کتنی نعمتیں میسر ہیں، اس کے علاوہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بیشمار ظاہری اور باطنی نعمتیں عطاء فرمائی ہیں، دیکھنے، سننے، چلنے، پھرنے، بولنے اور غور وفکر کرنے کی کتنی ہی نعمتیں ہیں کہ انسان ان سب کا شکر ادا نہیں کر سکتا، اسی لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اس کے بندے اگر اس کا تھوڑا سا شکر بھی ادا کریں تو وہ راضی ہو جاتا ہے، ورنہ کوئی شخص کسی نعمت کا شکر ادا کر ہی نہیں سکتا۔

رزق کون دیتا ہے؟

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ
کیا ہے کوئی پیدا کرنے والا سوا اللہ کے جو روزی دیتا ہے تمہیں سے آسمان اور زمین

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾ وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ
نہیں کوئی معبود مگر وہی پس کہاں اُلٹے پھرے جارہے ہو(۳) اور اگر جھوٹا کہیں آپ کو تو تحقیق جھٹلائے گئے

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴﴾
رسول سے پہلے آپ اور طرف اللہ کی لوٹائے جاتے ہیں سارے کام(۴)

بامحاورہ ترجمہ: کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تمہیں کوئی روزی دیتا ہے، آسمان سے اور زمین سے؟ کوئی معبود نہیں سوا اس کے، پھر کہاں اُلٹے پھرے جا رہے ہو؟ (۳) اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں (تو آپ غم نہ کریں) کیونکہ کتنے ہی پیغمبر آپ سے پہلے جھٹلائے گئے اور سب کام اللہ تعالیٰ تک پہنچتے ہیں۔ (۴)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو کچھ تمہیں مل رہا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل رہا ہے، کیا تم نہیں جانتے کہ پیدا کرنے والا وہی ہے اور رزق بھی وہی دیتا ہے، ہاں تمہارا دل اس بات کو خوب جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی نے پیدا کیا اور نہ کوئی رزق دیتا ہے، اسی خالق نے تمہیں پیدا کر کے تمہارے واسطے آسمان اور زمین دونوں سے رزق پہنچانے کا سامان مہیا کر دیا ہے، آسمان سے بارش ہوتی ہے تبھی تو زمین سے گھاس، غلّہ، سبزی، ترکاری وغیرہ سب کچھ پیدا ہوتا ہے، پھر یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں تو کس نے پیدا کیا ہے، یقین جانوں اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر یہ بھٹکنا کیسا کہ جانتے بوجھتے ہو کر نادان بن جاتے ہو اور سیدھے چلنے کے بجائے الٹے چلنے لگتے ہو۔

انسان کی غفلت اور نادانی ختم ہونے میں ہی نہیں آتی، اے ہمارے پیغمبر! اگر یہ آپ کو جھوٹا بتاتے ہیں تو

آپ غمگین نہ ہوں، آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کو جھٹلایا گیا ہے، ساری باتیں آخر ہمارے ہی سامنے پیش ہونے والی ہیں، ان کا یہ جھٹلانا بھی ہمارے سامنے پیش ہوگا اور ہم ہی ان کو اس کی سزا دیں گے۔

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ: کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے روزی پہنچاتا ہو، یقیناً کوئی نہیں، خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور ہر جاندار کو روزی بھی وہی پہنچاتا ہے، مگر انسان کس قدر نادان ہے کہ اس روزی کی خاطر اپنے ایمان کو برباد کرتا ہے، روزی کا اختیار تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو خالق ہے اور جسے ہندو، یہودی، عیسائی، مشرک، مجوسی، سب مانتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں بھی گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا روزی کا مالک کوئی نہیں؛ لہٰذا اسی کے ہاں رزق تلاش کرو، اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر ادا کرو (سورۃ العنکبوت: آیت۔۱۷)، ہر جاندار کے حالات کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق روزی کا دروازہ کھولتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں جو تمہارے لئے روزی کا سامان مہیا کر سکے تو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بھی کوئی نہیں ہے، تو پھر تم کدھر جاتے ہو، تمہیں تو یقین ہونا چاہئے کہ جس خالق نے پیدا کیا ہے تو روزی کا بندوبست بھی وہی کرتا ہے، سب اختیار اسی کے پاس ہیں اور وہی عبادت کے لائق ہے۔

دنیا اور شیطان

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ

اے　لوگو!　بیشک　وعدہ　اللہ کا　سچا ہے　پس نہ　دھوکے میں ڈال دے تمہیں　زندگی

الدُّنْيَا ۗ وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۞ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

دنیا کی　اور　نہ　دھوکہ دے تمہیں　ساتھ نام اللہ کے　دھوکہ باز　(۵)　بیشک　شیطان

لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ

تمہارا　دشمن ہے　پس مان لو اسے　دشمن

بامحاورہ ترجمہ:۔ اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے، سو! تم کو دنیا کی زندگی بہکا نہ دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام سے وہ دھوکہ باز دھوکہ نہ دے۔(۵) بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اسے دشمن سمجھو۔

تفسیر

بہت سے آدمیوں کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ہم مر کر دوبارہ جئیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عملوں کا حساب دینے کیلئے پیش ہوں گے، واقعی یہ بات خود بخود ہر آدمی کی سمجھ میں آنا مشکل ہے، لیکن پیغمبروں کے سمجھانے کے بعد تو سمجھ میں آجانا چاہئے تھا، اس کے بعد بھی اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کی وجہ سوا غرور کے اور کیا ہوسکتی ہے، یہی اس آیت میں سمجھایا جارہا ہے اور وہ بھی نہایت شفقت بھرے الفاظ میں اور ایسے سیدھے اور صاف انداز میں کہ مطلب کے سمجھنے میں ذرا سی بھی مشکل نہیں رہتی۔

ارشاد ہے کہ: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا وعدہ فرمایا ہے وہ ہوکر رہیں گی، ان کے ٹل جانے کا شبہ نہیں ہوسکتا، دیکھو! ایسا نہ ہونے پائے کہ دنیا کی زندگی کی ظاہری چمک دمک تمہیں دھوکہ میں ڈال دے اور تم اسی کو سب کچھ سمجھنے لگو، "فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا" پس یہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے، گویا تمہارے پیچھے ایک دھوکہ باز شیطان بھی پڑا ہوا ہے اور وہ تمہیں دنیا ہی میں پھنسا کر رکھنا چاہتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ: اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے، اللہ تعالیٰ نے قیامت کے آنے اور عملوں کے بدلے کا جو وعدہ لوگوں سے کیساتھ کیا ہے وہ پورا ہوکر رہے گا، قیامت ضرور آئے گی اور ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوکر اپنے عملوں کا جواب دینا ہوگا۔

اس دنیا کی زندگی ظاہری عیش و آرام اور اس کی رنگینیاں گمراہی کا سبب ہیں، اس میں الجھ کر آخرت نہ بھلا بیٹھنا، یہ زندگی تو اللہ تعالیٰ نے آزمائش کیلئے دی ہے کہ انسان یہاں آکر کیسے عمل انجام دیتا ہے۔

شیطان کا مقصد

اِنَّمَا يَدۡعُوۡا حِزۡبَهٗ لِيَكُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِؕ ۝۶ اَلَّذِيۡنَ

سوا اسکے کچھ نہیں کہ وہ بلاتا ہے گروہ اپنے کو تاکہ ہو جائیں وہ سے والوں دوزخ (۶) جو لوگ

كَفَرُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کافر ہوئے لئے انکے عذاب سخت ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے اچھے

لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ اَجۡرٌ كَبِيۡرٌ ۝۷

لئے انکے بخشش اور اجر بڑا ہے (۷)

ع ۱ ۱۳

بامحاورہ ترجمہ:۔وہ تو اپنے گروہ کو اسی لئے بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں سے ہوں۔(۶) جو لوگ کافر ہوئے ان کیلئے سخت عذاب ہے اور جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔(۷)

تفسیر

اس سے پہلی آیتوں میں دنیا کی نمائشی چیزوں سے پرہیز کرنے اور شیطان سے بچنے کی ترغیب دی گئی، یہ دونوں چیزیں انسان کو صحیح بات قبول کرنے سے روکتی ہیں، جس کا دل دنیا میں لگ گیا اس پر شیطان کا داؤ آسانی سے چل جاتا ہے، وہ ظالم اللہ تعالیٰ کے نام کو بھی بہکانے کا ذریعہ بنانے سے نہیں چوکتا، مثلاً: کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا غفور الرحیم ہے، انسان کو گناہ سے بچنے کیلئے خواہشوں کو دبا کر رکھنے کی کیا ضرورت ہے، بے فکر ہو کر خوب مزے اڑاؤ اس کے بعد توبہ کر لینا، اللہ تعالیٰ تو توبہ کرنے والوں کو بخش ہی دیتا ہے، پھر اس قدر ڈرنے کی کیا ضرورت ہے، غرض شیطان کی چالوں سے بچنا آسان نہیں، اچھے اچھے اس کے بہکاوے میں آ کر راہ سے بھٹک جاتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ: اچھی طرح سمجھ لو کی اس کا کام سوا اس کے کچھ نہیں کہ اپنے ماننے والوں کی ایک جماعت تیار کرے اور پھر ان کو گناہوں کی تاریک گلیوں سے گزار کر دوزخ کے کنارے لیجا کر کھڑا کر دے اور اس کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دے۔

دیکھو! عقل سے کام لو، ہمارا وعدہ ہے کہ جو ہم پر اور ہمارے پیغمبر پر ایمان لا کر اچھے کام کرے گا اسے ہم دنیا اور آخرت میں انعامات سے مالا مال کر دیں گے، ان کی خطائیں بخش دیں گے اور انہیں دنیا میں ہمارے ڈر سے پرہیزگار بن کر رہنے کا بڑا زبردست اجر دیں گے، لیکن جن لوگوں نے دنیا میں کفر کیا ان کیلئے سخت دکھ دینے والا عذاب تیار ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین

بُرے اور بھلے لوگ

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ

کیا پس وہ کہ سجا دیئے گئے لئے اسکے بُرے کام اس کے پھر دیکھنے لگا وہ انہیں اچھا کیونکہ بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ

جسے چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہے جسے چاہتا ہے پس نہ جاتی رہے جان آپ کی پر ان

حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۸

حسرتیں کرتے کرتے بیشک اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں (۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ بھلا ایک شخص جسے اس کے کام بُرے کاموں کو اچھا کر کے دکھایا گیا پھر بھی اس نے اس کو اچھا جانا (رویت افعال قلوب میں سے اس کا معنیٰ علم ہے) اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت کرتا ہے، سو! آپ کی جان ان پر پچھتا پچھتا کر نہ جاتی رہے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ (۸)

تفسیر

اس سے پہلے لوگوں کو تنبیہ کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، تمہیں چاہئے کہ اس پر یقین کرو اور دنیا کی چمک دمک میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کو نہ بھولو، شیطان تمہاری گھات میں ہے اس کے دھوکے میں نہ آنا، اس کا مقصد تو بس یہی ہے کہ جتنے آدمی اسے ملیں ان سب کو سمیٹ کر دوزخ میں لیجا کر جھونک دے، اس آیت میں ارشاد ہے کہ: اس دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ یہاں اچھے بھی رہیں گے اور بُرے بھی، جو شیطان کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں گمراہ کر دیتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرماتا ہے، شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ بُرے کاموں کو اپنی جعل سازی سے ان کی نظروں میں اچھا کر کے دکھائے، جو اس کے فریب میں آجاتے ہیں اُنہیں بُرے کام خوبصورت نظر آنے لگتے ہیں، بس! یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے قاعدے کے مطابق سیدھے راستہ سے دور جا پڑتے ہیں لیکن کیا یہ ان کے برابر ہو سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بُرائیوں سے بچایا، جب حالت یہ ٹھہری تو اب اے پیغمبر! ان گمراہوں کے غم میں اپنی جان نہ گھلاؤ، اپنی زبان اور اپنے عمل سے سیدھا راستہ ان کے سامنے کھول کر بیان کر دیں، پھر اگر یہ نہ مانیں تو یہ جانیں، اللہ تعالیٰ ان کے ذرّہ ذرّہ کام کو جانتا ہے اور اپنے وعدے کے مطابق بُروں کو سزا اور اچھوں کو نیک بدلہ ملے گا۔

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ: ایک طرف وہ شخص ہے جس کا بُرا عمل اسے اچھا کر کے دکھایا گیا ہے، یہ شیطان کا کام ہے جو دلوں میں وسوسہ ڈال کر رسم ورواج اور بدعتوں کو اپنے سامنے والے کی نظروں میں اچھا کر کے دکھاتا ہے اور یقین کراتا ہے کہ تم یہ بہت اچھا کام کر رہے ہو، بڑا نیکی کا کام ہے اسے جاری رکھو۔

"سورۃ الانعام" میں اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ: جب انہیں ان کی بدعملیوں کی وجہ سے پکڑا تو انہوں نے کیوں نہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کیا، بلکہ ان کے دل اور زیادہ سخت ہو گئے۔ (آیت ۴۳)، اور شیطان نے ان کے بُرے عملوں کو اچھا کر کے دکھایا؛ لہٰذا انہوں نے توبہ نہ کی، پھر اچانک اللہ تعالیٰ کی پکڑ آئی اور ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی۔

جس شخص کی نظر میں بُرے عمل اچھے ہیں کیا وہ شخص اس کے برابر ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیکی اور بُرائی میں فرق کرتا ہے، نیکی کو اختیار کرتا ہے اور بُرائی سے بچتا ہے، یقینی بات ہے کہ یہ دونوں شخص برابر نہیں ہوسکتے، ایک ہے جو شیطان کی پیروی کر رہا ہے اور بدبختی کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے اور دوسرا نیکی کو اپنا کر نیک بختی کے راستے پر چل رہا ہے، یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ: اللہ تعالیٰ نے گمراہی اور ہدایت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کے راستے پر ڈال دیتا ہے، ہدایت اور گمراہی دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، جو شخص ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے توحید کا انکار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ پکڑ کر ہدایت کی طرف نہیں لاتا، بلکہ فرمایا: جدھر وہ جانا چاہتا ہے ہم اسی طرف اس کا رُخ کردیتے ہیں۔ (سورۃ النساء: آیت۔ ۱۱۵)، اور پھر بالآخر وہ دوزخ میں پہنچ جاتا ہے برخلاف اس کے جس شخص میں صلاحیت موجود ہوتی ہے اور جو حق کی تلاش میں کوشش کرتا ہے ہم اسے ہدایت کا راستہ دکھادیتے ہیں اور جن کو ہدایت کی خواہش ہی نہیں ہوگی انہیں سیدھا راستہ نہیں مل سکتا، "سورۃ المائدہ" میں ہے: اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نصیب نہیں کرتا جو بُرائی کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ (سورۃ المائدہ: آیت۔ ۱۰۸)

اللہ تعالیٰ کی قدرت

وَ اللّٰهُ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ

اور اللہ ہی ہے جس نے چلائیں ہوائیں پس اٹھاتی ہیں وہ بادل پھر ہانکا ہم نے اسے طرف علاقے

مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿۹﴾ مَنْ

مردہ کے پھر زندہ کیا ہم نے سے اس زمین کو بعد مرجانے اسکے اسی طرح ہے مرکر جینا (۹) جو

كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ

ہو چاہتا عزت پس ہے واسطے اللہ کے عزت ساری

بامحاورہ ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ہوائیں چلائیں پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم نے اس کو ایک مردہ (بنجر) زمین کی طرف ہانکا پھر اس سے زمین کے اس مرجانے (بنجر ہوجانے) کے بعد زندہ کردیا، اسی طرح ہوگا جی اٹھنا۔ (۹) جو کوئی عزت چاہے تو سب عزت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (اللہ تعالیٰ سے اس کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے اپنے عمل اور زبان سے اس کی فرمانبرداری اختیار کرے)۔

تفسیر

سنو! اللہ تعالیٰ کا پہچاننا کچھ مشکل نہیں، جب زمین گرمی کی شدت سے سوکھ جاتی ہے اور ہر طرف خاک اڑنے لگتی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جو خشک اور مردہ زمین کی طرف پانی سے بھرے بادل ہنکا کر لیجاتا ہے، بارش ہوتی ہے اور مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے، کیا کوئی اور ایسا کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! تمہاری عقل کہاں گئی؟ تم مردہ زمین کو زندہ ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو، پھر بھی نہیں مانتے کہ اسی طرح تم بھی مرکر دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے، اپنا بھلا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کو مانو، اس کی قدرت کو پہچانو، تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور جگہ اپنی عزت تلاش کرتے پھرو اور یہ واقعہ ہے کہ عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہی جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ: جو شخص عزت چاہتا ہے تو یاد رکھو! عزت تو ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، مطلب یہ ہے کہ مخلوق ہوکر یہ لوگ بڑے عزت والے بنے پھرتے ہیں، اپنے حسب نسب، مال و دولت پر فخر کرتے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عزت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، سورۃ مریم میں فرمایا: مشرکوں اور کافروں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے معبود بنا رکھے ہیں، ان کی پرستش کرتے ہیں تا کہ ان کو عزت، وقار اور غلبہ حاصل ہو۔ (آیت۔۸۱)، مگر انہیں جان لینا چاہئے جو لوگ کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں تو کیا وہ ان کے ہاں عزت تلاش کرتے ہیں؟ حقیقت تو یہ ہے کہ عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ (سورۃ النساء: آیت۔۱۳۹)، وہ کہاں بھٹکے پھرتے ہیں جھوٹے خداؤں کی پرستش اور غلط رسموں پر چلنے سے عزت

حاصل نہیں ہوتی، وہ غلط راستے پر چل رہے ہیں۔

عزت کیسے ملتی ہے

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَ

طرف اسکی بلند ہوتا ہے کلام پاک صاف اور کام نیک اٹھاتا ہے اسے اور

الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ

جولوگ تدبیریں کرتے ہیں بری لئے انکے عذاب ہے سخت اور تدبیر ان کی

هُوَ يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾

وہی بیکار جائیں گی (۱۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پاک کلام اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے اور نیک کام اس کو اٹھاتا ہے اور جو لوگ بُری تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اور ان کی تدبیریں بیکار جائیں گی۔ (۱۰)

تفسیر

مکہ میں مسلمانوں کو کافروں نے دبا رکھا تھا، ابتداء میں ان کی تعداد کم تھی اور کافر انہیں ستاتے تھے، انہیں تسلی دی گئی کہ عزت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنا کہنا ماننے والے بندوں کو غلبہ اور عزت عطاء فرمائے گا، اسلام میں داخل ہونے والے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر، دعا اور نیک باتیں منہ سے نکالتے ہیں یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتی ہیں اور ان کیساتھ ان کے نیک کام اور بھی تیزی کیساتھ اوپر چڑھتے ہیں، ان کی بدولت اسلام والے کافروں پر غالب آجائیں گے۔

مسلمانوں! صبر سے کام لو، زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے رہو، قرآن شریف پڑھتے رہو، نیک کاموں میں لگے رہو، یہ تمہاری صاف ستھری باتیں اور نیک کام اونچے چڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں جا کر جمع ہو رہے

ہیں، جب اس حد تک پہنچ جائیں گے جو اثر ظاہر ہونے کیلئے مقرر ہے تو یقیناً اپنا اثر دکھائیں گے، یہ تمہارے مخالف جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور رات دن تمہیں بُرائی پہنچانے کی تدبیریں سوچتے رہتے ہیں وہ بڑے دکھ اور بے چینی میں مبتلا ہیں اور ان کی ساری تدبیریں اور داؤ پیچ بیکار ہو جائیں گے اور یہ لڑائی میں شکست کھا کر ہمیشہ کیلئے پست ہو جائیں گے، چنانچہ بدر کے دن ایسا ہی ہوا۔

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ: اس کا پاک کلام اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے اور انسان کا نیک عمل اسے اور بھی بلند کرتا ہے، غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میں عزت کا مقام اس شخص کو حاصل ہوگا، جس کا عقیدہ درست ہوگا، مفسرین کرام فرماتے ہیں: کلمہ طیبہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذکر، دعا، قرآن کریم کی تلاوت، وعظ و نصیحت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ہر وہ نیک بات ہے جو لوگوں کیلئے دنیا اور دین میں مفید ہو، کوئی شخص جو بھی نیکی کا کلمہ زبان سے ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے اور انسان کا نیک عمل اس کلمہ کو اور بھی بلند کرتا ہے، گویا ہر نیک بات کیساتھ نیک عمل بھی ہو تو ایسے کلمہ کو اور بھی طاقت حاصل ہوگی، اگرچہ نیک بات کا قبول ہونا بالکل پکا ہے اگر ساتھ نیک عمل بھی ہو تو وہ سونے پہ سہاگہ ہوگا۔

وَ الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ: جو لوگ بُرائیاں کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان کیلئے تدبیریں سوچتے ہیں، پروگرام بناتے ہیں، ان کیلئے سخت عذاب تیار کیا گیا ہے، بعض اوقات ظالموں کو دنیا میں اللہ تعالیٰ لمبے عرصے تک مہلت دیتا رہتا ہے اور وہ سزا سے بچتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں ان کو مہلت دیتا ہوں اور میری تدبیر ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے۔ (سورۃ الاعراف: آیت۔ ۱۸۳)، "سورۃ الانفال" میں فرمایا: کافر، مشرک اور منکر بھی تدبیر کرتے ہیں، اور اُدھر اللہ تعالیٰ بھی تدبیر کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہی بہترین تدبیر ثابت ہوتی ہے اور وہی کامیاب ہوتی ہے۔ (سورۃ الانفال: آیت۔ ۳۰)، مگر یاد رکھو! ان لوگوں کی مکاری تباہ و برباد ہو کر رہے گی، ان کا داؤ پیچ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، مشرکوں نے دار الندوہ میں جمع ہو کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے ناکام بنا دیا۔

آگے اسی سورۃ میں بھی آرہا ہے، جو شخص کسی دوسرے کے بارے میں غلط تدبیریں سوچتا ہے وہ خود اسی

شخص کو گھیر لیتی ہیں۔ (آیت: ۴۳)، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بھی ہے کہ: جو آدمی اپنے بھائی کیلئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود ہی اس میں گرتا ہے، غرضیکہ مخالفین حق کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں مگر بالآخر یہ خود ہی ذلیل وخوار ہوتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، اس میں تسلی کا مضمون بھی آ گیا ہے۔

قُدرت کا ظہور

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ

اور اللہ نے پیدا کیا تم کو سے مٹی پھر سے نطفہ پھر بنایا تمہیں

اَزْوَاجًا ؕ وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَ مَا

جوڑے جوڑے اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی مادہ اور نہ جنتی ہے مگر سے علم اسکے اور نہیں

يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ

عمر پاتا کوئی بڑی عمر والا اور نہ گھٹتا ہے کچھ سے عمر اسکی مگر میں ہے کتاب تحقیق

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾

یہ پر اللہ آسان ہے (۱۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پھر پانی کے قطرے (نطفے) سے پیدا کیا، پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا اور کسی مادہ کو جو حمل ٹھہرتا ہے یا وہ بچہ جنتی ہے، سب اس کے علم میں ہے اور جو کوئی بڑی عمر پاتا ہے یا کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے وہ سب کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھا ہوا ہے، بیشک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ (۱۱)

تفسیر

پہلی آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو عزت اور ذلت کا مالک سمجھنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس کو مانا جائے، اس آیت میں ارشاد ہے کہ: اگر اصلی اور سچے واقعات پر غور کرو تو اللہ تعالیٰ کا ماننا بالکل آسان ہے، کیونکہ

یہ سوال انسان کے سامنے سب سے پہلے آتا ہے کہ انسان کو کس نے پیدا کیا؟ اس کا جواب سوا اس کے کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، پہلے مٹی کے اجزاء جمع ہوئے جن سے مل کر اس کا بدن بنا تھا، پھر ان اجزاء کو نطفہ میں جمع کر دیا گیا اور پھر نر و مادہ کے جوڑے بنا دیئے گئے، نطفہ مادہ کے پیٹ میں پرورش پاتا ہے اور جب وہاں پرورش کی مدت پوری ہو جاتی ہے تو بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آ کر پرورش پاتا ہے لیکن کسی کو یہیں تک سمجھ کر ٹھہر نہ جانا چاہئے، سب کچھ آپ ہی آپ نہیں ہو جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکم سے ہوتا ہے، وہ حاملہ کے حمل کا سارا حال جانتا ہے، اسی کو معلوم ہے کہ وہ حمل نر ہے یا مادہ، پھر اس کی پرورش اسی کے علم کے مطابق ہوتی ہے، ماں باپ کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ بچہ پیٹ میں کس طرح بن رہا ہے اور اس کی ماں کب جنے گی اور جننے کے بعد اس کی پرورش کیسے ہوگی؟ اس کی عمر کتنی ہوگی، اور اس کے جسم کے بڑھنے گھٹنے کے ذریعے کیا ہوں گے، یہ سب کچھ ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے جسے "لوحِ محفوظ" کہتے ہیں، یہ سارا کام اللہ تعالیٰ کیلئے آسان ہے، کسی اور کے بس کا نہیں کہ یہ باتیں کر سکے اور نہ کوئی یہ جانتا ہے یہ کیسے ہوتی ہیں؟

ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا: پھر تمہیں جوڑے جوڑے بنا دیا، مرد اور عورت کا جوڑا بنا دیا، پھر اُن کے ملاپ سے انسانی نسل کے باقی رہنے کا ذریعہ بنایا، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے جو کوئی مادہ اپنے پیٹ میں حمل اٹھاتی ہے یا اسے جنتی ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اسی طریقہ سے جس کسی کو جو عمر دی جاتی ہے اور جو اس میں سے گھٹائی جاتی ہے وہ کتاب میں لکھی ہوئی ہے، مطلب یہ کہ جب انسان اس دنیا میں آ جاتا ہے تو پھر وہ کتنی عمر پاتا ہے، چھوٹی عمر میں فوت ہو جاتا ہے یا لمبی عمر پاتا ہے، اس کی زندگی میں کیا کیا تبدیلیاں آنی ہیں بیماری، تندرستی، دولت مندی، ہر چیز کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی کتاب لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

قدرت کا نظارہ

وَ مَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَ

اور نہیں　برابر ہیں　دو سمندر　یہ　میٹھا　پیاس بجھاتا　خوشگوار　پینا اس کا　اور

هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَ مِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْنَ
یہ کھارا کڑوا اور میں سے ہرایک کھاتے ہوتم گوشت تازہ اور نکالتے ہوتم

حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا
زیور کہ پہنتے ہوتم اسے اور دیکھیں آپ جہاز میں اس پانی پھاڑتے تاکہ تلاش کرو تم

مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾
فضل اس کا اور تاکہ تم شکر کرو (۱۲)

بامحاورہ ترجمہ: ۔اور برابر نہیں دو سمندر، یہ میٹھا پیاس بجھاتا ہے، خوشگوار ہے اور یہ کھارا کڑوا سینہ جلانے والا ہے، اور تم ہر ایک میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور (مونگا موتی) نکالتے ہو، جسے پہنتے ہو اور آپ اس میں جہازوں کو دیکھیں کہ چلتے ہیں پانی کو پھاڑتے ہوئے، تاکہ تم اس کا فضل (روزی) تلاش کرو اور اس کا شکر کرو۔ (۱۲)

لفظی تحقیق: سَائِغٌ: خوشگوار۔ اسم فاعل ہے (س،و،غ) سے "سَوْغٌ" کے معنیٰ حلق میں آسانی سے اتر جانا، گلے میں ذرا نہ پھنسنا۔

تفسیر

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کا ذکر تھا اس آیت میں اس کی قدرت کے کاموں کا ذکر ہے، ارشاد ہے کہ: دنیا میں ہر قسم کی چیزیں پھیلی پڑی ہیں، جن کی خاصیتیں ایک دوسرے سے الگ ہیں، ایک طرف ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے دریا موجیں مار رہے ہیں دوسری طرف کڑوے پانی کا سمندر پھیلا ہوا ہے، ہر ایک اپنی اپنی جگہ کام کر رہے ہیں، ان دونوں سے تازہ بہ تازہ مچھلیاں تمہارے ہاتھ لگتی ہیں، اس آیت میں مچھلی کو گوشت کہا گیا ہے، اس میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ مچھلی خود بخود حلال گوشت ہے، اس کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں، بخلاف زمینی جانوروں کے جب تک ان کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح نہ کیا جائے وہ حلال نہیں۔

اور سمندر سے سیپ، موتی، مونگے وغیرہ نکلتے ہیں، جنہیں تم زیور کے طور پر استعمال کرتے ہو، ان ہی میں کشتیاں اور بڑے بڑے جہاز پانی کو پھاڑتے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اِدھر سے اُدھر تجارتی سامان پہنچا دیتے ہیں، جس سے تمہیں بڑے فائدے پہنچتے ہیں، تمہیں ان مفید چیزوں کیلئے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہئے اور اسے پہچان کر اس کی عبادت میں مشغول ہوجانا چاہئے، یہ کیا اندھیر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدے اٹھاتے ہو لیکن اس کا شکرادا نہیں کرتے۔

وَمَا يَسْتَوِى الْبَحْرٰنِ: دوسمندر یادریا برابر نہیں، کیونکہ ایک میٹھا ہے اور پیاس کو بجھانے والا ہے اور اس کا پانی خوشگوار ہے، جبکہ یہ دوسرا کھارا کڑوا ہے، اس کا حلق سے اترنے والا ایک گھونٹ سینے کو جلاتا ہے، جس طرح یہ دو پانی ایک جیسے نہیں، ایک نہایت مفید ہے اور دوسرا سخت تکلیف دہ ہے، اسی طرح کفر اور اسلام بھی برابر نہیں ہیں، ایمان کمال درجے کی حقیقت ہے، اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو پاکیزہ اور ہمیشہ کی زندگی کی خوشخبری سنائی ہے، جبکہ کافروں کیلئے ہمیشہ کی سزا کی خبر سنائی ہے، لہٰذا یہ دونوں آپس میں برابر نہیں ہوسکتے۔

اللہ تعالیٰ نے میٹھے اور کھارے پانیوں کا ذکر کرنے کے بعد ان کے فائدوں کا ذکر کیا ہے، جو انسانوں کو دونوں قسموں کے پانی سے حاصل ہوتے ہیں، فرمایا: تم ہر قسم کے پانی سے تازہ گوشت کھاتے ہو، اس سے مراد مچھلی ہے جو میٹھے اور کھارے ہر قسم کے پانی میں پائی جاتی ہے، لوگ اسے پکڑ کر اس کا گوشت خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں، مچھلی کا گوشت نہایت لذیذ اور طاقتور غذا ہے، اس میں پروٹین بہت زیادہ ہوتے ہیں، خشکی کے جانوروں کو تو پکڑنے کے بعد ذبح کرکے اس کا گوشت استعمال کیا جاتا ہے مگر مچھلی کو ذبح کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، دنیا کے لاکھوں انسانوں کی روزی کا دارومدار مچھلی کے شکار پر ہے، ساحل سمندر پر رہنے والے لوگ عام طور پر مچھلی کا کاروبار کرتے ہیں، سمندروں اور دریاؤں کے علاوہ مصنوعی طور پر جوہڑوں اور تالابوں میں بھی مچھلی پالی جاتی ہے جو لوگوں کی خوراک کا حصہ بنتی ہے۔

وَتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً: ان سمندروں سے پہننے کے زیور بھی نکالتے ہو، زیورات سے مراد موتی اور مونگا ہیں، جن کے ہار بنا کر پہنے جاتے ہیں، سونے چاندی کے زیورات مردوں کیلئے تو جائز نہیں البتہ موتیوں کے ہار

مرد بھی پہن سکتے ہیں، یہاں بھی اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس طرح لوگ میٹھے اور کھارے ہر دو سمندروں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اسی طرح اسلام کی تقویت مسلمانوں کے ذریعے ہے، انہیں کافروں کی طرف سے جزیہ اور خراج کی صورت میں فائدہ حاصل ہوتا ہے، اس طرح بالواسطہ کافر بھی مسلمانوں کی بہتری کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

وَ تَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ: اور تم کشتی کو دیکھتے ہو کہ سمندروں کو چیرتی پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں، پہلے زمانے میں ہوا کے زور سے چلنے والی کشتیاں ہوتی تھیں جو چھوٹے پیمانے پر سامان لانے لیجانے میں کام دیتی تھیں، مگر اب سائنسی دور میں لاکھوں ٹن وزنی جہاز بن چکے ہیں جو نہ صرف مسافروں کو سفر کی سہولت پہنچاتے ہیں بلکہ لاکھوں ٹن وزنی سامان بھی ایک ملک سے دوسرے ملک تک لیجاتے ہیں، سامان کی بین الاقوامی نقل وحمل میں بحری جہاز بڑا مفید کردار ادا کر رہے ہیں، ان کے بغیر سامان کو ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک لیجانا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ: تا کہ تم اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، سمندری جہاز بین الاقوامی تجارت، یعنی: روزی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ احسان بھی جتلا دیا کہ اس نے کشتی کے ذریعے تمہارے لئے روزی کا سامان پہنچانا آسان کر دیا، اتنی بڑی نعمت پا کر تمہیں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ جس نے سمندروں اور دریاؤں کو تمہارے کاموں میں لگا دیا اور تم اس سے فائدہ اٹھاتے ہو۔

جہان کا بندوبست

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ
داخل کرتا ہے — رات کو — میں — دن — اور — داخل کرتا ہے — دن کو — میں — رات — اور — کام میں لگا دیا ہے

الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ
سورج — اور — چاند کو — ہر ایک — چلتا رہے گا — ایک وقت — مقرر تک — یہ ہے — اللہ

رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ
رب تمہارا — اسی کی — بادشاہی ہے — اور — جنہیں — پکارتے ہو تم — سے — سوا اس کے — نہیں — وہ مالک

مِنْ قِطْمِيْرٍ ⑬

کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی (۱۳)

با محاورہ ترجمہ: ۔رات کو داخل کرتا ہے دن میں اور دن کو داخل کرتا ہے رات میں، اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا، ہر ایک مقرر وعدہ تک چلتا رہے گا، یہ تمہارا رب ہے بادشاہی اسی کی ہے، اور جنہیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے بھی مالک نہیں۔(۱۳)

لفظی تحقیق: قِطْمِيْرٍ: چھلکا۔ کھجور کی گھٹلی پر ایک پتلی سی جھلّی لپٹی ہوئی ہوتی ہے جس کی کوئی اہمیت نہیں، اسے "قِطْمِيْرٍ" کہتے ہیں اور اسی لئے ہر بے اہمیت چیز کو "قِطْمِيْرٍ" کہتے ہیں۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: تم نے اس پر بھی غور کیا کہ کبھی دن بڑھ جاتا ہے اور رات گھٹ جاتی ہے، کبھی رات بڑھ جاتی ہے اور دن گھٹ جاتا ہے اور درمیان میں کچھ دنوں کیلئے برابر بھی ہوجاتے ہیں، دن اور رات کی تبدیلی کے علاوہ موسم بھی بدلتے رہتے ہیں اور پھر موسم کے مطابق مختلف پھل، سبزیاں اور اناج پیدا ہوتا ہے جو انسانوں کی خوراک بنتا ہے، سورج اور چاند اپنے اپنے کام میں برابر لگے ہوئے ہیں، بال برابر بھی اپنے کام میں کوتاہی نہیں کرتے، یہ کام کس کی تدبیر سے ہوتے ہیں، کبھی تم نے اسے سوچا بھی ہے؟ سنو! یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے، اس نے ہر چیز کا کام مقرر کر دیا ہے اور اس کیلئے وقت بھی اسی نے مقرر کئے ہیں، جس چیز کا وقت آجائے گا وہ کام اس وقت میں ہو کر رہے گا، اسی سے اس بات کو بھی سمجھ لو کہ اگرچہ اس وقت بظاہر کفر کا غلبہ ہے لیکن جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ اسلام غالب آجائے گا اور کفر ہار جائے گا، یہ چیزیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پوج رہے ہو ان میں سے کوئی کھجور کی گھٹلی کے اوپر کی جھلی کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں، یہ سب محتاج ہیں، ان کے پاس کیا رکھا ہے جو ان کی خوشامد میں لگے ہوئے ہو۔

جھوٹے معبود

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا

اگر پکارو تم انہیں تو نہ سنیں پکار تمہاری اور اگر سُن بھی لیں تو نہ جواب دیں

لَكُمْ ؕ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَ لَا يُنَبِّئُكَ

تمہیں اور دن قیامت کے انکار کریں گے شرک تمہارے کا اور نہ بتلائے گا کوئی

مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ ع ۲ ۱۴

مانند خبر رکھنے والے کے (۱۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اگر تم انہیں پکارو تو تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر سنیں تو تمہاری مدد کو نہ پہنچ سکیں اور قیامت کے دن تمہارے شریک ٹھہرانے سے منکر ہوں گے اور کوئی نہ بتلائے گا تجھے جیسا خبر دینے والا (اللہ) بتائے گا۔ (۱۴)

تفسیر

اس آیت میں خبردار کیا گیا ہے کہ ان میں سے بعض تو سننے کی طاقت ہی نہیں رکھتے اور بعض رکھتے ہیں تو ان کے بس میں کچھ کرنا کرانا نہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے پوجنے والوں سے کہہ دیں گے کہ ہم تمہارے معبود کیسے بن سکتے تھے، تم گمراہی میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کو کیوں چھوڑ بیٹھے؟ اور کفر و شرک میں کیوں مبتلا ہوئے؟ اس لئے ان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ دنیا ہی میں اس حقیقت کو سمجھ لو کہ یہ تمہارے گھڑے ہوئے معبود لاکھ پکارو ایک نہیں سنتے اور سن بھی لیں تو تمہارا سوال پورا نہیں کر سکتے، ان میں اس کی طاقت ہی نہیں۔

قیامت کے دن یہ صاف کہہ دیں گے کہ ہم ان کے ہرگز معبود نہیں، یہ تو اپنے خواہش کے پجاری ہیں ہمیں ان سے کیا غرض، یہ جانے اور ان کا کام، اس وقت اے کافرو اور مشرکو! تمہاری حسرت کا کچھ ٹھکانہ نہ ہوگا، یہ باتیں تمہیں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کے ذریعے بتا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر بات کا جاننے والا ہے، اصل بات سوا

پورے واقف کار کے اور کوئی نہیں بتا سکتا، یعنی: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا۔

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ : اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو سن بھی نہیں سکتے، ظاہر ہے کہ وہ تو لکڑی یا پتھر کے بے جان بُت ہیں، وہ تمہاری پکار کو کیسے سُنیں گے؟ اور اگر بالفرض تمہاری بات کو سُن بھی لیں تو وہ تمہیں جواب تک نہیں دیں گے، وہ تو بے جان ہیں اور بولنے سے محروم ہیں، وہ تمہیں کیسے جواب دیں گے؟ اگر تم جاندار چیزوں مثلاً: فرشتوں، جنوں، پیغمبروں، ولیوں یا کسی اور زندہ کو پکارتے ہو تو وہ تمہاری بات سن کر بھی تمہاری مدد نہیں کر سکتے، یہ لوگ تمہاری مدد کرنے کے بجائے قیامت والے دن تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے، جب اللہ تعالیٰ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم نے ان کو کہا تھا کہ یہ لوگ تمہاری عبادت کریں؟ تمہارے سامنے نذر و نیاز پیش کریں اور تم سے اپنی حاجتیں مانگیں؟ تو سب انکار کر دیں گے کہ اے اللہ! ہم نے ان سے نہیں کہا تھا کہ ہمارے بعد ہمیں اپنا معبود بنا لینا، ہم تو خود آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور انہیں بھی یہی کہتے رہے کہ جو کچھ مانگنا ہو اللہ تعالیٰ سے مانگو مگر یہ لوگ شیطان کے بہکاوے میں آگئے اور اسی کے کہنے پر کفر و شرک کرتے رہے، اللہ تعالیٰ کی طرح یہ تمہیں کچھ نہیں بتا سکیں گے، ان کے سامنے لاکھ چیختے چلاتے رہو یہ تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے، کیونکہ ہر چیز کی خبر رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے باقی سب بے بس ہیں، حقیقت یہ ہے کہ: آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی ہاتھ پھیلاتی ہے۔ (سورۃ الرحمٰن: آیت ـ ۲۹)، لہٰذا تمہیں بھی اپنی حاجتیں اسی سے مانگنی چاہئیں، یہ گھڑے ہوئے معبود تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔

حقیقت کا اظہار

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ

اے لوگو! تم محتاج ہو طرف اللہ کی اور اللہ وہی ہے بے پرواہ

الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَ مَا

خوبیوں والا (۱۵) اگر چاہے لیجائے تمہیں اور لے آئے مخلوق نئی (۱۶) اور نہیں

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿١٧﴾

یہ پر اللہ کچھ دشوار (۱۷)

بامحاورہ ترجمہ: اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا ہے۔ (۱۵) اگر چاہے تو تمہیں ہٹادے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ (۱۶) اور اللہ تعالیٰ پر یہ بات کچھ مشکل نہیں۔ (۱۷)

تفسیر

اس آیت میں لوگوں کو حقیقت سنائی گئی ہے، ہر شخص کو احساس ہے کہ وہ زندگی میں بہت سی چیزوں کا محتاج ہے، اسی احتیاج کی وجہ سے وہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کہ کوئی اس کا ہاتھ بٹائے، اس آیت میں آدمی کو صاف الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ محتاجی اور ضرورت کے وقت سہارے کی تلاش انسان کی فطرت میں داخل ہے، لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا سہارا ڈھونڈھے گا تو وہ بہت بڑی غلطی میں جا پڑے گا، اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ بے جان چیزیں تو اس قابل ہو ہی نہیں سکتیں کہ وہ کسی کی کچھ مدد کرسکیں اور جانداروں میں بھی انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جو کسی حد تک ایک دوسرے کی مدد کرسکتی ہے، لیکن ہر آدمی دوسرے کا محتاج ہے اور پھر یہی مدد اس کے بس کی نہیں، اس لئے سہارا انسان کو صرف اللہ تعالیٰ کا ڈھونڈنا چاہئے جو کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں، کیونکہ اس میں ساری خوبیاں جمع ہیں اور ہر راستہ اور ہر چیز اس کی قدرت کے تحت ہے؛ اس لئے یاد رکھنا چاہئے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے، اللہ تعالیٰ چاہے تو انسان کے بدلے ایسی مخلوق لاسکتا ہے جو انسان کی طرح سرکش اور غلطی کرنے والی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کچھ مشکل نہیں، لیکن اس کی حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ ایک انسان جیسی مخلوق بھی جہان میں ہو جو اپنے عملوں کی جزاء پائے اور بُرے عملوں کی سزا بھگتے۔

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ : کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سب کو ختم کر کے لیجائے اور تمہاری جگہ دوسری مخلوق کو لے آئے، ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ بعض قوموں کو دنیا جہان سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا، ثمود کی قوم کی تباہی کا ذکر قرآن کریم بار بار آیا ہے، اللہ تعالیٰ عاد کی قوم کے متعلق "سورۃ الحاقۃ" میں فرمایا کہ: اُن ظالموں پر سات رات

اور آٹھ دن تک سخت آندھی چلی تو وہ تباہ ہو گئے، وہ اتنے قد والے تھے کہ ان کی لاشیں کھجور کے تنوں کی طرح پڑی تھیں۔ (آیت: ۸)، اب دیکھو! ان کا کیا ایک فرد بھی نظر آ رہا ہے؟ سب ختم ہو گئے، ایک قوم کو تباہ کرنا اور دوسری قوم کو لے آنا اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی مشکل نہیں ہے۔

ذمّہ داری

وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا

اور نہیں اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا اور اگر پکارے کوئی بوجھ سے لدا ہوا طرف بوجھ اپنے کے

لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ

نہ اٹھایا جائے گا سے اس کچھ اگرچہ ہو رشتہ دار پس آپ تو ڈراتے ہیں ان کو جو

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ

ڈرتے ہیں رب اپنے سے بن دیکھے اور قائم رکھتے ہیں نماز

بامحاورہ ترجمہ: اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور کوئی بھاری بوجھ اٹھانے والا پکارے بھی تو کوئی نہ اٹھائے گا اس میں سے ذرا بھی اگرچہ رشتہ دار ہی ہو، آپ تو انہی کو ڈراتے ہیں جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں۔

تفسیر

سارے جہان میں ہر مخلوق کیلئے اس کا اپنا ایک راستہ مقرر ہے جس پر وہ آنکھ بند کر کے چلتی ہے اور اپنا اپنا فرض پورا کرتی ہے، انسان ہی صرف ایک ایسی مخلوق ہے جس کیلئے راستہ تو مقرر ہے لیکن وہ راستہ سے ہٹ سکتا ہے، اس وجہ سے اس کا اصلی راستہ اسے سمجھانے کیلئے پیغمبر آتے ہیں، کتابیں اترتی ہیں اور ان کے ذریعے اچھی طرح سمجھا دیا جاتا ہے کہ یہ باتیں تمہارے حق میں بری ہیں یا اچھی، تمہیں اختیار ہے جسے چاہے لے لو، اچھی باتیں

اختیار کرو گے تو اچھا بدلہ ملے گا اور بُری باتیں اختیار کرو گے تو سزا پاؤ گے، ہر شخص اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے، قیامت کے دن کوئی بھی شخص کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور نہ اس کی فریاد پر اس کا بوجھ کچھ ہلکا کر کے اپنے اوپر لادے گا، رشتہ دار تک آپس میں ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے۔

پھر ارشاد ہے کہ: اے پیغمبر! بُرے عملوں کی سزا سے ڈرانا آپ کا کام ہے مگر ڈرے گا وہی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوگا اور سمجھتا ہوگا میرا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور گو میں اسے یہاں نہیں دیکھ سکتا لیکن وہ تو مجھ کو اور میرے عملوں کو دیکھ رہا ہے اور مجھے میرے بُرے عملوں کی سزا دے گا، اس ڈر سے وہ اس کی فرمانبرداری کرتا ہے اور اس نے جو فرض اس کیلئے مقرر کر دیئے ہیں ان کو پورا کرنے میں لگا رہتا ہے اور نماز کو اپنے وقت پر ادا کرتا ہے کیونکہ یہی ایک ایسا فرض ہے جو بہت سے لوگوں کو بوجھ محسوس ہوتا ہے اور اس کے ادا کرنے میں اکثر سستی ہو جاتی ہے۔

وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی: یعنی: قیامت کے روز کوئی آدمی دوسرے آدمی کے گناہوں کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا اور "سورۂ عنکبوت" میں جو آیا ہے کہ: گناہ کرنے والے لوگ اپنے گمراہ ہونے کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور دوسرے لوگوں کو گمراہ کرنے کا بھی بوجھ اٹھائیں گے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ جن کو گمراہ کیا تھا ان کا سارا بوجھ یا کچھ بوجھ یہ لوگ اٹھا لیں گے اور دوسرے فارغ یا ہلکے ہو جائیں گے، بلکہ ان کے گمراہ ہونے کا بوجھ بدستور ان پر لدا ہوگا۔

اچھے بُرے میں فرق

وَ مَنْ تَزَکّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفْسِهٖ ؕ وَ اِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۱۸﴾ وَ مَا

اور جو پاک صاف ہوا تو بات یہی ہے کہ وہ پاک صاف ہوا واسطے اپنے اور طرف اللہ ہی کی لوٹنا ہے (۱۸) اور نہیں

یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ الْبَصِیْرُ ﴿۱۹﴾ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَ لَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَ لَا

برابر ہوتا اندھا اور آنکھوں والا (۱۹) اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی (۲۰) اور نہ

الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَ مَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَ لَا الْاَمْوَاتُ ؕ

چھاؤں　اور　نہ　جھلتی ہوا (۲۱)　اور نہیں　برابر ہوتے　زندہ لوگ　اور نہ　مردے

بامحاورہ ترجمہ: ۔اور جو کوئی سنورے گا تو بات یہی ہے کہ اپنے فائدے کو سنورے گا اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(۱۸) اور برابر نہیں اندھا اور دیکھنے والا۔(۱۹) اور نہ اندھیرا اور اجالا۔(۲۰) اور نہ سایہ اور لُو۔(۲۱) اور برابر نہیں زندہ اور مردہ۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو شخص بُرے کاموں سے بچے گا اور اچھے عمل کرے گا، کفر اور شرک سے بچے گا تو اس میں اسی کا فائدہ ہے، اللہ تعالیٰ پر یا اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا کچھ احسان نہیں، اوّل تو ان باتوں کے اختیار کرنے سے دنیا ہی میں اس کی حالت سنور جائے گی، پھر مرنے کے بعد سب کو اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ جانا ہے، وہاں اس کا اسے پورا پورا بدلہ ملے گا، بُرا آدمی اچھے آدمی کے برابر نہیں ہوسکتا، اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہوسکتے، اندھیرا روشنی کے برابر نہیں ہوسکتا ہے اور نہ روشنی اندھیروں کے برابر ہوسکتی ہے، ایسے ہی ٹھنڈی سایہ دار جگہ اور گرم ہوا بھی برابر نہیں ہوسکتی، زندہ اور مُردے بھی برابر نہیں ہوسکتے، اسی سے سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے اور اس کا انکار کرنے والے برابر نہیں ہوسکتے، پہلا آنکھوں والا اور پچھلا اندھا، وہ اجالے میں چل رہا ہے یہ اندھیروں میں گھرا ہوا ہے، وہ ٹھنڈی آرام دہ جگہ کی طرف چل رہا ہے اور یہ گرم جھلسا دینے والی ہواؤں کی طرف جارہا ہے، وہ زندہ ہے یہ مُردہ، کیونکہ اصل زندگی روحانی زندگی ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کرنے سے حاصل ہوتی ہے، اس کے بغیر آدمی بے جان لاش کی طرح ہے۔

زندہ انسان دنیا میں چلتے پھرتے ہیں، کام کاج کرتے ہیں، عبادت کرتے ہیں، جبکہ مردہ انسان قبروں میں خاموش پڑے ہیں، یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے، یہی مثال نیک اور بد یا مؤمن اور کافر کی ہے، ایک طرف مؤمن ہے جس کے دل کی آنکھیں اللہ تعالیٰ نے روشن کر رکھی ہیں، جس کے ذریعے وہ نیکی اور بدی میں فرق کرسکتا

ہے، وہ جس طرح ظاہری روشنی کو دیکھ رہا ہے اسی طرح دل کی روشنی سے وحی کے اجالے کو بھی دیکھ رہا ہے اور اپنی منزل کو طے کرتا چلا جا رہا ہے، ظاہری روشنی آنکھوں کیلئے ضروری ہے، جبکہ وحی کی روشنی عقل کیلئے لازمی ہے، جب تک انسان کو وحی کی روشنی میسّر نہ ہو وہ اپنی منزل کو نہیں پہنچ سکتا، عقل ایک قیمتی چیز ہے مگر تمام چیزوں میں وہ بھی کافی نہیں ہے بلکہ عقل کو وحی کی ضرورت ہے، جو شخص وحی کی روشنی میں آخرت کا سفر اختیار کرتا ہے وہ بالآخر جنت میں پہنچ جاتا ہے، دوسری طرف جو شخص وحی کی روشنی سے محروم ہے اور اس کے دل پر کفر اور شرک اور گناہوں کی تاریکیاں چڑھی ہوئی ہیں وہ خدا کی رحمت کے مقام میں کبھی نہیں پہنچ سکے گا بلکہ وہ تو دوزخ پہنچے گا۔

مُردے کیا سنیں گے

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾

بیشک اللہ سناتا ہے جسے چاہے اور نہیں آپ سنانے والے ان کو میں قبروں (۲۲)

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ؕ

نہیں آپ مگر ڈرانے والے (۲۳) بیشک ہم نے بھیجا آپ کو ساتھ سچائی کے خوشی پہنچانے والا اور ڈرانے والا

وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾

اور نہیں کوئی امت مگر گزرا ہے میں اس ایک ڈرانے والا (۲۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ سناتے ہیں جس کو چاہیں اور آپ سنانے والے نہیں قبروں میں پڑے ہوؤں کو۔ (۲۲) پس! آپ تو ڈرانے والے ہیں۔ (۲۳) ہم نے آپ کو سچا دین دے کر بھیجا خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا، اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔ (۲۴)

تفسیر

ان آیتوں میں واضح کیا گیا ہے کہ سب انسان برابر نہیں، بہت سے لوگ مردہ دل ہیں چلتے پھرتے ہیں تو

کیا، کوئی لاکھ کام کی باتیں کہے ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، وہ بالکل ایسے ہیں جیسے قبروں میں پڑے ہوئے مردے، اللہ تعالیٰ میں تو البتہ قدرت ہے کہ جس کو چاہے سننے اور سمجھنے کی توفیق دے اور سیدھے راستے پر ڈال دے، لیکن کسی اور میں یہ قدرت نہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سنا دے لیکن اے پیغمبر! آپ تو قبروں میں پڑے ہوئے مُردوں کو نہیں سنا سکتے مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے اسی طرح یہ زندہ کافر بھی مُردوں کی طرح ہیں، آپ ان کو بھی نہیں سنا سکتے، یعنی: اس طرح نہیں سنا سکتے کہ آپ کی بات ان کے دل میں اتر جائے، بُرے انجام سے ڈرانا آپ کا کام ہے اور ماننے نہ ماننے کا انہیں اختیار ہے، ہم نے آپ کو نیک لوگوں کو خوشخبری دینے کے لئے اور بدکاروں کو سنانے کے لئے بھیجا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں، ہر امت میں کوئی نہ کوئی ایسا شخص ضرور بھیجا جاتا ہے کہ بُرے عملوں کے انجام سے انہیں ڈرائے، اسی مقررہ دستور کے مطابق اور اسی غرض سے ہم نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور آپ کے بعد آپ کے ماننے والے آپ کے نائب ہو کر اس کام کو قیامت تک ہر ملک اور مقام میں کرتے رہیں گے، یہی سچی اور برحق کتاب جو ہم نے آپ کو دی ہے ان کے دل اور زبان پر ہوگی اور وہ اس کے مطابق اعمال کی اچھائی اور برائی لوگوں کو اچھی طرح سمجھاتے رہیں گے، نہ سمجھیں تو وہ جانیں، ہدایت نہ آپ کے اختیار میں ہے اور نہ ان کے، ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ: بیشک اللہ تعالیٰ سنا دیتا ہے جس کو چاہے اور آپ نہیں سنا سکتے ان کو جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں، مطلب یہ کہ جس طرح آپ قبروں والے مُردوں کو نہیں سنا سکتے، یعنی: ان پر آپ کی نصیحت فائدہ مند نہیں ہوسکتی، اسی طرح کفر و شرک کرنے والوں کیلئے بھی آپ کی کوئی نصیحت فائدہ مند نہیں ہوسکتی، آپ اپنی مرضی سے قبر والوں، یعنی: کافروں اور مشرکوں کو سنانا چاہیں تو نہیں سنا سکتے۔

گمراہی کا نتیجہ

وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ

اور اگر وہ جھٹلائیں آپ کو پس تحقیق جھٹلایا انہوں نے جو سے پہلے تھے ان آئے پاس انکے

رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ

پیغمبران کے ساتھ کھلی دلیلوں اور صحیفوں اور کتاب روشن کے (۲۵) پھر پکڑا میں نے

ع ۳ ۱۲ ۱۵ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۲۶﴾

ان کو جنہوں نے انکار کیا پس کیسا رہا مجھے نہ ماننا (۲۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور اگر وہ مجھے جھٹلائیں تو جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ آگے جھٹلا چکے ہیں، ان کے پیغمبران کے پاس کھلی دلیلیں، صحیفے اور روشن کتاب لے کر پہنچے۔ (۲۵) پھر میں نے منکروں کو پکڑا، سو! کیسا رہا میرا انکار۔ (۲۶)

تفسیر

پہلے ارشاد ہوا کہ: ان کافروں کے دل مردہ ہو چکے ہیں، یہ بجائے ٹھنڈے آرام دہ مکانوں کے گرم ہوا، تپش اور لُو کی طرف بڑھ رہے ہیں، یہ اجالے سے تاریکیوں کی طرف جا رہے ہیں، ان کے دل کی آنکھیں پھوٹ گئی ہیں، اگر اے پیغمبر! یہ لوگ آپ کی بات نہ سنیں تو آپ غمگین نہ ہوں، آپ کا کام فقط سنا دینا ہے کوئی مانے یا نہ مانے۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: ان کا جھٹلانا کوئی انوکھی بات نہیں ہے، ان سے پہلے بھی لوگ اپنے پیغمبروں کو جھٹلا چکے ہیں، ان پیغمبروں نے ان کے سامنے کھلی کھلی باتیں اور دلیلیں پیش کیں، معجزے دکھائے، صحیفے اور کتابیں ان کے سامنے رکھیں، لیکن انہوں نے ان سب سے منہ موڑ لیا اور یہ کہہ کر اٹھ گئے کہ یہ سب بناوٹی باتیں

ہیں ہم انہیں نہیں مانتے، آخر اس کا نتیجہ انہیں بھگتنا پڑا، وہ نتیجہ ہمارے سامنے ہے، ارشاد ہے: آنکھیں کھول کر دیکھو کہ میرا انکار کرکے وہ کیسی کیسی آفتوں میں مبتلا ہوئے، بعض لوگ زمین میں دھنس گئے، کچھ پانی کی طوفان میں غرق ہوگئے، بعض زلزلوں میں تباہ ہوئے، بعض کڑک اور گرج سے مر گئے، اب اگر تم نے بھی انہی کا راستہ اختیار کیا تو ایسی ہی آفتیں تم پر بھی آسکتی ہیں؛ اس لئے عقل سے کام لو اور ہمارے پیغمبر کا کہا مانو، ہماری کتاب پر اور ہمارے پیغمبر کے طریقے پر عمل کرو۔

اللہ تعالیٰ کو پہچانو

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ

کیا نہ دیکھا آپ نے یہ کہ اللہ نے اتارا سے آسمان پانی پس نکالا ہم نے سے اس پھلوں کو

مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ

کہ الگ الگ ہیں رنگ ان کے اور سے پہاڑوں راستے سفید اور سرخ الگ الگ ہیں

اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾

رنگ ان کے اور گہرے رنگ کے کالے (۲۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ کیا نہ دیکھا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے میوے نکالے، طرح طرح کے ان کے رنگ ہیں اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید اور سرخ، ان کے طرح طرح کے رنگ ہیں گہرے اور کالے۔ (۲۷)

لفظی تحقیق: جُدَدٌ: راستے۔ "جُدَّةٌ" کی جمع ہے، جو (ج، د، د) سے بنا ہے "جُدٌّ" کے معنیٰ کاٹ کر ٹکڑے کرنے کے ہیں، جُدَّةٌ: پہاڑ کے بیچ میں راستہ گھاٹی، درّہ۔ غَرَابِيْبُ: جو حد سے زیادہ کالا ہو، "غِرْبِيْبٌ" کی جمع ہے۔

تفسیر

انسان کو عقل اس لئے ملی ہے کہ جہان کی چیزوں کو دیکھے اور اس سے اللہ تعالیٰ کو پہچانے، عقل کا یہی اصل کام ہے اور انسان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی عقل سے سب سے پہلے یہی کام لے گا۔

ارشاد ہے کہ: آسمان سے پانی برستا ہے، پھر تم اس کے ذریعے زمین سے طرح طرح کے میوے، پھل، سبزیاں اُگتے ہوئے دیکھتے ہو جن میں سے ہر ایک کا رنگ، مزہ، خوشبو اور ذائقہ الگ الگ ہیں، قِسم قِسم کی چیزیں زمین سے نکل کر تمہارے سامنے آجاتی ہیں اور تم مزے سے انہیں کھاتے پیتے ہو، ان کا پیدا کرنا تمہارے بس کا نہیں۔

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے، اب دوسری طرف نگاہ اٹھاؤ اونچے اونچے پہاڑ ہیں، ان کے بیچ میں راستے بنے ہوئے ہیں، رنگ برنگ کے پتھروں کا ڈھیر ہے، سفید، سرخ، کوئی گہرے، کوئی ہلکے اور بعض بالکل کالے سیاہ، یہ مختلف قسم کے پتھر، چٹانیں، طرح طرح کی شکلوں اور رنگوں کے کس نے بنائے؟، پھر تم یہ سب چیزیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو پہچانتے کیوں نہیں۔

فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا: پس! پانی کے ذریعے پھل پیدا کئے جن کے مختلف رنگ ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں انسانوں کی غذا اور مزے کیلئے پیدا فرمائی ہیں۔

اب ذرا ان پھلوں کے رنگ اور ذائقہ میں غور کریں، ہر ایک کا الگ الگ رنگ اور ذائقہ ہے، ہر موسم کے پھل بھی مختلف ہیں، جنہیں انسان، جانور اور کیڑے مکوڑے کھاتے ہیں، "سورۃ الرّعد" میں اللہ تعالیٰ نے زمین کے مختلف علاقوں اور مختلف باغوں کی طرف توجہ دلا کر فرمایا ہے کہ: سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے۔ (آیت: ۴)، مگر اس سے پیدا ہونے والے بعض پھلوں کو بعض پر اللہ تعالیٰ نے فضیلت بخشی ہے، پانی تو وہی ہے جو بارش کے ذریعے اترتا ہے، پھر وہ کبھی ندی نالوں اور دریاؤں کی صورت میں بہہ نکلتا ہے، کبھی چشموں کی شکل میں زمین کے اندر رک جاتا ہے اور پھر کنوؤں کے ذریعے نکالا جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے کہ ایک

ہی پانی حاصل کرنے والے پھلوں میں سے کوئی میٹھا ہے، کوئی کڑوا، کوئی ترش اور کوئی پھیکا ہے، رنگ بھی مختلف ہیں اور سائز بھی مختلف ہیں، بہرحال اناج اور پھل اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔

انسان اور جانور

وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ

اور میں سے آدمیوں اور جانوروں اور چوپائیوں الگ الگ رنگ ہیں انکے اسی طرح

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

بات یہی ہے کہ ڈرتے ہیں اللہ سے میں سے بندے اسکے جاننے والے تحقیق اللہ زبردست ہے بخشنے والا (۲۸)

بامحاورہ ترجمہ: اور اسی طرح آدمیوں میں، جانوروں میں اور چوپائیوں میں کئی رنگ ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ڈرتے وہی ہیں جن کو سمجھ ہے، تحقیق اللہ تعالیٰ زبردست بخشنے والا ہے۔ (۲۸)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: زمین سے اگنے والی چیزوں کی طرح آدمیوں، کیڑے مکوڑوں اور چوپائیوں میں بھی الگ الگ رنگوں کی مخلوق ہے، تم جو لوگوں میں مزاج، طبیعت اور طرزِ عمل کا فرق دیکھتے ہو، یہ ایک فطری بات ہے، دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ اس میں قِسم قِسم کی چیزیں اور الگ الگ خیالات رکھنے والے لوگ پائے جاتے ہیں، کوئی اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے کوئی اس کا انکار کرتا ہے، یہ ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب ایمان والے یا سب کے سب کافر ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کو وہی مانے گا جس کی عقل بے جا خواہشوں سے مغلوب نہ ہوگی۔

یہ قاعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے فقط وہی ڈریں گے جن میں سمجھ ہے، ناسمجھ لوگ یا وہ لوگ جن کی سمجھ بوجھ دنیا ہی کے دھندوں میں پھنسی رہتی ہے نہ اللہ تعالیٰ کو مانیں اور نہ اس کی ناراضی کا خیال کریں، انہیں اس کی خبر ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو سزا دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والا یہ نہ سمجھے کہ وہ بے کھٹکے اسی طرح

شیطان پن مچاتا رہے گا اور اس کے عملوں کی پوچھ گچھ نہ ہوگی، اگر آج بچ گیا تو کل پکڑا جائے گا، اس کے بُرے عملوں کی سزا اسے مل کر رہے گی، اگر کسی کو مہلت ملتی ہے تو اس لئے ملتی ہے کہ شاید وہ اپنی بدعملیوں سے باز آجائے اور اللہ تعالیٰ اسے بخش دے، بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہے، کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا، نہ کوئی اس کی پکڑ سے بچ سکتا ہے، اسی طرح وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔

وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ: اور لوگوں میں سے اور زمین میں چلنے پھرنے والے کیڑے مکوڑوں میں سے اور مویشیوں میں سے ذرا ان تمام جانداروں میں غور کرو، اسی طرح ان کے بھی مختلف رنگ ہیں، انسان بھی ظاہری شکل وصورت اور رنگت کے اعتبار سے مختلف ہیں، کوئی سیاہی مائل ہے، کوئی گورا چٹا، کوئی زردی مائل اور کوئی گندمی رنگ والا، قدوقامت کے لحاظ سے بھی کسی کا چھوٹا قد، کسی کا درمیانہ اور کوئی بڑے قد والا ہے، اسی طرح کوئی موٹا ہے اور کوئی پتلا، قوت کے لحاظ سے کوئی بڑا طاقتور اور کوئی کمزور ہے، مختلف علاقوں کے لوگوں کے مزاج بھی مختلف ہوتے ہیں، اندرونی طور پر بھی لوگوں کی خصلتیں مختلف ہیں، کوئی ایماندار ہے، کوئی خوش اخلاق اور کوئی بداخلاق ہے، لوگوں کے ارادے بھی مختلف ہوتے ہیں، سوچ اور فکر بھی مختلف ہوتی ہے، گویا انسانوں میں بڑا ہی اختلاف پایا جاتا ہے، یہی اختلاف دوسرے جانداروں میں بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے، ان سب چیزوں میں سمجھ رکھنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا: بیشک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے علم والے ہی ڈرتے ہیں، جن لوگوں میں علم اور سمجھ کی کمی ہوتی ہے ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف بھی کم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے وہی لوگ ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ہے اور وہ آخرت کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے سارے لوگ نہیں ہوتے بلکہ یہ تو سمجھ رکھنے والوں کی صفت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عالم بندوں کی پہچان کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: عالم وہ بندہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک نہ کیا ہو، یعنی: مشرک آدمی عالم کہلانے کا حقدار نہیں، عالم وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھا اور اس

کی وصیت کہ حفاظت کی اور یقین رکھا کہ ایک دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہونے والی ہے اور وہ ضرور حساب لے گا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ عالم کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ: عالم وہ شخص ہے جو بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر ہی اپنے دل میں خوف رکھتا ہے، جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہ بھی اس کا حکم دیتا ہے اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہو وہ بھی اس سے منع کرتا ہے اور جس چیز میں خدا کی ناراضگی ہے اس سے خود بھی بچتا ہے اور دوسروں کو بھی بچاتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: زیادہ روایتوں کا یاد ہونا علم کی علامت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی زیادتی علم کی نشانی ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس میں خوف نہیں وہ عالم نہیں، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: عالم وہ نہیں جس کو زیادہ روایتیں یاد ہوں بلکہ عالم وہ ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ روشنی سے روشن ہو، اللہ تعالیٰ کی پہچان ہو اور اس کو ذات و صفات میں ایک پہچانتا ہو، مفسر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: لوگ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی فقیہ (عالم) ہے حالانکہ فقیہ (عالم) وہ شخص ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں کرتا اور کسی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اجازت نہیں دیتا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے فکر نہیں کرتا، عالم آدمی قرآن کریم سے منہ نہیں موڑتا، نیز فرمایا: عالم سے ایسا شخص مراد ہے جو علم کیساتھ باعمل بھی ہو۔

فرمانبرداروں کا حال

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا

تحقیق وہ لوگ جو پڑھتے ہیں کتاب اللہ کی اور قائم رکھتے ہیں نماز اور خرچ کرتے ہیں سے اس

رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ

جو دیا ہم نے انہیں چھپا کر اور ظاہر کر کے امید رکھتے ہیں ایسی تجارت کی کہ نہیں آئیگا اس میں گھاٹا (۲۹) تاکہ پورا پورا دے انہیں

أُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝۳۰

بدلہ ان کا اور زیادہ دے انہیں سے فضل اپنے تحقیق وہ بخشنے والا انعام دینے والا (۳۰)

بامحاورہ ترجمہ: ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں چھپے طور پر اور اعلانیہ طور پر یہ ایک ایسی تجارت ہے خرچ کرتے ہیں، جس میں گھاٹا نہیں (کیونکہ اس کا خریدنے والا کوئی انسان نہیں جو کبھی تو سودے کی قدر کرتا ہے کبھی نہیں، بلکہ اس کا خریدار خود اللہ تعالیٰ ہے جو ہر حال میں اس کی قدر کرے گا)۔ (۲۹) تا کہ ان کو ان کا پورا ثواب دے اور اپنے فضل سے زیادہ دے، تحقیق وہ بخشنے والا قدردان ہے۔ (۳۰)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا، اس پر ایمان لائے اور اس کی فرمانبرداری میں مشغول ہوئے اور اس کی کتاب قرآن کریم کی تلاوت میں دل سے لگے رہے، نماز پابندی کیساتھ باقاعدہ ادا کرتے رہے اور جو ہم نے انہیں مال عطاء فرمایا اس میں سے ہمارے حکم کے مطابق خرچ کرتے رہے، کبھی خفیہ طور پر اور کبھی اعلانیہ طور پر، یہ لوگ تسلی رکھیں کہ ان کی اس محنت اور اطاعت کا پھل انہیں ضرور مل کر رہے گا، وہ اپنا زور، محنت اور اثاثہ ایک ایسی تجارت میں لگا رہے ہیں، جس میں نفع ہی نفع کی امید ہے گھاٹے کا نام نہیں، جب اللہ تعالیٰ کو ان کا کام پسند آ گیا تو سوا نفع کی امید کے اور کسی خیال کی گنجائش ہی نہیں، آخر ان کی اس کوشش اور محنت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ وقت آنے پر ان کو ان کی محنت کا پورا پورا اجر عطاء فرمائے گا، اس اجر میں رتی بھر کمی نہ ہوگی، بلکہ اپنے فضل سے اور زیادہ بہت کچھ عطاء فرمائیں گے، وہ گناہوں کا بخشنے والا، بھول چوک معاف کردینے والا اور تھوڑی سی محنت کی بہت زیادہ قدر کرنے والا ہے، جو اس کی طرف توجہ کرے وہ اس کی طرف اس سے زیادہ توجہ کرتا ہے۔

قرآنِ مجید ہی حق ہے

وَ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا

اور وہ جو وحی کی ہم نے طرف آپ کی سے کتاب وہی ہے درست سچا بتانے والی اسے

بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا

جو پہلے آیا اس سے تحقیق اللہ سے بندوں اپنے البتہ خبردار ہے دیکھنے والا ہے(۳۱) پھر وارث بنایا ہم نے

الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ

کتاب کا ان لوگوں کو جنہیں چنا ہم نے میں سے بندوں اپنے

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور جو کتاب ہم نے اتاری ہے وہی ٹھیک ہے، اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی، بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خبردار ہے، دیکھنے والا ہے۔(۳۱) پھر ہم نے کتاب کے وارث وہ لوگ کیے جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چُن لیا۔

تفسیر

حضرت محمد ﷺ کو یقین دلایا جارہا ہے کہ ہم نے وحی کے ذریعے جو کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے وہ سراسر درست اور سچی کتاب ہے، اب اس کے سوا دنیا میں سچائی کا نام نہیں، اس کے علاوہ جس کی یہ کتاب تصدیق کرے، اس نے ان سب سچی باتوں کو جو اس سے پہلی کتابوں میں انسان کو بتائی گئی تھیں ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور ان پر سچائی کی مہر لگادی ہے اور موجودہ زمانے کیلئے جو باتیں ان کے علاوہ مناسب تھیں ان کا اضافہ کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات سے پوری طرح خبردار ہے اور ان کی مصلحتیں اس کی نظر میں ہیں، جن حالات میں جو چیز مصلحت کے مطابق ہوتی ہے اسی کا حکم کرتا ہے، اب اس قرآن کریم میں ہر وقت کیلئے ہر چیز جو اس وقت کی مصلحت کے لحاظ سے مناسب ہے ملے گی، اس کتاب کی خبر لینے والے اور محافظ ہم نے امت محمدیہ کو

مقرر کر دیا ہے، اب اس کتاب کی دیکھ بھال کرنے والے یہی لوگ ہیں۔

اس امت کو ہم نے اپنے تمام بندوں میں سے انتخاب کر کے اس کتاب کا وارث قرار دیا ہے، ان کا کام یہ ہے کہ اس پر خود عمل کریں اور نیز ساری دنیا میں اس کا پیغام پھیلائیں، اس امت کا لقب "خیر امت" ہے اور اس کا کام ہی دنیا میں قرآن مجید کے حکموں کی تبلیغ کرنا ہے۔

اُمّت کے لوگوں میں فرق

فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ وَ مِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَ مِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ

پس کچھ میں سے ان ظلم کرنے والے جان اپنی پر اور میں سے ان اعتدال والے اور میں سے ان آگے بڑھے ہوئے ہیں

بِالۡخَيۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدۡنٍ

میں نیکیوں ساتھ حکم اللہ کے یہ یہی ہے بزرگی بڑی (۳۲) باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے

يَّدۡخُلُوۡنَهَا يُحَلَّوۡنَ فِيۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّ لُؤۡلُؤًا ۚ وَ

داخل ہوں گے ان میں پہنائے جائیں گے میں ان میں سے کنگنوں سے سونے اور موتی اور

لِبَاسُهُمۡ فِيۡهَا حَرِيۡرٌ ﴿۳۳﴾

لباس ان کا میں ریشم کا (۳۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پھر کوئی ان میں برا کرتا ہے اپنی جان کا اور کوئی ان میں بیچ کی چال پر ہے اور کوئی ان میں سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے بڑھ گیا ہے، یہ ہے بہت بڑا فضل۔ (۳۲) رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ جائیں گے وہاں ان کو سونے اور موتیوں کے کنگنوں کا زیور پہنایا جائے گا اور وہاں ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔ (۳۳)

تفسیر

اس آیت میں ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو ممکن حد تک قرآن کریم کے حکموں پر عمل کریں، پھر بھی ان میں سے کچھ تو ایسے ہوں گے کہ ایمان لانے کے بعد خواہشوں سے مغلوب ہو کر گناہوں میں مبتلا ہو جائیں گے، کچھ بیچ کی چال چلیں گے، نہ مکمل گناہوں میں مبتلا ہوں گے اور نہ اعلیٰ درجے کی پرہیزگاروں کی سی زندگی بسر کریں گے اور بعض بڑی احتیاط سے چلنے والے ہوں گے اور شریعت کے حکموں پر پوری کوشش سے عمل کر کے نیکیوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگے نکل جائیں گے، ان پر اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی خواہشوں کو اہمیت نہ دیں گے، ان سب میں سے جن کا ایمان سلامت ہے انہیں جنت میں رہنے کا ٹھکانہ ملے گا اور وہاں ان کو ریشمی لباس اور سونے کے زیور ملیں گے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: جن تینوں گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے یعنی اپنی جان پر ظلم کرنے والے، میانہ روی اختیار کرنے والے اور نیکیوں میں آگے بڑھنے والے، یہ تینوں ایمان والوں کے گروہ ہیں اور یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے، ہاں یہ بات ہے کہ ظالموں کو اپنی زیادتیوں کی سزا بھگتنی ہوگی اور سزا بھگتنے کے بعد وہ بھی جنت میں پہنچ جائیں گے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک بھی ہے کہ: اس امت کے گنہگار لوگوں کو معافی ضرور مل جائے گی، کسی کی سفارش ہوگی اور کسی کے حق میں اللہ تعالیٰ خود مہربانی فرما دیں گے۔

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ: ہم نے اپنے جن بندوں کو منتخب اور پسند فرما کر ان کو قرآن کریم کا وارث بنایا ہے ان کی تین قسمیں ہیں، ظالم، مقتصد، سابق۔

ان تینوں قسموں کی تفسیر امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ ظالم سے مراد وہ آدمی ہے جو بعض واجبات میں کوتاہی کرتا ہے اور بعض حرام چیزوں کا بھی ارتکاب کر لیتا ہے اور مقتصد، یعنی: درمیانی چال چلنے ولا، وہ شخص ہے جو تمام واجبات کو ادا کرتا ہے اور تمام حرام کاموں سے بچتا ہے، مگر بعض اوقات بعض مستحبات کو چھوڑ دیتا ہے اور بعض مکروہات میں بھی ملوث ہو جاتا ہے اور سابق بالخیرات وہ شخص ہے جو تمام واجبات اور

مستحبات کو ادا کرتا ہے اور تمام حرام و مکروہ کاموں سے بچتا ہے اور بعض مباح کاموں کو چھوڑ دیتا ہے، (یعنی: وہ کام جس کے کرنے کی اجازت ہے، مگر کرنے پر کوئی ثواب نہیں اور نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں)۔

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ سب کو اکٹھا کریں گے، پھر ان میں سے علماء کو ایک نمایاں جگہ پر جمع کرکے فرمائیں گے: میں نے اپنا علم تمہارے دلوں میں اس لئے رکھا تھا کہ میں جانتا تھا کہ تم اس امانت کا حق ادا کرو گے، میں نے اپنا علم تمہارے دلوں میں اس لئے نہیں رکھا تھا کہ تمہیں عذاب دوں، جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کردی۔

فائدہ: اس آیت میں سب سے پہلے ظالم کو پھر مقتصد کو آخر میں "سابق بالخیرات" کو ذکر فرمایا ہے، اس ترتیب کا سبب شاید یہ ہو کہ تعداد کے اعتبار سے وہ لوگ جو اپنے عمل میں ناقص ہوں سب سے زیادہ ہیں، ان سے کم اچھے اور بُرے عمل کرنے والے اور ان سے کم جو اچھائیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں، جن کہ تعداد زیادہ تھی ان کو پہلے ذکر کیا گیا۔

جنتیوں کی شکرگزاری

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ

اور کہیں وہ حمد وثنا واسطے اللہ کے جس نے ہٹادیا سے ہم رنج وغم تحقیق رب ہمارا البتہ بخشنے والا

شَكُوْرُ ۣ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا

قدر کرنے والا ہے (۳۴) جس نے بسایا ہمیں گھر ہمیشہ رہنے کے سے فضل اپنے نہ چھوئے ہمیں میں اس

نَصَبٌ وَّ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

مشقت اور نہ چھوئے ہمیں میں اس تھکاوٹ (۳۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور کہیں گے شکر اُس اللہ تعالیٰ کا جس نے ہم سے غم کو دور کیا، بیشک ہمارا رب بخشنے والا قدردان ہے۔ (۳۴) جس نے اپنے فضل سے ہمیں ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا، ہمیں اس میں نہ مشقت

پہنچے گی اور نہ ہمیں اس میں تھکان پہنچے گی۔(۳۵)

لفظی تحقیق: نَصَبٌ: کام کے دوران میں مشقت۔ لُغُوْبٌ: کام کے بعد کی شدید تھکاوٹ۔

تفسیر

پہلے ارشاد ہوا کہ: قرآن کریم کو اپنا رہنما بنانے والے آخرکار جنت میں جائیں گے، جہاں ان کو سونے کے زیور اور ریشمی لباس پہنایا جائے گا، اس آیت میں ارشاد ہے کہ: جنت کی نعمتیں اور عیش و آرام دیکھ کر ان کی ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی، رنج و غم کا نام تک نہ رہے گا اور جب ان سے کہا جائے گا کہ اب تمہارا یہی ٹھکانہ ہے، یہیں تم رہو گے تو ان کی خوشی کی کوئی حد نہ ہوگی، وہ دیکھیں گے کہ ان کی ضرورت کی ساری چیزیں محنت و مشقت کے بغیر انہیں مل رہی ہیں، کام کرنا ہی نہیں پڑتا جو تھک کر چور ہو جائیں، اس حالت میں ان کے منہ سے خود بخود اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے کلمات نکلیں گے اور اس رنج و غم کو جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کیلئے برداشت کیا تھا جنت کے آرام و سکون سے مقابلہ کریں گے تو خوشی سے باغ باغ ہو کر کہیں گے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے ہمیں جنت ہمیشہ رہنے کیلئے عطاء فرمائی، یہاں تو وہ نہ دنیا کی سی مشقت ہے اور نہ تھک کر چور ہو جانے کی آفت ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے حکموں کو پورا کرنے میں جو مشقتیں دنیا میں سہی تھیں ان کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ہمیں آرام عطاء فرمایا، یہ اس کا فضل ہے۔

اَلَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ: وہی جس نے اپنے فضل سے ہمیں اقامت کے گھر، یعنی: ہمیشہ ٹھہرنے کی جگہ میں اتارا ہے، ہمیشہ رہنے کے گھر سے مراد جنت ہے، اس سے پہلے تو انسان مختلف جگہوں پر عارضی طور پر رہتا تھا، کبھی روحوں کے جہان میں، کبھی باپ کی پشت میں، کبھی ماں کے پیٹ میں، کبھی اس دنیا میں، کبھی برزخ میں اور کبھی حشر کے میدان میں، انسان کا آخری اور ہمیشہ رہنے کا مقام تو جنت ہی ہے، جس کے بعد کسی دوسری جگہ نہیں جائے گا تو جنتی اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کریں گے، اس نے ہمیں اس آخری مقام میں ٹھکانہ دیا اور یہ ایسا عمدہ ٹھکانہ ہے جس میں ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں پہنچتی اور نہ کوئی مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، جنتی

لوگ اُن سہولتوں کا ذکر کریں گے جو انہیں جنت میں پہنچ کر حاصل ہوں گی۔

اس آیت میں جس غم کے دور کرنے کا ذکر ہے اس میں یہ دنیا کے غم بھی سب کے سب داخل ہیں، دوسرا غم وفکر قیامت اور حشر ونشر کا، تیسرا حساب وکتاب کا، چوتھا دوزخ کے عذاب کا، جنت والوں سے اللہ تعالیٰ یہ سب غم دور کردیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" والوں میں نہ موت کے وقت کوئی دہشت ہوتی ہے، نہ قبر میں اور نہ حشر کے میدان میں، گویا کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ جس وقت یہ لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو یہ کہتے ہوں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ.

کافروں کا حشر

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا

اور جن لوگوں نے　کُفر کیا　لئے ان کے ہے　آگ　دوزخ کی　نہ　فیصلہ کیا جائے گا　پر اُن　تاکہ وہ مرجائیں

وَ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ﴿۳۶﴾

اور　نہ　ہلکا کیا جائے گا　سے ان　سے　عذاب اس کا　اسی طرح　ہم سزا دیتے ہیں　ہر　کُفر کرنے والے کو (۳۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور جو لوگ کافر ہیں ان کیلئے دوزخ کی آگ ہے، نہ تو ان کو موت آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ ان کیلئے دوزخ کا عذاب ہلکا کیا جائے گا، ہم یہی سزا دیتے ہیں ہر کفر کرنے والے کو۔ (۳۶)

لفظی تحقیق: لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ: نہ فیصلہ کیا جائے گا ان کا۔ "يُقْضٰى" مضارع مجہول منفی ہے (ق، ض، ی) سے قضاء کے معنیٰ جاری کرنا، نہ حکم جاری کیا جائے گا ان پر موت کا۔

تفسیر

پہلے فرمانبرداروں کا حال بیان ہوا کہ انہیں رہنے کیلئے جنت ملے گی اور وہ وہاں کے راحت وآرام دیکھ کر

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے کہ دنیا کی مصیبتوں اور مشقتوں سے پیچھا چھوٹا اور آرام کی زندگی نصیب ہوئی، اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور دنیا داری میں ہی لگی رہے۔

ارشاد ہے کہ: ہمارا انکار کرنے والوں کیلئے دوزخ کی آگ تیار ہے، وہ مرنے کے بعد قیامت کے دن اس میں جھونک دیئے جائیں گے، پھر انہیں وہاں موت نہ آئے گی کہ مر کر ہی عذاب سے نجات پائیں اور نہ ان کے عذاب میں کمی ہوگی کہ کچھ دیر کیلئے آرام کرلیں۔

ہم ہر اُس شخص کو جو دنیا میں ہمیں نہ مانے اور ہمارے انکار پر کمر باندھ لے، ایسا ہی عذاب دیں گے اور یہ اس مقرر قاعدے کے مطابق ہوگا جس کا ہم نے پہلے ہی فیصلہ کر دیا ہے اور تمہیں سنا دیا ہے۔

دوزخیوں کی فریاد

وَ هُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ
اور وہ چیخیں گے میں اس اے رب ہمارے! نکال ہمیں ہم کام کرینگے نیک برخلاف

الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ
اس کے جو تھے ہم کرتے کیا ہم نے نہیں دی تھی تمہیں عمر اتنی کہ سوچ لے میں اس جو سوچے

ع ۱۱ ۱۶ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾
اور آیا پاس تمہارے ڈرانے والا پس چکھو پس نہیں ظالموں کا کوئی مددگار (۳۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور وہ دوزخ میں چلائیں گے کہ، اے ہمارے رب! ہمیں نکال دے، ہم اچھے عمل کریں گے نہ کہ وہ عمل جو ہم پہلے کیا کرتے تھے، (اُن سے کہا جائیگا) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس میں جسے سوچنا ہو سوچ لے اور تمہارے پاس ڈرانے والا پیغمبر آیا تھا، اب مزہ چکھو کہ ظالموں (مشرکوں) کا کوئی مددگار نہیں ہوگا، (یعنی: ہم تو ناراضگی کی وجہ سے ان کی مدد نہیں کریں گے اور دوسرے لوگ عاجز ہونے کی وجہ سے مدد نہیں کرسکیں گے۔)۔ (۳۷)

لفظی تحقیق: یَصْطَرِخُوْنَ: چیخیں گے چلائیں گے۔ مضارع ہے، "اصطراخ" سے جو (ص، ر، خ) سے بنا ہے، "صراخ" چیخ و پکار کو کہتے ہیں، اصل میں "اصتراخ" ہے، ت کو ط سے علم صرف کے قاعدے کے مطابق بدل دیا، "اصطراخ" کے معنیٰ چیخنا، چلانا، پکارنا، فریاد کرنا ہے۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے والے دوزخ میں پڑے ہوئے، وہاں کی تکلیف سے تنگ آ کر فریاد کریں گے اور چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس دوزخ سے باہر نکال کر پھر دنیا میں بھیج دیجئے، اب کے ہم وہاں جا کر خوب نیک کام کریں گے اور جو کچھ ہم پہلے کرتے رہے اس کے پاس بھی نہ پھٹکیں گے، ہمارے کام ان کاموں سے جو ہم نے پہلے کئے بالکل مختلف ہوں گے، ہم بالکل آپ کی مرضی پر چلیں گے اور جو کچھ آپ کے پیغمبر نے بتایا ہے وہی کریں گے، گناہوں سے دور بھاگیں گے، نیکیاں سمیٹیں گے اور کامیاب ہو کر آپ کے دربار میں حاضر ہوں گے، اس فریاد اور چیخ و پکار کا جواب انہیں یہ دیا جائے گا کہ ہم نے تو تمہیں دنیا میں خاصی لمبی عمر دی تھی، جو سوچنے سمجھنے کیلئے کافی تھی، تم چاہتے تو بہت اچھے نیک آدمی بن سکتے تھے، پھر ہم نے اپنے پیغمبروں کو تمہیں اِس وقت سے ڈرانے کیلئے بھیجا تھا، تمہاری عقل پر کیا پتھر پڑ گئے تھے جو تم نے عقل سے کام نہ لیا، نہ پیغمبروں کی سُنی، اب اپنے کئے کا نتیجہ بھگتو اور سرکشی کا مزہ چکھو، تم جیسے ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں اور مدد کی کوئی توقع بھی نہ رکھو۔

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ: یعنی: جب دوزخ میں یہ فریاد کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس عذاب سے نکال دیجئے، اب ہم نیک عمل کریں گے اور پچھلی بداعمالیوں کو چھوڑ دیں گے، اس وقت یہ جواب دیا جائے گا کہ! کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں غور و فکر کرنے والا غور و فکر کر کے صحیح راستہ پر آ جائے، حضرت علی ابن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: اس سے مراد سترہ سال کی عمر ہے اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اٹھارہ سال کی عمر بتلائی ہے اور مراد اس سے بالغ ہونے کی عمر ہے اور سترہ اٹھارہ سال کا فرق بالغ ہونے میں ہوسکتا ہے، کوئی سترہ سال میں بالغ ہو، کوئی اٹھارہ سال میں، جو اتنی عمر کو پہنچ جائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس

کو اتنی عقل دیدی جاتی ہے کہ اپنے بھلے بُرے کو سمجھنے لگے، اس لئے یہ خطاب عام کافروں سے ہوگا، خواہ لمبی عمر والے ہوں یا چھوٹی عمر والے، البتہ جس کو لمبی عمر ملی اور پھر بھی اس نے قدرت کی دلیلیں دیکھ کر اور پیغمبروں کی باتیں سُن کر حق کو نہ پہچانا، وہ زیادہ ملامت اور عذاب کے حق دار ہوں گے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ عمر جس پر اللہ تعالیٰ نے گنہگار بندوں کو عار دلائی ساٹھ سال ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک روایت میں چالیس سال اور دوسری میں ساٹھ سال کے متعلق فرمایا ہے کہ: یہ وہ عمر ہے جس کو پانے کے بعد انسان کو کوئی عذر کرنے کی گنجائش نہیں رہتی، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس دوسری حدیث کو ترجیح دی ہے۔

وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ: اور تمہارے پاس ڈر سنانے والے بھی آئے، اللہ تعالیٰ کے سارے پیغمبر اپنی اپنی امتوں کو ڈرانے والے تھے، خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے، مکہ والوں کو فرمایا: بیشک تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا آچکا ہے۔ (سورۃ المائدہ: آیت۔ ۱۹)، اپنی فکر کرلو، قیامت آنے والی ہے اور عملوں کا حساب کتاب لازمی ہوگا اور پھر جنت یا دوزخ میں ہمیشہ کا ٹھکانہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کی ساری دلیلیں بھی نذیر ہیں، پیغمبروں کے وعدے بھی نذیر ہیں، انسان کو پیش آنے والے تمام حالات بچپن، جوانی، بڑھاپا، صحت، بیماری، امیری، غریبی اور زمانے کے دوسرے حالات سب انسانوں کیلئے نذیر ہیں کہ ان میں غور وفکر کرکے آخرت کی تیاری کرے۔

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ: جب انسان کے جسم میں ایک بال سفید ہوجاتا ہے تو وہ دوسرے بال سے کہتا ہے کہ: تیار ہوجاؤ، موت کا وقت قریب آگیا ہے، گویا بالوں کی سفیدی بھی نذیر ہے۔

تو اب اپنی بدعملیوں کا مزہ چکھ لو، پس ظلم کرنے والوں کیلئے کوئی مددگار نہیں ہوگا، آج ان کا قبیلہ، برادری، جتھہ، سفارشی، غرضیکہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔

حال کی حقیقت

إِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ
تحقیق اللہ جانتا ہے چھپی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی تحقیق وہ جانتا ہے اسے جو

الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَمَنْ كَفَرَ
میں ہے سینوں (۳۸) وہی تو ہے جس نے کیا تمہیں جانشیں دوسروں کا میں زمین پس جس نے کفر کیا

فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۭ
پس اسی پر پڑیگا کفر اس کا

بامحاورہ ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا جاننے والا ہے، اس کو خوب معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں۔(۳۸) وہی ہے جس نے تمہیں دنیا میں دوسروں کا قائم مقام کیا، پھر جو کوئی کُفر کرے گا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اور زمینوں کے سارے رازوں کا جاننے والا ہے، کوئی چیز اس سے چھپی نہیں، اسی طرح وہ دلوں کے اندر جو اعتقاد اور نیتیں چھپی ہیں ان کو بھی اچھی طرح جانتا ہے اور ہر ایک کے ساتھ اس کے اعتقاد اور نیت کے مطابق سلوک کرے گا۔

سنو! تم سے پہلے یہاں اور لوگ بستے تھے، اب وہ یہاں نہیں ہیں، اپنے اپنے عملوں کا بوجھ سر پر اٹھائے یہاں سے چلے گئے، اب ان کی جگہ دنیا میں تم ہو، آنکھ کھول کر ہوش مندی کیساتھ زندگی بسر کرو، تم نے اگر اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیا تو اس کا وبال تم پر ہی پڑے گا، کسی کا کچھ نہیں جائے گا، تمہاری ہی جان پر بن آئیگی۔

کُفر کا نتیجہ

وَ لَا يَزِيدُ الْكٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَ لَا
اور نہ بڑھائے گا کافروں کو کفران کا پاس رب ان کے کے مگر بیزاری کو اور نہ

يَزِيدُ الْكٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾
بڑھائے گا کافروں کیلئے کفران کا مگر گھاٹا (۳۹)

بامحاورہ ترجمہ: ۔اور کافروں کو ان کا کفر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناراضگی ہی بڑھائے گا اور کافروں کو ان کا کفر گھاٹا ہی دے گا۔(۳۹)

اللہ تعالیٰ کے سوا ٹھکانہ نہیں

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ ؕ اَرُونِي
آپ کہہ دیں بھلا! دیکھوتو شریکوں اپنے کو جنہیں پکارتے ہو تم سوا اللہ کے مجھے دکھاؤ تو سہی

مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ
کیا بنایا انہوں نے سے زمین یا ان کی کچھ شرکت ہے میں آسمانوں

بامحاورہ ترجمہ: ۔آپ کہہ دیں، بھلا! حال تو بتاؤ اپنے شریکوں کا جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین میں کیا بنایا، یا کچھ اُن کی آسمانوں میں شرکت ہے۔

لفظی تحقیق: اَرَءَيْتُمْ: کیا دیکھا تم نے، محاورہ عرب میں اس کا استعمال ایسا ہی ہے، جیسے ہماری زبان میں توجہ دلانے کیلئے کہتے ہیں بھلا! دیکھوتو۔ اَرُوْ: دکھاؤ، امر کا صیغہ ہے، "اِرَاءَۃٌ" سے جو (رَ،اَ،یؔ) سے بنا ہے، "رُؤیت" کے معنیٰ ہیں دیکھنا، "اِرَاءَۃٌ" دکھانا۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اے پیغمبر! ان سے پوچھو تو سہی کہ تم نے ان اپنے بناوٹی معبودوں کے حال پر بھی کبھی غور کیا ہے، کیا ان میں سے کسی نے زمین یا اس کی کچھ چیزیں بنائی ہیں؟ یا آسمانوں کے بنانے میں ان کا کچھ حصہ ہے؟ ان کی حالت ہی سے واضح ہے کہ یہ بالکل بے بس ہیں، نہ کچھ بنا سکتے ہیں اور نہ دلوا سکتے ہیں، پھر ان کے سَر خوامخواہ کیوں ہو رہے ہو، ان میں سے بعض تو نہ سنیں نہ دیکھیں اور نہ جواب دیں، وہ اپنی زبان سے کہہ رہے ہیں کہ وہ کچھ نہیں، اور جو بولنے والے ہیں وہ زبان سے بھی اپنے بے بس ہونے کا اعتراف کرتے ہیں، اپنے ان بناوٹی خداؤں کو چھوڑ و اور ایک اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ۔

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ: تو کیا آسمانوں کی کے بنانے میں ان کی کوئی شرکت ہے؟ آسمانوں میں سے کوئی آسمان یا کسی آسمان کا کوئی ٹکڑا انہوں نے پیدا کیا ہے؟ اگر یہ بھی نہیں ہے تو پھر تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو؟

شرک کا ثبوت کیا ہے؟

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ

کیا دی ہے ہم نے انہیں کوئی کتاب پس وہ پر روشن دلیل سے اس بلکہ نہیں وعدہ کرتے ظالم لوگ

بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾

بعض ان کے بعض سے مگر دھوکہ (۴۰)

بامحاورہ ترجمہ: ۔کیا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کے ذریعہ شرک کا ثبوت رکھتے ہیں، کوئی نہیں یہ جو ظالم لوگ ایک دوسرے سے وعدہ کرتے ہیں وہ سب فریب ہے۔ (۴۰)

تفسیر

پہلے ارشاد ہوا: کہ ان مشرکوں سے پوچھو تم نے اپنے معبودوں میں کیا دیکھا ہے جو تم ان کی پوجا کرتے ہو؟ کیا تمہاری عقل اس قدر گئی گزری ہے کہ بے بسوں کو طاقتور سمجھتے ہو؟

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: اگر یہ نہیں تو پھر تمہارے پاس ہماری اتاری ہوئی کتاب ہونی چاہئے جس میں صاف صاف لکھا ہو کہ ہمیں چھوڑ کر دوسروں سے مدد مانگو، آدمی کے پاس اپنے کام کی یا تو کوئی عقلی دلیل ہونی چاہئے یا پیغمبر اور آسمانی کتاب کا حکم ہونا چاہئے، جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو پوجنے کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ کوئی اللہ تعالیٰ کا تحریری فرمان ہے، بات یہ ہے کہ تم یہ شرک کی باتیں ایک دوسرے کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہو، یہ ظالم لوگ ایک دوسرے سے کہتے رہتے ہیں کہ ہمارے یہ معبود اللہ تعالیٰ سے ہماری سفارش کریں گے اس لئے انہی کی پوجا کرتے رہو، یہ کھلا دھوکہ ہے جس میں وہ خود بھی پھنسے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی پھنسا رہے ہیں۔

بعض مشرک یہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہ معبود خود تو کوئی کام نہیں کرتے البتہ سفارش کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کام بنوا دیتے ہیں، ایسے لوگوں کا بیان اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے جو کہتے ہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، ان کی سفارش اللہ تعالیٰ نامنظور نہیں کرتا۔ (سورۂ یونس: آیت۔ ۱۸)، چنانچہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتے ہیں۔ (سورۃ الزمر: آیت۔ ۳)، یہ سب دھوکہ اور فریب کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بھی سفارش نہیں کر سکتا، لہٰذا کافروں اور مشرکوں کے حق میں کسی کو سفارش کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، سارا اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس کے سوا کوئی قدرت کا مالک نہیں، مخلوق ہونے میں سب برابر ہیں اور سب کے سب اس کے آگے بے بس ہیں، لہٰذا انسانوں، جنوں اور ملائکہ میں خدا ہونے کی کوئی بات نہیں پائی جاتی، ان سے قیامت والے دن پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے میرے بندوں کو شرک پر آمادہ کیا تھا تو وہ صاف جواب دیں گے، اے ہمارے رب! آپ کی ذات پاک ہے، بھلا! ہم کسی کو شرک کی طرف کیسے بلا سکتے تھے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے کہ اے میرے رب! میں

نے تو اپنی قوم کو یہی تعلیم دی تھی کہ اُس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے، اور تمہارا بھی رب ہے۔(سورۃ المائدہ: آیت۔۱۱۷)

اللہ تعالیٰ کی قدرت

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ

بیشک اللہ نے تھام رکھا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اس سے کہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں اور البتہ اگر وہ ہٹ گئے

اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

نہیں تھامے گا ان کو کوئی سوا اس کے تحقیق وہ ہے بردبار معاف کر دینے والا (۴۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تھام رکھا ہے اس بات سے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں اور اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو ان کو اس کے سوا کوئی نہ تھام سکے گا، وہ تحمل والا بخشنے والا ہے۔(۴۱)

تفسیر

پہلے ارشاد ہوا کہ: مشرکوں کے پاس کسی اور کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے کی کوئی دلیل نہیں، اس کی تائید میں نہ کوئی عقلی دلیل ان کے پاس ہے اور نہ وہ کسی آسمانی کتاب میں اس کی دلیل دکھا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کو معبود ٹھہرا کر اس کی پوجا کرنا محض ایک من گھڑت بات ہے اور محض ایک دوسرے کو ورغلاتے رہنے کا نتیجہ ہے، اس کی بنیاد غلط خیالوں پر ہے جو ان میں سے ہر ایک کے دل پر جم گئے ہیں اور ان کی بناء پر ان میں سے ہر ایک دوسرے کو اپنے عمل جتاتا رہتا ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں ٹھیک کر رہے ہیں، اگر سوچ سمجھ سے کام لیں اور ہٹ دھرمی چھوڑ دیں تو آسمان اور زمین کا ایک حالت پر قائم رہنا ہی ان کو سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کے سنبھالنے اور تھامنے والا ایک ہی اللہ تعالیٰ ہے، جس کی قدرت میں کوئی اور دخل نہیں دے سکتا۔

اس آیت میں صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ اس جہان کے نظام کو اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی قدرت سے قائم

رکھا ہے، سارے آسمان اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور زمین اپنی مقرر جگہ سے اِدھر اُدھر سرک نہیں سکتی، اگر وہ انہیں اپنی جگہوں پر نہ ٹھہرائے رکھے تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے، کسی کی طاقت نہیں کہ اس کے آگے دم مارے اور اس کے حکم کے بغیر انہیں اپنی اپنی جگہ سے نہ ہلنے دے، یہ اس کی نرمی اور بخشش ہے کہ باوجود لوگوں کے غرور اور سرکشی کے آسمان اور زمین ٹھہرے ہوئے ہیں، یقیناً وہ بردبار اور کریم ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی طرف اشارہ کیا ہے، اگر یہ آسمان اور زمین اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو ان کو کوئی تھامنے والا نہیں ہے، سورج، چاند، زمین اور دوسرے کُرے فضاء میں معلّق ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کا مدار مقرر کر رکھا ہے، سب کے سب اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام قائم کر رکھا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں، کسی کرّے کا مدار چھوٹا ہے اور وہ جلدی اپنا چکر پورا کر لیتا ہے اور کسی کا مدار لمبا ہے اور وہ اس کے مطابق زیادہ وقت لیتا ہے، کوئی کرہ چوبیس گھنٹے میں اپنے مدار کے گرد چکر لگاتا ہے، کوئی ایک ماہ میں، کوئی بیس گھنٹے میں اپنے مدار کے گرد چکر لگاتا ہے، کوئی ایک ماہ میں، کوئی بیس سال میں اور کوئی ہزاروں سال میں، سب اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور کائنات کا یہ نظام چل رہا ہے، فلکیات والے بتاتے ہیں کہ سورج زمین کی نسبت تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے مگر دور ہونے کی وجہ سے اس قدر چھوٹا نظر آتا ہے، یہ زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے، اسی طرح زمین سے نزدیک ترین کرہ چاند اڑھائی لاکھ میل کی مسافت پر ہے، شعریٰ سیارہ جس کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے کہ: شعریٰ سیارے کا رب بھی وہی ہے۔ (سورۃ النجم: آیت۔ ۴۹)، یہ سیارہ سورج سے بیس گنا بڑا ہے، ہر کرّے کا وزن ہے اور یہ اللہ کی حکمت کے مطابق جب تک اس کو منظور ہے چلتے رہیں گے، پھر جب مقررہ وقت آ جائے گا تو یہ سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور نیا نظام قائم ہوگا، اللہ تعالیٰ نے قیامت کے واقع ہونے کی مختلف نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔

اِنَّهٗ كَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا: بیشک اللہ تعالیٰ بڑا ہی بردبار اور بخشش کرنے والا ہے، وہ انسان کی کوتاہیوں پر فوری پکڑ نہیں کرتا، بلکہ مہلت دیتا رہتا ہے، پھر جب مقررہ وقت آ جاتا ہے تو مجرم کو پکڑ لیتا ہے اور جب کوئی گنہگار اس کے دروازے پر آ کر توبہ کرتا ہے تو پھر اس کی رحمت و بخشش بھی بڑی وسیع ہے اور وہ معاف کر دیتا ہے،

اگر اس کی بخشش اور معافی نہ ہوتی تو لوگوں کے کفر، شرک اور گناہوں کی وجہ سے دنیا یکدم ویران ہوجاتی، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کی وجہ سے ہی دنیا کا نظام قائم ہے۔

کم ہمّتی

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ

اور قسمیں کھاتے تھے اللہ کی بہت زور کی قسمیں اپنی البتہ اگر پاس آیا ان کے کوئی ڈرانے والا ضرور ہوں گے وہ

اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ

زیادہ ہدایت پانے والے سے ہر ایک امت

با محاورہ ترجمہ:۔ اور وہ زوردار انداز میں اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے گا تو ہر ایک امت سے بہتر راہ چلیں گے۔

تفسیر

پہلے لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی قدر نہ کی اور ان کہنا پوری توجہ سے کبھی نہ سنا بلکہ اکثر ان کے ستانے کے در پے ہوئے، عرب یہ باتیں سن کر بڑے زور سے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اگر ہمارے اندر کوئی پیغمبر آیا تو ہم ان ساری امتوں سے بڑھ کر جواب اپنے اہل کتاب ہونے کی بدولت ہم پر فخر جتاتے ہیں، اپنے پیغمبر کے راستہ پر چل کر دکھائیں گے اور ان سے زیادہ ہدایت پر ہوں گے۔

بُری عادت رنگ لائی

فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۲﴾ اِسْتِكْبَارًا فِي

پس جب پاس آیا ان کے ڈرانے والا نہ زیادہ کیا انکو (اس ڈرانے نے) مگر دور بھاگنا (۴۲) تکبر کی وجہ سے میں

الْاَرْضِ وَ مَكْرَ السَّيِّئِ ؕ
زمین اور داؤ کرنا بُرے بُرے

بامحاورہ ترجمہ: ۔ پھر جب ڈرسنانے والا آخری پیغمبر آیا تو ان کا بدکنا اور بڑھ گیا۔ (۴۲) ملک میں بڑے بننے کی وجہ سے اور بُرے بُرے فریب کرنے کی وجہ سے۔

لفظی تحقیق: مَكْرَ السَّيِّئِ: بُری چالیں چلنا۔ اس میں موصوف کو صفت کی طرف مضاف کر دیا گیا ہے، "السَّيِّئِ" مکر کی صفت ہے، یعنی: بُری چال۔

تفسیر

شروع ہی سے عرب باہر والوں کی اطاعت سے دور بھاگتے تھے اور اپنے ملک میں آزادی قائم رکھنے پر بہت زور سے تلے ہوئے تھے، جب باہر والوں میں سے ان پر کسی نے چڑھائی نہ کی جس کی وجہ کچھ تو ان کے ملک کا اور ملکوں سے الگ ہونا تھا اور دوسری ضروریات زندگی کی کم یابی تھی تو عربوں نے آپس میں ہی لڑنا اور ایک دوسرے کو دبانا شروع کر دیا، رفتہ رفتہ آپس کی ناچاقی اتنی بڑھی کہ ہر ایک اپنے اپنے قبیلے بنا کر بیٹھ گیا اور ایک دوسرے کو دبانے کی عادت پڑگئی، ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ میں سب سے بڑھ چڑھ کر رہوں، اس پر اضافہ یہ ہوا کہ کچھ خوشحال تھے اور کچھ بدحال، اس سے اور بھی ایک دوسرے سے دوری بڑھی اور لوٹ مار شروع ہوگئی، کوئی شخص یا قبیلہ اپنے مقابل والے قبیلے کو دبانے میں کسی طرح کی کسر نہ چھوڑتا، بھیڑیوں کی طرح اپنے شکار کی تاک میں رہتے اور داؤ چل جاتا تو اس کے ملیا میٹ کرنے میں بُرے سے بُرے طریقے سے بھی نہ چوکتے، یہ بڑا بننے کی ہوس اور اپنے مقابل کو دبانے میں داؤ گھات کی مشق اپنا رنگ لائی، جب ان میں آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، وہ جو پختہ قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ہم میں کوئی پیغمبر پیدا ہوا تو ہم اس کی اطاعت اور فرمانبرداری سب قوموں سے زیادہ کر کے دکھائیں گے سب بھول بھال گئے اور بجائے فرمانبردار ہونے کی پیغمبر کے دشمن ہو گئے۔

اِسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ: وہ زمین میں غرور و تکبر کرنے والے تھے، ان لوگوں کو اپنی سرداری پر گھمنڈ تھا

اور وہ کسی دوسرے کو اس میں شریک کرنے کیلئے تیار نہ تھے، وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر مان لیا تو پھر ہماری سرداری ختم ہو جائے گی اور لوگ آپ (ﷺ) کو بڑا مانیں گے اور آپ ہی کی بات مانی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے خلاف مشرکوں کی نفرت ایک تو غرور اور تکبر کی وجہ سے تھی دوسری بُری تدبیر نفرت کی وجہ سے تھی، ان کی بُری تدبیر یہی تھی کہ پیغمبر ﷺ کو قتل کر دیا جائے تا کہ ان کا لایا ہوا دین یہیں دم توڑ جائے اور آگے نہ بڑھ سکے۔

بُری عادت کا اثر

وَ لَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ

اور نہیں | گھیرتا | داؤ | برا | مگر | انہی مکر والوں کو | پس نہیں | انتظار کرتے وہ | مگر | دستور | پہلوں کے کے

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور بُرائی کا داؤ انہی داؤ کرنے والوں پر الٹے گا (آخرت میں) پھر اب وہی راہ دیکھتے ہیں پہلوں کے ہلاکت کے انجام کی اور عذاب کی۔

لفظی تحقیق: يَحِيْقُ: احاطہ کرتا ہے۔ مضارع کا صیغہ ہے (ح،ی،ق) سے "حَيْقٌ" کے معنی گھیر لینا، احاطہ کر لینا، لپیٹ میں لے لینا۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ جو لوگ بُرے داؤ پیچ کرتے رہتے ہیں ان کے یہ داؤ پیچ انہی پر الٹ پڑتے ہیں جو دوسروں کو ناحق ستاتا ہے، وہ آخر کار آپ ہی تباہ ہوتا ہے، ممکن ہے کہ تھوڑے دن کچھ عارضی فائدہ اٹھالے اور دل میں خوش ہو لے کے دیکھا دشمن کو میں نے کیسا چت کیا ہے، لیکن حقیقت میں وہ اپنے ہی حق

میں کانٹے بورہا ہے، آگے چل کر کبھی نہ کبھی بُری گت بنے گی، یاد رکھو کہ ظلم کرنے والا خود تباہ ہوگا اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کیساتھ اس ظلم کو برداشت کیا تھا اس پر غالب آئیں گے، ظالم کی کامیابی عارضی ہوتی ہے اور آخر کار اس کے ظلم کا وبال اوّل تو دنیا ہی میں ورنہ آخرت میں تو اس پر پڑ کر ہی رہتا ہے۔

مکہ کے کافروں کو سمجھایا جارہا ہے کہ مسلمانوں کو بے جا ستا کر تم اپنی تباہی کا بیج بورہے ہو، تم نے پہلے لوگوں کا حال نہیں سنا؟ ان کے حالات پر نظر ڈالو جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں، ان میں سے کون ہے جسے اس کی بُرائی کا پھل نہیں ملا؟ کیا تم بھی یہی راہ دیکھ رہے ہو کہ تمہارے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ ہو، سو یاد رکھو کہ ایسا ہی ہو کر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا قانون اٹل ہے

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا ﴿۴۳﴾

پس ہرگز نہ	پائینگے آپ	واسطے طریقے	اللہ کے	کوئی تبدیلی	اور	ہرگز نہ	پائینگے آپ	واسطے طریقہ	اللہ کے
									ٹل جانا (۴۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ سو! آپ اللہ تعالیٰ کے قانون کو بدلتا نہ پائیں گے کہ ان پر عذاب کے بجائے انعام و اکرام ہونے لگے، اور آپ اللہ تعالیٰ کے قانون کو ٹلتا نہ پائیں گے۔ (۴۳)

تفسیر

اس آیت میں صاف طور پر اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قانون اور قاعدے دنیا کے انتظام کیلئے مقرر فرما دیئے ہیں ان میں تبدیلی ہرگز نہ ہوگی، ہر کام اسی طریقہ سے ہوتا رہے گا جو اس نے جاری فرما دیا ہے، انسان کو ہر کام کا جو وہ اپنے ارادہ سے کرے گا بدلہ ملے گا، اگر وہ کام اچھا ہے تو اس کا بدلہ بھی اچھا ہوگا اور اگر بُرا ہے تو بدلہ بھی بُرا ہوگا، یہ قانون اللہ تعالیٰ کے ہاں اٹل ہے۔

اس قانون کو انسان اپنی عقل اور تجربہ سے اور پچھلے لوگوں کے حالات سن کر معلوم کرسکتا ہے، اسی قانون کو سمجھانے کیلئے قرآن کریم میں پہلے لوگوں کے عملوں اور ان کے نتیجوں کی طرف جا بجا توجہ دلائی ہے اور کہا ہے کہ انسان کو اپنے غلط کام پر عارضی کامیابی سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہئے کہ جو کچھ اس نے کیا یا کر رہا ہے وہ ٹھیک ہے، ہوسکتا ہے کہ ایک کام کا فوری نتیجہ اس کے نزدیک تسلی بخش ہو، لیکن انجام کار وہ اس کیلئے تباہی کا باعث ہو، اسے چاہئے کہ قرآن کریم کو غور سے پڑھے اور ان کاموں کی بُرائی کو اچھی طرح ذہن میں بٹھالے جن کے کرنے والوں کو پہلے زمانہ میں سزائیں ملیں، لازم ہے کہ انہیں فوراً چھوڑ دے۔

نیز: ان کاموں کو بھی اچھی طرح سمجھ لے جن کے کرنے والے عذاب سے محفوظ رہے اور انہیں اختیار کرے، بُرے کاموں کی سزا میں اگر دیر لگے یہاں تک کہ دنیا میں اس کو سزا نہ ملے تو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق اس کو آخرت میں سزا مل کر رہے گی، اگر تم بھی شرک سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کا قانون محض تمہاری خاطر تبدیل نہیں ہوگا، اگر تم بھی ایسا کروگے تو عذاب میں پکڑے جاؤگے، دنیا کی عدالتوں میں بعض اوقات رشوت یا سفارش کی وجہ سے مجرم کی سزا کو ٹال دیا جاتا ہے یا اس میں کمی کردی جاتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے قانون میں ایسی کوئی گنجائش نہیں ہے، وہ مجرم کو دنیا میں مہلت تو دیدیتا ہے مگر آخرت میں سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔

اس لئے کافروں کیلئے عذاب سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں، سوا اس کے کہ مرنے سے پہلے ایمان لاکر قرآن کریم کی ہدایتوں پر دل و جان سے عمل کرے۔

دیکھ کر سبق سیکھو!

اَوَ لَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ

کیا　نہیں　چلے پھرے وہ　میں　زمین　کہ دیکھ لیں　کیسا　ہوا　انجام　ان لوگوں کا

مِنۡ قَبۡلِہِمۡ وَ کَانُوۡۤا اَشَدَّ مِنۡہُمۡ قُوَّۃً ؕ

سے　پہلے ان کے　اور　تھے وہ　سخت تر　سے ان　قوت میں

بامحاورہ ترجمہ: کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیں کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں؟ اور وہ زور میں ان سے بہت سخت تھے۔

تفسیر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑنے والوں سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا تم زمین میں چلے پھرے نہیں، تم نے یہ سوچا ہوتا کہ وہ لوگ جو یہاں بستے تھے کہاں گئے اور انہوں نے اپنی زندگی میں کیا کیا کام کئے اور پھر ان کاموں کا انجام کیا ہوا، ان کے حالات سن کر تمہیں یہ معلوم ہو جانا چاہئے کہ یہ لوگ تم سے بہت زیادہ قوت والے تھے۔

اَوَ لَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ: کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا؟، وہ تو طاقت میں ان سے بھی زیادہ تھے، پرانی قوموں کے حالات پڑھیں اور دیکھیں تو پتہ چل جائے گا کہ ان کی سرکشی کا کیا انجام ہوا۔

قیمتی نصیحت

ان آیتوں کو اگر کوئی اچھی طرح سمجھ لے تو ممکن نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دل وجان سے فرمانبردار نہ ہو جائے، ان میں انسان کے سامنے دنیا کی اور خود اس کی اپنی حقیقت کو کھول کر دکھ دیا گیا ہے، ان میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں بہت سے انسان آئے اور چلے گئے، بہت سے قومیں آئیں اور ختم ہو گئیں، ان میں بہت سے تو ایسے تھے جو اپنے زور کے آگے کسی کو کچھ نہ سمجھتے تھے، ان کی غفلت کی انتہاء یہ تھی کہ ان میں سے بعض تو خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے تھے اور کمزوروں سے اپنی پوجا تک کراتے تھے، انسانوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ آخر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ کر ذلیل وخوار ہوئے اور تباہ کر دیئے گئے۔

آج کل کے انسان انہی کی جگہ پر آباد ہیں، انہیں ان کے حالات سن کر ان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے، انہیں اقرار کرنا چاہئے کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہیں، انسان بھی اسی کی بنائی ہوئی ایک مخلوق

ہے، اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ جو کچھ وہ دیکھتا سنتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے علم، قدرت اور حکمت کا اندازہ لگائے اور اس کی اطاعت میں مشغول ہو جائے، اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو اس کی سزا پائے گا، اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہوں کچھ اور نہیں پا سکتے اور نہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔

وہ اس بات پر مغرور نہ ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی نہ مان کر بھی دنیا میں بڑی شان و شوکت سے زندگی بسر کر رہے ہیں، اگر انہیں باوجود نافرمانی کے ہر چیز ملتی جارہی ہے تو یہ محض ایک عارضی بات ہے، آخر کار انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کی نافرمانی کر کے سخت نقصان میں رہے، اگر دنیا میں بچ گئے تو کیا مرنے کے بعد بھی پکڑے نہ جائیں گے، اس وقت نہ ان کے پاس کچھ زور ہوگا، نہ دولت، نہ کوئی مددگار، نہ حمایتی ہوگا، اللہ تعالیٰ کے سامنے بے بس و بے کس کھڑے ہوں گے اور اپنی غلطی پر پشیمان ہوں گے، اس وقت وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے سچ کہا تھا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو آخرت میں سوا حسرت اور افسوس کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا، اس لئے تمام انسانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ ابھی اس کا وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کے وعدوں پر یقین کرو، وہ فرمانبرداروں کو اپنے انعام واکرم سے مالا مال کرے گا اور نافرمانوں کو سخت سزا دے گا۔

مصر کے فرعون اور بابل کے آشوری، کلدانی، عاد اور ثمود بڑے بڑے طاقتور اور ملک و خزانوں کے مالک تھے، یونان میں سکندر جیسے دنیا کے فتح کرنے والے بھی ہوئے ہیں، پچھلی سورۃ میں گزر چکا ہے کہ عرب والوں کو تو پچھلی قوموں کا دسواں حصہ بھی نہیں ملا، یہ کس بات پر اترا رہے ہیں اور کس غرور میں مبتلا ہیں؟ اگر وہ اتنے طاقتور اور مال و دولت کے مالک اپنی سرکشی کی وجہ سے تباہ ہو گئے تو یہ بھی ہو جائیں گے جب اللہ تعالیٰ کی پکڑ آئے گی تو دنیا سے مٹا دیئے جائیں گے۔

پکڑ سے بچنا ناممکن ہے

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ

اور نہیں ہے اللہ کہ تھکا دے اُسے کوئی شے میں آسمانوں اور نہ میں زمین

اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾

حقیقت یہ ہے کہ وہ ہے بڑے علم والا بڑی قدرت والا (۴۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ وہ نہیں جسے کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں تھکا سکے وہی ہے سب کچھ جاننے والا اور قدرت والا۔ (۴۴)

تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: انہیں کان کھول کر اچھی طرح سن لینا چاہئے کہ کوئی چیز نہ آسمانوں میں ایسی ہے اور نہ زمین میں، جو اللہ تعالیٰ کو عاجز کر دے، ہر چیز اس کی قدرت میں ہے، اگر وہ نافرمانوں کو سزا دینا چاہے تو انہیں کوئی پناہ کی جگہ نہیں مل سکتی، کوئی مخلوق کیسی ہی طاقتور ہو، آسمان سے تعلق رکھتی ہو یا زمین میں موجود ہو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں چھڑا سکتی، اللہ تعالیٰ نے خود سب کو بنایا ہے اور وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے، اسے ہر ایک کی طاقت کا علم ہے، وہ ہر ایک چیز کا جاننے والا ہے، اس سے کسی کا حال چھپا ہوا نہیں ہے، پھر وہ کسی سے عاجز ہو تو کیوں ہو؟ عاجز تو وہ ہوتا ہے جسے اپنے مخالف کی قوت کا اچھی طرح علم نہ ہو اور اپنے وہم و گمان میں اسے بڑا زبردست اور طاقتور سمجھتا ہو مگر جسے یقین ہو کہ میرے مقابلے میں میرے مخالف کے پاس کچھ نہیں رکھا وہ اس سے کیوں دبنے لگا؟

اللہ تعالیٰ کی قدرت سب پر چھائی ہوئی ہے اور سب اس کے سامنے عاجز ہیں، اس کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا۔

دنیا میں مہلت

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا

اور اگر پکڑ کرے اللہ لوگوں کی پر اس جو کمایا انہوں نے نہ چھوڑے پر پیٹھ اس کی

مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ
کوئی چلنے والا مگر مہلت دیتا ہے انہیں تک وقت مقررہ پس جب آئے گا

ع ۸ ۵ ۱۷

اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾
وقت ان کا پس تحقیق اللہ ہے بندوں اپنوں کا دیکھنے والا (۴۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی کمائی پر پکڑے تو زمین پر ایک چلنے والا بھی نہ چھوڑے، پر اللہ تعالیٰ ان کو ایک مقرر میعاد تک ڈھیل دیتا ہے، پھر جب ان کا مقرر کردہ وقت آجائے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کو دیکھ رہا ہے۔(۴۵)

تفسیر

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے انسان کو وہ راستہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے چلنے کیلئے مقرر کیا ہے صاف صاف بتادیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے نشانات اور اس کی علامتیں بالکل واضح کردیں اور قرآن کریم نے اس طرزِ عمل کو جو انسان کی شان کے مطابق ہے ہمیشہ کیلئے متعین کردیا، لیکن انسانوں کی اکثریت ابھی تک اسی غفلت میں پڑی ہوئی ہے جس میں پہلے تھی۔

ارشاد ہے کہ: سمجھانے کے باوجود لوگوں کا چال چلن درست ہونے کا نام نہیں لیتا، اگر اللہ تعالیٰ ہر ایک بات پر پکڑ کرنے لگے تو یہ اپنے کردار کے باعث فوراً ہی تباہ ہوجائیں اور ان کے بُرے عملوں کی نحوست کے سبب سے کوئی جاندار دنیا میں نہ بچے، لیکن یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے ایک وقت مقرر تک انسان کو مہلت دے رکھی ہے تاکہ جسے سنبھلنا ہو سنبھل جائے، اس لئے جب تک وہ وقت مقرر نہ آئے اس وقت تک انہیں مہلت ملتی رہے گی۔

لیکن یادرکھو کہ! آخر وہ مقرر گھڑی آکر رہے گی اور جب آجائے گی تو کسی کی کچھ نہ چلے گی، فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگا، وہ اپنے بندوں کے حال کو بخوبی جاننے والا ہے، ہر آدمی اس کی نگاہ میں ہے اور وہ اس کو اس کے کیئے کا بدلہ دے گا۔

سورۂ فاطر پر ایک نظر

اس سورۃ میں سراسر حقیقت کا اظہار ہے، جس کا ہر ایماندار کو اعتراف کرنا چاہئے، ارشاد ہے کہ: خوبی اور اچھائی سب کی سب اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جس نے اپنی قدرت سے آسمان اور زمین کو بغیر کسی نمونے کے بنا ڈالا، فرشتوں کو اپنا پیغام پہنچانے والا مقرر کیا جو اس کے حکموں کو اس کے پیغمبروں تک پہنچاتے ہیں، چنانچہ ان میں سے جبرائیل علیہ السلام اس خدمت کیلئے مقرر ہوئے کہ وہ انسانوں کیلئے پیغمبروں کی طرف وحی لے کر آئے، فرشتوں کے دو دو، تین تین اور چار چار پر ہیں جن کے ذریعے وہ دور دراز کے فاصلے طے کر کے ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اپنی مخلوق میں جو چیز چاہے بڑھا سکتا ہے، یہ نظام اس نے اپنی حکمت اور اپنے علم کی بنیاد پر قائم کیا ہے، وہ مخلوق کا محتاج نہیں، وہ اپنی قدرت سے جو چاہے کر سکتا ہے، اگر وہ اپنی رحمت سے کسی کو کچھ دینا چاہے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں اور اگر کچھ روک لینا چاہے تو اس کے سوا کوئی دینے والا نہیں، وہ قدرت والا ہے اور ہر بات کی مصلحت کو جاننے والا ہے، انسان کو اس کی نعمتیں یاد رکھنی چاہئیں، پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا وہی ہے، اس کے سوا کوئی نہیں، پھر تم بھٹکتے کیوں ہو؟ اکثر انسان پیغمبروں کو جھوٹا سمجھتے ہیں، ان کا فیصلہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا، دنیا کی زندگی سے دھوکہ مت کھاؤ اور شیطان کے بہکاوے میں مت آؤ، وہ تمہارا دشمن ہے، اس بات کا یقین رکھو کہ وہ اپنے ماننے والوں کو دوزخ کیلئے تیار کر رہا ہے، کافروں کیلئے سخت عذاب ہے اور ایماندار نیکوکار بڑا اجر پائیں گے، اللہ تعالیٰ کو اس کی نشانیاں دیکھ کر پہچانو، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کا ذکر ہے جس سے انسان اسے پہچان سکتا ہے۔

انسان کی اپنی پیدائش پھر اس کی پرورش کا انتظام سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے؛ اس لئے انسان سراسر اسی کا محتاج ہے، اس نے قرآن کریم میں ساری پہلی کتابوں کا خلاصہ ذکر کر دیا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر اس کو آگے پہنچانے کی ذمہ داری سونپی ہے، اس امت میں سبھی قسم کے لوگ موجود ہیں، لیکن جن کا ایمان سلامت ہے وہ نجات پا کر جنت میں جائیں گے اور کافروں کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا جہاں وہ پچھتائیں گے، لیکن اس

وقت ان کا پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا، انسان کیلئے دنیا ہی میں آخرت کیلئے ذخیرہ کرنے کا موقعہ ہے، اس کے بعد کوئی موقعہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے جو قاعدے مقرر کر دیئے ہیں وہ بدل نہیں سکتے، اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، وہ چاہے تو نافرمانوں کو فوراً تباہ کر دے لیکن اس نے مہلت دے رکھی ہے تاکہ جسے سنبھلنا ہو وہ سنبھل جائے۔

سورۂ یٰسٓ کا خلاصہ

یہ سورۃ مکہ میں اتری، حدیث میں آیا ہے کہ: یہ سورۃ قرآن مجید کا دل ہے اور اس کے پڑھنے سے مشکل آسان ہوتی ہے، چنانچہ حدیث میں ہدایت ہے کہ: اسے مرنے والے کے سامنے پڑھو تاکہ اسے روح نکلنے میں آسانی ہو۔

اس سورۃ میں پیغمبری کو برحق کہا گیا ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، منکروں کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا، لیکن دنیا بنائی ہی ایسی گئی ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ آپ کا پیغمبر ہونا مانیں گے اور کچھ آپ کی پیغمبری کا انکار کریں گے بلکہ الٹا مخالف ہو جائیں گے، ماننے والے نیک بخت ہیں، انہیں مرنے کے بعد بڑی راحت نصیب ہوگی اور نہ ماننے والے کسی طرح نہ مانیں گے اور مرنے کے بعد عذاب میں مبتلا ہوں گے، ایمان لانے والوں اور انکار کرنے والوں کا رویّہ ایک خاص مثال سے واضح کیا گیا ہے، پیغمبروں کے انکار کرنے والوں پر افسوس کیا گیا ہے کہ وہ اپنے غلط طرزِ عمل کی وجہ سے آخرت کا سخت عذاب مول لے رہے ہیں، پیغمبری کی اہمیت جتلانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی پہچان پر توجہ دلائی گئی ہے، جہان میں اس کی قدرت کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں اور وہ سب دنیا کے بنانے والے اور اس کے پالنے والے کا پتہ بتا رہی ہیں۔

اس کے بعد قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور آخرت میں ایمان لانے والوں کے انعام واکرام کا اور انکار کرنے والوں کی سزا کا بیان کیا گیا ہے، پھر قرآن کریم کی اہمیت بتائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ کوئی شاعرانہ خیالی اور فرضی باتوں کی کتاب نہیں ہے، اس میں ہر چیز اور ہر بات کی اصل حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔

پھر سمجھایا گیا ہے کہ کافروں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے منہ موڑنا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں، انسان کو

چاہئے کہ وہ خوب سمجھ لے کہ مر کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوبارہ جینا ہر انسان کیلئے ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ختم ہو جانے کے بعد کسی کا دوبارہ بنا دینا کچھ مشکل نہیں، دنیا کی ہر چیز چھوٹی ہو یا بڑی اس کی قدرت میں ہے اور وہ جس چیز کا بھی ارادہ کرتا ہے وہ چیز اس کا حکم سنتے ہی موجود ہو جاتی ہے، وہ ہر بُرائی، عیب، کمزوری اور بیچارگی سے پاک ہے، تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

اٰیاتها – ۸۳ | سُوْرَۃُ یٰسٓ مَکِّیَّۃٌ | رکوعاتها – ۵

سورۂ یٰسین مکی ہے، اس میں تراسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

قرآن کریم برحق ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یٰسٓ ۞(۱) وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۞(۲) اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۞(۳) عَلٰى

یٰسٓ (۱) قسم اس قرآن حکمت والے کی (۲) تحقیق آپ البتہ میں سے پیغمبروں (۳) اوپر

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۞(۴)

راہ سیدھی کے (۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ یٰسٓ۔(۱) قسم ہے اس حکمت بھرے قرآن کی۔(۲) تحقیق آپ بھیجے ہوؤں میں سے ہیں۔(۳) سیدھے راستہ پر۔(۴)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اس قرآن کی طرف توجہ کرو، اس کی ہر بات بالکل سچی اور صاف ہے اور سراسر حقیقت ہے،

یہ کوئی اٹکل پچوں باتوں کا مجموعہ نہیں جس کی بنیاد وہم وگمان پر ہو، اس کی باتوں میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اس کے بعد آیت میں خطاب اگر چہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن سنانا سب سمجھ داروں کو مقصود ہے کہ کیا قرآن کریم پڑھ کر اور سن کر اس میں کوئی شک کرسکتا ہے؟ کہ اس کے سنانے والے واقعی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔

ظاہر ہے کہ وہ خود ایسا کلام نہیں بنا سکتے جس کے برابر کا کلام بنانے سے بڑے بڑے ہوشیار پڑھے لکھے عاجز آ گئے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کا پیغام انسان کے پاس لے کر آئے، یقیناً وہ اس راستہ پر چل رہے ہیں جو انسانوں کو اصلی کامیابی اور منزل مقصود تک سیدھا پہنچاتا ہے، اس راستہ پر چلنے والے کبھی اِدھر اُدھر نہیں بھٹکتے۔

سورۃ یٰسین کی فضیلت

حدیث شریف میں اس سورۂ مبارکہ کی بڑی فضیلت آئی ہے، اس سورۃ کی فضیلت میں مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ مسند ابو یعلی کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کے وقت "سورۂ یٰسین" کی تلاوت کرے گا اس کو صبح وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے بخشش ومغفرت کا پروانہ ملے گا،

"مسند احمد" میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی آتا ہے کہ: "سورۂ یٰسین" قرآن کریم کا دل ہے، جو شخص اس سورۃ کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی گھر کی تلاش کیلئے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بخش دے گا۔

"مسند بزّار" میں یہ حدیث بھی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ یہ سورۃ میری امت کے ہر شخص کے دل میں ہو، یعنی: ہر شخص کو اسے حفظ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے،، "تفسیر حقانی" والے لکھتے ہیں کہ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ: "سورۃ یٰسین" پڑھنے سے اللہ تعالیٰ آئی ہوئی سختی کو دور کر دیتے ہیں اور موت کے وقت یہ سورۃ پڑھنے سے روح آسانی سے نکلتی ہے۔

قرآن کریم کس نے اتارا؟

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝٥ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ

اتارا زبردست رحم والے نے (۵) تاکہ ڈرائیں آپ قوم ایسی کو نہیں ڈرائے گئے باپ دادا ان کے

فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٦

پس وہ غفلت میں پڑے ہیں (۶)

بامحاورہ ترجمہ: اسے زبردست رحم کرنے والے نے اتارا ہے۔ (۵) تاکہ آپ ڈرائیں ایک ایسی قوم کو جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا، سو! وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ (۶)

تفسیر

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری آنکھوں کے سامنے پرورش پائی ہے، تم بچپن سے ان کے حالات دیکھ رہے ہو، انہوں نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا، پھر جو وہ ایسا حکمت سے بھرا ہوا کلام جسے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے ہر موقع کے مطابق تمہیں سنا رہے ہیں تو یہ ان کا اپنا بنایا ہوا نہیں ہوسکتا، تمام حالات پر غور کر کے قرآن کریم جیسے با اثر کلام کو سن کر مجبوراً ماننا پڑے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سکھایا ہے، اس کی شان و شوکت سے ظاہر ہے کہ اس کا بھیجنے والا بڑی قوت والا ہے اور اتنا زبردست ہے کہ اس کے آگے کوئی بڑائی اور زور کا دعویٰ نہیں کر سکتا، کلام کے زور سے ظاہر ہے کہ اس کا سکھانے والا نافرمانوں کو پوری پوری سزا دینے کی طاقت رکھتا ہے اور جہاں لطف و کرم کا اظہار ہے وہاں رحمت کا دریا ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے اور یقین ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے فرمانبرداروں کو اپنی نوازش سے مالا مال کر دے گا۔

پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہے کہ: یہ کلام اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف اس لئے اتارا ہے کہ آپ اس قوم کو بُرے عملوں کے نتیجوں سے خبردار کر دیں جن کے پاس مدت سے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اور جن کے باپ دادا تک نے

بھی کبھی ایسی باتیں نہیں سنیں؛ اس لئے وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اب انہیں اس غفلت سے جگانا ہے۔

ان لوگوں سے بنی اسماعیل مراد ہیں کہ اس قوم میں تقریباً دو ہزار سال تک کوئی پیغمبر نہیں بھیجا گیا تھا، بنی اسرائیل میں تو پے در پے پیغمبر آتے رہے، مگر بنی اسماعیل میں آپ کے بعد کوئی پیغمبر پیدا نہیں ہوا، بنی اسماعیل کے ہزاروں خاندان اور آگے ہزاروں شاخیں تھیں، یہ بہت بڑا خاندان ہے جو عرب میں اور عرب سے باہر خراسان تک پھیلا ہوا تھا، مگر قریب زمانے میں ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا، اسی لئے فرمایا کہ: آپ ان لوگوں کو ڈرا دیں جن کے پاس زمانہ قریب میں کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔

بدنصیب لوگ

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّا جَعَلْنَا

البتہ تحقیق پختہ ہو چکی ہے بات پر اکثر ان میں سے پس وہ نہ ایمان لائیں گے (۷) تحقیق ہم نے کر دیئے

فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝

میں گردنوں ان کی طوق پس وہ طرف تھوڑیوں پس وہ سر اونچا کئے ہوئے ہیں (۸)

با محاورہ ترجمہ:۔ثابت ہو چکی ہے بات ان میں سے بہتوں پر کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ (۷) ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈالے ہیں، سو! وہ تھوڑیوں تک ہیں، پھر ان کے سر اٹھ رہے ہیں۔ (۸)

لفظی تحقیق: مُقْمَحُوْنَ: سر اوپر کی طرف اٹھائے جو آگے نہیں جھک سکتا۔ "مُقْمَحٌ" کی جمع ہے، جو "اِقْمَاحٌ" سے بنا ہے، اس کا مادہ (ق، م، ح) ہے، "قَمْحٌ" کے معنی سر اونچا اٹھانے کے ہیں، "اِقْمَاحٌ" گردن میں اتنا سخت طوق ڈال لینا کہ جس سے سر اوپر کا اوپر رہ جائے آگے نہ جھک سکے، اس کو سر "اُلَلْنَا" کہتے ہیں۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان لوگوں میں سے ایسے سخت دل ہوں گے کہ قرآن کریم کی آیتوں کی طرف بالکل توجہ نہ

کریں گے، دنیا کہ چہل پہل نے ان کا دل اس قدر موہ لیا ہوگا کہ وہ آپ کی سنیں گے ہی نہیں، ایمان لانا کیسا؟ مال و دولت کی خواہش اور باپ دادا کی رسموں کی پیروی میں اس قدر پھنسے ہوئے ہوں گے کہ حق آواز کی طرف کان بھی نہ لگائیں گے، ان کے برے عملوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہوگا، جب ان کی بے پروائی اس قدر بڑھی ہوئی ہوگی تو وہ ہمارے مقرر کیے ہوئے اٹل قانون کی پکڑ میں آجائیں گے اور ہم ان کے اختیار کیے ہوئے رسم و رواج کو طوق کی طرح ان کی گردنوں میں پھنسا دیں گے اور وہ اتنا فٹ ہوگا کہ ان کی گردن آگے کو جھکنے نہ پائے گی، یہ سخت طوق ان کی ٹھوڑیوں تک پہنچا ہوگا، جس کہ وجہ سے سر جھکانا ان کیلئے ممکن نہ ہوگا، ان آیتوں میں ان لوگوں کے رویہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے جن کی غفلت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے، ان کو کوئی لاکھ سمجھائے وہ ایک نہیں سنتے، وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہے دنیا ہی ہے، ان کا دل اسی طرف لگا ہوا ہے اور وہ اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ دنیا کچھ دن کی ہے، یہاں سے آگے پیچھے سب کو جانا ہے، اس لئے ان لوگوں کی بات سنی چاہئے جو آگے کی زندگی کے خبر دیتے ہیں۔

اس آیت میں ان کے حال کی ایک مثال یوں بیان کی گئی ہے کہ جس کی گردن میں ایسے طوق ڈال دیئے گئے ہوں کہ اس کا چہرہ اور آنکھیں اوپر اٹھ جائیں کہ نہ وہ اپنے آپ کو دیکھ سکے اور نہ اپنے گرد و پیش کو دیکھ سکے، نیچے راستہ کی طرف دیکھ ہی نہ سکے تو ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو کسی کھڈ میں گرنے سے بچا ہی نہیں سکتا۔

دوسری مثال یہ دی کہ: جیسے کسی شخص کے چاروں طرف دیوار کھڑی کر دی گئی ہو کہ وہ اس چار دیواری میں بند ہو کر باہر کی چیزوں سے بے خبر ہو جاتا ہے، ان کافروں کے گرد بھی ان کی جہالت اور اس پر عناد و ہٹ دھرمی نے گھیراؤ کر لیا ہے کہ وہ حق کی باتیں ان تک گویا پہنچتی ہی نہیں۔

ایمان سے محروم

وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا

اور	کر دی ہم نے	سامنے	ان کے	ایک آڑ	اور	پیچھے ان کے	ایک آڑ	

فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ

پھر ڈھانک دیا ہم نے انہیں پس وہ نہیں دیکھتے (۹) اور برابر ہے پر ان کے خواہ ڈرائیں آپ انہیں

اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾

یا نہ ڈرائیں آپ انہیں نہ ایمان لائیں گے وہ (۱۰)

بامحاورہ ترجمہ: ۔گویا کہ ان کی مثال ایمان سے دور ہونے میں یوں ہوگئی کہ بنائی ہم نے ان کے آگے دیوار اور ان کے پیچھے دیوار پھر اوپر سے ڈھانپ دیا سو ان کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ (۹) (ان دونوں مثالوں سے حاصل یہ ہے کہ) ان کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں، یہ کسی حالت میں بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ (۱۰)

تفسیر

پیغمبروں کا اور ان کے ساتھ چلنے والوں کا کام واقعی بہت سخت ہے، قدرت نے ان کے ذمے ادھر تو یہ کام سپرد کیا کہ تمام لوگوں کو ان کے عملوں کے انجام سے خبردار کردو، انہیں کھول کھول کر سمجھا دو کہ دیکھو! یہ کام تمہارے لئے بُرے ہیں، ان کے قریب بھی نہ پھٹکنا اور یہ کام اچھے ہیں ان کو خوشی خوشی اختیار کرنا، ادھر دنیا بنی ہی ایسی ہے کہ بعض لوگ ایسے سخت دل بھی اس میں موجود رہتے ہیں جو اپنی خواہشوں کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں، اچھے اور بُرے کاموں میں بالکل تمیز نہیں کرتے اور جو انہیں بُرے کاموں سے روکے اس کے دشمن ہوجاتے ہیں، اس لئے پیغمبر ﷺ کو تسلی دینے کیلئے ارشاد ہے کہ: ایسے لوگوں کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں اور اپنا کام کئے جائیں، ان لوگوں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہم نے ان کے آگے پیچھے دیواریں کھڑی کردی ہیں اور اوپر سے ان کے بُرے عملوں کی نحوست سے ان پر ہم نے غفلت کا پردہ ڈال دیا ہے، اب انہیں کسی طرف کچھ نظر نہیں آتا، ان کیلئے برابر ہے کہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں یہ ایمان لانے والے نہیں۔

ڈرنے والے

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ

فقط آپ تو ڈراؤ گے اسے جو پیروی کرے نصیحت کی اور ڈرے رحمان سے بن دیکھے

فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ⑪

پس خوشخبری دیں اسے بخشش کی اور ثواب باعزت کی (۱۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ بیشک آپ اس کو ڈر سناتے ہیں جو پیروی کرتا ہے نصیحت کی اور ڈرتا ہے رحمٰن سے بغیر دیکھے، پس آپ خوشخبری دیدیں اس کو بخشش اور عزت والے اجر کی۔(۱۱)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اے پیغمبر! آپ کے ڈرانے کا اثر انہیں ہوگا جو نصیحت مانیں اور دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھتے ہوں اور گو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا، اسی کا نام رحمٰن ہے اور وہی سب کچھ دینے والا ہے، اے پیغمبر! انہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنادیں اور اس کے عذاب سے ڈرادیں، جو اسے اختیار کرے اسے خوشخبری سنادیں کہ اس کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بخشش اور باعزت انعام واکرام تیار ہے، وہ دنیا میں بھی اچھا رہے گا اور خاص کر آخرت میں بخشا جائے گا اور عزت پائے گا۔

ہر عمل محفوظ ہے

وقف غفران

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ؕ وَ كُلَّ

تحقیق ہم ہی ہیں کہ زندہ کردیں گے مُردوں کو اور لکھتے ہیں جو پہلے بھیجا انہوں نے اور نشانات ان کے اور ہر

ع ۱ ۱۲ ۱۸

شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰهُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۲﴾

چیز کو گن رکھا ہے ہم نے میں کتاب کھلی (لوحِ محفوظ) (۱۲)

بامحاورہ ترجمہ:۔ ہم ہی ہیں جو مُردوں کو زندہ کریں گے اور لکھتے ہیں جو وہ آگے بھیج چکے ہیں اور جو نشان ان کے پیچھے رہے، اور ہم نے ہر چیز گن رکھی ہے ایک کھلی کتاب (لوحِ محفوظ) میں۔ (۱۲)

لفظی تحقیق: اِمَامٍ: اصل چیز، راستہ۔ پیشوا، یعنی: ہم نے ہر چیز گن رکھی ہے ایک کھلی اصل کتاب میں۔

تفسیر

اکثر لوگ اس کا یقین نہیں کرتے کہ دنیا کے کاموں کی جزاء سزا مرنے کے بعد ملے گی، وہ جب دوزخ جنت کا ذکر سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ محض خیالات ہیں اور جو ان کے اندر پھنسے رہتے ہیں ان کی بچوں کی سی ذہنیت ہے، بھلا! کوئی عقل مند ایسے بہلاوے پھسلاوے میں آسکتا ہے، ایسے لوگوں کو قرآن کریم سنجیدگی کیساتھ کہتا ہے کہ سنو! یہ باتیں بالکل سچ ہیں، عملوں کی جزاء سزا یقینی ہے، نہ مانو گے تو اپنا ہی کچھ بگاڑو گے کسی کا کیا جائے گا۔

پہلے صاف کہہ دیا گیا کہ اس قرآن کریم کی ساری باتیں جچی تلی ہیں، اس میں جو کچھ ہے وہ سراسر حقیقت ہے لیکن جب لوگوں کی سمجھ ہی الٹی ہو تو اس کا کیا علاج، بہرحال جو سمجھنا چاہے اسے سمجھا دو کہ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔

ارشاد ہے کہ: یقیناً ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہر انسان کے عمل جو اس نے زندگی میں کئے یا جس کا اثر اس کے مرنے کے بعد بھی پھیلتا رہا سب کے سب لکھے جا رہے ہیں اور ان سب کا ان کے مناسب بدلہ ملے گا اور ایک انسان کے اعمال ہی کا کیا اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر چیز ہے جو ہوا یا ہو رہا ہے یا ہوگا، ذرہ ذرہ اسے معلوم ہے، اس کے ہاں ہر کام چونکہ ضابطہ اور انتظام کیساتھ ہوتا ہے اس لئے اس نے ہر چیز لوحِ محفوظ میں لکھ دینے کا حکم جاری کر رکھا ہے، چنانچہ کوئی چیز چھوٹی یا بڑی ایسی نہیں جو اس میں لکھی ہوئی نہ ہو۔

آگے بھیجے جانے والے تو وہ اچھے بُرے عمل ہیں جو انسان دنیا کی زندگی میں کرتے ہیں اور آثار سے مراد نشانات ہیں جو انسان اپنے پیچھے اس دنیا میں چھوڑ جاتے ہیں، پیچھے رہ جانے والوں میں اچھے کام بھی ہیں اور بُرے کام بھی جو ان کے مرنے کے بعد بھی دنیا میں جاری رہتے ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ: جو شخص دنیا میں کوئی اچھی چیز چھوڑ جاتا ہے اس کا اجر اس کو ملنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے اور جو کوئی بُری رسم چھوڑ جاتا ہے تو اس پر عمل کرنے والوں کے گناہ کے برابر گناہ اس شخص کو بھی ملتا رہتا ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جب کوئی شخص اس دنیا سے چلا جاتا ہے تو اس کا اعمال نامہ بند کردیا جاتا ہے، البتہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی برابر ملتا رہتا ہے، ایک صدقہ جاریہ ہے کہ آدمی لوگوں کے فائدے کا کوئی کام کر گیا ہے، کوئی مسجد یا مدرسہ یا سرائے بنوا گیا ہے، دوسری چیز مفید علم ہے، تقریر و تحریر کی صورت میں علم چھوڑ گیا ہے، تو جب تک لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کا ثواب جاری کرنے والے کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا، تیسری چیز نیک اولاد ہے جو مرنے والے کیلئے بخشش کی دعائیں کرتی ہے، یہ چیزیں آثار میں داخل ہیں جن کے متعلق یہاں فرمایا ہے کہ: ہم ان کو بھی لکھتے ہیں۔

نافرمانوں کا رویّہ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ وقف لازم

اور بیان کریں لئے ان کے ایک مثال والے بستی جب آئے پاس انکے بھیجے ہوئے پیغمبر (۱۳)

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا

جب بھیجے ہم نے طرف ان کی دو پس جھوٹا کہا انہوں نے ان دونوں کو پس تقویت دی ہم نے تیسرے سے کہا انہوں نے

اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَ

تحقیق ہم طرف تمہاری بھیجے ہوئے ہیں (۱۴) وہ بولے نہیں تم مگر آدمی ہم جیسے اور

مَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ⑮

نہیں اتاری رحمٰن نے کوئی چیز نہیں تم مگر جھوٹ کہتے (۱۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اوران کے واسطے ایک مثال اس گاؤں کے لوگوں کی بیان کریں جب ان کے پاس پیغمبر آئے۔ (۱۳) جب ہم نے ان کی طرف پیغمبر بھیجے پھر ہم نے انہیں تیسرے سے قوت دی تب (پیغمبروں) نے کہا ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ (۱۴) وہ (کافر) بولے تم ویسے ہی انسان ہو جیسے ہم اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا، تم سارے جھوٹ کہتے ہو۔ (۱۵)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان لوگوں کو ایک بستی کے لوگوں کا قصہ مثال کے طور پر سنائیں، ان کے پاس پہلے ہم نے دو پیغمبر بھیجے، لوگوں نے ان سے کہا تم جھوٹے ہو ہم تمہاری بات نہیں مانتے، پھر ہم نے دو کیساتھ تیسرا پیغمبر اور ملا دیا تا کہ ان کو قوت حاصل ہو جائے۔

یہ بستی اکثر کے نزدیک شہر "انطاکیہ" ہے جو شام میں ہے، بعض نے کہا کہ یہ "انطاکیہ" نہیں کوئی اور بستی ہے اور یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا ہے اور یہ تینوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں میں سے تھے، جن کو حکم ہوا کہ فلاں بستی والے اللہ تعالیٰ کو بالکل بھول بیٹھے ہیں، انہیں جا کر سمجھاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو مانو اور اس کے عذاب سے ڈر کر برے کام چھوڑ دو۔

ارشاد ہے کہ: ان تینوں نے مل کر لوگوں سے کہا کہ ہم تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں، اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو پیغام دیا ہے وہ ہم تمہیں پہنچانے آئے ہیں، بستی کے لوگوں نے کہا تم تو ہمارے جیسے انسان ہو، تم بڑے کہاں سے بن بیٹھے، ہم تمہاری نہیں سنتے خوامخواہ باتیں مت بناؤ، اللہ تعالیٰ کا نام مت لو، اس نے کوئی پیغام تمہاری طرف نہیں اتارا، تم تینوں نے آپس میں اتفاق کر کے ایک جھوٹ گھڑ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسے رائج کرنا چاہتے ہو، چھوڑ دان باتوں کو جھوٹ میں کچھ نہیں رکھا، ہمارے

سامنے تمہاری یہ باتیں نہ چلیں گی۔

حق میں جھگڑا

قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّآ اِلَیْکُمْ لَمُرْسَلُوْنَ۝۱۶ وَ مَا عَلَیْنَآ اِلَّا

کہا انہوں نے رب ہمارا جانتا ہے کہ بیشک ہم طرف تمہاری بھیجے ہوئے ہیں (۱۶) اور نہیں اوپر ہمارے مگر

الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۝۱۷ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ ۚ

پہنچا دینا کھلم کھلا (۱۷) بولے ہم نے منحوس پایا تمہیں

بامحاورہ ترجمہ:۔ پیغمبروں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے ہیں۔ (۱۶) اور ہماری ذمہ داری یہی ہے کہ ہم کھول کر پیغام پہنچا دیں۔ (۱۷) قوم کے لوگوں نے کہا ہم نے تمہیں منحوس پایا ہے۔

تفسیر

ان کی ہٹ دھرمی دیکھ کر تینوں پیغمبروں نے نزور کا جواب دیا، انہوں نے کہا کہ: اللہ تعالیٰ جانتا ہے بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، ہماری اپنی کوئی غرض اس سے اٹکی ہوئی نہیں ہے، ہم تم پر سردار بن کر بیٹھ جانے کیلئے نہیں آئے، ہمارے ذمہ تو فقط یہ کام ڈالا گیا ہے کہ یہ پیغام جو ہمیں دیا گیا ہے صاف صاف تمہیں پہنچا دیں، ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے، ہماری بات نہ ماننے کی کوئی معقول وجہ تو نہیں ہے لیکن اگر تم ضد پر اتر آؤ تو یہ تمہاری نادانی ہے، تمہارے اس طرزِ عمل کو سوائے بے انصافی کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

پیغمبروں کی یہ بات بالکل صاف تھی، اس کا جواب وہ کیا دیتے، لاجواب ہو کر دھمکی دینے پر اتر آئے اور لگے بے تکی باتیں کرنے اور کہنے لگے ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ جب سے تم بستی میں آئے ہو ایک ہل چل مچ گئی ہے، جب تک تم نہ آئے تھے ہماری زندگی آرام سے کٹ رہی تھی، تمہاری نحوست سے نہ تو وہ پہلی سی چہل پہل

رہی اور نہ وہ پہلا سا کاروبار کا شوق رہا، بارش بند ہوگئی، قحط کی علامت ظاہر ہونے لگی، تمہارے آتے ہی ہمارے اوپر چاروں طرف سے مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

دھمکی

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾

البتہ اگر نہ باز آئے تم ضرور ہم پتھر ماریں گے تمہیں اور البتہ پہنچے گا تمہیں سے طرف ہماری عذاب دردناک (۱۸)

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ

وہ بولے تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے کیا اگر نصیحت کی گئی تمہیں

بامحاورہ ترجمہ: قوم کے لوگوں نے کہا اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے، اور تم کو ہمارے ہاتھ سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ (۱۸) پیغمبر کہنے لگے کہ: تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے، کیا اتنی بات پر کہ تمہیں سمجھایا گیا تو تم بدکتے ہو اور دشمنی کرتے ہو؟

تفسیر

ارشاد ہے کہ: انہوں نے کہا کہ یا تو تم اپنی زبان روکو ورنہ ہم تم پر ایسا پتھراؤ کریں گے کہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے، یہ لوگ اپنی غفلت اور بداعمالیوں میں مست تھے، اپنے آپ کو جانے کیا سمجھتے تھے، انہیں یہ خبر نہ تھی کہ دنیا اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے، یہاں ہر چیز کا ایک قاعدہ اور قانون مقرر ہے جو اس کو توڑے گا اس کو جلدی یا کچھ دیر کے بعد وہ سزا مل کر رہے گی جو اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کیلئے مقرر ہے، وہ اتنا ہی سمجھتے تھے کہ ہم طاقتور ہیں اور اپنے مخالف کو سخت سزا دے سکتے ہیں، وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ ہم سے زیادہ طاقتور بھی کوئی ہے اور وہ ہمیں سخت سے سخت سزا دے سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ان پیغمبروں نے ان کی اس نادانی پر افسوس کیا اور حوصلے کیساتھ نرمی سے سمجھایا کہ یہ نحوست تو تم پر تمہارے بُرے عملوں کی وجہ سے آئی ہے، اگر تم ہماری بات پر

غور کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اور جو نصیحت کر رہے ہیں وہ سراسر تمہاری خیر خواہی ہے، کیا ہماری نصیحت اور خیر خواہی کا بدلہ یہی ہے کہ تم ہمیں منحوس سمجھو اور دشمنی کرنے لگو اور ہمارے ستانے پر کمر باندھ لو، ایسا تو نہ ہونا چاہئے؟

بات سمجھانا

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ جَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ

بلکہ تم لوگ ہو حد سے نکل جانے والے (۱۹) اور آیا سے کنارے شہر کے ایک مرد

یَّسْعٰی قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا

دوڑتا ہوا بولا اے قوم میری! پیروی کرو بھیجے ہوؤں کی (۲۰) پیروی کرو ان کی نہیں

یَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

مانگتے تم سے کوئی صلہ اور وہ سیدھی راہ پر ہیں (۲۱)

بامحاورہ ترجمہ: کوئی نہیں، بلکہ تم لوگ حد سے گزرے ہوئے ہو۔ (۱۹) اور شہر کے پرلے سرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا آیا وہ بولا: اے میری قوم! ان پیغمبروں کی راہ پر چلو۔ (۲۰) ایسے لوگوں کی راہ جو تم سے کوئی عوض نہیں چاہتے اور ٹھیک راستہ پر ہیں۔ (۲۱)

تفسیر

پیغمبروں نے اپنی تبلیغ جاری رکھی جس کی وجہ سے بستی والے بھڑک اٹھے اور وہ ان کے قتل کے منصوبے بنانے لگے، شہر کی دوسری طرف سے ایک ایمان والا شخص جس کا نام حبیب نجار تھا۔

تفسیری اور تاریخی روایتوں میں آتا ہے کہ پہلے تو یہ شخص بت بنانے والا تھا، پھر اس نے پیغمبروں کی کرامت دیکھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان لانے کی توفیق دیدی اور وہ ایمان لے آیا، جب بستی والے پیغمبروں کو

تکلیف پہنچاتے تو اس شخص کو بڑی تکلیف ہوتی، جب اُسے پتہ چلا کہ یہ لوگ ان کو قتل کرنے کے درپے ہیں تو اس سے رہا نہ گیا اور اس نے اس معاملہ میں اپنا فرض ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔

قوم کو نصیحت

وَ مَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور کیا ہوا مجھے کہ نہ عبادت کروں میں اس کی جس نے پیدا کیا مجھے اور طرف اسی کی لوٹائے جاؤ گے تم (۲۲)

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا

کیا بنالوں میں سوا اس کے ایسے معبود کہ اگر ارادہ کرے مجھے رحمٰن دکھ دینے کا نہ

تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّ لَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّیْۤ اِذًا

فائدہ دیں مجھے سفارش ان کی کچھ اور نہ چھڑائیں وہ مجھے (۲۳) بیشک میں اسوقت

لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾

البتہ میں ہونگا گمراہی کھلی (۲۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور مجھے کیا ہوا کہ میں اس کی بندگی نہ کروں جس نے مجھے بنایا (بات کو اپنے اوپر لیکر اس لئے کہا کہ کہیں وہ لوگ بھڑک نہ اٹھیں۔) اور سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (۲۲) کیا میں اسے چھوڑ کر ایسے معبود پکڑلوں کہ اگر رحمان مجھے تکلیف دینا چاہے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے چھڑائیں۔ (۲۳) تب تو میں کھلی گمراہی میں ہونگا۔ (۲۴)

تفسیر

اس شخص نے جو شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا تھا اپنے آپ سے کہا مگر سنانا دوسروں کو مقصود تھا، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے اس کو چھوڑ کر کسی اور کو خدا بنالوں؟ حالانکہ ہم سب کو آخر کار اسی کے

پاس واپس جانا ہے، اس وقت ہم اسے گستاخی کا کیا جواب دیں گے، بھلا! سوچو تو سہی کہ ایسے معبود کس کام کے جو رحمٰن کے بھیجے ہوئے دکھ اور درد سے نہ سفارش کر کے بچا سکیں اور نہ خود ان میں اتنی طاقت ہے کہ اس سے چھڑا سکیں، ہمیں ایسے معبود سے کیا فائدہ جو وقت پر ہماری مدد نہ کر سکے؟، ہم اسی اللہ تعالیٰ کی عبادت کیوں نہ کریں جس کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا، جسے وہ دکھ دینا چاہے اسے کوئی سکھ نہیں دے سکتا اور جسے وہ سکھ دینا چاہے اسے کوئی دکھ نہیں دے سکتا، اگر میں ایسا کروں کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایک بے بس مخلوق کو اپنا معبود بناؤں تو یقیناً میں کھلی گمراہی میں پڑ جاؤں گا۔

نصیحت کا صلہ

الْجَنَّةَ	ادْخُلِ	قِيلَ	فَاسْمَعُونِ ﴿۲۵﴾	بِرَبِّكُمْ	اٰمَنْتُ	اِنِّيْ
جنت میں	داخل ہوجاؤ	حکم ہوا	پس! سنو میری (۲۵)	پر رب تمہارے	ایمان لایا میں	تحقیق

وَ جَعَلَنِيْ	رَبِّيْ	غَفَرَلِيْ	بِمَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾	قَوْمِيْ	يٰلَيْتَ	قَالَ
اور کردیا مجھ کو	رب میرے نے	بخش دیا مجھے	یہ کہ	جان لے (۲۶)	قوم میری	اے کاش!	کہنے لگا

الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾	مِنَ
معزز لوگوں (۲۷)	سے

با محاورہ ترجمہ:۔ میں تمہارے رب پر ایمان لایا مجھ سے سنو۔(۲۵) حکم ہوا کہ جنت میں چلا جا (اس مؤمن نے کہا) کاش! کسی طرح میری قوم جان لے۔(۲۶) کہ مجھ کو میری رب نے بخش دیا اور مجھ کو عزت والوں میں داخل کر لیا۔(۲۷)

تفسیر

لوگوں کو اس طرح صاف صاف سمجھانے کے بعد اس نے کہا جب سوچنے سمجھنے اور غور کرنے کے بعد بھی

وہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے جو یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کہہ رہے ہیں، ہم سب کا ربّ ایک اللہ تعالیٰ ہے، اس کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف جھکنا، اس کے سوا کسی اور کو معبود بنانا یا اس کے ساتھ اوروں کو بھی شریک ٹھہرانا کھلی گمراہی ہے، اس سے زیادہ ہٹ دھرمی اور کیا ہوگی، اس لئے تو تمہارے اور اپنے رب پر ایمان لایا اچھی طرح کان کھول کر میری بات سن لو کہ! میں اللہ تعالیٰ کے رب العالمین اور معبود ہونے کا اقرار کرتا ہوں، اس نے اپنے ایمان و یقین کا اقرار کھلم کھلا کیا، جہاں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر بھی موجود تھے اور قوم کے لوگ بھی سُن رہے تھے، مقصد یہ ہوگا کہ پیغمبروں کو اپنے ایمان کا گواہ بنالے اور لوگوں کو اپنے عمل سے ترغیب دے کہ وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں، لیکن وہ کس کی سننے والے تھے؟، وہ تو دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے اور اپنی بدعملیوں میں ڈوبے ہوئے تھے، سب نے اس آدمی پر حملہ کردیا اور بڑی بے دردی کیساتھ قتل کرڈالا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو شہید ہوتا ہے اسے فوراً جنت میں بھیج دیا جاتا ہے، چنانچہ اس کیلئے حکم ہوا کہ اسے جنت میں لے جاؤ، وہاں بھی اسے اپنی قوم کا خیال رہا اور کہا کاش! میری قوم کو معلوم ہوجاتا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے انعام واکرام سے مالا مال کیا اور میری بخشش کی اور میری عزت فرمائی تو وہ سب ایمان لے آتے اور اس طرح وہ بھی بخشے جاتے اور انعام پاتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ قوم نے اس شخص کو پاؤں کے نیچے اس قدر روندا کہ اس بیچارے کی آنتیں پیٹ سے باہر نکل آئیں اور وہ شہید ہوگیا، مفسر وہب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب وہ ظالم اس ایمان والے کو ایذائیں دے رہے تھے تو وہ ان کے حق میں ہدایت کی دعائیں کررہا تھا، یہ شخص بڑا ہی نیک اور عبادت گزار تھا اور پیشے کے لحاظ سے بڑھئی (کارپینٹر) تھا، کہتے ہیں کہ جو کچھ کما کر لاتا شام کو اسے دو حصوں میں تقسیم کردیتا، ایک حصہ بال بچوں کے حوالہ کرتا اور دوسرا حصہ محتاجوں میں تقسیم کردیتا۔

سرکشوں کی سزا

وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ

اور نہیں | اتاری ہم نے | پر | قوم اس کی | بعد اس کے | کوئی | لشکر | سے | آسمان

وَ مَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿٢٨﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا
اور نہ تھے ہم اتارنے والے (۲۸) نہ تھی وہ مگر چیخ ایک پس اچانک

هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿٢٩﴾
وہ بجھ گئے (۲۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور ہم نے اس کی قوم پر اس کے پیچھے آسمان سے کوئی فرشتوں کی فوج نہیں اتاری اور اس کی ضرورت نہ تھی کہ آسمان سے کوئی فوج ان سے لڑنے کیلئے بھیجی جاتی۔(۲۸) بس! یہی ایک چیخ تھی پھر اسی دم سب بجھ کر رہ گئے (یعنی: سب کی زندگی کے چراغ گل ہو گئے)۔(۲۹)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اس کا شہید کر دینا ان سرکش لوگوں کا انتہائی ظلم تھا جو وہ دنیا میں کر سکتے تھے، چنانچہ ان کو سزا دی گئی، اس کیلئے اس کی ضرورت نہ تھی کہ آسمان سے فرشتوں کی فوج ان سے لڑنے کیلئے بھیجی جاتی، کمزوروں کے مقابلہ کیلئے فوج کیسی؟، وہ لوگ خواہ کتنے ہی طاقتور ہوں اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

ہم عام طور پر دشمن کو ہلاک کرنے کیلئے فوجیں نہیں بھیجا کرتے، ان کیلئے تو فقط یہی کافی ہوتا ہے کہ فرشتے انہیں زور سے ایک ڈانٹ پلائیں، ان کی گرجدار آواز ہی سے ان کا دم نکل جاتا ہے، زیادہ انتظام کی کوئی ضرورت ہی نہیں، چنانچہ ایک ہی کڑک میں ان کی جان نکل گئی اور سب کے سب مر گئے۔

انسانوں کی گستاخی

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا
وائے ندامت پر بندوں نہیں آتا پاس ان کے کوئی پیغمبر مگر تھے وہ

وقف غفران

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٣٠ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ
اس کی ہنسی اڑاتے (۳۰) کیا نہیں دیکھا انہوں نے کتنی ہلاک کیں ہم نے پہلے ان سے سے

الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝٣١ وَ اِنْ كُلٌّ لَّمَّا
بستیوں کہ وہ طرف ان کی نہیں لوٹیں گے (۳۱) اور نہیں کوئی مگر

جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝٣٢
سب کے سب پاس ہمارے پکڑے جائیں گے (۳۲)

ع ۲ / ۲۰ / ۱

بامحاورہ ترجمہ: کیاافسوس ہے بندوں پر کوئی پیغمبران کے پاس نہیں آیا جس سے وہ مذاق نہیں کرتے تھے۔(۳۰) کیانہیں دیکھتے کہ ہم ان سے پہلے کتنی جماعتیں ہلاک کر چکے کہ وہ ان کے پاس لوٹ کر نہیں آئیں گی۔(۳۱) اوران سب میں سے کوئی ایسے نہیں جو ہمارے پاس پکڑے ہوئے نہ آئیں۔(۳۲)

لفظی تحقیق: یٰحَسْرَۃً: اے افسوس۔ عرب کے محاورہ میں ہر چیز کیساتھ جس کی طرف خاص توجہ دلانا مقصود ہوتی ہے "یا" لگا دیتے ہیں، گویا اس کو پکار رہے ہیں۔ اِنْ: نہیں۔ یہاں حرف نفی ہے اور "لَمَّا" حرف استثناء ہے بمعنی "اِلَّا"۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: انسان اللہ تعالیٰ کے بندے ہو کر اس کی نافرمانی پر کمر باندھتے ہیں، یہ نہایت افسوس ناک ہے، مرنے کے بعد جب حقیقت کھلے گی تو سوا حسرت اور ندامت کے اور کچھ ان کے پلّے نہ پڑے گا، اس وقت انہیں کچھ نہیں سوجھتا، اپنی رنگ رلیوں میں مست ہیں، افسوس ہے کہ! ان کے پاس اب تک جو بھی پیغمبر آیا اس کی ہنسی اڑاتے رہے، اس کے سمجھانے کو کچھ نہ سمجھا، اس کی نصیحت کو کچھ اہمیت نہ دی، آخر اپنے کئے کی سزا پائی، آج اُن پیغمبروں کیساتھ مذاق کرنے والوں کا نام ونشان تک نہ رہا، ہم ان کے حالات اس لئے سناتے ہیں کہ یہ اُن سے عبرت حاصل کریں، کیا انہوں نے ابھی تک اس بات پر غور نہیں کیا کہ وہ لوگ اپنی گستاخیوں اور بُرے عملوں

کی وجہ سے تباہی کے حق دار ہوئے اور ہم نے اسی وجہ سے کتنی ہی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا، اب ان میں سے کوئی بھی ان کے پاس پھر واپس نہیں آئے گی، ان کو چاہئے کہ اس واقعہ سے سبق سیکھیں، ورنہ ان کا بھی وہی انجام ہوگا، کان کھول کر سن لیں کہ نافرمانوں کو مرکر بھی چین نہ ملے گا، یہ مجرم سب کے سب ضرور پھر ہمارے پاس پکڑے آئیں گے اور آخرت کی سخت سزا پائیں گے۔

آگے قصہ کا انجام بتلانے کیلئے پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کا حال بیان کرتے ہیں کہ افسوس ایسے بندوں کے حال پر کہ کبھی ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو، کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم ان سے پہلے بہت سی امتیں اسی جھٹلانے اور مذاق اڑانے کے سبب ہلاک کر چکے ہیں کہ وہ پھر ان کی طرف دنیا میں لوٹ کر نہیں آئیں گے، اگر یہ لوگ اس واقعہ میں غور کرتے تو اس سے باز آجاتے اور یہ سزا تو جھٹلانے والوں کو دنیا میں دی گئی اور پھر آخرت میں ان سب میں کوئی ایسا نہیں جو اکٹھے کر کے ہمارے سامنے حاضر نہ کئے جائیں، وہاں پھر سزا ہوگی اور وہ سزا ہمیشہ کی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚۖ اَحْیَیْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا

اور ایک نشانی لئے ان کے زمین مردہ ہے زندہ کیا ہم نے اسے اور نکالے ہم نے میں سے اس

حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ

دانے پھر اس سے کھاتے ہیں (۳۳) اور بنائے ہم نے میں اس باغات کھجور کے اور

اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ

انگور کے اور پھاڑے میں اس سے چشموں (۳۴) تا کہ کھائیں وہ سے پھل اس کے

وَ مَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور نہیں بنایا اسے ہاتھوں ان کے نے کیا پس نہیں شکر کرتے (۳۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اوران کے واسطے ایک اورنشانی بنجرزمین ہے کہ آباد کیا ہم نے اسے اوراس میں سے اناج پیدا کیا، سواسی میں سے کھاتے ہیں۔(۳۳) اوراس میں ہم نے کھجور کے اورانگور کے باغ بنائے اوراس میں کچھ چشمے بہادیئے۔(۳۴) تاکہ اس کے میوؤں سے کھائیں اور جن کوان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا (بلکہ ہم نے اپنے فضل سے بنایا) پھر کیوں شکر نہیں کرتے۔(۳۵)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: تم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی اورخشک پڑی ہوتی ہے، آبادی کے آثاراس میں کچھ نظر نہیں آتے تھوڑے ہیں دن میں بارش ہوتی ہے اورزمین ہری بھری ہوجاتی ہے اور ہرطرف عجیب چہل پہل نظر آتی ہے، غلّہ پیدا ہوتا ہے اورانسانوں کی خوراک کا سامان مہیا ہوجاتا ہے، ایک طرف زمین کے کچھ حصہ میں باغ لگ جاتے ہیں جن میں کھجوریں لگتی ہیں اورانگور پیدا ہوتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کوتروتازہ رکھنے کیلئے زمین میں جگہ جگہ چشمے بہا کر پانی پہنچانے کا بندوبست کردیا ہے تاکہ لوگ اس کی بدولت خوب پھل کھائیں، کیا یہ سب کچھ تم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟، ہرگز نہیں، تمہیں غلّہ اورمیوے پیدا کرنے کی کوئی طاقت نہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی عنایت اوراس کی قدرت سے ہے، پھران سے فائدہ اٹھا کراس کا شکرادا کیوں نہیں کرتے؟

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیل ہے کہ آسمان کی طرف سے جہاں اورجس قدر چاہے پانی برسا کرمردہ زمین کوزندہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے اوراس میں کسی دوسرے کا کوئی دخل نہیں ہے، اوریہی آیت قیامت واقع ہونے کی دلیل اس طرح بنتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعے مردہ زمین کوزندہ کردیتا ہے اسی طرح وہ قیامت والے دن تمام مردوں کوبھی زندہ کرکے اپنے سامنے لاکھڑا کرے گا۔

دریاؤں، نہروں اورچشموں کے پانی سے جانداروں کے پینے اوردھونے کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور یہی پانی کھیتی باڑی کے کام آتا ہے جس سے تمام جانداروں کی غذائی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، جس طرح زمین

میں پانی بہنے سے خوبصورت باغ پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح ذوق وشوق کیساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کے دلوں میں حکمت ودانائی کے چشمے جاری ہوتے ہیں اور انسانوں کے دلوں میں باغ وبہار پیدا ہوتے ہیں۔

فرمایا: اناج اور باغات پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ انسان اس کا پھل کھائیں اور ان کے جانور چارہ اور بھُس کھائیں جو ان کی زندگی کیلئے ضروری ہے، سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے، وگرنہ ان لوگوں کے ہاتھوں نے کچھ بھی نہیں بنایا، یہ خود سوچیں کہ کیا بارش برسا کر دریا، نہریں اور چشمے انہوں نے جاری کئے ہیں؟، کیا پھل، پھول، اناج اور سبزہ انہوں نے پیدا کیا ہے؟ کیا کھجوروں اور انگوروں کے باغ انہوں نے اگائے ہیں؟، ہرگز نہیں، بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کردہ ہے، جب یہ بات ہے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟، انسانوں کا فرض تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتوں کو استعمال کرنے کے بعد اس کا شکر بھی ادا کرتے مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے شکر گزار بندے بہت کم ہیں اور اکثر لوگ ان نعمتوں کی قدر نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ

پاک ہے وہ | جس نے | پیدا کئے | جوڑے | سب کے سب | میں سے اس جو اگاتی ہے | زمین

وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۟ وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚۖ

اور میں سے | خود ان | اور میں سے ان | نہیں | جانتے | (۳۶) اور ایک نشانی | لئے انکے | رات ہے

نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۟ۙ وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ

کھینچ لیتے ہیں ہم | میں سے اس | دن کو | پس اچانک | وہ | اندھیرے میں رہ جاتے ہیں (۳۷) | اور | سورج | چلتا رہتا ہے

لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۟ؕ

ایک ٹھکانے اپنے پر | یہ ہے | سلیقہ مندی | زبردست | جاننے والے کی (۳۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پاک ہے وہ ذات جس نے سب چیزوں کے جوڑے بنائے ان میں سے جن کو

زمین اگاتی ہے اور خود انسانوں میں سے اور ان میں سے جن کی انہیں خبر نہیں۔ (۳۶) اور ایک نشانی ان کے واسطے رات ہے اس پر سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں، پس اچانک ہی لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ (۳۷) اور سورج اپنے مقرر راستے پر چلتا رہتا ہے، یہ اندازہ اس زبردست جاننے والے کا مقرر کیا ہوا ہے۔ (۳۸)

لفظی تحقیق: نَسْلَخُ: کھینچ لیتے ہیں ہم۔ س ل خ سے "سلخ" کے اصل معنیٰ ہیں بدن پر سے کھال اتار دینا، پھر ہر چیز کے اوپر سے ڈھکنے کو کھینچ لینے کیلئے استعمال ہونے لگا، مراد یہ ہے کہ اندھیرا اصل چیز ہے، دن اس کے اوپر آکے چھا جاتا ہے تو اندھیرا چھپ جاتا ہے اور روشنی ہو جاتی ہے۔ اَزْوَاجٌ: جوڑے۔ "زوج" کی جمع ہے، ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسرے سے ملتی جلتی ہو یا اس کے مقابلے کی ہو۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جس نے ایک دوسرے سے ملتی جلتی چیزوں کے جوڑے بنائے ہیں، چنانچہ زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں ایک جیسی شکل اور مزے والی بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف شکل اور مزے والی بھی، جیسے کھٹی میٹھی، سیاہ و سفید وغیرہ، ایسے ہی خود انسانوں میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے افراد بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مخالف صفتوں والے بھی، جیسے مرد عورت، کالے گورے وغیرہ، رات بھی اس کی قدرت کی نشانی ہے، اس پر دن چھا جاتا ہے تو روشنی ہو جاتی ہے، دن اوپر سے کھینچ لیا جاتا ہے تو ہر جگہ اندھیرا ہی اندھیرا رہ جاتا ہے، سورج کو دیکھو کہ اپنے مقرر راستہ پر چلتا رہتا ہے، ان سب چیزوں کا یہ اندازہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے جو زبردست قوت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا: پاک ہے وہ ذات جس نے پیدا کئے جوڑے سب کے سب، ان میں سے بعض جوڑے وہ ہیں جنہیں زمین اگاتی ہے، زمین سے اگنے والی چیزوں میں اناج، پھل، پھول اور پودے وغیرہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے جوڑے بنائے ہیں جن سے ان کی نسل آگے چلتی ہے، اور خود انسانوں میں سے بھی جوڑے پیدا کئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق انسانوں، جنوں، چرندوں، پرندوں وغیرہ سب

کو اللہ تعالیٰ نے جوڑے جوڑے پیدا کیا ہے اور پھر نَر و مادہ کے ملاپ سے نسل آگے چلائی ہے، اگر جوڑوں کے بجائے صرف نَر یا صرف مادہ ہوتے تو نسل آگے چلنا ممکن نہ ہوتی اور فرمایا ہم نے ان چیزوں کے بھی جوڑے بنائے جن کو یہ انسان جانتے ہی نہیں، اللہ تعالیٰ کی کتنی ہی مخلوق ہے جو زمین پر ہمارے سامنے چلتی پھرتی ہے اور کتنی ہی مخلوق ایسی بھی ہے جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے اور ہم اسے جانتے تک نہیں، زمین کی تہوں اور سمندر کی گہرائیوں میں پائے جانے والے کتنے ہی جانور ہیں جن کے نام تک سے ہم واقف نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی جوڑوں کی شکل میں پیدا کر کے ان کی نسل کو باقی رکھا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا: اس میں لفظ ازواج زوج کی جمع ہے، جیسے مرد و عورت ہیں، مرد کو عورت اور عورت کو مرد کا زوج کہا جاتا ہے، اسی طرح جانوروں کے آپس میں جوڑے ہیں، بہت سے درخت بھی نَر اور مادہ ہوتے ہیں، کھجور، پپیتہ، ناریل، آم کے درختوں میں تو مشہور ہے کہ نَر مادہ ہوتے ہیں اوروں میں بھی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں، جیسا کہ سائنس کی جدید تحقیقات میں تمام پھل دار اور پھول دار درختوں میں نَر و مادہ ہوتے ہیں، ان میں نسل چلنے کی تحقیق ہوتی ہے، اسی طرح اگر یہی ہماری آنکھوں سے پوشیدہ دوسری طرف مخلوقات میں بھی ہونا کوئی دور کی بات نہیں، جس کی طرف "وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ" میں اشارہ پایا جاتا ہے، اور عام طور پر مفسرین نے زوج کو بمعنیٰ انواع و اقسام لکھا ہے، کیونکہ جس طرح نَر و مادہ کو جوڑا کہا جاتا ہے اسی طرح مقابلے کی دو چیزوں کو بھی جوڑے کہا جاتا ہے، جیسے سردی گرمی، خشکی تری، رنج خوشی، بیماری تندرستی، اسی طرح انسانوں اور جانوروں میں رنگ، شکل اور زبان، اور رہنے سہنے کے اعتبار سے بہت سی قسمیں ہیں، آیت میں پہلے تو "مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ" یعنی: خود انسانی جانوں کی قسموں کا ذکر ہے اور اس کے بعد "مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ" میں وہ ہزاروں مخلوقات شامل ہیں جن کا آج تک بھی لوگوں کو علم نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ زمین کی تہہ میں اور دریاؤں اور پہاڑوں میں کتنی کتنی قسم کی مخلوقات جوڑا جوڑا ہیں۔

قدرت کی اور نشانیاں

وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾
اور چاند کیلئے مقرر کردی ہم نے منزلیں یہاں تک کہ ہوگیا دوبارہ مانند ٹہنی پرانی کے (۳۹)

لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ
نہ سورج کہ مجال ہے اسے یہ کہ جا پکڑے چاند کو اور نہ رات

سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾
آگے بڑھے دن کے اور ہر ایک میں مدار اپنے تیرتے پھرتے ہیں (۴۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور چاند کیلئے ہم نے منزلیں مقرر کردی ہیں، یہاں تک کہ پھر پرانی ٹہنی کی طرح ہوگیا۔(۳۹) نہ سورج کی مجال کے چاند کو پکڑ لے (یعنی: وقت سے پہلے خود سے طلوع ہو کر اس کو اور اس کے وقت، یعنی: رات کو ہٹا کر دن بنادے اور اسی طرح چاند بھی سورج کو نہیں پکڑسکتا کہ دن کو ہٹا کر رات بنادے۔) اور نہ رات دن سے آگے بڑھے (یعنی: رات دن کے مقررہ وقت ختم ہونے سے پہلے نہیں آسکتی اور نہ دن رات کے مقررہ وقت ختم ہونے سے پہلے آسکتا ہے۔) اور ہر ایک اپنے دائرے میں چل رہا ہے۔(۴۰)

تفسیر

پہلے رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے کا ذکر ہوا، چونکہ ان کا آنا جانا سورج کیساتھ تعلق رکھتا تھا؛ اس لئے سورج کی طرف توجہ دلائی، پھر فرمایا اور سیاروں کی طرح سورج بھی اپنے مقرر راستے پر چلتا ہے اور اس کے بھی ٹھکانے مقرر ہیں جہاں وہ پہنچ کر رہتا ہے، اس آیت میں چاند کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس کی اپنی رفتار الگ ہے اور اس کی منزلیں مقرر ہیں جن میں سے یہ ہر ماہ گزرتا ہے، بیچ میں پورا چاند ہوجاتا ہے، اس کے بعد گھٹتے گھٹتے آخر میں کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح پتلا اور مڑا ہوا ہوجاتا ہے، روشنی بھی جاتی رہتی ہے، پھر تھوڑا تھوڑا

بڑھنا شروع ہوجاتا ہے اور پورا ہوکر پھر گھٹنا شروع ہوجاتا ہے، غرض! اسی طرح گھٹتا بڑھتا اپنی مقررہ اٹھائیس منزلوں میں سے ہر ماہ گزرتا ہے، سورج کی مجال نہیں کہ چاند کو پکڑ لے اور اس کے وقت کا کچھ حصہ اپنے وقت میں ملالے، اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ رات کی مقررہ مدّت ختم ہونے سے پہلے دن ہوجائے، موقعہ اور زمانہ کے لحاظ سے رات اور دن کی جو مقدار مقرر ہے اس میں کوئی فرق نہیں آسکتا، ہر سیارہ اپنے اپنے دائرہ کے اندر مقررہ قاعدے اور طے شدہ نظام کے مطابق چکر کاٹ رہا ہے، اس سے اِدھر اُدھر ذرا بھی نہیں ٹل سکتا، یہ عظیم الشان نظام ایسی درستی اور پابندی کیساتھ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔

بطلیموس (یونانی) کا یہ نظریہ غلط ہے کہ چاند دوسرے آسمان پر ہے اور سورج چوتھے آسمان پر، بلکہ یہ سارے آسمانوں سے نیچے فضاء میں تیر رہے ہیں اور آج کل کی نئی تحقیقات اور چاند تک انسان کی رسائی کے واقعات نے اس کو بالکل یقینی بنادیا ہے، یہاں پر فلک سے مراد آسمان نہیں بلکہ مدار مراد ہے جس میں یہ سارے سیارے گردش کررہے ہیں۔

ایک اور نشانی

وَ اٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾

اور ایک نشانی واسطے انکے یہ ہے کہ ہم نے سوار کرلیا اولاد ان کی کو میں کشتی بھری ہوئی (۴۱)

وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنْ نَّشَاْ

اور پیدا کردیا ہم نے لئے انکے سے مثال اس کی جس پر وہ چڑھتے ہیں (۴۲) اور اگر ہم چاہیں

نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾

توڈبودیں ان کو پھر نہ کوئی فریاد کو پہنچے لئے انکے اور نہ وہ چھڑائے جائیں (۴۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور ان کیلئے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو اس بھری ہوئی کشتی میں اٹھالیا ۔(۴۱) اور ان کے واسطے ہم نے کشتی جیسی چیزوں کو بنادیا جس پر سوار ہوتے ہیں۔(۴۲) اور اگر ہم چاہیں تو ان

کو ڈبو دیں، پھر نہ ان کی فریاد کو کوئی پہنچے اور نہ وہ چھڑائے جائیں۔ (۴۳)

لفظی تحقیق: صَرِیۡخٌ: فریادی اور فریاد رس۔ مصدر ہے (ص ر خ) جس کے معنیٰ چیخنے کے ہیں، "صَرِیۡخ" فریاد کرنے والے اور فریاد کو پہنچنے والے دونوں کو کہتے ہیں، اسی سے بنا ہوا لفظ "مُصۡرِخٌ" جس کے معنیٰ فریاد رس (فریاد کو پہنچنے والا) کے ہیں۔

تفسیر

اس آیت میں انسان کی توجہ اس واقعہ کی طرف دلائی گئی ہے جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں انسانوں کی آبادی ایک زبردست طوفان میں تباہ ہوگئی تھی، صرف وہ افراد زندہ رہ گئے تھے جو حضرت نوح علیہ السلام کیساتھ کشتی میں سوار تھے اور پھر انہی سے انسانوں کی نسل آگے بڑھی۔

ارشاد ہے کہ: انسان کیلئے ہمیں پہچاننے کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس کی نسل کو ہم نے ایک کشتی کے ذریعے جو پوری بھری ہوئی تھی، طوفان میں غرق ہونے سے بچالیا، اس کے بعد اس کشتی جیسی اور بہتی سواریاں انسانوں کیلئے پیدا کردیں، جن پر چڑھ کر وہ خشکی اور تری کے سفر طے کرتا ہے، تم دیکھتے ہو کہ وہ سمندروں کے اندر بڑے بڑے جہازوں میں چڑھے پھرتے ہیں اور دلیرانہ اِدھر اُدھر آتے جاتے ہیں، اگر ہم چاہیں تو انہیں اس سمندر میں ڈبو دیں، کیا یہ بات ہمارے پہچاننے کیلئے کافی نہیں، اس پانی میں ڈوبنے سے سوا ہمارے نہ کوئی بچا سکتا ہے اور نہ اس وقت ان کی چیخ و پکار سن کر کوئی ان کی مدد کو پہنچ سکتا ہے، اور نہ ہی کسی اور طرح سے ہماری پکڑ سے چھڑائے جاسکیں گے۔

ذُرِّیَّت: کا لفظ عربی زبان میں اولاد یا نسل کیلئے بولا جاتا ہے، آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا، تاہم بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ لفظ ذریت اضداد میں سے ہے اور اس کا معنی اولاد بھی ہے اور باپ دادا بھی، اگر دوسرا معنیٰ کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے ان کے باپ دادوں کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا، یہ معنیٰ بھی درست ہے کہ اس وقت زمین پر آباد تمام لوگ انہی کشتی والوں کی اولاد ہیں اور موجودہ

انسانوں کے باپ دادا وہی کشتی والے لوگ ہیں، حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے سمندری جہازوں کی طرح اس کو چلانے کیلئے نہ کسی انجن کی ضرورت تھی اور نہ کسی کیپٹن کی ضرورت تھی اور نہ پیٹرول اور ڈیزل کی بلکہ طوفانی موجوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے چل رہی تھی۔

ایک تو ہم نے کشتی بنائی اور ہم نے ان کیلئے اس جیسی اور چیزیں بھی پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔

مِّنْ مِّثْلِهٖ مَايَرْكَبُوْنَ: کا معنیٰ یہ ہے کہ انسان کی سواری اور سامان اٹھانے کیلئے صرف کشتی ہی نہیں بلکہ کشتی کی مثل اور بھی سواریاں بنائیں ہیں، اس سے عرب کے لوگوں نے اپنی عادت کے مطابق اونٹ کی سواری مراد لی ہے، کیونکہ اونٹ وزن اٹھانے میں سارے جانوروں سے زیادہ طاقتور ہے، یہ بڑے بڑے بوجھ کے انبار لیکر ملکوں کا سفر کرتا ہے، اسی لئے عرب اونٹ کو سحرا کی کشتی کہا کرتے تھے۔

قرآن مجید میں ہوائی جہاز کا ذکر

مگر یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید نے اس جگہ اونٹ یا کسی خاص سواری کا نام نہیں لیا، بلکہ اس میں ہر ایسی سواری داخل ہے جو انسان اور اس کے سامان کو لیکر اس کے ٹھکانے تک پہنچا دے، اس زمانے کی نئی ایجاد ہوائی جہاز نے یہ واضح کر دیا کہ "مِّنْ مِّثْلِهٖ" کی واضح مثال ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹر ہے، کوئی تعجب کی بات نہیں قرآن مجید کی اس آیت میں قیامت تک ایجاد ہونے والی سب سواریاں اس میں شامل ہو جائیں۔ واللہ اعلم

انسان کی غفلت

اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا

مگر رحمت سے اپنی اور کام چلانے کو تک مدت (۴۴) اور جب کہا جائے سے اُن بچو

مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا

اس سے جو سامنے ہے تمہارے اور اس سے جو پیچھے ہے تمہارے تاکہ تم رحم کیے جاؤ (۴۵) اور نہیں

تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ﴿۴۶﴾
آتی ان تک کوئی نشانی میں سے نشانیوں رب انکے کی مگر ہیں وہ سے اس منہ پھیرتے (۴۶)

بامحاورہ ترجمہ: مگر ہم اپنی مہربانی سے انہیں ڈوبنے سے بچاتے ہیں اور ایک وقت تک ان کا کام چلانے کو۔ (۴۴) اور جب ان سے کہا جاتا کہ بچو اس عذاب سے جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (۴۵) اور جو کوئی نشانی بھی ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس آتی ہے وہ اس سے منہ موڑتے ہیں۔ (۴۶)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ہم انہیں سمندر میں ان کی کشتیوں اور جہازوں سمیت ڈبو دیں تو کوئی انہیں بچانے والا نہیں اور نہ کوئی ان کی فریاد سنے، یہ تو ہم اپنی رحمت سے ان کو بچائے ہوئے ہیں، کیونکہ دنیا کو باوجود انسانوں کی نافرمانیوں کے ایک معین وقت تک قائم رکھنا ہے، تاکہ ان لوگوں کو نیک کام کرنے کا موقعہ ملے، جو ہمارے پیغمبر اور ہماری کتاب کی بات مان کر سیدھے راستے پر چل پڑے ہیں، بُرے لوگوں کی بُرائیوں اور نافرمانوں کو نافرمانی کہ وجہ سے ہم دنیا کو فوراً تباہ نہیں کرتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "مَابَیْنَ اَیْدِیْكُمْ" سے مراد ہے آخرت اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "مَابَیْنَ اَیْدِیْكُمْ" سے مراد وہ تباہی اور بربادی کے واقعات ہیں جو گزری ہوئی امتوں کو پیش آئے، اور "مَاخَلْفَكُمْ" سے مراد آخرت کا عذاب ہے، بعض حضرات نے کہا کہ: اس نے مراد زمینی اور آسمانی حادثے ہیں، بعض حضرات نے کہا کہ: پہلے سے مراد دنیا کا عذاب ہے اور دوسرے سے آخرت کا عذاب مراد ہے، اور بعض حضرات نے کہا اگلے اور پچھلے گناہ مراد ہیں، بعض حضرات "مَابَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَمَاخَلْفَكُمْ" سے یہ مراد لیتے ہیں کہ جب مسلمان کافروں سے یہ کہتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے دنیا میں بھی آسکتا ہے اور تمہارے مرنے کے بعد آخرت میں تو آنا ہی ہے، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اپنے آگے

پیچھے کے عذاب سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم ہو تو وہ منہ موڑ لیتے ہیں۔

ٹال مٹول

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ
اور جب کہا جائے سے ان خرچ کرو میں سے اس جو دیا تمہیں اللہ نے تو کہتے ہیں وہ لوگ

كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ
جو کافر ہوئے ان لوگوں کو جو ایمان لائے کیا کھلائیں ہم اسے کہ اگر چاہتا اللہ تو کھلاتا اسے

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾
نہیں تم مگر میں گمراہی کھلی (۴۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے کچھ خرچ کرو تو کافر لوگ ایمان لانے والوں سے مذاق کے طور پر کہتے ہیں کہ ہم ایسے لوگوں کو کیوں کھلائیں جسے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود ہی کھلا دیتا تم لوگ تو صاف غلطی پر ہو۔ (۴۷)

تفسیر

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی میں سے خرچ کرو، یعنی: غریبوں، محتاجوں، یتیموں اور بیواؤں کا حق ادا کرو تو کافر لوگ ایمان والوں سے کہتے ہیں کیا ہم ایسے شخص کو کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟، جب اللہ تعالیٰ نے ان کو محتاج رکھنا ہی پسند کیا ہے تو ہم ان پر خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کام کیوں کریں؟، مکہ کے مشرک بھی یہی بات کہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں رزق کی تقسیم ایک خاص حکمت کے تحت کرتا ہے، کسی کو کم دیتا ہے اور کسی کو زیادہ البتہ وہ کسی کو کسی کے ذریعے عطاء کرتا ہے اور کسی کو بغیر کسی کے ذریعہ عطاء کرتا ہے، دولت امیروں کو دیکر حکم دیتا

ہے کہ اس میں سے محتاجوں کو دو، اب امیر آدمی کے مال میں سے زکوۃ وصدقات کی صورت میں جو غریب آدمی کو پہنچے وہ بالواسطہ ہو گیا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطاء ہے، البتہ مال میں کمی زیادتی میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ کسی کو امیر بنا کر آزماتا ہے اور کسی کو غریب بنا کر آزماتا ہے کہ وہ کس حد تک صبر کرتے ہیں اور کیا وہ رزق حلال کی تلاش میں نکلتے ہیں یا چوری، ڈاکہ اور دھوکہ دہی کا پیشہ اختیار کرتے ہیں، بعض لوگوں کو امیر اور بعض لوگوں کو غریب رکھنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ دنیا کا دارومدار اسی قسم کی تقسیم پر ہے، اگر سب کے سب امیر ہی ہوتے تو پھر مزدوری کون کرتا؟ کھیتی باڑی کون کرتا اور کارخانے کیسے چلتے، اسی طرح اگر سارے کے سارے محتاج ہوتے تو وہ اپنی حاجت کس سے پوری کرتے؟، اس طرح دنیا کا نظام قائم نہیں رہ سکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کسی کارخانے دار اور کسی کو مزدور بنا دیا، کسی کو زمین کا مالک اور کسی کو کسان بنا دیا اور اس طرح دنیا کی گاڑی چل رہی ہے۔

قیامت کا آنا

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا

اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر ہو تم سچے (۴۸) نہیں

يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَ هُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾

راہ دیکھتے مگر چنگھاڑ ایک کی جو آپکڑے گی انہیں اور وہ جھگڑ رہے ہوں گے (۴۹)

ع ۱۸ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّ لَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾

پس نہ کر سکیں گے وصیت اور نہ طرف گھر والوں اپنے کی لوٹیں گے (۵۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو؟ (۴۸) یہ تو راہ دیکھتے ہیں ایک چنگھاڑ کی جو ان کو آپکڑے گی جبکہ وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ (۴۹) پھر نہ وہ کچھ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر کو واپس جا سکیں گے۔ (۵۰)

مر کر پھر جینا

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ
اور پھونکا جائیگا میں صور پس اچانک وہ سے قبروں طرف رب اپنے کی

يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا
دوڑیں گے (۵۱) کہیں گے ہائے! کم بختی ہماری کس نے اٹھادیا ہمیں سے قبروں ہماری یہ ہے

وقف لازم
وقف منزل
وقف غفران

مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾
وہ جو وعدہ کیا تھا رحمٰن نے اور سچ بتلایا تھا پیغمبروں نے (۵۲)

بامحاورہ ترجمہ:۔اور صور پھونکا جائیگا پھر اچانک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑیں گے۔(۵۱) کہیں گے ہائے کم بختی! کس نے اٹھادیا ہمیں ہماری قبروں سے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائیگا) یہ وہ وعدہ ہے جو رحمٰن نے کیا تھا اور پیغمبروں نے اسے سچ کہا تھا۔(۵۲)

لفظی تحقیق: اَلْاَجْدَاثِ: "جَدَثٌ" کی جمع ہے جس کے معنٰی ہیں قبر۔ یَنْسِلُوْنَ: بھاگیں گے۔ مضارع ہے (ن س ل) سے "نَسَلٌ" کے معنٰی تیز چلنے اور دوڑنے کے ہیں۔

تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: ایک مدّت کے بعد جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے یا جہاں کہیں بھی ہوں گے زندہ ہوکر اٹھ کھڑے ہوں گے اور حشر کے میدان کی طرف اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کیلئے دوڑیں گے، خوف کے مارے بدحواس ہوں گے اور کہیں گے ہائے یہ کیا مصیبت ٹوٹ پڑی ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے اٹھادیا، ان سے کہا جائے گا یہ وہی حشر کا میدان ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور جس کی پیغمبروں نے خبر دی تھی جو بالکل سچی تھی۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ: اور صور میں پھونکا جائے گا، قیامت کی ابتداء صور پھونکنے سے ہوگی، اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ منہ میں سینگ کی شکل کا ایک بگل تھامے کھڑا ہے اور انتظار میں ہے کہ کب اللہ تعالیٰ کا حکم ہو تو وہ اس صور میں پھونک مارے، جب یہ صور پھونکا جائے گا تو اس سے سارے جاندار ہلاک ہوجائیں گے، قرآن مجید میں موجود ہے کہ صور دو دفعہ پھونکا جائے گا اور دونوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا، جب پہلی دفعہ صور پھونکا جائے گا تو ہر چیز فناء ہوجائے گی، پھر چالیس سال کے بعد دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا تو تمام لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور حشر کے میدان میں اپنے رب کے سامنے پیش ہوجائیں گے، اس جگہ پر اسی دوسرے صور پھونکنے کا ذکر ہورہا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو اچانک سب لوگ قبروں سے اٹھ کر اپنے رب کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے، جس طرف سے آواز آرہی ہوگی اسی طرف دوڑتے چلے جائیں گے، "سورۃ المعارج" میں ہے کہ اس تیزی کیساتھ دوڑیں گے جیسے شکاری شکار کے جال کی طرف یا تیر اپنے نشانے کی طرف تیزی سے جاتا ہے (آیت ۴۳)، اس وقت ساری مخلوق سخت پریشانی میں ہوگی، قرآن مجید میں اس کی تفصیلات موجود ہیں کہ سخت دھوپ، اس کی تپش، لوگوں کا بہت بڑا اجتماع اور بھوک پیاس کی شدت ہوگی اور لوگ سخت گھبراہٹ میں ہوں گے اور اس وقت کہیں گے ہائے افسوس! ہماری خواب گاہوں سے ہمیں کس نے اٹھادیا؟۔

اصل حقیقت

إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا

نہیں ہوگی مگر چیخ ایک پس اچانک وہ سب کے سب پاس ہمارے

مُحْضَرُونَ ۝٥٣ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ

حاضر کردیے جائیں گے (۵۳) پس آج نہ ظلم کیا جائے گا کسی جاندار پر کچھ بھی اور نہ تم بدلہ پاؤ گے

إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٥٤

مگر جو تھے تم کرتے (۵۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پس ایک چیخ ہوگی پھر اسی دم وہ ہمارے پاس پکڑے ہوئے لائے جائیں گے۔ (۵۳) پھر آج کے دن کسی جاندار پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور تم اسی کا بدلہ پاؤ گے جو تم کرتے تھے۔ (۵۴)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: زندہ ہوکر دوبارہ کھڑے ہوجانے میں کچھ دیر نہ لگے گی، صور میں سے فقط ایک زور کی آواز نکلے گی اور سب کے سب دوبارہ زندہ ہوکر اٹھ کھڑے ہوں گے، پھر یہ نہ ہوگا کہ اٹھنے کے بعد تتر بتر ہوجائیں اور جس کا جدھر منہ اٹھے چل دے، بلکہ سب کے سب ایک ہی طرف بے تحاشہ دوڑیں گے اور فرشتے انہیں کھینچ کھینچ کر ہمارے دربار میں حاضر کریں گے اور سب کے سب ہمارے سامنے پیش کئے جائیں گے، کوئی بھاگ کر نہ جاسکے گا اور نہ کسی کو کہیں چھپنے کی جگہ ملے گی، حشر کے میدان میں سب جمع ہوجائیں گے، اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی، نیکوں کو ان کی نیکیوں کا ثواب دیا جائے گا، بدکاروں کو ان کے بُرے عملوں کی سزا ملے گی، ہر ایک کیساتھ پورا پورا انصاف ہوگا، کسی کی ایک رتی بھی نیکی ضائع نہ کی جائے گی اور نہ کسی کی بُرائی اس پر چھپی رہ سکے گی، کسی پر ذرّہ بھر بھی ظلم نہ ہوگا جو جس نے کیا ہوگا اس کا بدلہ اس کو مل کر رہے گا۔

نیکوں کا انجام

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَ
تحقیق والے جنت آج میں مشغلے خوش طبعی کرتے ہونگے (۵۵) وہ اور

اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا
بیویاں ان کی میں سایوں پر تختوں اپنے تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے (۵۶) لئے انکے میں اس

فَاكِهَةٌ وَّ لَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾
میوہ ہے اور لئے انکے وہ جو چاہیں گے (۵۷) سلام بولا جائیگا سے رب مہربان کے (۵۸)

بامحاورہ ترجمہ: تحقیق جنتی لوگ آج کے دن ایک مشغلہ میں ہوں گے باتیں کرتے۔(۵۵) وہ اور ان کی عورتیں سایوں میں تخت پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔(۵۶) ان کیلئے وہاں میوے ہیں اور ان کیلئے ہے جو کچھ وہ چاہیں گے۔(۵۷) سلام بولا جائے گا مہربان رب کی طرف سے۔(۵۸)

تفسیر

پہلے ارشاد ہوا کہ: ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ ملے گا، کوئی یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں جو جی چاہے کر لوں کوئی پوچھنے والا نہیں، یہ خیال غلط ہے بلکہ انسان کیلئے ایک قانون ہے جس کے مطابق دنیا میں اسے چلنا چاہئے، اگر اس کے خلاف کیا تو سزا ملے گی اور جو اس پر چلا تو بہت اچھا بدلہ ملے گا، اللہ تعالیٰ کے قانون پر چلنے والے مرنے کے بعد جنت میں جائیں گے، اس آیت میں ان کا ذکر ہے، ارشاد ہے کہ: قیامت والے دن جنت والے نہایت خوش خوش ہوں گے، ہنسی و دل لگی ان کا مشغلہ ہوگا، ایک دوسرے سے دل کھول کر خوش کرنے والی گفتگو میں مشغول ہوں گے، وہ اور ان کی بیویاں خوشگوار سایہ دار جگہوں میں تخت پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، سامنے ہر قسم کے خوش ذائقہ پھل اور میوے رکھے ہوں گے اور جس چیز کو ان کا جی چاہے گا وہی ان کو فوراً آ ملے گی، نوکروں کے پیچھے چلّانے کی اور انتظار کی زحمت اٹھانے کی قطعاً ضرورت نہ ہوگی، ان جسمانی لذتوں کے علاوہ روحانی آرام وسکون کیلئے ان کے مہربان رب کی طرف سے ان کو سلام کہا جائے گا، اس وقت ان کی خوشی کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

اس جگہ یہ لفظ "فِیْ شُغُلٍ" اس خیال کو دور کرنے کیلئے ہے کہ جنت میں جبکہ نہ کوئی عبادت ہوگی، نہ کوئی فرض وواجب اور نہ روزی کمانے کا کوئی کام، تو کوئی کام نہ ہونے کی وجہ سے آدمی کا جی نہ گھبرائے، اس لئے ان کو فرمایا کہ ان کو اپنی تفریحات ہی کا بڑا شغل ہوگا، جی گھبرانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا حکم

وَ امْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ

اور | الگ ہوجاؤ تم | آج | اے | مجرموں | (۵۹) | کیا نہیں | کہہ دیا تھا میں نے | سے تم

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝۶۰

اے اولاد آدم کی! کہ نہ عبادت کرو شیطان کی تحقیق وہ تمہارا دشمن ہے کھلا (۶۰)

وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝۶۱

وقف غفران

اور یہ کہ عبادت کرنا میری یہ راستہ ہے سیدھا (۶۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور الگ ہوجاؤ تم آج اے گناہگارو۔(۵۹) اے آدم کی اولاد! میں نے تم سے نہ کہہ رکھا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔(۶۰) اور یہ کہ میری عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے۔(۶۱)

تفسیر

جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کو جو اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ ہر انسان پر واضح کردیئے ہیں، جو نہیں مانتے وہ اللہ تعالیٰ کے مجرم ہیں، پہلے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کا بیان ہوا کہ وہ قیامت کے دن آرام کی جگہ بیٹھے آپس میں دل لگی اور تفریح کی باتیں کررہے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں سلام پہنچایا جائے گا۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے حکموں سے منہ موڑنے والے مجرموں سے کہا جائے گا کہ آج تم ہمارے ان فرمانبردار بندوں سے الگ ہوجاؤ، تمہارے ساتھ دوسرا سلوک ہوگا، تمہارا اس عیش وآرام میں کوئی حصہ نہیں جو آج ہمارے فرمانبردار بندوں کو نصیب ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوگا کہ: اے آدم کی اولاد! کیا تمہیں اسی دن کیلئے پیغمبر بھیج کر اچھی طرح سمجھا نہیں دیا گیا تھا کہ شیطان کے ورغلانے اور بہکانے میں مت آنا، اس کے آگے کبھی نہ جھکنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اس سے منہ موڑ کر تم میری عبادت اور فرمانبرداری میں لگے رہنا اور میرے حکموں سے ذرا بھی منہ نہ موڑنا، بس! یہی ایک سیدھا راستہ ہے، اس پر چل کر تم ہمیشہ کی نجات پاسکتے ہو، اگر اس راستے سے بھٹک گئے تو پھر تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔

کفر کا بدلہ

وَ لَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۲

اور البتہ تحقیق بہکایا اس نے میں سے تم جماعتوں کو بہت سی کیا پس نہ تھے تم سمجھ رکھتے (۶۲)

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۶۳ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا

یہ وہ دوزخ ہے جس کا تھے تم وعدہ کئے جاتے (۶۳) داخل ہو جاؤ اس میں آج کے دن بدلے اسکے

كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۶۴

جو تھے تم کفر کرتے (۶۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور وہ تم میں سے بہت سے لوگوں کو بہکا کر لے گیا پھر کیا تم کو سمجھ نہ تھی؟۔(۶۲) یہ وہی دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔(۶۳) داخل ہو جاؤ اس میں آج کے دن اپنے کفر کے سبب۔(۶۴)

لفظی تحقیق: جِبِلًّا: آدمیوں کا گروہ۔ اس کا مادہ (ج ب ل) ہے "جَبْلٌ" کے معنٰی پیدا کرنے کے ہیں اور یہ "خَلْقٌ" کا مترادف ہے، اسی سے لفظ "جِبِلَّةٌ" بمعنٰی خلقت بنا ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: قیامت کے دن کافروں سے کہا جائے گا کہ اپنے پیغمبروں کی زبانی ہم نے تمہیں صاف طور پر کہلا بھیجا تھا کہ شیطان کی طرف سے چوکنے رہنا اور اس کے بہکاوے میں نہ آنا، یہ تم سے پہلے بہت سے لوگوں کو بہکا چکا ہے، اس نے انہیں سیدھے راستے سے ہٹا کر ٹیڑھے راستے پر ڈالا، افسوس! اس معاملہ میں تمہاری عقل ایسی ماری گئی کہ بالکل کام ہی نہ کر سکی، تم غفلت کی نیند میں ایسے ڈوبے کہ دنیا میں آنکھ ہی نہ کھلی، اب کیا ہو سکتا ہے، عمل کا وقت گیا، یہ تو بدلہ کا دن ہے، اس لئے آج تم اپنے کفر کے بدلے دوزخ میں جاؤ اور اپنے برے عملوں کی سزا بھگتو، ہم نے دنیا کے اندر تمہارے سمجھانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی مگر تم ٹس سے مس نہ ہوئے اور

ہمارے حکموں سے منہ موڑ کر شیطان کے چیلے بن گئے، اب تم اس کا مزہ چکھو۔

منہ پر مہر

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ
آج کے دن ہم مہر لگادینگے پر مونہوں ان کے اور بولیں گے ہم سے ہاتھ ان کے اور گواہی دینگے

اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى
پاؤں ان کے اس کی جو تھے وہ کماتے (۶۵) اور اگر ہم چاہتے مٹادیتے پر

اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾
آنکھوں کی پس دوڑتے وہ راستہ پرانے پھر کہاں سوجھتا انہیں (۶۶)

بامحاورہ ترجمہ: آج ہم ان کے منہ پر مہر لگادیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ وہ (کفر و شرک) کماتے تھے۔(۶۵) اور اگر ہم چاہیں ان کی آنکھیں مٹادیں، پھر دوڑیں راستہ پانے کیلئے، اب کیسے راستہ پاسکیں گے۔(۶۶)

لفظی تحقیق: لَطَمَسْنَا: مٹادیتے ہم۔ ماضی کا صیغہ ہے (ط م س) سے "طَمْسٌ" کے معنٰی مٹادینا، کھودینا، ڈھک دینا، پردہ ڈال دینا۔ "اِسْتَبَقُوْا": دوڑتے۔ ماضی کا صیغہ ہے "اِسْتِبَاق" سے جو (س ب ق) سے بنا ہے، "سبَق" کے معنی آگے بڑھنا "اِسْتِبَاق" تیزی سے آگے بڑھنا، دوڑنا، جھپٹنا۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: قیامت کے دن یہ مجرم لوگ منہ سے اگر اپنے جرم کا انکار بھی کریں تو ان کا انکار کچھ فائدہ نہ دے گا، ان کا منہ ہم مہر لگا کر بند کردیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤ کو حکم دیں گے کہ بولو اس نے تمہاری مدد سے کیا کیا بُرے کام کیے۔

حکم پاتے ہی ہاتھ بولنا شروع کر دیں گے کہ اس نے ہم سے مار پیٹنے اور دوسروں پر ظلم کرنے کا کام لیا، چوری کی، دوسروں کا مال چھینا، وغیرہ وغیرہ۔

پاؤں کہیں گے ہمارے ذریعے یہ بُری جگہوں میں گیا، ناچ، فحش گانوں، بیکار باتوں کی مجلسوں میں پہنچا۔

پھر ارشاد ہے کہ: یہ دنیا میں آنکھوں سے ہماری قدرت کی نشانیاں دیکھ کر ہمارا اقرار نہیں کرتے، اس کی سزا میں اگر ہم ان کی آنکھیں بالکل اندھی کر دیں کہ یہ راستہ تک نہ دیکھ سکیں تو کیا ہو؟، یہ تو ہم نے انہیں ڈھیل دے رکھی ہے لیکن وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

بعض لوگ عملوں کے حساب کتاب کے وقت کفر، شرک اور گناہوں سے انکار کر دیں گے، جیسے مشرکوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: وہ کہیں گے! اللہ کی قسم، ہم نے تو دنیا میں رہ کر شرک نہیں کیا (سورۃ الانعام، آیت ۲۳)، مگر ہر انسان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، لوحِ محفوظ میں بھی درج ہے اور انسان کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا ہوا ہے، گویا انسان کا ہر عمل محفوظ رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اپنی بات کو ثابت کرنے کیلئے فرشتوں یا دوسری چیزوں کو گواہ کے طور پر پیش کریں گے، صحیح حدیث میں آتا ہے کہ بعض لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے بدن کی گواہی کے سوا کسی کی بھی گواہی کو نہیں مانتے، اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے تو ان کے ہاتھ بولنے لگیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے ان کاموں کی جو وہ دنیا میں کرتے تھے، مطلب یہ ہے کہ مجرموں کی زبان تو بند ہو جائے گی اور ان کے جسم کے اعضاء ہاتھ اور پاؤں وغیرہ ان کے خلاف گواہی دیں گے، کسی اچھے بُرے کام کے کرنے میں سب سے زیادہ دخل ہاتھوں کا ہوتا ہے، اس لئے آدمی کے ہاتھ کہیں گے کہ اس شخص نے ہمارے ذریعہ فلاں بُرا کام کیا تھا اور پاؤں گواہی دیں گے کہ ہمارے ساتھ چل کر یہ شخص فلاں غلط جگہ پر گیا تھا، اس وقت گناہگار آدمی حیرت میں مبتلا ہو جائے گا کہ خود اس کے اعضاء ہی اس کے خلاف گواہی دے رہے ہیں، پھر وہ اپنے جسم کے اعضاء سے مخاطب ہو کر کہے گا کہ میں نے تمہیں ہی سزا سے بچانے کیلئے جرم کا انکار کیا تھا مگر اب تم نے میرے خلاف کیوں گواہی دے دی، اب تمہارے بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔

"سورۃ السجدۃ" میں آتا ہے! جب مجرم لوگ اس جگہ پر آجائیں گے تو ان کے کان، آنکھیں اور کھالیں

گواہی دیں گی، اس کام کے متعلق جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم ہمارے خلاف کیسے گواہی دیتی ہو اور آج یہ بولنے کی طاقت تمہیں کہاں سے حاصل ہوگئی؟ تو وہ جواب دیں گی کہ! ہمیں اس اللہ تعالیٰ نے بولنے کی قوت عطاء فرمائی ہے جس نے ہر چیز کو یہ قوت بخشی ہے، یہ وہی ذات ہے جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہو۔

تندرستی بڑی نعمت ہے

وَ لَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا

اور اگر ہم چاہیں البتہ بگاڑ دیں صورت ان کی پر جگہ ان کی پس نہ کر سکیں وہ چلنا

وَّ لَا يَرْجِعُوْنَ۟ ﴿٦٧﴾ وَ مَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ

اور نہ وہ لوٹیں (٦٧) اور جس کی ہم بڑھا دیں عمر الٹا کر دیں ہم اسے میں پیدائش

اَ فَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٨﴾

کیا پس نہیں سمجھتے (٦٨)

بامحاورہ ترجمہ: ۔اور اگر ہم چاہیں تو ان کی صورت بگاڑ دیں ان کی جگہوں پر (یعنی: ان کو کسی ایک جگہ لانے کی یا اکٹھا کرنے کی ضرورت نہیں ۔)، پھر نہ وہ آگے چل سکیں اور نہ الٹے پھر سکیں۔(٦٧) اور جسے ہم بوڑھا کر دیں اسے اس کی پیدائش میں اوندھا کر دیں پھر کیا انہیں سمجھ نہیں۔(٦٨)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ لوگ اپنے اعضاء سے جو ہم نے انہیں عطاء کیے ہیں اور اس تندرستی اور صحت سے جو ہم نے انہیں بخشی ہے فائدہ اٹھا کر وہ کام نہیں کرتے جو آئندہ ان کے کام آئیں اور جس کی بدولت انہیں آخرت میں جنت نصیب ہو، انہیں چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتے، زبان سے اس کی حمد و ثناء کرتے اور اس کے حکموں کی

فرمانبرداری کرتے، کیا انہیں خبر نہیں کہ اگر ہم چاہیں تو ان سے ان کی بینائی چھین لیں اور یہ لاکھ چاہیں مگر کہیں کا راستہ نہ ملے۔

اسی طرح ہم یہ بھی کر سکتے ہیں کہ ان کو معذور کر کے اور صورت بگاڑ کے ایک جگہ ڈال دیں جہاں پر یہ ہل جُل بھی نہ سکیں اور نہ کہیں جا سکیں اور نہ آ سکیں، ان کو چاہئے کہ ہم نے جو انہیں صحت اور طاقت بخش رکھی ہے اس کی قدر کریں اور اس سے وہی کام لیں جس کا ہم نے انہیں حکم دیا ہے، کیا یہ غور نہیں کرتے انسان جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو پھر نئے سرے سے بچوں کی طرح کمزور اور ناتواں ہونے لگتا ہے، طاقتیں جواب دینے لگتی ہیں، صورت مرجھا جاتی ہے، بینائی جواب دیدیتی ہے، چلنا پھرنا دشوار ہو جاتا ہے، کیا یہ عقل سے کام نہیں لیتے جو یہ سمجھ جائیں کہ جب تک جان میں جان ہے ایسے کام جلدی جلدی کر لینے چاہئیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

یہ خیالی باتیں نہیں

وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

اور نہیں سکھایا ہم نے اسے شعر اور نہ لائق تھا وہ لئے اسکے نہیں یہ مگر محض نصیحت

وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ

اور قرآن صاف صاف (۶۹) تا کہ ڈرا دیں اسے جو ہو زندہ اور ثابت ہو جائے بات

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾

پر کافروں (۷۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور ہم نے اسے شعر کہنا نہیں سکھایا اور یہ اس کے لائق نہیں، یہ تو خاص نصیحت ہے اور قرآن ہے واضح۔ (۶۹) تا کہ ڈر سنائیں اسے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات ثابت ہو۔ (۷۰)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ باتیں جو تمہیں سنائی جارہی ہیں یہ بناوٹی، من گھڑت اور خیالی نہیں ہیں، بناوٹی اور خیالی باتیں تو شعر کہلاتی ہیں، ہم نے اپنے پیغمبر کو شاعر نہیں بنایا جو شاعروں کی طرح تک بندی کرے، شعر کہنا ان لوگوں کا شیوہ نہیں جو ہمارا سیدھا اور سچا پیغام انسانوں کو پہنچانا چاہتے ہیں، ہمارے پیغمبر اپنے مَن سے کوئی بات نہیں گھڑتے۔

ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کلام تمہیں سناتے ہیں، اس میں نصیحت اور انسانی خیر خواہی کے سوا کچھ نہیں، وہ لوگوں کو حقیقی اور صحیح باتیں بتاتے ہیں، جنہیں وہ دنیا کی چہل پہل میں پھنس کر شیطان کے بہکادے سے بھول گئے ہیں، یہ وہ قرآن ہے جس میں انسان کی بھلائی کی ساری باتیں ایک جگہ جمع کردی گئی ہیں، اور جو صاف اور سیدھی عبارت میں انہیں زندگی کے طریقے بتاتا ہے، وہ سوچنے والے لوگوں کو بُرے عملوں کے بُرے نتیجوں سے ڈراتے ہیں۔

جس میں عقل اور سمجھ موجود ہے تو وہ اسے سنتے ہی اصلی مطلب پر پہنچ جاتا ہے اور جن کے دل بُری خواہشوں کی وجہ سے مُردہ ہوگئے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے ان لوگوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کی حجّت قائم ہوجاتی ہے، کیونکہ وہ سیدھا راستہ بتانے کے بعد بھی ٹیڑھے راستے پر چلتے ہیں۔

سچی شاعری گمراہی نہیں ہے

شاعر لوگوں کو جھوٹی اور خیالی باتیں پیش کرتے ہیں جن کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، لیکن پھر بھی یہاں ایک بات ہے کہ خود "سورۃ الشعراء" میں موجود ہے کہ اکثر شاعر جھوٹی اور خیالی باتیں پیش کرتے ہیں لیکن ان کا قول اور فعل ایک جیسا نہیں ہوتا، ہوتے کچھ ہیں اور بڑھا چڑھا کر کہتے کچھ ہیں، مگر بعض ایماندار شاعر اچھا کلام بھی کہتے ہیں جس سے لوگوں کو کچھ نہ کچھ فائدہ بھی پہنچتا ہے، شاعری بذاتِ خود تو بُری چیز نہیں مگر اس کا جھوٹ اور بڑھا

چڑھا کر بیان کرنا اس کو بُرا بنا دیتا ہے، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: شعر وشاعری بھی ایک کلام ہے، اس کا اچھا حصہ اچھا ہے اور بُرا حصہ بُرا ہے، تاہم اس میں بُرائی کا عنصر زیادہ ہوتا ہے جس کی سب سے بڑی وجہ شاعروں کی جھوٹی باتیں ہیں، شاعر لوگ زبان سے بڑی باتیں کرتے ہیں مگر عمل میں صفر ہیں۔

لیکن دنیا میں اچھے شاعر بھی ہوئے ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے زمانہ مبارک کے مشہور شاعر حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے اشعار کے ذریعے اسلام کا دفاع کیا کرتے تھے، جب کافر اسلام اور پیغمبر کے خلاف شعر کہتے تھے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کو جواب دینے کیلئے کہتے، ایک موقع پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسّان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: اِن کافروں کو جواب دو! جبرائیل امین تمہارے ساتھ ہیں۔

شعر وشاعری اور قرآن

شعر وشاعری تو قرآن مجید اترنے کے زمانہ میں موجود تھی اور لوگ اپنی شعر وشاعری پر فخر کیا کرتے تھے، مگر اس کا حاصل یہ تھا کہ کسی کی تعریف کے پل باندھ دیئے تو کسی کی مذمت لکھ دی، الفاظ کے کھیل میں حقائق کو پیٹھ پیچھے پھینکنے اور جھوٹ کو سچ بنانے کی کوشش کرتے، اس سے دنیا میں کوئی انقلاب تو نہیں آگیا تھا بلکہ لوگ محض بیکار شغل میں پڑ گئے تھے، قرآن مجید نے آکر زندگی کا مکمل پروگرام پیش کیا، کامیابی کے حصول بیان کئے، اجتماعی اور انفرادی زندگی کے اصول بیان فرمائے ہیں، حکومت چلانے کے اصول بیان کئے، تجارت کے اصول بیان فرمائے، بداخلاقی کے بجائے اچھے اخلاق سکھائے، بُرائی سے روکا اور اچھائی کا حکم دیا، دنیا کے بجائے آخرت کی طرف رُخ پھیرا، غرضیکہ زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی فرمائی، تو ایسی اچھی باتیں بتانے والے قرآن مجید کو شعر وشاعری جیسے جھوٹے اور مبالغہ آمیز کلام سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ اسی لئے فرمایا کہ: یہ قرآن شعر وشاعری نہیں بلکہ سراسر نصیحت اور کھول کر بیان کرنے والا کلام ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ ڈر سنائے اس شخص کو جس کا دل زندہ ہے۔

وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ: چونکہ کافر قرآن مجید کی تلاوت کا عجیب اثر دیکھ کر انکار نہیں کر سکتے تھے؛ اس لئے کبھی تو اس کلام کو سحر اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساحر کہتے تھے اور کبھی اس کلام کو شعر اور آپ کو شاعر کہہ کر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ یہ عجیب اثر اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ یا تو یہ جادو کے الفاظ ہیں جو دلوں پر اثر کرتے ہیں یا یہ شاعرانہ کلام ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عرب تو وہ قوم ہے جس کی فطرت میں شعر و شاعری پڑی ہوئی ہے، عورتیں بچے بے دھڑک شعر کہتے ہیں، وہ شعر کی حقیقت سے پوری طرح واقف ہیں، انہوں نے قرآن مجید کو شعر اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعر کس اعتبار سے کہا؟، کیونکہ نہ تو قرآن وزن شعری کا پابند ہے، نہ کہیں ردیف قافیہ کا، اس کو تو شعر و شاعری سے ناواقف بھی شعر نہیں کہہ سکتا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ: شعر دراصل خیالی اور خود گھڑے ہوئے مضمونوں کو کہا جاتا ہے، خواہ نظم میں ہوں یا نثر میں ان کا مقصد قرآن مجید کو شعر اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعر کہنے سے یہ تھا کہ آپ جو کلام لائے ہیں وہ محض خیالی افسانے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے انعام

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا

کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ ہم نے پیدا کر دیے لئے ان کے اس سے جنہیں بنایا ہمارے ہاتھوں نے مویشی

فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ

پس وہ ان کے مالک ہیں (۷۱) اور تابع کر دیا ہم نے انہیں ان کا پس بعض میں سے ان سواری ہے ان کی

وَ مِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾

اور بعض میں سے ان (یہ لوگ) کھاتے ہیں (۷۲)

بامحاورہ ترجمہ: اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کے واسطے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں سے

چوپائے بنادیئے، پھر وہ ان کے مالک ہیں۔ (۷۱) اور انہیں تابع کردیا ان کے آگے، پھر ان میں کوئی ان کی سواری ہے اور کسی کو ذبح کر کے یہ لوگ ان کا گوشت کھاتے ہیں۔ (۷۲)

تفسیر

ان آیتوں میں ان باتوں کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے کہ دنیا میں بہت سے چیزیں ہیں جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے لیکن وہ انسان نے خود نہیں بنائیں اور نہ ان کو انسان جیسی کسی اور مخلوق نے تیار کیا، آخر! سوچنے کی بات ہے کہ ان کا بنانے والا سوا اللہ تعالیٰ کے اور کون ہوسکتا ہے۔

ارشاد ہے کہ: کیا انہیں نظر نہیں آتا کہ ہم نے اپنی بنائی ہوئی مخلوق میں سے چوپائے اور مویشی انسانوں کی خدمت کیلئے پیدا کردیئے ہیں، اب وہ ان کے مالک بن بیٹھے ہیں اور ان سے اپنی مرضی کے مطابق بہت سے کام لیتے ہیں، کسی پر سوار ہوکر جگہ جگہ پھرتے ہیں، سامان لاد کر اِدھر سے اُدھر لے جاتے ہیں اور کسی کو ذبح کر کے ان کا گوشت کھاتے ہیں، کبھی یہ سوچا کہ انہیں کس نے پیدا کیا اور پیدا کر کے انسان کا خدمت گزار کس نے بنایا؟ اگر سوچتے تو اللہ تعالیٰ کا اقرار کئے بغیر چارہ نہ ہوتا، لیکن افسوس کہ! یہ اپنی عقل سے کام نہیں لیتے کہ اپنے رب اور اصلی نعمتیں دینے والے کو اس کی نشانیاں دیکھ کر پہچانیں اور اس کے پیغمبر کی باتیں سنیں اور جو وہ کہے کریں۔

اس غفلت کا کیا ٹھکانہ ہے کہ دنیا کی چیزوں سے فائدے اٹھاتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ان کا بنانے والا کون ہے اور کس نے انہیں ہمارے تابع کردیا۔

وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ: اور پھر ان مویشیوں کو انسان کے تابع کردیا، ہاتھی، اونٹ، گھوڑا، گائے، بھینس کتنے بڑے بڑے جانور ہیں جو انسان سے بیسیوں گنا زیادہ طاقتور ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں یہ بات ڈال دی ہے کہ تمہیں انسانوں کی خدمت کرنا ہے، چنانچہ وہ اتنے طاقتور ہونے کے باوجود انسان کے اشارے پر چلتے ہیں اور ہر وہ کام کرتے ہیں جو انسان ان سے چاہتا ہے۔

اُلٹی چال

وَ لَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَ اتَّخَذُوْا

اور لئے انکے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں کیا پس نہ شکر کریں گے (۷۳) اور بنائے انہوں نے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ؕ

سوا اللہ کے معبود شاید وہ مدد کئے جائیں (۷۴)

با محاورہ ترجمہ:۔ اور ان کیلئے ان جانوروں میں فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں (یعنی: دودھ)، پھر کیوں شکر نہیں کرتے۔(۷۳) اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بناتے ہیں کہ شاید وہ ان کی مدد کریں۔(۷۴)

تفسیر

انسان اگر خیال ہی نہ کرے تو اور بات ہے ورنہ ہو نہیں سکتا کہ معمولی سمجھ والا انسان تھوڑی ہی دیر سوچنے سے اس نتیجہ پر نہ پہنچے کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے کہ اتنے بڑے قد والے جانور انسان کے اس قدر بس میں آ جائیں کہ ان سے جس طرح چاہے کام لے، اتنے بڑے طاقت والے جانوروں کو جیسے اونٹ سینکڑوں کی قطار میں ایک بچہ نکیل پکڑ کر جہاں چاہے لے جائے وہ بلا عذر اس کے پیچھے ہو لیں، گھوڑے، گدھے، خچر، بیل، کان دبائے سخت سے سخت کام انسان کے اشاروں پر کرنے لگیں۔

ارشاد ہے کہ: انہیں خیال تو کرنا چاہئے، کہ جانوروں سے انہیں کتنے فائدے پہنچتے ہیں، سوار ہونا اور بوجھ لادنا تو الگ رہا، ذبح کر کے کھاؤ تب بھی کچھ نہیں کہتے، گھوڑا، بیل اور بھینسا تو انسان کے بس کی بات نہ تھی کہ زمین جوتے اور اس میں بیج ڈالے، اگر ان کی اون اور کھال سے بدن ڈھانپنے کا سامان نہ بناتا تو سردی کے مارے مر جاتا۔

اس کے علاوہ اس کی غذا کا کام بھی دیتے ہیں، لوگ کبھی ان کا گوشت کھاتے ہیں، کبھی ان کا دودھ نکال کر

پیتے ہیں، تعجب ہے کہ! اگر اسے یہ خیال نہ آئے کہ یہ جس نے پیدا کر کے اس کی خدمت کرنے کیلئے اس کے حوالے کر دیئے ضرور وہ اس کا رب ہے جس نے اس کی سہولت کیلئے اتنے انتظامات کر دیئے۔

انسان کو اتنا نادان تو نہیں ہونا چاہئے کہ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے اپنے رب کو نہ پہچانے، لیکن آدمی کتنا نا سمجھ ہے، خیالی چیزوں کو وہ اپنے رب بنا بیٹھتا ہے۔

وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ: ان جانوروں میں انسانوں کیلئے دوسرے فائدے بھی ہیں، ان کے بال، کھال، ہڈیاں، چربی، سینگ اور چمڑا تک انسانی ضرورتوں کا حصہ ہیں، جانوروں کا تو گوبر بھی ضائع نہیں جاتا، اس کو سکھا کر ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اب تو توانائی پیدا کرنے کیلئے گوبر کے پلانٹ بھی لگائے جارہے ہیں اور جانور انسانوں کیلئے پینے کے گھاٹ بھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے تھنوں میں وافر دودھ پیدا کر دیا ہے جو انسانی خوراک کا اہم حصہ ہے، اتنے فائدے حاصل کرنے کے باوجود بھی کیا یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے: کہ انسانوں اور جنوں کی حالت عجیب ہے کہ پیدا میں کرتا ہوں مگر یہ عبادت دوسروں کی کرتے ہیں، نیز: فرمایا کہ: نعمت میں دیتا ہوں مگر یہ شکر غیروں کا ادا کرتے ہیں۔

خام خیالی

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾

نہیں طاقت رکھتے مدد ان کی کا اور وہ لئے ان کے فوج ہوں گی پکڑ کر لائے گئے (٧٥)

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا

پس نہ غمگین کرے آپکو بات انکی بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو

وقف لازم

يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾ اَوَ لَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ

وہ ظاہر کرتے ہیں (٧٦) کیا نہیں دیکھا انسان نے کہ ہم نے پیدا کیا اسے سے ایک قطرے

فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٧﴾

پس اچانک وہ جھگڑالو ہوگیا باتیں بنانے والا (۷۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ وہ ان کی مدد نہ کرسکیں گے اور وہ ان کیلئے لشکر ہوگا جو پکڑ کر حاضر کئے جائیں گے۔ (۷۵) اب آپ ان کی باتوں سے غمگین نہ ہوں، ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ (۷۶) کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے اس کو ایک قطرہ سے بنایا پھر تبھی وہ جھگڑنے والا، بولنے والا ہوگیا۔ (۷۷)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عطاء کی ہوئی نعمتوں سے فائدے اٹھاتے ہیں لیکن عبادت دوسروں کی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے اپنے الگ معبود ان لوگوں نے بنا رکھے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہی ان کے مشکل کے وقت کام آئیں گے، ان کو سنادو کہ قیامت کے دن یہی تمہارے گھڑے ہوئے معبود تمہارے مخالف ہوجائیں گے اور وہ معبود ان کیلئے پکڑ کر لائے ہوئے لشکر کی طرح ہوں گے اور یہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے بجائے الٹے تمہارے ہی خلاف گواہی دیں گے۔

اے پیغمبر ان کی سب باتیں من گھڑت ہیں، آپ ان سے غمگین مت ہوں، ہم ان کی کھلی اور چھپی سب باتیں جانتے ہیں، ہم انہیں قیامت کے دن ان کو ان کے بُرے عملوں کی سزا دیں گے۔

آگے ارشاد ہے کہ: انسان کو یہ نہیں سوجھتا کہ پہلے یہ کیا تھا، اس کی اصلیت سوا ایک قطرہ کے اور کیا ہے، ہم نے اس قطرہ کو اس کی ماں کے پیٹ میں پرورش کیا اور یہ جیتا جاگتا انسان بن گیا، پھر ماں کے پیٹ سے نکال کر بھی اس کی پرورش کا سامان کردیا، پھر آہستہ آہستہ یہ اس قابل ہوا کہ لڑنے جھگڑنے اور باتیں بنانے لگا اور اپنی اصلیت بھول گیا، یہ نہ سمجھا کہ اس کی پیدائش اور پرورش ہمارے فضل و کرم سے ہوئی ہے۔

وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ: مطلب آیت کا یہ ہے کہ جن چیزوں کو انہوں نے دنیا میں معبود بنا

رکھا ہے، یہی قیامت کے دن ان کے مخالف ہوکر ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

حضرت حسن وقتادہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ: ان لوگوں نے بتوں کو خدا تو اس لئے بنایا تھا کہ یہ ان کی مدد کریں گے اور ہو یہ رہا ہے کہ وہ تو ان کی مدد کرنے کے قابل نہیں، خود یہی لوگ جو ان کی عبادت کرتے ہیں ان کے خادم اور ان کے سپاہی بنے ہوئے ہیں، ان کی حفاظت کرتے ہیں، کوئی ان کے خلاف کام کرے تو یہ ان کی طرف سے لڑتے ہیں، قیامت کے دن یہی لوگ ہاری ہوئی فوج کی طرح گرفتار کرکے اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کئے جائیں گے۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ: "سورۃ یٰسٓ" کہ یہ آخری پانچ آیتیں ایک خاص واقعہ میں نازل ہوئی ہیں، بعض روایتوں میں اُبی بن خلف کا نام لیا گیا ہے اور بعض میں عاص بن وائل کا نام لیا گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے دونوں سے ایسا واقعہ پیش آیا ہو، پہلی روایت بیہقی نے شعب الایمان" میں اور دوسری روای ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ عاص بن وائل نے مکہ کے کنکر یلے میدان سے ایک پرانی ہڈی اٹھائی اور اس کو اپنے ہاتھ سے توڑ کر ریزہ ریزہ کیا، پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو زندہ کرے گا، جس کا حال آپ دیکھ رہے ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ہاں! اللہ تعالیٰ تجھے موت دے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر تجھ کو دوزخ میں داخل کرے گا۔

خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ: یعنی: ایک حقیر قطرہ سے پیدا کیا ہوا انسان کیسا کھل کر مقابلہ پر آنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کر رہا ہے۔

انسان کی گستاخی

وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ

اور بیان کرنے لگا واسطے ہمارے ایک مثال اور بھول گیا پیدائش اپنی کہنے لگا کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو

وَّهِيَ رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾

جب وہ گل گئیں (۷۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور وہ ہمارے مقابلے کیلئے ایک مثال بیان کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہتا ہے کہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جب وہ گل گئیں۔(۷۸)

لفظی تحقیق: ضَرَبَ: بیان کیا۔ یہ (ض ر ب) سے ماضی ہے، ضرب کے بہت سے معنیٰ ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں، یہاں اس سے مراد چسپاں کرنا اور بیان کرنا ہیں۔ رَمِيْمٌ: بوسیدہ گلا ہوا۔ صفت کا صیغہ ہے، (ر م م) سے "رَمٌّ" کے معنیٰ پرانا ہو کر گل جانا، بکھر جانا، بوسیدہ ہو جانا، کھوکھرا۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب انسان ہٹا کٹا ہو کر بولنے کے قابل ہوا تو بالکل بھول گیا کہ پہلے وہ کیا تھا اور اب کیا ہو گیا اسے چاہئے تھا کہ اپنے حقیقی خالق اور رب کو پہچانتا اور اس کی شکر گزاری اور عبادت میں زندگی بسر کرتا، لیکن بہت سے انسانوں نے عقل سے کام نہ لیا اور اللہ تعالیٰ کو اس کی قدرت کی نشانیاں خود اپنے ہی اندر دیکھ کر نہ پہچانا اور جب ہمارے پیغمبر نے انہیں سمجھایا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا، طرح طرح کی خوبیاں اور قوتیں عطاء کیں اور تمہاری ہدایت کیلئے پیغمبر اور قرآن مجید بھیجا، جس میں بتلایا کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اگر اللہ تعالیٰ اور قرآن مجید کا کہنا نہ مانا تو بدعملیوں کی سخت سزا ملے گی، تو بعض لوگ ماتھے پر بل ڈال کر کہنے لگے کہ جب بدن گل سڑ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا اور وہ ہڈیاں بھی پرانی اور کھوکھلی ہو کر بکھر گئیں تو انہیں دوبارہ کون زندہ کر سکتا ہے، یہ کافر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتے ہیں اور مقابلے کیلئے مثال پیش کرتے ہیں۔

گلی سڑی ہوئی ہڈیوں کے دوبارہ زندہ کرنے سے انسان وغیر ساری مخلوقات بیشک عاجز ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو ان پر قیاس نہیں کر سکتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ان ہڈیوں سے دوبارہ انسان بنانے پر قادر ہے۔

حیرت یہ ہے کہ انسان اپنی پیدائش بھول جاتا ہے کہ اس کی پیدائش بھی تو ایک قطرے سے ہوئی ہے،

جب اللہ تعالیٰ نے ایک قطرے سے انسان بنا کھڑا کیا تو اسے ہڈیوں کے بکھرے ہوئے ریزوں سے دوبارہ اسے بنا دینا کوئی مشکل نہیں۔

دوبارہ پیدائش

قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُۨ ﴿۷۹﴾

آپ کہہ دیں | زندہ کریگا انہیں وہی | جس نے | پیدا کیا انہیں | پہلی | بار | اور | وہ | ہر طرح | پیدا کرنا | جانتا ہے (۷۹)

بامحاورہ ترجمہ: آپ کہہ دیں! ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ سب طرح بنانا جانتا ہے۔(۷۹)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان کافروں کو یہ جواب دو کہ ان پرانی ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا، اگر تم یا کوئی اور ان کو زندہ نہیں کرسکتا تو اس کا مطلب یہ کیسے ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ بھی انہیں زندہ نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت کا اندازہ مخلوقات کے علم اور ان کی قدرت سے مت کرو، یہ تو مٹی کے گارے سے یا پتھر کو تراش کر ایک مورت بنا لیتے ہیں، لیکن انہیں یہ نہیں معلوم کہ ان میں جان کیسے ڈالی جائے کہ وہ زندہ ہوکر اپنے ارادہ سے جو چاہیں کرسکیں، اللہ تعالیٰ ڈھانچہ بھی تیار کرسکتا ہے اور روحیں بھی پیدا کرسکتا ہے، پھر اس ڈھانچے میں روح ڈال کر اسے زندہ کرنا بھی جانتا ہے، وہ ہر طرح کی پیدائش پر قادر ہے، اسی نے روحیں پیدا کیں، پھر دونوں کی ترکیب سے قسما قسم کی جاندار مخلوقات بنا ڈالیں، تم اللہ تعالیٰ کو ٹھیک طور پر تب سمجھو گے جب قرآن مجید کی آیتوں پر غور کرو گے اور ہمارے پیغمبر کی باتیں دل لگا کر توجہ کیساتھ سنو گے۔

جن لوگوں کی نظر ظاہری اسباب کی دنیا سے اونچی نہیں اٹھتی وہ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں، ان کی عقل ایک چھوٹے سے دائرے میں بند ہو کر رہ گئی ہے، وہ ظاہری موت کو زندگی کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ سمجھتے ہیں، وہ قیامت کے بعد لوگوں کے جی اٹھنے اور ان کا حساب ہونے اور آخرت کے عذاب اور ثواب کو نہیں مانتے، عرب میں عاص بن وائل نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ میں بحث کی تھی، اس نے ایک پرانی ہڈی کو ہاتھ میں مَل کر بکھیر دیا اور کہا کہ اب اسے کون زندہ کر سکتا ہے، اسی موقعہ پر یہ آیتیں اتریں۔

قدرت کے کرشمے

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ
جس نے بنادی لئے تمہارے سے درخت سبز آگ پس جب

اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
تم سے اس سلگا لیتے ہو (۸۰) کیا نہیں وہ جس نے پیدا کئے آسمان

وَ الْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَ هُوَ
اور زمین قدرت رکھنے والا پر اس کہ پیدا کردے ان جیسا کیوں نہیں اور وہی

وقف غفران

الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ
اصل بنانے والا خوب جاننے والا ہے (۸۱) بس حکم اس کا جب ارادہ کرے کسی چیز کا کہ کہہ دے

لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ
سے اس ہوجا پس وہ ہوجاتا ہے (۸۲) پس پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں حکومت ہے ہر

شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع
چیز کی اور طرف اسی کی تم لوٹائے جاؤ گے (۸۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ بنادی پھر اب تم اس سے سلگاتے ہو۔

(۸۰) کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے وہ ان جیسے نہیں بنا سکتا؟، کیوں نہیں اور وہی ہے اصل بنانے والا، سب کچھ جاننے والا۔ (۸۱) اس کا حکم یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کو کرنا چاہے تو اسے کہے ہو جا پس اسی وقت ہو جاتا ہے۔ (۸۲) سو! پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (۸۳)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی نشانیاں جہان میں پھیلی پڑی ہیں، جو انہیں غور سے دیکھے گا وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لے گا، جب وہ دیکھے گا ہر چیز کی حالتیں بدلتی ہیں یہاں تک کہ ایک حالت دوسری حالت کی بالکل الٹ ہوتی ہے، تو اسے انسان کے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہو جانے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہ سکتا، تم اس پر غور کرو کہ زمین سے سرسبز درخت پیدا ہوتا ہے، پھر اس میں تر وتازہ سبز پتے نکلتے ہیں اور وہ ایک مدت تک ہرا بھرا کھڑا رہتا ہے، جب وقت آجاتا ہے تو وہ خشک ہونا شروع ہو جاتا ہے، پھر اس کی لکڑیاں کاٹ کر ڈال دیتے ہیں، یہاں تک کہ اس سے آگ سلگائی جاتی ہے اور اس کی لکڑیاں ڈال ڈال کر اسے اور بھڑکایا جاتا ہے، دیکھا تم نے یہ درخت پانی سے آگ ہو گیا، اس کے علاوہ بعض سرسبز درختوں ہی کے حصوں سے آپس میں رگڑ کھا کر آگ نکل آتی ہے، مثلاً: بانس کا درخت یا عرب میں مَرخ اور عفار، یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہے جو پانی سے آگ بنا سکتا ہے وہی پرانی ہڈیوں سے سالم جسم بھی پیدا کر سکتا ہے۔

کیا جس نے یہ عظیم الشان آسمان بنا کر کھڑے کر دیئے اور زمین کو پیدا کر دیا وہ تمہیں دوبارہ نہیں پیدا کر سکتا، جس نے اتنی بڑی بڑی چیزیں بنائیں، اسے چھوٹی چھوٹی تم جیسی چیزوں کا بنانا کیا مشکل کام ہے، سمجھ سے کام ہی نہ لو تو کوئی علاج نہیں۔

تمہارا دوبارہ زندہ کر دینا اس دنیا کے پیدا کرنے والے کیلئے ہرگز مشکل نہیں، کیونکہ اس کی قدرت بے انتہا ہے اور وہ بنانے اور پیدا کرنے والے سارے طریقوں کا جاننے والا ہے، اسے معلوم ہے کہ کس چیز کے پیدا ہونے کا وقت آگیا ہے اور حالات کے لحاظ سے اس کی کیسی شکل وصورت ہونی چاہئے، بگاڑ کر پھر دوبارہ بنانا

اس کے نزدیک کیسے مشکل ہوسکتا ہے، جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے تو اس کے اسباب فوراً اکٹھے ہوجاتے ہیں اور جب وقت آجاتا ہے تو وہ بس اتنا ہی کہہ دیتا ہے ہوجا، اس کے بعد اس چیز کے ہوجانے میں دیر نہیں لگتی، ہوجا کہتے ہی فوراً ہوجاتی ہے، اتنا سمجھ لینے کے بعد اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے مرنے کے بعد پھر دوبارہ پیدا کردے گا، تم اس کی قدرت، حکومت اور علم کا اپنے اوپر اندازہ کرتے ہو، توبہ کرو، تم کہاں اور وہ کہاں؟، اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے، یاد رکھو! تم سب کو اسی کی طرف جانا ہے، اس لئے ہر وقت اسی سے دھیان لگائے رکھو۔

سورۃ یٰسین کیا سکھاتی ہے

اس سورت میں انسان کو وہ تمام اصول بتادیئے گئے ہیں جو دین اور دنیا میں اس کی کامیابی کے ذمہ دار ہیں، اس میں کہا گیا ہے کہ یہ قرآن انسان کیلئے علم وعمل دونوں کی سیدھی راہ بتاتا ہے، فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں، تم عقل سے سب سے پہلے یہ کام لو کہ اللہ تعالیٰ کو پہچان کر اس کے پیغمبر کے بتائے ہوئے راستہ پر چلو، اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کیلئے وقتاً فوقتاً اپنے پیغمبر دنیا میں بھیجے، انہی میں سے حضرت محمد ﷺ اس کے آخری پیغمبر ہیں، انہیں غافلوں کو ہوشیار کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے تاکہ یہ قرآن مجید جو ہمارا پیغام ہے تمام انسانوں تک پہنچادیں اور انہیں ڈرادیں کہ مرنے کے بعد وہ سب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور ان کے عملوں کی انہیں جزاوسزا ملے گی، مگر افسوس ہے کہ ان پر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر، اس کتاب قرآن مجید اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ان کی بابت سوا اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دھتکارے ہوئے ہیں، ان کے سر اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہی نہیں، گویا اوپر کی طرف اکڑ کر رہ گئے ہیں، ایسے لوگوں کو چھوڑ دو، تمہارے ڈرانے سے وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے جو اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور اس پر بن دیکھے ایمان لے آتے ہیں، ایسے لوگوں کو خوشخبری سنادو کہ ان کیلئے بہت بڑا انعام تیار ہے اور وہ اس میں ہمیشہ خوش رہیں گے، پہلے زمانے کے لوگوں کی حالت سے سبق حاصل کرو، انہوں نے پیغمبروں کا کہنا نہ مانا اور دنیا وآخرت دونوں میں تباہی اور بربادی

مول لی، اور جوان میں سمجھدار تھے انہوں نے پیغمبروں کو سچا مان کر اپنا رہنما بنایا اور دونوں جہان میں کامیاب ہوئے، معلوم نہیں لوگ اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں مانتے، اس کی قدرت کی نشانیاں ساری دنیا میں بھری پڑی ہیں، اس نے انسانوں کے آرام کیلئے کیا کیا چیزیں دنیا میں پیدا کر دیں اور وہ نت نئی چیزیں پیدا کرتا رہے گا، اس پر اس کا شکر ادا کرنا چاہئے تا کہ مرنے کے بعد کی زندگی میں آرام و راحت نصیب ہو۔

یاد رکھو کہ! مرنے کے بعد انسان کیلئے صرف دو ہی ٹھکانے ہیں، دوزخ یا جنت، ان کے سوا اور کوئی بھی ٹھکانہ نہیں، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے میں شک مت کرو، اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آگے یہ کچھ مشکل نہیں، وہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہ اس کے حکم دیتے ہی فوراً موجود ہو جاتی ہے، وہ ہر عیب سے پاک ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

آیاتها — ۱۸۲ | سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ | رکوعاتها — ۵

سورۃ الصفت مکی ہے۔ اس میں ایک سو بیاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

توحید کی نشانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾

قسم ہے صف باندھنے والوں کی قطار بنا کر (۱) پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر (۲) پھر پڑھنے والوں کی یاد کر کے (۳)

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا

بیشک معبود تمہارا البتہ ایک ہے (۴) رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو بیچ ہے ان دونوں کے

وَ رَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿٥﴾

اور رب ہے مشرقوں کا (۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ قسم ہے! قطار در قطار صف بنانے والے فرشتوں کی۔(۱) پھر ان فرشتوں کی جو ڈانٹ پلاتے ہیں جھڑک کر۔(۲) پھر پڑھنے والوں کی یاد کر کر۔(۳) بیشک تم سب کا معبود ایک ہے۔(۴) جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اور رب مشرقوں کا۔(۵)

لفظی تحقیق: مَشَارِق: سورج نکلنے کی جگہیں۔ مشرق کی جمع ہے، جو اسم ظرف ہے (ش ر ق) سے "شَرُوْقٌ" کے معنٰی ظاہر ہونا، مشرق سے سورج نکلنے کی جگہ مراد ہے، یہ جگہ ہر موسم اور ہر روز کے لحاظ سے الگ الگ ہوتی ہے؛ اس لئے مشرق بہت سے ہوئے، اسی اعتبار سے جمع استعمال کی گئی ہے اور اسی طرح غروب ہونے کی جگہیں بھی مختلف ہیں اور وہ اسی سے سمجھ میں آتی ہیں؛ اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا گیا، پورے معنٰی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ سورج نکلنے اور ڈوبنے کی مختلف جگہوں کا اپنی حکمت کے مطابق مقرر اور قائم کرنے والا ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: یوں تو ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکائے کھڑی ہے اور اس کے فرمان سے باہر نہیں جا سکتی، لیکن فرشتوں میں یہ بات بالکل نمایاں ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے صف باندھے درجہ بدرجہ تیار کھڑے رہتے ہیں اور شیطان کو ڈانٹ ڈپٹ کر دھتکارتے رہتے ہیں تاکہ وہ چھپ کر باتیں سننے نہ پائے اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے پاس سے انہیں جھڑک کر ہٹاتے رہتے ہیں تاکہ انہیں بہکانے نہ پائیں، پھر اللہ تعالیٰ کے احکام سن کر انہیں یاد کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کو یا جسے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا سے بتانے کیلئے بار بار پڑھتے رہتے ہیں، ان کی اس اطاعت اور فرمانبرداری پر غور کرو اس سے تمہاری سمجھ میں آجائے گا کہ تمہارا مالک اور معبود ایک ہے، وہی آسمانوں اور زمین کا اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب کا رکھوالا اور پالنے والا ہے، اس نے اپنے انتظام سے سورج کے نکلنے اور چھپنے کی جگہیں مقرر کر رکھی ہیں، فرشتوں کی قسم اس لئے کھائی گئی ہے

کہ وہی ایک سمجھدار مخلوق ہے جو کسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور ان کی حالت صاف گواہی دے رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔

فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا: قسم ہے ذکر کی، یعنی: قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے فرشتوں کی، اس سے مراد یا تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تلاوت کرتے ہیں، یعنی: اس طرف ہر وقت متوجہ رہتے ہیں اور اس سے وہ انسان بھی مراد ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہتے ہیں۔

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ: بیشک تمہارا ایک ہی معبود ہے، ہر نیک انسان، جن اور فرشتے صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انسانوں، جنوں یا فرشتوں کو معبود بنانا تو بہت بُری بات ہے، وہ تو خود اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طریقے سے اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے اور ہم سے کوئی نافرمانی کی بات نہ ہو، ان کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو اس کی منشاء کے مطابق ٹھیک طریقے سے پورا کریں، فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں، پھر انہی کو معبود بنانا کہاں کی عقل مندی ہے؟ لہٰذا مشرکوں کو کسی طرح بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود مان کر اس کی عبادت کریں۔

فرشتوں کی قسم کیوں کھائی گئی؟

اس سورت میں خاص طور پر فرشتوں کی قسم کھانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سے اُس شرک کی تردید کی گئی ہے جس کے تحت مکہ والے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے، چنانچہ سورت کی ابتدا ہی میں فرشتوں کی قسم کھا کر ان کے وہ اوصاف بیان کر دیئے گئے، مطلب یہ ہے کہ فرشتوں کے ان اوصاف پر غور کرو گے تو تمہیں یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا رشتہ باپ بیٹی کا نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی باعزت مخلوق ہے جو ہر وقت عبادت میں مصروف رہتے ہیں، نہ ان میں مذکر ہے اور نہ مؤنث اور نہ ان میں اولاد کا سلسلہ ہے، نہ وہ گھٹتے ہیں اور نہ وہ بڑھتے ہیں۔

دوسری نشانیاں

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ۟الْكَوَاكِبِ ۙ۝۶ وَ حِفْظًا
بیشک سجایا ہم نے آسمان نزدیک والے کو سے سجاوٹ ستاروں کی (۶) اور بچاؤ بنایا

مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ۝۷ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ
سے ہر شیطان سرکش (۷) نہیں کان لگا سکتے وہ طرف مجلس اونچی اور

یُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ۝۸ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ۝۹
مارے جاتے ہیں سے ہر طرف (۸) بھگانے کیلئے اور لئے انکے عذاب ہے ہمیشہ کا (۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ ہم نے سب سے قریب والے آسمان کو ستاروں سے سجایا۔(۶) اوران ستاروں کو ہر سرکش شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بنایا۔(۷) سُن نہیں سکتے اوپر کی مجلس کی باتیں اور اُن پر ہر طرف سے مار پڑتی ہے۔(۸) ان کو بھگانے کیلئے اور اُن پر ہمیشہ کیلئے مار ہے۔(۹)

لفظی تحقیق: اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰى: سب سے اونچی فرشتوں کی مجلس۔ وہ مجلس جہاں اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کی بابت سوچتے اور مشورے کرتے ہیں۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: نظر اوپر اٹھاؤ تو سر کے اوپر چمکدار ستاروں سے بھرا ہوا آسمان جگمگاتا نظر آئے گا، یہ قریبی آسمان ہے، اس سے بلند تر آسمان اور بھی ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے، یہ ستارے اس آسمان کی جو تم سے قریب ترین آسمان ہے سجاوٹ ہیں، ان سے ہم نے آسمان کو سجایا ہے، انہی میں سے بعض ستاروں کو تم ٹوٹتے ہوئے دیکھتے ہو، یہ وہ شعلے ہیں جو ان کے درمیان سے نکلتے ہیں اور فسادی اور خبیث روحوں اور شیطانوں کو اس نورانی اور روشن مقام سے دور بھگاتے ہیں، ان کی مجال نہیں کہ سب سے اونچی فرشتوں کی مجلس کی طرف کان لگا سکیں اور غیب کی

باتوں کو لے کر اڑنے کی کوشش میں کامیاب ہوں، ہر جانب سے ان پر مار پڑتی ہے اور یہ جدھر جائیں وہیں سے دھکے دیکر نکالے جاتے ہیں، دنیا میں ان پر اسی طرح کی مار پڑتی رہے گی اور یہ اس وحی کی باتیں نہ سُن سکیں گے جو فرشتے کے ہاتھ پیغمبروں کی طرف بھیجی جاتی ہے اور فرشتے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سُن کر آپس میں دہراتے اور یاد کرتے ہیں، تاکہ جوں کی توں جہاں پہنچانی ہے پہنچادیں، اس کے بعد آخرت میں ان شیطانوں کیلئے ہمیشہ کا عذاب تیار ہے، کیونکہ یہ دنیا میں ہمیشہ اچھی باتوں کے بگاڑنے میں مشغول ہیں۔

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ: یہ ستارے ہر سرکش شیطان سے حفات کا ذریعہ ہیں، یہ شیطان اوپر جا کر فرشتوں کی گفتگو سننے کی کوشش کرتے تھے، ان کے کان میں کوئی اِکّا دُکّا بات پڑ گئی تو وہ آکر اپنے جادوگروں کو بتاتے جو اس میں جھوٹ ملا کر اپنے پوچھنے والوں کو بتاتے اور اس طرح ان کا کام چلتا رہتا، جب قرآن مجید اترنا شروع ہوا تو شیطانوں کا آسمان پر داخلہ بند ہوگیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان کو اوپر جانے سے روکتے ہیں، اسی بات کے متعلق فرمایا کہ: اب یہ شیطان فرشتوں کی باتیں آسمان پر جا کر نہیں سُن سکتے، وہ ہر جانب سے دھکیلے ہوئے ہیں، جدھر بھی کوئی شیطان جانے کی کوشش کرتا ہے فرشتے اسے دھکیل کر پیچھے ہٹادیتے ہیں اور ان کا طریقہ یہ ہے جیسا کہ آگے ذکر آرہا ہے کہ ان پر شہاب ثاقب (دہکتے ہوئے انگارے) پھینکے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے کوئی مرجاتا ہے اور کوئی زخمی ہوجاتا ہے اور اس طرح ان کیلئے ہمیشہ کا عذاب ہوتا ہے، شیطان خود اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں اور دوسروں کو بھی نافرمانی پر آمادہ کرتے ہیں، انسانوں کے دلوں میں بُرے وسوسے ڈالتے ہیں، لہٰذا انہیں ہمیشہ مار پڑتی رہتی ہے۔

مرکر جینا حق ہے

إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿١٠﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ أَ

مگر جو لے بھاگا اچک کر پس پیچھے لگا اسکے ایک انگارا دہکتا (۱۰) پس پوچھ سے ان کیا

هُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪

وہ زیادہ سخت ہیں پیدائش میں یا وہ جنہیں ہم نے بنایا ہم نے تو بنایا انہیں سے مٹی چپکتی ہوئی (۱۱)

بامحاورہ ترجمہ: مگر جو اُچک بھاگا جھپ سے، پھر اس کے پیچھے چمکتا انگارا لگا۔(۱۰) پھر ان سے پوچھیں کہ ان کا بنانا مشکل ہے یا جتنی مخلوق کہ ہم نے بنائی ان کا بنانا مشکل ہے؟، ان کو تو ہم نے ایک چپکتے گارے سے بنایا ہے۔(۱۱)

لفظی تحقیق: خَطِفَ: اچک بھاگا۔ ماضی کا صیغہ ہے (خ ط ف) سے "خَطْفٌ" کے معنٰی بھاگ دوڑ میں کچھ اچک کر لیجانا "خَطْفَةٌ" سے مراد یہاں بھاگتے بھاگتے ایک آدھ بات سن لینا ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: شیطانوں کو فرشتے چمکتے ہوئے ستاروں کے گولے مار کر بھگاتے ہیں تاکہ وہ ان کی مجلس کی خفیہ بات چیت نہ سننے پائیں، یہی شہاب ثاقب یعنی چکمدار ستارے ہیں جو ان کے پیچھے لپکتے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ نے انتظام کیا ہے تاکہ شیطان صحیح بات میں غلط بات شامل نہ کرنے پائیں۔

آگے ارشاد ہے کہ: یہ لوگ جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین نہیں کرتے ان سے یہ پوچھیں کہ ہم نے جو یہ آسمان، زمین، ستارے، روحیں، فرشتے، شیطان وغیرہ ساری مخلوق بنائی ہے، ان کا بنانا زیادہ مشکل ہے یا خود ان کا بنانا؟، یقیناً اتنی بڑی بڑی چیزیں بنانے کے مقابلہ میں انسان کا بنا دینا مشکل نہیں، ہم نے تو شروع میں ہی اس کا جسم لیسدار چپکتے ہوئے گارے سے بنا کر تیار کر دیا، پھر اس میں روح ڈال دی، مرنے کے بعد پھر اس کا جسم مٹی میں مل جائے گا اور پھر ہم اسی مٹی سے اس کا ڈھانچہ تیار کر کے اس میں روح داخل کر دیں گے اور وہ پھر زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوگا، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ ناممکن نہیں، یقین کرو کہ ایسا ہی ہوگا۔

اے پیغمبر! ذرا آپ ان سے پوچھیں کہ یہ لوگ کس بناء پر اکڑ دکھا رہے ہیں اور قیامت کا انکار کرتے ہیں، کیا یہ پیدائش میں زیادہ سخت ہیں یا وہ چیزیں جن کو ہم نے پیدا کیا ہے، یہ انسان جیسی چھوٹی سے چیز کے دوبارہ

زندہ کرنے کو مشکل سمجھتے ہیں، حالانکہ آسمانوں اور زمین جیسی بڑی بڑی چیزوں کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے، مشرکوں اور منکروں سے پوچھنے کا مقصد یہ ہے کہ کیا زمین و آسمان اور ان کے درمیان والی تمام چیزوں کا بنانا مشکل ہے یا تمہارا؟، مطلب یہ ہے کہ جو اتنی بڑی بڑی چیزوں کو پیدا کر سکتا ہے وہ تمہیں دوبارہ کیوں نہیں پیدا کر سکتا، جس چیز سے تمہیں پیدا کیا گیا وہ زیادہ سخت نہیں، ہم نے انسانوں کے باپ حضرت آدم کو چپکنے والی مٹی سے پیدا کیا اور پھر آگے ان کی نسل کو ان کے نطفہ سے چلایا، بھلا یہ کونسا مشکل کام ہے جس کا تم انکار کر رہے ہو؟

ہم نے ان لوگوں کو، یعنی: ان کے باپ آدم کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے، جس میں نہ کچھ قوت ہے، نہ سختی، اور انسان جو اس سے بنا ہے وہ بھی زیادہ مضبوط اور سخت نہیں ہے، اب سوچنے کی بات ہے کہ جب ہم ایسی مضبوط اور سخت مخلوقات کو پیدا کرنے پر قادر ہیں تو انسان جیسی کمزور مخلوق کو ایک بار موت دیکر دوبارہ زندہ کرنے پر کیوں قدرت نہ ہوگی۔

نادانی کی بات

بَلْ عَجِبْتَ وَ يَسْخَرُوْنَ ۝۱۲ وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝۱۳

بلکہ تعجب کرتے ہیں آپ اور وہ ہنسی اڑاتے ہیں (۱۲) اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نہیں حاصل کرتے نصیحت کو (۱۳)

وَ اِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝۱۴ وَ قَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا

اور جب دیکھتے ہیں کوئی نشانی تو ہنسی میں اڑا دیتے ہیں (۱۴) اور کہتے ہیں نہیں یہ مگر

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵

جادو کھلا ہوا (۱۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں اور وہ مذاق کرتے ہیں۔ (۱۲) اور جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے وہ نصیحت نہیں سمجھتے۔ (۱۳) اور جب دیکھیں کوئی نشانی (تو اس کو) ہنسی میں اڑا دیتے ہیں۔ (۱۴) اور کہتے ہیں اور کچھ نہیں یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ (۱۵)

تفسیر

پیغمبر ﷺ پر وحی اترنے کے وقت جادوگر اور نجومی جو لوگوں کو آئندہ کی غلط سلط باتیں بتایا کرتے تھے اور ستاروں کی پہچان میں ماہر تھے، فضا میں عجیب وغریب باتیں دیکھ کر حیران تھے، آسمان میں نئی نئی چیزیں ظاہر ہو رہی تھیں، انہوں نے ایک دُم دار ستارہ دیکھا اور اِدھر اُدھر بہت سے ستارے ٹوٹتے نظر آئے، نجومی جو رات کے وقت اونچے اونچے ٹیلوں پر بیٹھ کر ستاروں کو دیکھا کرتے تھے اور ان کی نقل وحرکت کا مطالعہ کرتے تھے ڈر گئے، جادوگر جو لوگوں کو آئندہ کی بابت سوالوں کا جواب دیتے تھے وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ ہمارے جن اب کچھ نہیں بتاتے، وہ کہتے ہیں کہ اب ہم آسمان کی طرف جاتے ہیں تو ہم پر گولے برستے ہیں اور سوا بھاگنے کے کچھ نہیں بن پڑتا۔

پچھلی سورتوں میں سمجھایا گیا کہ وحی کی حفاظت کیلئے فرشتے شیطانوں کو بھڑکتے ہوئے گولے مار مار کر بھگاتے ہیں، پیغمبر ﷺ نے جب لوگوں کو قرآن مجید سنانا شروع کیا تو باوجود ان نشانیوں کے دیکھنے کے انہوں نے اس طرف کچھ دھیان نہ کیا اور نہ سمجھے کہ اسی قرآن مجید کے اترنے کی تیاری کیلئے یہ حفاظت کا سامان کیا گیا ہے، آپ کو ان کی کم عقلی پر تعجب ہوا مگر وہ آپ کی ہنسی اڑانے سے باز نہ آئے، نصیحت کی گئی تو کچھ اثر نہ ہوا، معجزوں کو دیکھ کر ہنسی میں اڑا دیا اور کہنے لگے کہ یہ تو سب کھلا جادو ہے، یہ پیغمبری کا دعویدار کہتا ہے کہ یہ نشانی اللہ تعالیٰ نے ظاہر کی ہے حالانکہ اس قسم کی چیزیں عام جادوگر بھی پیش کر سکتے ہیں، یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔

مر کر جینا یقینی ہے

ءَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿١٦﴾

کیا جب مرگئے ہم اور ہوگئے مٹی اور ہڈیاں کیا ہم پھر اٹھائے جائینگے (۱۶)

اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَ اَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا

کیا باپ دادوں ہمارے پہلوں کو (۱۷) کہہ دیں ہاں اور تم ذلیل وخوار ہوگے (۱۸) پس کچھ نہیں

هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾

وہ تو ڈانٹ ہوگی ایک پس اچانک وہ دیکھنے لگیں گے (۱۹)

بامحاورہ ترجمہ: کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہمیں پھر اٹھایا جائے گا۔(۱۶) کیا ہمارے اگلے باپ دادوں کو بھی اٹھایا جائے گا۔(۱۷) آپ کہہ دیں کہ: ہاں! اور تم ذلیل ہو گے۔(۱۸) وہ اٹھانا تو یہی ایک جھڑکی (ڈانٹ) ہے پھر اسی وقت یہ (لوگ زندہ ہوکر) دیکھنے لگیں گے۔(۱۹)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب ان سے کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد تم دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور تمہارے عملوں کی بابت تم سے پوچھ گچھ ہوگی تو کہتے ہیں، کیا کہا؟ مرنے کے بعد تو ہم مٹی ہو جائیں گے اور بدن گل سڑ کر خاک میں مِل جائیں گے، شاید ہڈیاں کچھ دن رہیں تو رہیں، پھر ہمارے باپ دادا کو تو مرے ہوئے مدتیں گزر گئیں، ان کی تو ہڈیوں تک کا نشان بھی نہ رہا ہوگا، کیا ہمارا اور ہمارے باپ دادا کا بدن مٹی ہونے کے بعد پھر بن جائے گا، ہماری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی تم ایسی بات عقل کے خلاف کیسے منہ سے نکالتے ہو۔

اس کے جواب میں ارشاد ہے کہ ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ایسا ہوکر رہے گا، مرنے کے بعد سارے انسان دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، آج اس بات کو جو نہیں مان رہے مرکر جینے کے بعد اس انکار کی سزا میں انہیں ذلت وخواری اٹھانی پڑے گی، رہا یہ کہ یہ جینا ہوگا کس طرح؟ اس کی بابت یہ سُن لو کہ دوسری مرتبہ صور کی آواز سے سب دوبارہ زندہ ہوکر اٹھ کھڑے ہوں گے، ایک ڈانٹ سب کو زندہ کرنے کیلئے کافی ہوگی، سنتے ہی سب جہاں کہیں بھی ہوں گے اور جس حالت میں بھی ہوں گے اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیران ہوکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں گے کہ یہ کیسی آواز تھی جس نے ہمیں اٹھا دیا۔

بھلا! جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم پھر زندہ کئے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی زندہ ہوں گے؟ آپ کہہ دیجئے کہ ہاں ضرور زندہ ہوں گے اور تم ذلیل وخوار بھی ہو گے۔

پس قیامت تو بس ایک للکار ہوگی ،یعنی : دوسرا صور، سو! اس سے سب یکایک زندہ ہو کر دیکھنے بھالنے لگیں گے۔

قرآن مجید کی وہ آیتیں جن میں ذکر ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے معجزہ دکھانے کے مطالبے کو نہیں مانا، سو حقیقت میں وہاں بار بار معجزات دکھائے جا چکے تھے لیکن وہ ہر روز اپنی مرضی کا ایک نیا معجزہ مانگتے تھے، اس کے جواب میں معجزہ دکھانے سے انکار کیا گیا؛ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اللہ تعالیٰ کے حکم سے معجزے دکھاتا ہے، اگر کوئی پھر بھی اس کی بات نہ مانے تو ہر روز ایک نیا معجزہ ظاہر کرنا پیغمبر کے وقار کے بھی خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کے طریقے کے بھی۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا دستور یہ رہا ہے کہ جب کسی قوم کو اس کا منہ مانگا معجزہ عطاء کر دیتا ہے اور اس کے بعد بھی وہ ایمان نہیں لاتے تو عذاب کے ذریعہ ان کو ہلاک کر دیا جاتا ہے، آپ کی امت کو چونکہ باقی رکھنا اور عذاب سے بچانا تھا اس لئے ان کو منہ مانگا معجزہ نہیں دکھایا گیا کہ اگر یہ بھی منہ مانگا معجزہ دیکھ کر ایمان نہ لائی تو عذاب کے ذریعہ ان سب کو ملیامیٹ کر دیا جاتا۔

اللہ تعالیٰ کو اس بات پر بھی قدرت ہے کہ صور پھونکنے کے بغیر مُردوں کو زندہ کر دے لیکن یہ صور حشر ونشر کے منظر کو پُرہیبت بنانے کیلئے پھونکا جائے گا۔

اس صور پھونکنے کا اثر کافروں پر یہ ہوگا کہ پس اچانک وہ دیکھنے بھالنے لگیں گے، یعنی: جس طرح دنیا میں دیکھنے پر وہ قادر تھے اسی طرح وہاں بھی دیکھ سکیں گے۔

مر کر جینے کے بعد

وَ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿٢٠﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ

اور بولیں گے اے خرابی ہماری یہ ہے دن جزا کا (۲۰) یہ ہے دن فیصلہ کا

ع ۲۱ ۱ ۵

الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ۝۲۱ اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا
وہ جو تھے تم اسے جھٹلاتے (۲۱) اکٹھا کرو ان کو جنہوں نے ظلم کیا

وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ۝۲۲ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ
اور جوڑے ان کے اور جسے تھے وہ پوجتے (۲۲) سوائے اللہ کے پس لے جاؤ ان کو

الربع

اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِیْمِ۝۲۳
طرف راہ دوزخ کی (۲۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور کہیں گے: اے خرابی ہماری یہ جزاء کا دن آ گیا (ہاں) یہ فیصلہ کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔ (۲۱) (اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا) جمع کرو ظالموں کو اور ان کے ساتھیوں کو اور ان کو جن کو یہ پوجتے تھے۔ (۲۲) اللہ تعالیٰ کے سوا، پھر چلاؤ ان کو دوزخ کی راہ پر۔ (۲۳)

تفسیر

پھر کافر کہیں گے کہ ہائے کم بختی! یہ تو وہی دن آ پہنچا جس کی خبر ہمیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر دیا کرتے تھے، افسوس! ہمارے حال پر، آج ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ وہ بالکل سچ کہتے تھے، دوبارہ پیدا ہوتے ہی انسان کی نظروں سے وہ سب پردے ہٹ جائیں گے، جنہوں نے دنیا میں اسے ڈھانک رکھا تھا، دنیاں میں ان کی عقل بہت سے غلافوں کے نیچے دب گئی تھی اور ماحول کو دیکھ کر وہ اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکی تھی کہ قیامت آنے والی ہے، دوسری زندگی میں یہ سارے پردے اور غلاف دور ہو جائیں گے اور وہ اِدھر اُدھر نگاہ کرتے ہی فوراً سمجھ جائیں گے کہ قیامت آ گئی، ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ ہاں! یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے، آج تمہیں تمہارے عملوں کی سزا اور جزاء دی جائے گی، اسی دن کیلئے تو ہم نے تمہارے پاس پیغمبر بھیجے تھے کہ ہمارا پیغام تم تک پہنچا دیں اور ڈرا دیں کہ اگر ہمارے پیغمبر اور ہماری کتاب کے کہنے پر نہ چلے تو تمہارا بُرا حشر ہوگا، تمہیں چاہیے تھا کہ دنیا ہی میں قیامت پر ایمان لے آتے تا کہ آج جب وہ تمہارے سر پر آ گئی تو تمہیں افسوس

اور شرمندگی سے واسطہ نہ پڑتا، اس کے بعد فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان نافرمان کافروں اور بے ایمانوں کو اور ان کے ساتھیوں اور جھوٹے معبودوں (بتوں اور شیطانوں) کو اکٹھا کرو اور دوزخ کی طرف ہانک کر لے جاؤ۔

آپس کا جھگڑا

وَ قِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾
اور ٹھہراؤ انہیں تحقیق ان سے پوچھا جائیگا (۲۴) کیا ہوا تمہیں نہیں مدد کرتے ہوا ایک دوسرے کی (۲۵)

بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ
کوئی نہیں وہ آج سر جھکائے کھڑے ہیں (۲۶) اور مڑا بعض ان کا طرف بعض کی

يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾
آپس میں سوال کرتے ہوئے (۲۷) بولے تحقیق تم تھے تم آتے پاس ہمارے سے دائیں (۲۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔(فرشتوں سے کہا جائیگا) اور ان کو کھڑا رکھو ان سے پوچھنا ہے۔(۲۴) کیا ہوا تمہیں تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ (۲۵) کوئی نہیں آج وہ سر جھکائے کھڑے ہیں۔(۲۶) اور بعض نے بعض کی طرف منہ کیا پوچھنے لگے۔(۲۷) بولے تم ہی تھے کہ آتے تھے ہمارے پاس دائیں طرف سے۔(۲۸)

لفظی تحقیق: تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ: تم ہم پر بڑے زور سے چڑھے آتے تھے۔ اس کا لفظی ترجمہ ہے، داہنی طرف سے آتے تھے، چونکہ داہنے ہاتھ میں زیادہ زور ہوتا ہے اس لئے محاورہ میں زیادہ زور دکھا کر اور مرعوب کر کے بات منوانے کو داہنے ہاتھ سے آنا کہا جاتا ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: دوزخ کی طرف لیجانے کے حکم کے بعد فرشتوں سے کہا جائے گا کہ ان کو ذرا ٹھہراؤ کیونکہ ان سے ایک بات پوچھنی ہے، جب وہ ٹھہر جائیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا، کیوں آج تمہیں کیا ہوگیا کہ

ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے، فرشتے تمہیں گرفتار کر رہے ہیں اور ہر ایک خاموشی سے سر جھکائے کھڑا ہے، کوئی کسی کی مدد کو نہیں بڑھتا، دنیا میں تو تم اپنے مددگاروں کے بل پر بہت کودتے تھے اور فوراً ایک دوسرے کی مدد کیلئے تیار ہوجاتے تھے، آج کیا ہوا کہ خاموش سر جھکائے کھڑے ہو، کسی میں ہمت نہیں کہ فرشتوں کے آگے ذرا لب ہلا سکے۔

اس کا جواب ان کے پاس کچھ نہ ہوگا، ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرنے لگیں گے، کمزور زبردستوں سے کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے آج یہ بُرا دن دیکھنا پڑا، یہ تم ہی ہو جو دنیا میں بڑے زور سے ہم پر چڑھے چلے آتے تھے اور دھونس دے دے کر ہمیں بھلی باتوں سے روکتے اور بُرے کاموں کے کرنے کو کہا کرتے تھے۔ نہ تم ہوتے نہ ہم اس آفت میں پھنستے، ہمیں اپنا ہم خیال بنانے کیلئے ہر حربہ استعمال کرتے تھے، کبھی لالچ دیتے اور کبھی خوف زدہ کرتے تھے، مگر آج کدھر جارہے ہو اور ہماری مدد کیوں نہیں کرتے؟

بڑوں کا جواب

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَ مَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ

وہ بولے نہیں بلکہ نہ تھے تم ہی ایمان لانے والے (۲۹) اور نہ تھا ہمارا پر تم

مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ

کچھ زور بلکہ تم ہی تھے لوگ سرکشی کرنے والے (۳۰) پس ثابت ہوگیا پر ہم حکم

رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾

رب ہمارے کا تحقیق ہم البتہ چکھنے والے ہیں (۳۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ وہ (بڑے) بولے کوئی نہیں بلکہ تم ہی ایمان لانے والے نہیں تھے۔ (۲۹) ہمارا تم پر کچھ زور نہ تھا بلکہ تم ہی حد سے نکل جانے والے لوگ تھے۔ (۳۰) سو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی، بیشک ہم کو مزہ چکھنا ہے۔ (۳۱)

تفسیر

ارشاد ہے: بڑے اپنے چھوٹوں کو جواب دیں گے کہ تم ہمیں کوئی الزام نہیں دے سکتے، ایمان لانا، نہ لانا تمہارا اپنا کام تھا، تم خود ہی بے ایمان تھے، ہم نے کیا کیا، ہم میں تو کوئی ایسا زور نہ تھا کہ تمہارے دل میں سے ایمان کھینچ کر باہر پھینک دیتے یا تمہارے دل کے اندر ایمان کو گھسنے ہی نہ دیتے، تمہارے دل پر ہمیں اختیار نہ تھا کہ اس کو جدھر چاہے موڑ دیتے، یہ تو تم خود ہی کچھ ایسے سرکش واقع ہوئے تھے کہ ہمارے اشارے پر چل پڑے، نہ کچھ عقل سے کام لیا اور نہ اپنے جذبات پر قابو رکھ سکے۔

آخر دنیا میں ہم ہی تو نہیں تھے بلکہ اچھی باتوں کے سمجھانے والے لوگ بھی موجود تھے، تم نے ان کا سمجھانا کیوں نہ مانا، اگر فرض کرو ہم تمہیں زور و شور سے بہکا رہے تھے تو وہ بھی تو پورے خلوص اور خیر خواہی کے جذبے سے تمہیں سیدھے راستے کی طرف بلا رہے تھے، پھر کیوں تم نے ان کی نہ سنی اور ہماری سُن لی، صاف ظاہر ہے کہ تم خود ہی ظالم اور بے انصاف تھے، اگر تم خود دل سے بُرائی کی طرف نہ جھکتے تو اچھوں کی سنتے اور بُروں کی نہ سنتے، اب ہمیں الزام دینے سے کیا فائدہ، ہمارے رب نے جو اچھوں اور بُروں کیلئے فیصلے کر رکھے تھے اور جزا وسزا کے حکم جاری کر رکھے تھے آج وہ پورے ہو کر رہیں گے اور ہم میں سے ہر ایک اپنی بدکرداریوں اور عملیوں کا مزہ چکھے گا۔

مجرم عذاب پائیں گے

فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ

پس بہکایا ہم نے تمہیں | تحقیق | تھے ہم | بہکے ہوئے (۳۲) | پس بیشک وہ | آج کے دن | میں | عذاب

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ

شریک ہیں (۳۳) | تحقیق ہم | ایسا ہی | سلوک کرتے ہیں | ساتھ مجرموں کے (۳۴) | تحقیق تھے وہ

كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٣٥﴾

ایسے کہ جب کہا جاتا سے ان نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے تو وہ تکبر کرتے تھے (۳۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ ہم نے تمہیں گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ تھے۔(۳۲) سو وہ سب اس دن عذاب میں شریک ہوں گے۔(۳۳) ہم مجرموں کیساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔(۳۴) وہ تو ایسے تھے جب ان سے کہا جاتا کہ سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کی بندگی نہیں تو وہ غرور کرتے تھے۔(۳۵)

تفسیر

بڑے لوگ اس الزام کے جواب میں کہ "تم نے ہمیں بہکایا" یوں کہیں گے کہ ہمیں لعنت ملامت کیا کرتے ہو، اپنے گریبان میں منہ ڈالو، آخر تمہارے پاس بھی تو عقل تھی تم نے سوچا ہوتا کہ اچھے لوگوں کی باتیں چھوڑ کر آخر ان کی بات کیوں نہ مانیں، آج معلوم ہوا کہ وہ گمراہی تھی، ہم خود گمراہ تھے اس لئے تمہیں بھی گمراہ کیا، آج ہم اور تم دونوں عذاب میں برابر ہیں اور ہر ایک کو اس کے عملوں کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔

آگے ارشاد ہے کہ: ہم مجرموں اور نافرمانوں کو ایسی ہی سزائیں دیا کرتے ہیں، جب ہمارے پیغمبروں نے ان سے کہا "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہو تو انہیں تکبر نے یہ نہ کہنے دیا انہیں یہ خیال آیا کہ ہمارے باپ دادا اور خاندان کے لوگ، دولت منداور شان وشوکت والے ہیں، ہم ایک ایسے آدمی کا کہنا مان لیں جس کے پاس نہ مال نہ دولت یہ کیسے ہوسکتا ہے؟۔

افسوس! وہ یہ نہ سمجھے کہ یہی خیال تباہی کی جڑ ہے، اپنے آپ کو ہی بڑا سمجھنا اور اپنے ہی نکالے ہوئے راستے کو سب سے اچھا ماننا، جہالت اور نادانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو ناجائز کام کی دعوت دے اور اسے گناہ پر آمادہ کرنے کیلئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے تو اسے گناہ کی طرف بلانے کا عذاب تو بیشک ہوگا لیکن جس شخص نے اس کی دعوت کو اپنے اختیار سے قبول کرلیا، وہ بھی اپنے عمل کے گناہ

سے بری نہیں ہوسکتا وہ بھی عذاب میں گرفتار ہوگا، وہ آخرت میں یہ کہہ کر چھٹکارا نہیں پاسکتا کہ مجھے تو فلاں شخص نے گمراہ کیا تھا، ہاں! اگر اس نے گناہ اپنے اختیار سے نہ کیا ہو بلکہ مجبوری کی حالت میں اپنی جان بچانے کیلئے کرلیا ہو تو انشاءاللہ اس کی معافی کی امید ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کے سوا نہ کوئی پیدا کرنے والا ہے، نہ کوئی روزی دینے والا ہے، تو یہ لوگ تکبر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم سردار ہیں، ہم اس کا کہنا کیسے مان لیں، لہٰذا وہ کلمہ توحید کا انکار کردیتے تھے، فرعون، ہامان، نمرود، سب اسی غرور و تکبر کا شکار ہوکر ہلاک ہوئے، ابوجہل اور ابولہب بھی اسی تکبر میں مبتلا ہوکر دوزخ میں داخل ہوئے، ابلیس بھی اپنے تکبر کی وجہ سے مردود ہوا، ایسے تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے جرموں کے مطابق سزا دے گا۔

اپنی بڑائی

وَ يَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ؕ﴿۳۶﴾ بَلْ
اور کہتے تھے کہ کیا ہم چھوڑنے والے ہیں معبودوں اپنے کو واسطے ایک شاعر دیوانہ کے (۳۶) کوئی نہیں

جَآءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ
وہ تو لایا ہے دین اور سچا مانتا ہے سب پیغمبروں کو (۳۷) تحقیق تم البتہ چکھنے والے ہو عذاب

الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَ مَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۙ﴿۳۹﴾
دردناک (۳۸) اور نہیں بدلہ دیئے جاؤ گے تم مگر اسی کا جو تھے تم کرتے (۳۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور (کافر و مشرک) کہتے کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے چھوڑ دیں گے؟ (۳۶) (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) کوئی نہیں وہ ایک سچا دین لیکر آیا ہے اور سب پیغمبروں کو سچا مانتا ہے۔ (۳۷) بیشک تم کو دردناک عذاب چکھنا ہے۔ (۳۸) اور وہی بدلہ پاؤ گے جو تم کرتے تھے۔ (۳۹)

تفسیر

ان لوگوں کے دل میں اپنی بڑائی اس زور سے بیٹھ گئی ہے کہ دوسرے کو اہمیت نہیں دیتے، اگرچہ عقلی معیار کی رو سے وہ ان سے بہتر ہوں، چنانچہ ان میں سے جو عقل مند تھے انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا مانا اور جو کچھ آپ نے فرمایا سر آنکھوں پر رکھا، مگر یہ مغرور لوگ یہی کہتے رہے کہ کیا ایک نادان شاعر کے کہنے سے ہم اپنے ان معبودوں کو چھوڑ بیٹھیں جنہیں ہمارے باپ داداؤں سے لیکر اب تک ساری قوم پوجتی چلی آئی ہے؟ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتے تھے، کیونکہ آپ کے کلام میں اثر تھا اور مجنون دیوانہ کہتے تھے کہ اس کا دماغ چل گیا ہے اور بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ: ان سے کہہ دو کہ تم سراسر غلطی پر ہو، بات وہ نہیں جو تم کہتے ہو، بات یہ ہے کہ یہ ہمارا پیغمبر حقیقت میں خالص سچی بات کہتا ہے، شاعروں کی طرح خیالی باتیں گھڑ گھڑ کر نہیں سناتا، یہ شاعر نہیں، نہ مجنون ہے؛ اس لئے کہ وہ ان سب پیغمبروں کے راستہ پر قائم ہے جنہوں نے سچی باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پا کر دنیا والوں کو بتائیں، وہ ان کی تصدیق کرتا ہے، وہ کسی کو دکھ نہیں پہنچاتا، سب کا خیر خواہ ہے، اگر اس کی بات نہ مانی تو ایک دن تمہیں اس کو نہ ماننے کے بدلے بڑا دکھ دینے والا عذاب ملے گا، اس سے انکار اور گستاخیوں کا قیامت کے دن مزہ چکھو گے اور جو کچھ ہوگا وہ تمہارے ہی عملوں کو بدلہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿٤١﴾

مگر ہاں بندے اللہ کے چنے ہوئے (۴۰) وہ جو ہیں لئے ان کے روزی ہے مقرر (۴۱)

فَوَاكِهُ ۚ وَ هُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٤٢﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٤٣﴾ عَلٰى سُرُرٍ

میوے اور وہ عزت والے ہوں گے (۴۲) میں باغوں نعمت کے (۴۳) پر تختوں

مُّتَقٰبِلِيْنَ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍۭ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ
آمنے سامنے (۴۴) پھیرے جائینگے پران پیالے صاف شراب کے (۴۵) سفید رنگ کی

لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ﴿۴۶﴾
مزا لیے پینے والوں کے (۴۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ مگر جو اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہیں۔(۴۰) ان کیلئے روزی مقرر ہے۔ (۴۱) اور وہ رزق میوے ہیں اور وہ بڑے باعزت ہوں گے۔(۴۲) نعمت کے باغوں میں۔(۴۳) تخت پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔(۴۴) لئے پھرتے ہوں گے ان کے پاس صاف شراب کا پیالہ۔ (۴۵) سفید رنگ کی شراب پینے والوں کو مزہ دینے والی۔(۴۶)

لفظی تحقیق: مَعِیْنٍ: صاف۔ صفت کا صیغہ ہے(م ع ن) سے "معن" کے معنٰی جاری ہونا، بہنا، بہتا پانی ٹھہرے ہوئے پانی سے زیادہ خوشگوار ہوتا ہے؛ اس لئے "معین" سے خوشگوار مراد لیا گیا ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان کے مقابلے میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور چُنے ہوئے بندے ہیں، ان لوگوں کا حال ان سے بالکل مختلف ہوگا، ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوگا، ان کو کھانے پینے کی چیزیں ملیں گی، جن کی کیفیت مقرر اور معلوم ہے، یہ نہایت عمدہ قسم کے میوے ہوں گے، ان کی عزت اور خاطرداری کی جائے گی، دل کو خوش کرنے والے سرسبز باغوں کے اندر شاندار تخت بچھے ہوں گے اور وہ ان پر آرام سے ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، پاکیزہ اور صاف ستھرے خادم شراب سے بھرے ہوئے جام ہاتھوں میں لئے ان کے سامنے پھر رہے ہوں گے، یہ شراب ایک عجیب قسم کی ہوگی، بہتے ہوئے چشموں میں سے لی ہوئی سفید رنگ کی صاف ستھری چمک دار ہوگی اور وہ پینے والے جب اس کو پئیں گے تو اس میں مزہ ہی مزہ ہوگا،

یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی بسر کی ہوگی اور اس کے پیغمبروں کو سچا مانا ہوگا اور قرآن مجید کے حکموں پر عمل کیا ہوگا۔

فرمایا: وہاں طرح طرح کے پھل ہوں گے، جنت میں بھوک پیاس تو نہیں ہوگی، البتہ یہ پھل مزے کیلئے ہوں گے، وہاں پر کھانا پینا بھی بھوک اور پیاس کیلئے نہیں بلکہ محض لطف حاصل کرنے کیلئے ہوگا۔

اور وہ عزت والے ہوں گے یعنی ہر چیز مکمل باعزت طریقے سے پیش کی جائے گی اور کسی جنتی کے خلاف کوئی چیز نہیں ہوگی، یہ سب چیزیں نعمتوں کے باغوں میں ملیں گی، تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کی طرف پشت نہیں ہوگی بلکہ آمنے سامنے ہوں گے۔

وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ: کہہ کر بتادیا گیا کہ جنت والوں کو یہ رزق پورے اعزاز واکرام کیساتھ دیا جائے گا، کیونکہ اعزاز واکرام نہ ہو تو لذیذ سے لذیذ غذا بھی بے مزہ ہوجاتی ہے، اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہمان کا حق صرف کھانا کھلانے سے پورا نہیں ہوتا بلکہ اس کا اعزاز واکرام بھی اس کے حقوق میں داخل ہے۔

عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ: یہ جنتیوں کی مجلس کا نقشہ ہے کہ وہ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، کسی کی کسی کی طرف پیٹھ نہیں ہوگی، اس کی عملی صورت کیا ہوگی؟، اس کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ: مجلس کا دائرہ اتنا وسیع ہوگا کہ کسی کو کسی کی طرف پیٹھ کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ جنتیوں کو دیکھنے کی ایسی قوت عطاء فرمائیں گے کہ وہ دور بیٹھے ہوئے لوگوں سے بڑے آرام کیساتھ باتیں کرسکیں گے، اور بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ: یہ تخت گھومنے والے ہوں گے اور جس سے بات کرنی ہو اسی کی طرف گھوم جائیں گے۔ والله سبحانه أعلم

راحت کا سامان

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَ عِنْدَهُمْ

نہ میں اس سرچکراتا ہے اور نہ وہ اس سے بہکی بہکی باتیں کرینگے (۴۷) اور پاس ان کے

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ

نیچی رکھنے والی نگاہ کو بڑی آنکھوں والیاں (۴۸) گویا وہ انڈے ہیں چھپائے ہوئے (۴۹) پس متوجہ ہوگا

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾

بعض ان کا طرف بعض کی اور وہ آپس میں پوچھیں گے (۵۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔ جنت کی شراب پینے سے نہ کسی کا سر چکرائے گا اور نہ وہ بہکی بہکی باتیں کریں گے۔ (۴۷) اور ان کے پاس آئیں گی نیچی نگاہ والیاں، بڑی بڑی آنکھوں والیاں۔(۴۸) گویا وہ انڈے ہیں چھپائے ہوئے۔(۴۹) متوجہ ہوں گے ایک دوسرے پر اور ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔(۵۰)

لفظی تحقیق: غَوْلٌ: تباہ کرنا، ہلاک کرنا۔ اس کا مفہوم کسی چیز کا برباد کرنا ہے، یہاں اس سے مراد عقل و ہوش کا تباہ کردینا ہے۔ یُنْزَفُوْنَ: خالی دماغ والے ہوں گے۔ مضارع مجہول ہے "اِنْزَاف" سے جو (ن ز ف) سے بنا ہے، "نَزَفَ" کے معنٰی ہیں کنویں کا سارا پانی نکال دینا، یہاں عقل کا نکال دینا مراد ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جنت میں نیک لوگوں کو جو شراب ملے گی اس میں کوئی خرابی نہ ہوگی جو دنیا کی شراب میں دیکھی جاتی ہے، اس کی خصوصیت یہ ہوگی کہ اس کو چاہے جتنا پیو اس سے نہ سر چکرائے گا اور نہ ایسی بیہوشی ہوگی کہ عقل ماری جائے اور آدمی بہکی بہکی باتیں کرنے لگے، اس میں مزہ ہوگا اور خوشی ہوگی۔

دنیا کی شراب میں بہت سی خرابیاں ہیں جیسے بیہوشی، عقل جاتی رہنا، بدن ٹوٹنا، پاگلوں کی سی حرکتیں کرنے لگنا، جنت کی شراب میں ان میں سے کوئی خرابی نہ ہوگی، اس کو پی کر مزہ اور خوشی حاصل ہوگی، پھر ان کی پاک صاف بیویاں ہوں گی جن کی شرمیلی نظریں جھکی ہوں گی، ان کا رنگ زردی مائل سفید ہوگا، اس کے بعد ارشاد ہے کہ: جنتی ایک دوسرے کی طرف رخ کرکے بات چیت کریں گے۔

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ: نگاہ نیچی رکھنے والی ہوں گی، مطلب یہ ہے کہ جن شوہروں کیساتھ ان کا ازدواجی

رشتہ اللہ تعالیٰ نے قائم کر دیا وہ ان کے علاوہ کسی بھی مرد کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھیں گی، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ یہ عورتیں اپنے شوہروں سے کہیں گی، میرے پروردگار کی عزت کی قسم! جنت میں مجھے تم سے بہتر کوئی نظر نہیں آتا، جس اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری بیوی اور تمہیں میرا شوہر بنایا تمام تعریفیں اسی کی ہیں۔

جنتیوں کی گفتگو

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ﴿۵۱﴾ یَّقُوْلُ اَئِنَّكَ
کہا ایک کہنے والے نے میں سے ان تحقیق میں تھا میرا ایک ساتھی (۵۱) کہا کرتا تھا کیا تو سچ مچ تو

لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾ ءَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ
سچا ماننے والا ہے (۵۲) کیا جب ہم مر گئے اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں کیا

اِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴿۵۳﴾
سچ مچ ہم کو جزا سزا دی جائے گی (۵۳)

بامحاورہ ترجمہ: جنتیوں میں سے ایک آدمی کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا۔(۵۱) جو کہا کرتا تھا کیا تو یقین کرتا ہے۔(۵۲) کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہمیں جزا سزا دی جائے گی۔(۵۳)

لفظی تحقیق: مَدِیْنُوْنَ: جزا سزا دیئے جائیں گے۔ "مَدِیْنٌ" کی جمع ہے جو (د ی ن) سے اسم مفعول ہے، "دِیْنٌ" کے معنیٰ کسی کام کا بدلہ دینا۔

تفسیر

جنتی آرام سے تختوں پر بیٹھے خوش ذائقہ شراب پی رہے ہوں گے، آپس میں ہنسی مذاق کر رہے ہوں گے، اتنے میں ایک شخص کو اپنا دنیا کا ایک ساتھی یاد آئے گا اور وہ اپنی مجلس والوں سے کہے گا کہ مجھے ایک شخص اس وقت یاد آیا جو دنیا میں میرا ساتھی اور ملاقاتی تھا، وہ مجھ سے کہا کرتا تھا کہ تم اتنے سمجھدار ہو کر ایسے نادان ہو گئے کہ آخرت

پریقین رکھتے ہو اور مر کر جی اٹھنے اور جزا سزا کو سچی بات سمجھتے ہو؟ تمہاری عقل کو کیا ہوا، تم اتنا نہیں سوچتے کہ جب آدمی مر گیا اور یہ بدن مٹ مٹا کر مٹی میں مل گیا، کچھ تھوڑی سی ہڈیاں رہ گئیں، پھر وہ بھی مٹی میں پڑے پڑے گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو گئیں تو کیا وہ پھر زندہ ہو جائے گا؟، یہ نادانی کی باتیں میری سمجھ میں تو نہیں آتیں، پتہ نہیں تم ان کو سچا کیسے مانتے ہو اور مر کر جی اٹھنے کیساتھ ہی اس کو بھی مانتے ہو کہ ہر شخص کو اس کے اچھے بُرے عملوں کی سزا ملے گی اور وہ دوزخ میں جلے گا، اور جس نے ایمان لا کر اچھے کام کئے ہوں گے وہ عیش و آرام کیساتھ باغوں اور محلوں میں مزے کرے گا، غرض وہ مجھ کو احمق بنایا کرتا تھا اور میرے دینداروں کے سے کام دیکھ کر میری ہنسی اڑایا کرتا تھا۔

اس آیت کے بارے میں مفسرین کرام نے بنی اسرائیل کے دو شخصوں کا حال ذکر کیا ہے جن میں سے ایک مؤمن تھا اور دوسرا کافر، دونوں نے مشترکہ کاروبار کر رکھا تھا، پھر کسی وجہ سے انہوں نے کاروبار تقسیم کر لیا اور ہر ایک کے حصے میں تین تین ہزار اشرفیاں آئیں، مؤمن آدمی نے اس رقم کا زیادہ حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا، جس کی وجہ سے اس کی مالی حالت خراب ہو گئی، پھر اس کی ملاقات اپنے پہلے شریک کار سے ہو گئی تو اس نے اسے غربت کی حالت میں پا کر پوچھا کہ تمہارے حصے میں تو اچھی خاصی رقم آئی تھی، تم نے اس کا کیا کیا جو اس قدر کنگال ہو چکے ہو؟ دوسرا کہنے لگا کہ اس مال کا زیادہ حصہ تو میں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا جس کا اجر مجھے آخرت میں حاصل ہوگا، وہ شخص کہنے لگا کہ تم بھی عجیب آدمی ہو، بھلا! جب ہم مر جائیں گے اور ہمارے بدن ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل جائیں گے تو کیا ہم پھر زندہ ہوں گے، جو تم جزا اور سزا کا ذکر کر رہے ہو؟، اس طرح گویا اس نے قیامت کے واقع ہونے اور جزائے عمل کا انکار کیا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بہت سارے تابعین سے اس شخص کی تعیین کیلئے ایک واقعہ نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو آدمی کاروبار میں شریک تھے، ان کو آٹھ ہزار دینار کی آمدنی ہوئی اور دونوں نے چار چار ہزار دینار آپس میں بانٹ لئے، ایک شریک نے اپنی رقم میں سے ایک ہزار دینار خرچ کر کے ایک زمین خریدی، دوسرا ساتھی بہت نیک تھا، اس نے یہ دعا کی کہ "یا اللہ فلاں شخص نے ایک ہزار دینار میں ایک زمین خریدی ہے میں آپ سے ایک ہزار دینار کے بدلے جنت میں زمین خریدتا ہوں" اور ایک ہزار دینار کا صدقہ کر دیا، پھر اس کے ساتھی

نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے ایک گھر بنوایا تو اس شخص نے کہا" یااللہ! فلاں شخص نے ایک ہزار دینار میں ایک گھر تعمیر کیا ہے میں ایک ہزار دینار میں آپ سے جنت میں گھر خریدتا ہوں" یہ کہہ کر اس نے مزید ایک ہزار دینار خرچ کردیے، اس کے بعد اس کے ساتھی نے ایک عورت سے شادی کی اور اس پر ایک ہزار دینار خرچ کر دیے، تو اس نے کہا" یااللہ! فلاں نے ایک عورت سے شادی کر کے اس پر ایک ہزار دینار خرچ کر دیے ہیں اور میں جنت کی عورتوں میں سے کسی کو پیغام دیتا ہوں اور یہ ایک ہزار دینار نذر کرتا ہوں" یہ کہہ کر وہ ایک ہزار دینار بھی صدقہ کر دیے، پھر اس کے ساتھی نے ایک ہزار دینار میں کچھ غلام اور سامان خریدا تو اس نے پھر ایک ہزار دینار صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کے بدلے جنت کے غلام اور جنت کا سامان مانگا۔

اس کے بعد اتفاق سے اس مؤمن بندے کو کوئی سخت ضرورت پیش آئی، اسے خیال ہوا کہ میں اپنے پہلے شریک کے پاس جاؤں تو شاید وہ نیکی کا ارادہ کرے، چنانچہ اس نے اپنے ساتھی سے اپنی ضرورت کا ذکر کیا، ساتھی نے پوچھا تمہارا مال کیا ہوا؟ اس کے جواب میں اس نے پورا قصہ سنایا، اس پر اس نے حیران ہو کر کہا کہ کیا واقعی تم اس بات کو سچا سمجھتے ہو کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے تو ہمیں دوسری زندگی ملے گی اور وہاں ہم کو ہمارے عملوں کا بدلہ دیا جائے گا؟ جاؤ میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا، اس کے بعد دونوں کا انتقال ہو گیا، اس آیت میں جنتی سے مراد وہ بندہ ہے جس نے آخرت کی خاطر اپنا سارا مال صدقہ کر دیا تھا اور دوزخی ساتھی وہ کاروبار میں شریک آدمی تھا جس نے آخرت کی تصدیق کرنے پر اس کا مذاق اڑایا تھا۔ (تفسیر الدرالمنثور بحوالہ ابن جریر، جلد:۵، صفحہ:۱۶۵)

کافروں کا حال

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾

کہا کیا تم جھانک کر دیکھو گے (۵۴) بس اس نے جھانکا تو دیکھا اسے میں بیچ دوزخ (۵۵)

قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿٥٦﴾ وَ لَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّيْ
بولا قسم اللہ کی تحقیق نزدیک تھا کہ ضرور ہلاک کرے مجھے (۵۶) اور اگر نہ ہوتی مہربانی رب میرے کی

لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٥٧﴾
البتہ ہوتا میں میں سے پکڑ کر لائے جانے والوں (۵۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ کہنے لگا بھلا تم جھانک کر دیکھو گے۔(۵۴) پھر جھانکا تو اس کو دوزخ کے بیچوں بیچ پایا۔(۵۵) بولے اللہ تعالیٰ کی قسم! تو مجھے گڑھے میں ڈالنے لگا تھا۔(۵۶) اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی انہی میں ہوتا جو پکڑے ہوئے آئے۔(۵۷)

لفظی تحقیق: لَتُرْدِيْنِ: ہلاک کردیتا تو مجھے۔ اصل میں "لَتُرْدِيْ" ہے، "لَ" البتہ "تُرْدِيْ" مضارع کا صیغہ ہے جو "اِرْدَاءٌ" سے بنا ہے، اس کا مادہ (ر، د، ی) ہے "رَدًّی" کے معنیٰ اونچی جگہ سے گڑھے میں گرنا "اِرْدَاءٌ" اس کا متعدی ہے کسی کو گڑھے میں پھینک دینا، مراد تباہ اور ہلاک کردینا، آخر کی ی وقف کی وجہ سے گرگئی جس کے معنیٰ ہیں مجھے۔

تفسیر

پھر وہ اپنے ساتھیوں سے کہے گا بھئی ذرا جھانک کر دیکھنا تو چاہئے کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟ اس کے بعد وہ جھانکے گا تو اسے اس کا وہ دنیا کا ساتھی جو اسے اس لئے بیوقوف بتاتا تھا کہ وہ آخرت پر یقین رکھتا ہے آگ کے بیچوں بیچ پڑا دکھائی دے گا، اس وقت اسے پورا احساس ہوگا کہ میں کتنے بڑے خطرے سے بال بال بچ گیا ہوں، بے ساختہ اس کی زبان سے نکلے گا کہ کیا اچھا ہوا کہ میں تیرے بہکانے میں نہیں آیا، ورنہ آج تو میرا بھی یہی حشر ہوتا، تو نے تو مجھے ہولناک گڑھے کے اندر دھکیلنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔

اگر تیری بات مان لیتا تو میں بھی آج تیری طرح جل رہا ہوتا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میرے حال پر رحم فرمایا، اور مجھے تیرے پنجے سے چھڑایا، اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو میں تیری طرح گرفتار کرکے لایا

جاتا اور اسی سزا کا حق دار ٹھہرتا۔

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ: آواز آئے گی کیا تم اپنے اس ساتھی کا حال معلوم کرنا چاہتے ہو جو جزائے عمل کا انکار کرتا تھا؟، یہ سوال خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا یا اللہ تعالیٰ کا کوئی فرشتہ کہے گا کہ تم اپنے ساتھی کے حالات سے باخبر ہونا پسند کرتے ہو؟، پھر وہ اس بات کی خواہش کرے گا، پس وہ جھانک کر دیکھے گا تو اپنے ساتھی کو دوزخ کے درمیان پائے گا، اللہ تعالیٰ ایسا انتظام فرمادیں گے کہ جنتی آدمی جنت میں رہتے ہوئے کروڑوں میل دور دوزخ میں اپنے اس ساتھی کو دیکھ سکے گا، پھر وہ دونوں آپس میں گفتگو کریں گے، مؤمن آدمی اپنے ساتھی سے کہے گا کہ قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیتا، مطلب یہ کہ تم مجھے بھی کہا کرتے تھے کہ قیامت وغیرہ کچھ نہیں ہے بلکہ جو کچھ ہے اسی دنیا میں ہے، اگر میں بھی تمہارے کہنے میں آکر ایمان گنوا بیٹھتا تو آج تیرے ساتھ یہیں دوزخ میں ہوتا، اور اگر میرے رب کا فضل مجھ پر نہ ہوتا تو میں بھی گرفتار شدہ مجرموں میں شمار ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کرم فرما کر مجھے ایمان کی دولت سے مالا مال کیا، جس کی وجہ سے میں جنت کی نعمتوں میں ہوں اور تم یہاں دوزخ میں جل رہے ہو۔

ہمیشہ کا آرام

اَ فَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَ مَا نَحْنُ
کیا نہیں ہم مرنے والے (۵۸) مگر وہ ہمارا مرنا پہلا اور نہیں ہم

بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا
عذاب دیئے جانے والے (۵۹) تحقیق یہ البتہ یہی ہے کامیابی بڑی (۶۰) واسطے مثل اسکی کہ

فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾
پس چاہیے کہ کام کریں کام کرنے والے (۶۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ کیا اب ہم کو مرنا نہیں۔ (۵۸) مگر جو پہلی بار مر چکے اور ہم کو تکلیف نہیں پہنچے گی۔

(۵۹) بیشک یہی ہے بڑی کامیابی۔(۶۰) اس جیسی کامیابی کے واسطے چاہیے محنت کریں محنت کرنے والے۔(۶۱)

تفسیر

جنتی اپنی اور اپنے دوسرے ساتھیوں کی حالت کا اپنے ان دوستوں سے جو دوزخ میں جل رہے ہوں گے مقابلہ کرے گا تو اس کو ایسی خوشی ہوگی کہ جس کا اندازہ یہاں پورے طور پر نہیں ہوسکتا، البتہ اس کی خوشی کا کچھ اندازہ ان الفاظ سے ہوسکتا ہے جو اس کی زبان سے بے ساختہ نکلیں گے، وہ الفاظ یہ ہوں گے کیا سچ مچ اب ہمیں آئندہ کبھی مرنا نہیں ہے، بس پہلے دنیا میں ایک مرتبہ مرنا تھا سو! مرچکے۔

اس کے بعد اب زندگی ہی زندگی ہے، موت کا نام ونشان بھی نہیں، اس کے ساتھ کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم ان لوگوں میں شامل نہیں ہیں جنہیں عذاب دیا جارہا ہے، ہم ہمیشہ کیلئے دکھ رنج اور تکلیف سے نجات حاصل کرچکے ہیں، جنتی کی یہ کیفیت اس سے ملتی جلتی ہے جو دنیا میں دیکھی جاتی ہے، کسی کی من مانی مراد مل جائے تو اسے بہت دیر میں جاکر یقین آتا ہے کہ وہ سچ مچ ایسا خوش قسمت ہے کہ کامیاب ہوگیا۔

ایسے ہی جنتی جنت میں کہے گا کہ کیا یہ سب چیزیں مجھے اور میرے ان ساتھیوں کو حاصل ہوگئیں، اگر ایسا ہے تو اس سے زیادہ اور کیا خوش قسمتی ہوگی، ہماری ساری مرادیں پوری ہوگئیں، ہر طرف خوشی ہی خوشی ہے، رنج اور پریشانی کا نام تک نہیں، لوگو! یہ بڑی کامیابی ہے، جسے کوشش کرنی ہو وہ ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرے، یعنی: ایمان لانا اور اطاعت کرنا چاہئے، عارضی کامیابی کوئی کامیابی نہیں، اس کے خیال میں کبھی نہ پھنسنا چاہئے۔

پھر وہ مؤمن آدمی اپنے انجام پر بہت خوش ہوگا اور یوں کہے گا کیا ہم نہیں مرنے والے؟، یعنی: اب ہم پر موت نہیں آئے گی اور اس جنت کے مقام میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے مگر وہی موت جو دنیا میں ایک دفعہ آچکی ہے، اب اس کے بعد کوئی موت نہیں آئے گی، نہ ہماری یہ زندگی ختم ہوگی اور نہ یہ نعمتیں ہم سے چھینی جائیں گی "وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ" اور نہ ہی اب ہمیں کوئی سزا دی جائے گی، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر قسم کی تکلیف اور

پریشانی سے نجات دیدی ہے اور یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہے، جس شخص کو اللہ تعالیٰ معاف کر کے جنت میں پہنچادے اس کیلئے اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہوسکتی ہے۔

دوزخیوں کا حال

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً

کیا یہ بہتر ہے مہمانی یا درخت زقوم کا (۶۲) بیشک ہم نے بنایا ہے اسے عذاب

لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا

لئے ظالموں کے (۶۳) تحقیق وہ ایک درخت ہے جو نکلتا ہے میں جڑ دوزخ کی (۶۴) پھل اسکے

كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾

جیسے کہ وہ سر ہیں شیطانوں کے (۶۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ بھلا! یہ مہمانی بہتر ہے یا تھوہڑ کا درخت۔(۶۲) ہم نے اس کو ظالموں کے واسطے ایک آزمائش کر دیا ہے۔(۶۳) وہ ایک درخت ہے کہ دوزخ کی جڑ میں نکلتا ہے۔(۶۴) اس کا خوشہ جیسے شیطان کے سر (یہاں شیطانوں کے سر سے مراد سانپوں کے سر ہیں)۔(۶۵)

تفسیر

اللہ تعالیٰ کے ماننے والے اور خلوص کیساتھ اس کی فرمانبرداری کرنے والے قیامت کے دن جس حال میں ہوں گے اس کا بیان پچھلی آیتوں میں ہوا، اس کے بعد ان آیتوں میں ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہ مانا اور بے دھڑک اس کی اور اس کے پیغمبر کی نافرمانی کرتے رہے، ارشاد ہے کہ تم نے جنتیوں کا حال سنا کہ ان کی مہمانی کس طرح کی جائے گی، ان کو خوش رنگ اور خوش ذائقہ میوے کھانے اور خوش کرنے والے شربت پینے کو ملیں گے، اب بتاؤ یہ مہمانی بہتر ہے یا وہ سلوک جو اللہ تعالیٰ کے نافرمان لوگوں

کیساتھ کیا جائے گا وہ بہتر ہے؟، سنو! ہم نے ان کیلئے زقوم کا درخت تمام کھانے پینے کی چیزوں کے بدلے میں تیار کر رکھا ہے، وہ ان کیلئے ایک بڑی مصیبت کا باعث ہوگا، اس لئے کہ جب بھوکے ہوں گے اور کھائیں گے تو اوّل تو نگلنا ہی مشکل ہوگا اور نگل لیا تو پیٹ میں جا کر ستائے گا، اس درخت کی جڑ دوزخ کی تہہ میں ہوگی اور شاخیں ہر جگہ دوزخ میں پھیلی ہوں گی، اس کا پھل ایسا ہوگا جیسے شیطان کا سر، یہ درخت ہم نے گناہگاروں کیلئے عذاب کا باعث ٹھہرایا ہے، زقوم کا نام سُن کر کافر اور مشرک ہنسنے لگے کہ آگ میں بھی درخت ہوگا اور پھر وہ بھی زقوم کا؟، زقوم تو فلاں ملک کی زبان میں کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں، تو پھر ہمارے مزے ہیں۔

اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ۔ ہم نے اس درخت کو ظلم کرنے والوں، یعنی: کفر، شرک کرنے والوں کیلئے آزمائش کا ذریعہ بنادیا ہے، دنیا میں یہ لوگ اس درخت کو نہیں مانتے تھے کہ دوزخ، یعنی: آگ میں کوئی درخت کیسے ہوسکتا ہے؟، کچے ذہن کے لوگ شک کرتے تھے کہ ہمیں ڈرانے دھمکانے کیلئے اس خوفناک درخت کا ذکر کیا گیا ہے، اس طرح گویا کافروں کیلئے یہی درخت آزمائش کا ذریعہ بن گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جسے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے اپنی تفسیر میں بھی نقل کیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور اس کے بعد "سورۃ آل عمران" کی یہ آیت پڑھی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (آیت ۱۰۲)" اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے، پھر فرمایا کہ: دوزخ کے تھوہڑ کا ایک قطرہ دنیا بھر کے سمندروں میں ڈال دیا جائے تو اس کی بدبو اور ذائقہ کی وجہ سے تمام لوگوں کی معیشت برباد ہوکر رہ جائے، مطلب یہ ہے کہ تھوہڑ اس قدر کڑوا ہے اور بدمزہ ہے کہ سارے سمندروں کو بدمزہ کردے اور ان سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا جاسکے۔

روایتوں میں ہے کہ جب قرآن مجید کی یہ آیت اتری جس میں کافروں کو زقوم کھلانے کا ذکر ہے تو ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا؛ تمہارا ساتھی کہتا ہے کہ آگ میں ایک درخت ہے، حالانکہ آگ تو درخت کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور خدا کی قسم! ہم تو یہ جانتے ہیں کہ زقوم کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں، تو آؤ! اور یہ کھجور مکھن کھاؤ۔ (درمنثور، جلد ۵، صفحہ ۲۷۷)

اُن کا کھانا پینا

فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ اِنَّ
سو تحقیق وہ البتہ کھانے والے ہیں سے اسی پھر بھرنے والے ہیں سے اس پیٹوں کو (٦٦) پھر تحقیق

لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ
لئے ان کے اوپر اسکے البتہ ملاوٹ ہے سے کھولتے ہوئے پانی (٦٧) پھر بیشک واپسی ان کی

لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلٰٓى
البتہ طرف دوزخ ہی کے ہے (٦٨) تحقیق انہوں نے پایا باپ دادوں اپنے کو گمراہ (٦٩) سو! وہ پر

اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾
نشان اپنے کے تیزی سے چل رہے ہیں (٧٠)

بامحاورہ ترجمہ:۔ سو! دوزخی اس درخت میں سے کھائیں گے، پھر اس سے پیٹ بھریں گے۔(٦٦) پھر ان کے واسطے اس کے اوپر ابلتے ہوئے پانی کی ملاوٹ ہوگی۔(٦٧) پھر ان کو دوزخ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (٦٨) انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔(٦٩) سو! وہ انہی کے نقش قدم پر تیزی سے چل رہے ہیں۔(٧٠)

لفظی تحقیق: شَوْبًا: ملاوٹ۔ وہ چیز جو کسی دوسری چیز کیساتھ ملادی جائے، یعنی: زقوم کھا کے اوپر سے جلتا ہوا پانی پئیں گے اور وہ اس کیساتھ مکس ہو جائے گا۔ يُهْرَعُوْنَ: تیز چلائے جارہے ہیں۔ مضارع مجہول ہے (ہ ر ع) سے "هَرَعٌ" اور "اِهْرَاعٌ" دونوں کے معنٰی ہیں بھگانا، تیز چلانا، یعنی: تعصب انہیں اسی راستہ پر دوڑا رہا ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: دوزخی بھوک سے مجبور ہو کر اسی درخت میں سے کھائیں گے اور اپنے پیٹ اسی سے

بھریں گے، یہ کھانا کھلا کر انہیں باہر کھولتے ہوئے چشمے پر پانی پلانے لے جائیں گے، یہ پانی ان کے پیٹ میں جا کر زقوم کیساتھ مل جائے گا اور پیٹ کو جلا دے گا، غرض کھانا اور پینا سب کچھ ان کیلئے عذاب ہوگا اور ہر ایک میں جان نکلنے کی سی تکلیف ہوگی، لیکن چونکہ اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا اس لئے یہی کھانا پینا پڑے گا۔

دوزخ میں موت سے بدتر زندگی ہوگی لیکن موت نہ آئے گی، اسی زندگی کو بھگتنا پڑے گا، جب پانی پی چکیں گے تو پھر انہیں واپس دوزخ میں لے جائیں گے، یہ وہی ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنے گمراہ باپ دادا کے نقش قدم پر چلنا پسند کیا تھا اور مرتے دم تک اسی پر چلتے رہے۔

انسان کی نادانی

وَ لَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ

اور البتہ تحقیق بہکے پہلے ان سے بہت سے پہلے لوگ (۷۱) اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے میں ان

مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا

ڈرانے والے (۷۲) پس دیکھیں کیسا ہوا انجام ڈرائے گیوں کا (۷۳) مگر

عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾ ع ۲ ۵۲ ۶

بندے اللہ کے چنے ہوئے (۷۴)

با محاورہ ترجمہ: اور ان سے پہلے بہت سے اگلے لوگ بہک چکے ہیں۔(۷۱) اور ہم نے ان میں ڈر سنانے والے بھیجے ہیں۔(۷۲) اب دیکھیں ڈرائے ہوؤں کا انجام کیسا ہوا؟ (۷۳) مگر جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں چنے ہوئے (نیک لوگ عذاب سے بچ گئے اور آئندہ بھی بچتے رہیں گے)۔(۷۴)

تفسیر

ارشاد ہے: اسی مصیبت میں مبتلا ہو کر ان سے پہلے اکثر لوگ سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں، انہوں نے

وہی راہ اختیار کی جو ان کے باپ دادا اختیار کئے ہوئے تھے اور ذرا نہ سوچا کہ ان کیلئے ٹھیک راستہ کونسا ہے؟ حالانکہ ہم نے اپنے پیغمبران کے پاس بھیجے جو انہی کے کنبہ اور قبیلے کے تھے، لیکن انہوں نے ان کی ایک نہ سنی اور کہا کہ تم تو بیوقوف ہو جو بنے بنائے کام کو بگاڑ کر نئے طریقے جاری کرنا چاہتے ہو، بھلا! یہ کوئی عقل مندی ہے، آخر ان کا انجام کیا ہوا، ان کے حالات سنو اور ان پر جو مصیبت پڑی اسے دیکھ کر سبق سیکھو، وہ سب اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے، فقط وہی لوگ محفوظ رہے جن کی قسمت میں ہمیشہ کی خوش بختی لکھی تھی اور وہ چنے ہوئے لوگوں میں سے تھے۔

پہلوں کے حالات

وَ لَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَ نَجَّيْنٰهُ

اور البتہ تحقیق پکارا ہمیں نوح نے پس کیا ہی خوب جواب دینے والے ہیں ہم (۷۵) اور بچا دیا ہم نے اسے

وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَ جَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ

اور گھر والوں اسکے کو سے مصیبت بڑی (۷٦) اور کر دیا ہم نے اولاد اس کی کو فقط

الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰى

باقی رہنے والے (۷۷) اور باقی رکھا ہم نے اس کیلئے میں لوگوں پچھلے (۷۸) کہ سلام ہے پر

نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾

نوحؑ میں جہان والوں (۷۹) تحقیق ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکوں کو (۸۰)

بامحاورہ ترجمہ: ۔اور ہمیں نوح نے پکارا تھا سو کیا خوب پہنچنے والے ہیں ہم پکار پر۔(۷۵) اور ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی مصیبت سے بچا لیا۔(۷٦) اور اس کی اولاد کو باقی رہنے والا رکھا۔(۷۷) اور پچھلے لوگوں میں اس کیلئے باقی رکھا۔(۷۸) کہ سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں۔(۷۹) ہم نیکی کرنے والوں کو یوں بدلہ دیتے ہیں۔(۸۰)

تفسیر

پہلے ارشاد ہوا کہ: ان مکہ والوں کی طرح پہلے زمانے میں بھی بہت سے لوگ سیدھے راستہ سے الگ ہوئے اور اپنے بڑوں کے رسم ورواج پر اڑے رہے، ہم نے ان کے پاس ڈرانے کیلئے پیغمبر بھیجے، پھر جن لوگوں نے ان کا کہنا نہ مانا وہ تباہ وبرباد ہوئے اور جن خوش قسمتوں نے ان کی پیروی کی وہ بچ گئے، اب کچھ پہلے لوگوں کا اوران کے ڈرانے والوں کا حال بیان کیا جاتا ہے، تاکہ معلوم ہو کہ پیغمبروں کے نافرمانوں کو کیسی سزا ملتی ہے؟ اور پیغمبروں کو ان کے کام کا کیا اجر ملتا ہے؟، ان میں سے حضرت نوح علیہ السلام تھے، انہوں نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ تمہارے کام اکثر برے ہیں انہیں چھوڑ دو اور سیدھا راستہ اختیار کرو، ساڑھے نوسو سال تک اپنی قوم کو سمجھاتے رہے، مگر انہوں نے ان کی ایک نہ سنی، مجبور ہو کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا کہ یہ میری نہیں سنتے، اللہ تعالیٰ نے ان کی پکار سنی اور وہی سب سے بہتر پکار سننے والے ہیں، ان کو اوران کے ماننے والوں کو ان کافروں کے شر سے نجات دی اور آخر حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہی دنیا کی وارث بنی، ہمارے ہاں سے لوگوں کو ایسا ہی بدلہ ملتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر خیر باقی رہا اوران پر دونوں جہان میں لطف وکرم اور سلام کی بارش ہوتی رہی۔

اس سورۃ میں زیادہ تر بنیادی عقیدوں ہی کا ذکر ہے، اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کا ذکر ہوچکا ہے، اب پیغمبری کے سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہورہا ہے، آپ نے اپنی قوم کو لمبے عرصہ تک ایمان اور توحید کی دعوت دی مگر وہ کفر وشرک پر اڑے رہے اور آپ کو تکلیفیں پہنچاتے رہے، بالآخر آپ نے تنگ آکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی، پروردگار! میں تو مغلوب ہوچکا ہوں میری مدد فرما اوران لوگوں سے میرا بدلہ لے "سورۃ القمر" آیت: ۱۰، چنانچہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کا ذکر اس طرح فرمایا ہے: اور البتہ تحقیق نوح نے ہم کو پکارا، آواز دی، پس! کیا خوب ہیں ہم ان کی دعا کو قبول کرنے والے، مطلب یہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے ہمیں مدد کیلئے پکارا تو ہم نے بھی ان کی دعا قبول کرنے میں دیر نہیں کی، حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ قوم کی اصلاح کی اب کوئی صورت باقی نہیں رہی، لہٰذا اس قوم سے انتقام لے۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ: ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بہت بڑی گھبراہٹ اور بے چینی سے نجات دی، اس کی صورت یہ تھی کہ باقی ساری نافرمان قوم کو پانی کے طوفان میں ڈبودیا۔

یہ دراصل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کیلئے تسلی کا مضمون بیان کیا جارہا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے بھی آپ کو اور ایمان والوں کو سخت تکلیفیں پہنچائیں جس کی وجہ سے آپ سخت پریشان رہتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کی ایذارسانیوں کا ذکر کرکے آپ کو تسلی دی ہے کہ آپ گھبرائیں نہیں، ہر پیغمبر کیساتھ ایسا ہی سلوک کیا گیا مگر بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور نافرمان قوم پر ان کو غالب کیا۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ: ہم نے نوح کی اولاد کو ہی باقی رہنے والی بنایا، باقی لوگ طوفان میں غرق ہو گئے اور صرف تھوڑی سی تعداد میں لوگ زندہ بچے تھے جو کشتی میں سوار تھے، چنانچہ انسانی نسل کا سلسلہ انہی کشتی والوں میں سے ہی آگے چلا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہے کہ کشتی والوں میں سے بھی صرف حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں حام، سام اور یافث کی اولاد ہی آگے چل سکی، اس لحاظ سے حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔

"ترمذی شریف" اور "مسند احمد" کی روایت میں آتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! عرب حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد میں سے ہیں، حبشی حام کی اولاد اور رومی یافث کی اولاد ہیں۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عرب کی زمین پر صرف حضرت نوح علیہ السلام کہ اولاد باقی رہی اور انہی سے عرب والوں کی نسل چلی، دنیا کے دوسرے علاقوں میں دوسروں کی نسل چلنے کی اس آیت سے نفی نہیں ہوتی۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ: اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں نوح کا ذکر باقی رکھا، آپ کی نسل کے لوگ آپ کے بعد یہی کہیں گے! سارے جہان والوں میں حضرت نوح علیہ السلام پر سلامتی ہو، مختلف نسلوں کے لوگ آپ پر سلامتی بھیجتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نہایت ہی پسندیدہ بندے تھے جنہوں نے لمبے عرصے تک اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا اور اس سلسلے میں بڑی تکلیفیں اٹھائیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اسی طرح بدلہ دیتے

ہیں نیکی کرنے والوں کو۔

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾ وَ

وہ ہے سے بندوں ہمارے ایمان والوں (۸۱) پھر غرق کردیا ہم نے دوسروں کو (۸۲) اور

اِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾

تحقیق سے گروہ اس کے البتہ ابراہیم بھی ہے (۸۳) جب آیا پاس رب اپنے کے دل لیکر سلامتی والا (۸۴)

وقف لازم

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾

جب کہا سے باپ اپنے اور قوم اپنی کیا ہے جو تم پوجتے ہو (۸۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ وہ ہمارے ایماندار بندوں میں ہیں۔ (۸۱) پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔ (۸۲) اور اس کی راہ چلنے والوں میں سے ابراہیم ہے۔ (۸۳) جب (ابراہیم) آیا اپنے رب کے پاس ستھرا (کفر و شرک سے پاک) دل لیکر۔ (۸۴) جب کہا اپنے باپ اور اپنی قوم سے تم کیا پوجتے ہو؟ (۸۵)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: حضرت نوح علیہ السلام ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہیں، ہم نے اسے اور اس کی نیک اولاد کو بچا لیا اور پانی کا زبردست طوفان بھیج کر دوسرے سارے نافرمانوں کو اسی میں غرق کردیا، ایک زمانے کے بعد لوگوں نے پھر سرکشی اختیار کی اور ان کے سمجھانے کیلئے ہمارے پیغمبر آتے رہے، یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باری آئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام ہی کے طریقے پر چلنے والوں میں سے تھے، کیونکہ وہ بھی انہی کی طرح پیغمبر تھے اور سب پیغمبروں کا شروع سے آخر تک ایک ہی طریقہ رہا ہے، اس طرح وہ سب ایک ہی گروہ کے افراد ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل سے کام لیا اور بت پرستوں کے اندر پیدا ہو کر اللہ تعالیٰ کو اس کی نشانیاں دیکھ کر پہچانا اور دل کو برے عقیدوں اور گندے اخلاق سے پاک صاف کر کے اپنے رب کے سامنے حاضر ہوئے اور اپنے باپ کو اور ساری قوم کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا تو انہیں ٹوکا اور کہا کہ تمہارا طرزِ عمل تو سراسر غلط ہے، یہ تو بتاؤ کہ! یہ بت کیا ہیں اور کون ہیں جن کی تم پوجا کرتے ہو؟، یہ تو پتھر کے بت ہیں جنہیں تم خود گھڑتے ہو، ان کے سامنے جھکنا خود اپنی عزت کو داغ لگانا ہے، انسان کیلئے درست نہیں کہ بے جان چیزوں، پتھروں کے سامنے سر جھکائے، انسان کا مرتبہ تو ان سے کہیں بڑا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو سمجھانا

أَئِفْكًا آلِهَةً دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ ﴿٨٦﴾ فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨٧﴾

کیا جھوٹ گھڑے ہوئے معبودوں کو سوا اللہ کے چاہتے ہو (۸٦) پس کیا گمان ہے تمہارا رب العلمین کے بارے میں (۸۷)

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾ فَتَوَلَّوْا

پس دیکھا ایک نظر میں ستاروں (۸۸) پھر کہا تحقیق میں بیمار ہونیوالا ہوں (۸۹) پس مڑے

عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾

سے اس پیٹھ پھیر کر (۹۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا جھوٹے بنائے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو۔ (۸٦) پس! جہانوں کے پیدا کرنے والے کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟ (۸۷) پھر نگاہ کی ایک بار ستاروں میں۔ (۸۸) پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں۔ (۸۹) پھر وہ ان سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے۔ (۹۰)

تفسیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں بہت دنوں تک سمجھاتے رہے لیکن ان پر سمجھانے کا کوئی اثر نہ ہوا، یہاں تک

کہ ان کے سالانہ میلے کا دن آپہنچا جس کا سب کو شہر کے باہر جا کر منانا ضروری تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے ستاروں پر نظر ڈالی اور کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں وہ سمجھے کہ اس نے شاید ستاروں کی رفتار سے اپنا آئندہ کا حال معلوم کر لیا ہے، جب میلہ میں جانے کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ جانے کیلئے کہا تو آپ نے جواب میں کہا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں تو وہ آپ کو چھوڑ کر سارے کے سارے میلہ منانے شہر سے باہر چلے گئے۔

اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ: کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تم جھوٹ موٹ کے بنائے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو؟، یہ پتھر، دھات اور لکڑی کی مورتیاں جنہیں اپنے ہاتھ سے گھڑتے ہو، انہی کی پوجا کرنے لگتے ہو، تم نے ستاروں، فرشتوں اور جنوں کے نام پر بت بنا رکھے ہیں، کیا تم ان کو اپنا معبود سمجھتے ہو؟ بھلا! یہ تو بتاؤ تمام جہانوں کے پروردگار کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے، تم اس حقیقی معبود کی تو عبادت کرتے نہیں اور اس کے بجائے ان خود گھڑے ہوئے جھوٹے خداؤں کی عبادت کرتے ہو، یہ کونسی عقل مندی کی بات ہے؟

اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت توڑنے کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ آپ نے اپنے باپ اور قوم سے فرمایا کہ: یہ کیسی مورتیاں ہیں جن پر تم جھکے پڑے ہو؟ یعنی: ان کی عبادت کرتے ہو، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے، کچھ سوال و جواب کے بعد آپ نے دل ہی دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تمہارے جانے کے بعد تمہارے بتوں کا علاج کروں گا، چنانچہ ایک دن ایسا آیا کہ ساری قوم شہر سے باہر کوئی تہوار منانے کیلئے جارہی تھی، انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی شریک ہونے کی دعوت دی، آپ ان کے ساتھ جانا نہیں چاہتے تھے، چنانچہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس حیلہ کا ذکر کیا ہے جو آپ نے اس بارے میں اختیار کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف نظر ڈالی اور کہا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں، پھر وہ لوگ آپ سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بھی ستاروں کی تاثیر مانتی تھی، لہٰذا انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ستاروں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے سے یہ مطلب لیا کی آپ بھی ستاروں کی تاثیر کو مانتے ہیں اور وہ یہ سمجھے کہ آپ نے

ستارے دیکھ کر اندازہ لگالیا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں، لہٰذا وہ آپ کو چھوڑ کر تہوار منانے کیلئے چلے گئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتوں کے علاج کا موقع میسر آ گیا۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اس موقعہ سے دوسرا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے، آپ کا ارادہ یہ تھا کہ جب ساری قوم جشن منانے چلی جائے گی تو میں ان کی عبادت گاہوں میں جا کر ان کے بتوں کو توڑ ڈالوں گا، تا کہ یہ لوگ واپس آ کر اپنے جھوٹے معبودوں کی بے بسی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، ہو سکتا ہے کہ اپنے بتوں کو بے بس دیکھ کر کسی کے دل میں ایمان پیدا ہو اور وہ شرک سے توبہ کر لے، اس غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کیساتھ جانے سے انکار کر دیا، لیکن انکار کا طریقہ یہ اختیار فرمایا کہ پہلے نگاہ بھر کر ستاروں کو دیکھا اور پھر کہا کہ "میں بیمار ہوں" قوم والوں نے آپ کو چھوڑ دیا اور جشن منانے چلے گئے۔

بُت توڑ ڈالے

فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾

پھر جا پہنچے طرف خداؤں انکے کے پھر بولے کیا نہیں کھاتے تم (۹۱) کیا ہوا تمہیں کہ نہیں بولتے (۹۲)

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾

پھر گھس پڑے پر ان مارتے ہوئے سے دائیں ہاتھ (۹۳) پس آئے وہ طرف اسکی دوڑتے (۹۴)

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

بولا کیا تم پوجتے ہو جو تم خود گھڑتے ہو (۹۵) حالانکہ اللہ نے پیدا کیا تمہیں اور جو تم بناتے ہو (۹۶)

بامحاورہ ترجمہ: پھر (ابراہیم) ان کے بتوں میں جا گھسے، پھر بولے تم کھاتے کیوں نہیں؟ (۹۱) کیا ہوا تمہیں کہ نہیں بولتے؟ (۹۲) پھر جھپٹ پڑے ان پر داہنے ہاتھ سے مارتے ہوئے۔ (۹۳) پھر لوگ آئے ان کی طرف دوڑ کر گھبرائے ہوئے۔ (۹۴) (ابراہیم نے) کہا کیا تم پوجتے ہو انہیں جنہیں خود تراشتے ہو۔ (۹۵) حالانکہ تم کو اور تمہاری بنائی ہوئی ان سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ (۹۶)

لفظی تحقیق: **یَزِفُّوْنَ**: دوڑتے۔ مضارع کا صیغہ ہے (ز ف ف) سے "زَفٌّ" کے معنیٰ جلدی جلدی چلنے کے ہیں، بتوں کو ٹوٹتا ہوا دیکھا تو وہ لوگ گھبرا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جھپٹے۔ **تَنْحِتُوْنَ**: نحت سے ہے جس کے معنیٰ گھڑنے کے ہیں۔

تفسیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ اپنی قوم کو ان بتوں کا بالکل بے بس ہونا عملی طور پر سمجھایا جائے، چنانچہ جب وہ سب شہر کے باہر میلہ منانے چلے گئے تو انہوں نے موقع پا کر ان کے بت خانہ کا رخ کیا اور اندر گھس کر بتوں کی قطاروں میں اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی، ان کے سامنے بہت سے چڑھاوے اور کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تمہارے سامنے اتنے عمدہ قسم کے کھانے رکھے ہوئے ہیں تم کھاتے کیوں نہیں؟، بولو جواب کیوں نہیں دیتے؟، بولتے کیوں نہیں؟ پھر کلہاڑا اٹھا کر ان سب کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا، بڑے زور کی ضربیں لگائیں، لوگ جب میلے سے واپس آئے تو بتوں کو ٹوٹا ہوا دیکھ کر گھبرا گئے اور بولے ہو نہ ہو یہ ابراہیم ہی کا کام ہے، سب ان کی طرف جھپٹے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ کسی نے بھی توڑا ہو تم یہ تو بتاؤ کہ! تم اپنے ہاتھ کے گھڑے ہوئے بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو، تمہیں اور تمہارے سب کاموں، اوزاروں اور ساری کام کی چیزوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے، اسی کی عبادت کرو۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے خود اپنے ہندو مذہب کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ اشنان، بودیاں، نشانات اور تقریبات بے معنیٰ چیزیں ہیں، کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ ہمارے معبود جاپان اور انگلستان کی فیکٹریوں میں تیار ہو کر آتے ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو یقین دلایا کہ تم بتوں کو خود بنا کر ان کی عبادت کرتے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی جن کو تم بناتے ہو، انسان کوئی بھی کام کرے ہر چیز کا خالق تو

اللہ تعالیٰ ہی ہے، انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت کیساتھ ہی ہر کام کر سکتا ہے۔

انجام کار

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿٩٧﴾ فَاَرَادُوْا
کہنے لگے بناؤ لئے اسکے ایک بھٹی پھر ڈال دو اسے میں آگ (۹۷) پس ارادہ کیا انہوں نے

بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَ قَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى
ساتھ اسکے برائی کا پس کر دیا ہم نے انہی کو نیچا (۹۸) اور کہا تحقیق میں جا رہا ہوں طرف

رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾
رب اپنے کے وہ مجھے راستہ سمجھائیگا (۹۹) اے میرے رب عطا کر مجھے بیٹا میں سے نیکوں (۱۰۰)

بامحاورہ ترجمہ: قوم کے لوگ بولے اس کیلئے ایک بھٹی بناؤ پھر اس کو آگ کے ڈھیر میں ڈال دو۔ (۹۷) اس طریقے سے انہوں نے ان کیساتھ بُرا داؤ کرنا چاہا، پھر ہم نے انہی کو نیچا (ناکام) کر دیا۔ (۹۸) اور (ابراہیم) بولے میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں وہ مجھ کو راہ دکھائے گا۔ (۹۹) اے رب مجھے کوئی نیک بیٹا دے۔ (۱۰۰)

لفظی تحقیق: بُنْيَانًا: عمارت۔ مصدر ہے (ب ن ی) سے اور اسم مفعول کے معنیٰ میں مستعمل ہے، یعنی: "بِنَاء" کوئی بنا ہوا مکان۔ جَحِيْمِ: دہکایا ہوا آگ کا ڈھیر۔ صفت کا صیغہ ہے اور اسم مفعول کے معنیٰ میں ہے (ج ح م) سے "جحم" آگ جلانا، "جحیم" بھڑکتا ہوا آگ کا ڈھیر۔

تفسیر

بتوں کی پجاری سارے کے سارے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتیں سُن کر بغلیں جھانکنے لگے، آخر ایسی صاف باتوں کا ان کے پاس جواب ہی کیا تھا، کھسیانے ہو کر بدی پر اتر آئے، آپس میں کہنے لگے اس نے تو حد ہی

کردی، اب اگر اپنے خداؤں کی عزت بچانی ہے تو اس کو ایسی سزا دو کہ آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کر سکے، ایک احاطہ کھینچ کر لاؤ بناؤ اور دہکتی ہوئی آگ میں اسے جھونک دو چنانچہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق کے ذریعے بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کیساتھ انتہائی بدسلوکی کرنے کی ٹھان لی، لیکن ہم نے ان بتوں کی پجاریوں کو نیچا دکھایا، آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کچھ نہ بگاڑا اور وہ اس میں سے صحیح سلامت نکل آئے اور وطن چھوڑنے کا ارادہ کرلیا۔

بالآخر جب قوم کی طرف سے تکلیفیں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بابل سے ہجرت کر جانے کا حکم دیا، پیغمبروں کی زندگی میں ہجرت بھی ایک مشکل موڑ ہوتا ہے، وطن کاروبار سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر چھوڑنا پڑتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے بھی یہ وقت آچکا تھا، آپ نے کہا میں اپنے پروردگار کی طرف، یعنی: اس کے حکم کے مطابق یہاں سے جانے والا ہوں، اس راستے میں وہی میری رہنمائی فرمائے گا، میں جس اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت کر رہا ہوں وہ ضرور مجھے اچھی جگہ پر پہنچا دے گا، چنانچہ آپ کیلئے حکم ہوا کہ آپ بابل کی زمین چھوڑ کر ملک شام اور فلسطین کی طرف چل دیں، آپ اللہ تعالیٰ کا حکم مانتے ہوئے بیوی اور بھتیجے کیساتھ ہجرت کیلئے نکل کھڑے ہوئے اور اس طرح آپ فلسطین میں آکر آباد ہوئے۔

بیٹے کیلئے دعا

شادی کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۳۷ سال تھی، مگر لمبے زمانے تک آپ کے ہاں اولاد نہ ہوئی، اب آپ کی عمر مبارک ۸۰ سال ہو چکی تھی تو اس وقت آپ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کی کہ، اے اللہ! مجھے بیٹا عطاء کردے، آپ اس وقت تک حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی۔

بیٹے کی قربانی

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ

پس ہم نے خوشخبری دی ایک لڑکے نرم مزاج کی (۱۰۱) پس جب پہنچا ساتھ اسکے چلنے پھرنے کہا

يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا

اے بیٹے میرے تحقیق میں دیکھتا ہوں میں خواب کہ میں ذبح کر رہا ہوں تجھے پس دیکھ کیا رائے ہے

تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ

تیری بولا اے ابا جان! کر ڈالیں جو حکم دیا جا رہا ہے آپکو پائینگے آپ مجھے اگر چاہا

اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾

اللہ نے سے صبر کرنے والوں (۱۰۲)

با محاورہ ترجمہ:۔ پس! ہم نے اسے ایک نرم مزاج لڑکے کی خوشخبری دی۔(۱۰۱) پھر جب وہ اپنے والد کیساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچ گیا(تو ابراہیم نے) کہا کہ اے بیٹے! میں خواب دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، تیری کیا رائے ہے، بیٹے نے کہا، اے ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا آپ کر ڈالیں، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔(۱۰۲)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ہم نے ابراہیم کی دعا قبول کی اور خوشخبری دی کہ آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، جو نرم مزاج ہوگا، یہ ان کے پہلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، کیونکہ یہی آپ کی دعا سے پیدا ہوئے تھے، بعد میں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے، ان کیلئے آپ نے دعا نہیں کی تھی، بلکہ ان کی بیوی کو خوشخبری سُن کر تعجب ہوا تھا کہ بڑھاپے میں ہمارے ہاں اولاد کیسے ہوگی؟

ارشاد ہے کہ: جب وہ اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کیساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچے تو ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا خواب انہیں سنایا کہ اے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، لکھا ہے کہ تین رات تک مسلسل یہی خواب دیکھنے کے بعد جب انہیں پکا یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے تب انہوں نے اپنے بیٹے سے بیان کیا اور پوچھا کہ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فوراً جواب دیا کہ آپ کو جو حکم ملا ہے اسے پورا کیجئے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں آپ کے ہاتھ سے ذبح ہونا صبر کیساتھ برداشت کروں گا۔

یہی وہ بردباری (نرم مزاجی) تھی جو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مزاج میں رکھ دی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری بھی عطاء فرمائی تھی، چنانچہ آپ کی تربیت بچپن ہی سے کمال درجے کی ہو رہی تھی؛ اسی لئے آپ نے اپنے آپ کو قربانی کیلئے بھی پیش کر دیا تھا۔

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی: سو! تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے؟، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات حضرت اسماعیل علیہ السلام سے اس لئے نہیں پوچھی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے میں کوئی شک نہیں تھا، بلکہ ایک تو وہ اپنے بیٹے کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ وہ اس آزمائش میں کس حد تک پورا اترتا ہے؟ دوسرے پیغمبروں کا طریقہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کیلئے تو ہر وقت تیار رہتے ہیں لیکن اطاعت کیلئے ہمیشہ راستہ وہ اختیار کرتے ہیں جو دانشمندی پر مبنی ہو، اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے سے کچھ کہے بغیر بیٹے کو ذبح کرنے لگتے تو یہ دونوں کیلئے مشکل کا سبب ہوتا، اب یہ بات آپ نے مشورہ کے انداز میں بیٹے سے اس لئے ذکر کی کہ بیٹے کو پہلے سے اللہ تعالیٰ کا حکم معلوم ہو جائے گا تو وہ ذبح ہونے کی اذیت سہنے کیلئے پہلے سے تیار ہو سکے گا، نیز اگر بیٹے کے دل میں کچھ ہچکچاہٹ ہو تو اسے سمجھایا جا سکے۔

سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ: انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائینگے، اس جملے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ادب اور تواضع کو دیکھئے، ایک تو انشاء اللہ کہہ کر معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دیا اور اس وعدے میں دعوے کی جو ظاہری صورت پیدا ہو سکتی تھی اسے ختم کر دیا، دوسرے آپ یہ بھی فرما سکتے

تھے کہ" آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے" لیکن اس کے بجائے آپ نے فرمایا کہ:" آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے" جس سے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ صبر تنہا میرا کمال نہیں ہے بلکہ دنیا میں اور بھی بہت سے صبر کرنے والے ہوئے ہیں انشاء اللہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں گا۔

آزمائش میں پورے اترے

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَ نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

پس جب　کہنا مانا دونوں نے　ڈال دیا اسے　پیشانی کے بل (۱۰۳)　اور　پکارا ہم نے اسے　کہ　اے ابراہیم! (۱۰۴)

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾

تحقیق　سچ کر دکھایا تو نے　خواب　تحقیق ہم　اسی طرح　جزا دیتے ہیں　اچھا کام کرنے والوں کو (۱۰۵)

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَ فَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾

تحقیق　یہ　البتہ　یہی آزمائش ہے　کھلی (۱۰۶)　اور عوض میں دیا ہم نے　ایک ذبیحہ　بڑا (۱۰۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پھر جب دونوں نے حکم مانا اور بچھاڑا اسے پیشانی کے بل۔ (۱۰۳) اور ہم نے پکارا یوں کہ اے ابراہیم! (۱۰۴) تو نے خواب سچ کر دکھایا، ہم نیکی کرنے والوں کو یونہی بدلہ دیتے ہیں۔ (۱۰۵) بیشک یہی کھلی آزمائش ہے۔ (۱۰۶) اور اس کے بدلے ہم نے اسے ایک عظیم جانور ذبح کیلئے دیا۔ (۱۰۷)

لفظی تحقیق: تَلَّ: گرادیا۔ ماضی کا صیغہ ہے (ت ل ل) سے "تَلٌّ" کے معنٰی زمین پر گرادینا، بچھاڑنا۔ جَبِيْنِ: پیشانی۔ "تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ" زمین پر اس طرح گرایا کہ پیشانی زمین کی طرف ہوگئی تا کہ چہرہ پر نظر نہ پڑے۔

تفسیر

ارشاد ہے: جب دونوں باپ بیٹے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کیلئے بخوشی تیار ہو گئے تو بیٹے نے باپ سے

کہا: ابا جان! ذبح کرتے وقت مجھے ایسا لٹایئے کہ چہرہ زمین کی طرف ہوتا کہ ایسا نہ ہو کہ آپ پر میرا چہرہ دیکھ کر محبت اور رحم کا غلبہ ہو جائے اور ذبح کرنے میں دل ہچکچانے لگے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل میں دیر لگ جائے، غرض! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری رکھ دی، گردن پر تیز دھار چھری بھی چلا دی مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ چھری کام نہیں کر رہی، آیت میں اس کا بیان نہیں کہ اس وقت ان کے دل پر کیا گزر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت کس قدر جوش میں آ رہی تھی، فقط ارشاد ہے کہ: ہم نے ابراہیم کو آواز دی کہ بس! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور ہمارے حکم کو پورا کر دیا، آپ کو اس فرمانبرداری اور اخلاص کا بڑا بدلہ ملے گا، ہم نیک لوگوں کی ایسی ہی کڑی آزمائش کرتے ہیں تاکہ ان کی ثابت قدمی پر انہیں انعام و اکرام سے مالا مال کریں، ارشاد ہے کہ: کوئی شک نہیں کہ ابراہیم کا یہ امتحان بڑا سخت تھا، وہ اس میں کامیاب ہوئے اور ہم نے اسماعیل کے بدلے ایک موٹا دنبہ قربانی کیلئے دیا۔

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ: اور ہم نے اس کے بدلے ایک عظیم جانور ذبح کیلئے دیا، یہ عظیم جانور ایک دنبہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے جنت سے اتارا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چھری حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے اس دنبے کی گردن پر چل گئی، وہ ذبح ہو گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا، گویا دنبہ آپ کا فدیہ بن گیا۔

فرمانبرداری کا بدلہ

وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾

اور باقی رکھا ہم نے پر اس میں پیچھے آنے والوں (۱۰۸) کہ سلام ہے پر ابراہیم (۱۰۹)

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں نیک لوگوں کو (۱۱۰) تحقیق وہ ہے سے بندوں ہمارے ایمان والوں (۱۱۱)

وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ بٰرَكْنَا

اور خوشخبری دی ہم نے اسحاق کی کہ پیغمبر ہوگا میں سے نیکوں (۱۱۲) اور برکت اتاری ہم نے

عَلَيْهِ وَ عَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ
پراس اور پر اسحاق اور میں سے اولادان دونوں کی نیک بھی ہیں اور ظلم کرنے والے بھی

لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾
جان اپنی پر کھلے (۱۱۳)

ع ۳/۷

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں۔(۱۰۸) کہ سلام ہے ابراہیم پر۔ (۱۰۹) ہم نیکی کرنے والوں کو یوں بدلہ دیتے ہیں۔(۱۱۰) وہ ہمارے ایماندار بندوں میں ہے۔(۱۱۱) اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحاق کی جو پیغمبر ہوگا نیکوں میں۔(۱۱۲) اور برکت بھیجی ہم نے اس پر، اور اسحاق پر اور دونوں کی اولاد میں نیکی کرنے والے ہیں اور بعض اپنے حق میں کھلے ظالم ہیں۔(۱۱۳)

تفسیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کیا، بیٹے کی جان کی پرواہ نہ کی اور بخوشی اس کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہوگئے اور جب انہیں یقین ہوگیا کہ میرے خواب کی تعبیر یہی ہے کہ بیٹے کو اپنے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کردو تو پھر حکم پر عمل کرنے میں ذراسی بھی دیر نہ کی، اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمانبرداری کا صلہ دیا، چنانچہ پچھلی نسلیں آج تک ان کا نام احترام سے لیتی ہیں اور ان کی سنت کے مطابق مسلمان ہر سال قربانی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں، دنیا میں بھی ان کا بول بالا کیا اور آخرت میں بھی وہ کامیاب ہونگے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنے والے بندوں میں سے ہیں، اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دی کہ انہیں ایک نیک لڑکا اسحاق ملے گا، وہ بھی پیغمبر ہوگا اور ان دونوں بیٹوں کی نسل سے خوب اولاد پھیلے گی، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے وہ عرب ہیں جن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں بنی اسرائیل کے سارے پیغمبر ہوئے، پھر ارشاد ہے کہ ان کی ساری اولاد برابر نہیں بلکہ ان میں سے بعض نیکوکار ہیں اور بعض گناہگار جو کھلم کھلا اپنی جان پر ظلم کررہے ہیں۔

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ: اور ہم نے خوشخبری دی (ابراہیم علیہ السلام کو) اسحاق کی جو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اور نیکوں میں سے تھا، اس خوشخبری کا ذکر "سورۃ ہود" میں تفصیل کیساتھ ہوا ہے، قوم لوط پر عذاب لیکر آنے والے فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس انسانی شکلوں میں آئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمان سمجھ کر بھنا ہوا بچھڑا ان کے سامنے رکھا مگر ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تھے، جس کی وجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ خوفزدہ ہوئے تو فرشتوں نے تسلی دی کہ خوف نہ کھائیں، ہم تو قوم لوط کو ہلاک کرنے کیلئے بھیجے گئے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جو پاس کھڑی تھیں ہنس پڑی، وہ کہنے لگی ہائے کیسے بچہ ہوگا کہ میں بڑھیا ہوں اور میرے میاں بھی بوڑھے ہو چکے ہیں، یہ تو عجیب بات ہے، فرشتوں نے کہا: کیا تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہو، تم پر اور تمہارے خاندان پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، اللہ تعالیٰ علم والا بیٹا عطاء کرے گا اور اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پوتے یعقوب علیہ السلام کو بھی دیکھیں گے، چنانچہ یہ خوشخبری بھی اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی۔

یہودیوں نے اس مسئلہ کو الجھا دیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس بیٹے کی قربانی دی تھی وہ اسماعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام، حقیقت یہ ہے کہ قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہوئی تھی جو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے اور حضرت اسحاق علیہ السلام سے سولہ سال بڑے تھے، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں اسی ۸۰ سال کی عمر میں پیدا ہوئے، جبکہ حضرت اسحاق علیہ السلام بغیر دعا کے پیدا ہوئے جس کی خوشخبری قوم لوط پر عذاب لانے والے فرشتوں نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو دی جس نے اس پر تعجب کا اظہار کیا، کیونکہ اس وقت میاں بیوی دونوں بوڑھے ہو چکے تھے، مطلب یہ کہ قربانی کا واقعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کیساتھ ہی پیش آیا۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا

اور البتہ تحقیق انعام کیا ہم نے پر موسیٰ اور ہارون (۱۱۴) اور ہم نے نجات دی انہیں اور قوم ان کی کو

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾ وَ نَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَ

سے بےچینی بڑی (۱۱۵) اور مدد کی ہم نے ان کی پس رہے وہی غالب (۱۱۶) اور

اٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾

دی ہم نے انہیں کتاب واضح (۱۱۷) اور سمجھائی ہم نے دونوں کو راہ سیدھی (۱۱۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔اور ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا۔(۱۱۴) اور ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو بڑی پریشانی سے بچادیا۔(۱۱۵) اور ہم نے ان کی مدد کی تو وہی غالب رہے۔(۱۱۶) اور ہم نے انہیں واضح کتاب دی۔(۱۱۷) اور ان کو سیدھی راہ سمجھائی۔(۱۱۸)

لفظی تحقیق: الْمُسْتَبِيْنَ: صاف، واضح۔اسم فاعل ہے "استبانۃ" سے جو (ب ی ن) سے بنا ہے، اس کے معنٰی وہی ہیں جو "مُبِیْنٌ" کے، یعنی: واضح اور کھلا ہوا "اَبَان، استبان، مُبین" تینوں متعدی بھی ہیں اور لازم بھی۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو برے انجام سے ڈرانے کیلئے اس کے پیغمبر وقتاً فوقتاً آتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کو اس کے بندوں تک پہنچاتے رہے، ان میں حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان ہو چکا ہے، اب حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے تھے، دو بڑے پیغمبروں کا بیان ہے۔

ارشاد ہے کہ: یہ مصر کے سرکش فرعون کو سمجھانے کیلئے آئے کہ اپنی سرکشی سے باز آئے لیکن اس نے ان کو کچھ نہ سمجھا اور بنی اسرائیل کو اور بھی ستانا شروع کر دیا، دونوں نے اس کے ہاتھ سے بڑی تکلیفیں اٹھائیں، یہاں تک وہ اور ان کی قوم انتہاء درجہ کہ پریشانی میں مبتلا ہوئی، آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور وہ دونوں غالب آئے، ارشاد ہے: ان کو ہم نے ایک کتاب عطاء کی تھی جس میں صاف صاف ہدایتیں اور واضح حکم موجود تھے، ان

دونوں کو ہم نے سیدھا راستہ بتادیا تھا اور وہ اس پر چلتے تھے، لیکن کافر لوگ ان کے کہنے پر نہ چلے، آخر کار دنیا میں بھی سزائیں پائیں اور آخرت میں بھی عذاب میں گرفتار ہوئے۔

اس واقعہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کیلئے تسلی کا مضمون بھی ہے کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ کے ان بڑے پیغمبروں نے کیسی کیسی تکلیفیں اٹھائیں اور کتنے امتحانات سے گزرے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر انعامات بھی بیشمار کیے، اب اگلی آیت میں دوسرے پیغمبروں اور ان کو پہنچنے والی تکلیفوں اور پھر ان کی کامیابی کا ذکر آرہا ہے، اس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کو سمجھانا مقصود ہے کہ مخالفین کی ایذا پہنچانے سے نہ گھبرائیں، بالآخر کامیابی آپ کے مقدر میں ہوگی۔

پیغمبروں پر رحمت

وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

اور باقی رکھا ہم نے پران دونوں میں پچھلے لوگوں (۱۱۹) سلام ہے پر موسیٰ اور ہارون (۱۲۰)

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

تحقیق ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں اچھے کام کرنے والوں کو (۱۲۱) تحقیق وہ دونوں ہیں سے بندوں ہمارے ایمان والوں (۱۲۲)

وَ اِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور تحقیق الیاس البتہ پیغمبروں میں سے ہے (۱۲۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور باقی رکھا ہم نے ان پر پچھلے لوگوں میں۔ (۱۱۹) کہ سلام موسیٰ اور ہارون پر۔ (۱۲۰) ہم یوں بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ (۱۲۱) تحقیق وہ دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہیں۔ (۱۲۲) اور تحقیق الیاس البتہ پیغمبروں میں سے ہے۔ (۱۲۳)

تفسیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے مصر کے قبطیوں کو یہی سمجھایا کہ بنی اسرائیل تمہارے مقابلہ میں کمزور ہیں ان پر ظلم اور زیادتی کرنا چھوڑ دو، یہ انسانیت کے خلاف ہے کہ طاقتور کمزوروں کو ستائیں اور ان سے جانوروں کی طرح کام لیں، تم تو اور بھی گئے گزرے ہو تم جان بوجھ کر انسانوں کے ایک گروہ کو کمزور بے بس رکھنا چاہتے ہو، تا کہ تمہاری خدمت کریں، حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو اس انسانی خدمت کا معاوضہ یہ ملا کہ وہ نیک نام ہوئے اور پچھلے لوگ ان کا ذکر عزّت سے کرتے ہیں اور ان پر درود اور سلام بھیجتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ہم نیک کام کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں، ان کے پاس اس کیساتھ ہی ایمان کی دولت بھی تھی؛ اس لئے آخرت میں بھی انہیں بڑے درجے ملیں گے، آگے حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر ہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کی نصیحت

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ

جب کہا انہوں نے قوم اپنی سے کیا نہیں ڈرتے تم (۱۲۴) کیا پکارتے ہو بعل کو اور چھوڑتے ہو

اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ رَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾

بہترین بنانے والے کو (۱۲۵) اللہ کو رب تمہارا اور رب باپ دادوں تمہارے پہلوں کا (۱۲۶)

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾

پس جھوٹا قرار دیا اسے پس تحقیق وہ البتہ پکڑے آئیں گے (۱۲۷) مگر وہ بندے اللہ کے جو چنے ہوئے ہیں (۱۲۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ جب اس (یعنی: الیاس) نے اپنی قوم سے کہا کیا تم کو ڈر نہیں۔ (۱۲۴) کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور بہترین پیدا کرنے والے اللہ کو چھوڑتے ہو۔ (۱۲۵) جو تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا رب ہے۔ (۱۲۶) پھر اسے جھٹلایا، سو! وہ پکڑ کر لائے جانے والے ہیں۔ (۱۲۷) مگر اللہ تعالیٰ کے چنے

ہوئے بندے۔(۱۲۸)

لفظی تحقیق: بَعْل: اس کے اصل معنیٰ سردار اور طاقتور کے ہیں، اس کے نام کا بہت بڑا بت بنا رکھا تھا۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اور پیغمبروں کی طرح الیاس بھی پیغمبر ہیں، یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ملک شام (لبنان) کے شہر بعلبک کے لوگوں کو سمجھانے کیلئے بھیجے گئے تھے، یہاں ایک بہت بڑا مندر تھا، لوگ اس میں پوجا کرتے تھے، انہوں نے وہاں کے لوگوں کو جو انہی کی قوم کے تھے کہا لوگو! تم نے خود ایک بت گھڑ کر اس کا نام بعل رکھ لیا اور اللہ تعالیٰ کو بھول گئے جو ساری چیزوں کا خالق ہے اور تمہارا اور تمہارے باپ دادوں کا پروردگار ہے، تم اپنے بنائے ہوئے بتوں کو اپنی کاریگری کا بڑا نمونہ سمجھتے ہو، اس غلطی میں مت رہو بہترین بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے، لوگوں کو وہ یہی سمجھاتے رہے لیکن لوگوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور کہنے لگے کہ تُو تو جھوٹی باتیں گھڑتا ہے، بھلا! یہ عظیم الشان اور خوبصورت بت جو سامنے دکھائی دے رہا ہے اور بڑے بڑے کاریگروں نے ایک مدت میں جا کر اسے تیار کیا ہے اور وہ انسان کی کاریگری کا بڑا اعلیٰ نمونہ ہے اسے ہم کیسے چھوڑ دیں؟ اسے تو ہم باپ دادا کے زمانے سے پوجتے چلے آرہے ہیں، اس کی وجہ سے بڑے بڑے میلے لگتے ہیں اور خوب چہل پہل ہوتی ہے، اسی میں تو زندگی کا لطف ہے، ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو مرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ یہ غلطی پر تھے، قیامت کے دن یہ گرفتار کر کے ہمارے سامنے حاضر کئے جائیں گے، صرف وہی لوگ ہماری پکڑ سے بچیں گے جنہوں نے پیغمبروں کا کہنا مانا اور وہی اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہیں۔

بہر حال! حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم بعل کی پوجا کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ بعل بک جا کر لوگوں کو توحید کی دعوت دو، آپ نے وہاں پر قوم کو خطاب فرمایا، لوگو! کیا تم ڈرتے نہیں؟ دیکھو! تم کفر اور شرک میں مبتلا ہو، کیا تم بعل بت کو پکارتے ہو؟ اُس سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہو اور اس کے سامنے نذر و نیاز پیش کرتے ہو؟ اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے اپنے رب کو چھوڑتے ہو، اس کی عبادت نہیں کرتے اور نہ اس سے حاجت

طلب کرتے ہو، یہ کتنی بیوقوفی کی بات ہے؟

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ: مگر اس کے مخلص بندے اس پکڑ سے بچ جائیں گے، جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں گے، ظلم زیادتی سے باز آجائیں گے، عدل وانصاف کا دامن تھام لیں گے وہی اللہ تعالیٰ کی مخلص بندے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جائیں گے۔

نیکوں کا بدلہ

وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا

اور باقی رکھا ہم نے پر اس میں پچھلے لوگوں (۱۲۹) کہ سلام پر الیاس (۱۳۰) تحقیق ہم

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

اس طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو (۱۳۱) بیشک وہ میں سے ہے بندوں ہمارے ایمان والوں (۱۳۲)

وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

اور تحقیق لوط البتہ میں سے ہے پیغمبروں (۱۳۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں۔ (۱۲۹) کہا سلام ہے الیاس پر۔ (۱۳۰) ہم نیکی کرنے والوں کو یوں بدلہ دیتے ہیں۔ (۱۳۱) وہ ہے ہمارے ایماندار بندوں میں۔ (۱۳۲) اور تحقیق لوط پیغمبروں میں سے ہے۔ (۱۳۳)

تفسیر

حضرت الیاس علیہ السلام بھی پیغمبروں میں سے ہیں اور ان کو بھی اور پیغمبروں کی طرح دنیا میں یہ عوض ملے گا کہ دنیا ان کا نام عزت کیساتھ لے گی اور ان کے بعد کے زمانے کے لوگ ان کو علیہ السلام کہہ کر یاد کریں گے، اس سورت میں ہر پیغمبر کے ذکر کیساتھ یہی کہا گیا ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ نیک کام کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان

کر اس کی عبادت کرتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کے ایمان والے بندے تھے، اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ہم ایماندار نیک کام کرنے والوں کو اسی طرح کا بدلہ دیتے ہیں، یعنی دنیا میں ذکر خیر اور آخرت میں کامیابی اور بہتری عطاء کرتے ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام کو "الیاسین" بھی کہتے ہیں اور ان آیتوں میں ان کا نام دونوں طرح سے لیا گیا ہے، آگے حضرت لوط علیہ السلام کا بیان ہے اور ارشاد ہے کہ: وہ بھی پیغمبروں میں سے ہیں۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ: اور بیشک لوط بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے تھے، انہوں نے بھی لوگوں کو وحدانیت کی تبلیغ کی اور برائیوں سے منع کرنے میں سخت تکلیفیں اٹھائیں، آپ شرق اردن میں بارہ لاکھ سے زیادہ آبادی والی قوم کی طرف بھیجے گئے، جن کے سدوم اور عامورہ وغیرہ چھ بڑے بڑے شہر تھے اور جن کی آبادی چار لاکھ سے زیادہ تھی اور باقی چھوٹی بستیاں اور دیہات تھے، آپ ایک عرصہ تک ان کو تبلیغ کرتے رہے، اُن میں لڑکوں کیساتھ بدفعلی کی نہایت ہی بُری بیماری پیدا ہو چکی تھی جس سے آپ منع کرتے رہے مگر قوم نہ مانی بلکہ الٹا آپ کو طرح طرح سے ایذائیں پہنچائیں، آپ کی بیٹیوں کے سوا کوئی شخص بھی ایمان نہ لایا، یہاں تک کہ آپ کی بیوی بھی کافرہ ہی رہی، یہ تجارت پیشہ لوگ تھے، یمن سے شام و فلسطین اور مصر تک جانے والی شاہراہ پر واقع تھے، یہاں سے قافلے ہر وقت گزرتے رہتے تھے، جس کی وجہ سے یہ لوگ خاصے کھاتے پیتے خوشحال لوگ تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام

اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۳۵﴾

جب نجات دی ہم نے اور گھر والوں اسکے سب کو (۱۳۴) مگر ایک بڑھیا میں پیچھے رہ جانے والوں (۱۳۵)

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَ ﴿۱۳۷﴾

پھر جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہم نے اوروں کو (۱۳۶) اور تحقیق تم البتہ گزرتے ہو پر ان صبح ہوتے (۱۳۷)

ع ۴ ۸ ۴۵

وَ بِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

اور رات کو بھی کیا پس نہیں دھیان کرتے تم (۱۳۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ جب ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو بچا دیا۔ (۱۳۴) سوائے ایک بڑھیا جو رہ جانے والوں میں رہ گئی (یہ آپ کی بیوی تھی)۔ (۱۳۵) پھر دوسروں کو ہم نے جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ (۱۳۶) اور تم ان پر صبح کے وقت گزرتے ہو۔ (۱۳۷) اور رات کو بھی، پھر کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔ (۱۳۸)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: حضرت لوط علیہ السلام کا حال سنو! اور ان کی اس حالت کو یاد کرو جب ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بستی سے بچا کر نکال دیا، اس کے بعد اس بستی کو الٹ دیا اور تمام بدکار لوگ ہلاک ہو گئے، لیکن حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی باوجود ان کے ساتھ بستی سے باہر نکل جانے کے، پھر بھی مڑ کر اپنی قوم کو دیکھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے صاف طور پر منع فرما دیا تھا، چنانچہ وہ بھی ایک پتھر سر پر آ لگنے کی وجہ سے وہیں ماری گئیں، اس بستی میں آبادی کا نام ونشان تک نہ رہا، اس کی جگہ بدبو اور پانی کی جھیل بن گئی، جسے بحر مردار کہتے ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ: اے مکّہ والو! اس جگہ نشانات اب بھی باقی ہیں اور تمہارے قافلے جو شام کی طرف جاتے ہیں وہ ہر وقت دن کو بھی اور رات کو بھی ان کے پاس سے گزرتے ہیں اور انہیں ان بستیوں کے نشانات نظر آتے ہیں، انہیں دیکھ کر ان لوگوں کا حال جو وہاں رہتے تھے، یاد کرنا چاہئے کہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی بات نہ سنی اور ان کی نصیحت کو نہ مانا، آخر اپنے بُرے عملوں کی وجہ سے تباہ ہوئے، عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی باتیں مانیں اور جو وہ کہیں وہ کرے تاکہ وہ ان نافرمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار نہ ہوں، کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔

وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ: اور بیشک تم ان پر سے گزرتے ہو صبح کے وقت اور ان تباہ شدہ بستیوں پر تمہارا گزر رات کے وقت بھی ہوتا ہے، تم تجارتی سفر پر مصر، شام اور فلسطین کی طرف جاتے ہو، تو

ان بستیوں کے کھنڈرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ان بستیوں کے کھنڈرات موجود تھے، جنہیں مکہ کے مشرک دیکھتے تھے مگر ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے تھے، بحر مردار کو تو اللہ تعالیٰ نے اس قدر برباد کر دیا کہ اُس میں اب بھی کوئی جاندار چیز زندہ نہیں رہ سکتی، اللہ تعالیٰ نے عبرت دلاتے ہوئے فرمایا کہ: ان لوگوں کا انجام دیکھ کر بھی تم سیدھے راستے پر نہیں آتے، کیا تم سمجھ نہیں رکھتے، تمہاری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ کافروں، مشرکوں کا انجام کیا ہوتا ہے؟ ان کو دیکھ کر ہی نصیحت پکڑ لو تو عذاب سے بچ جاؤ گے۔

حضرت یونس علیہ السلام

وَ اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ

اور تحقیق یونس البتہ میں سے ہے پیغمبروں (۱۳۹) جب بھاگا طرف کشتی

الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ

بھری ہوئی (۱۴۰) پھر قرعہ ڈلوایا پس ہوا میں سے گرائے ہوؤں ہارنے والوں (۱۴۱) پس نگل لیا اسے

الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِیْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْ لَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴿۱۴۳﴾

مچھلی نے اور وہ خود کو ملامت کرنے والا تھا (۱۴۲) پس اگر نہ ہوتا یہ کہ وہ تھا میں سے تسبیح کرنے والوں (۱۴۳)

لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ النصف

البتہ ٹھہرا رہتا میں پیٹ اسکے تک دن اٹھائے جائینگے (۱۴۴)

بامحاورہ ترجمہ: اور تحقیق یونس پیغمبروں میں سے ہے۔ (۱۳۹) جب بھاگ کر اس بھری کشتی میں پہنچا۔ (۱۴۰) پھر قرعہ ڈلوایا تو وہ ہو گئے گرائے ہوؤں میں سے۔ (۱۴۱) پس! نگل لیا اسے مچھلی نے اور وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔ (۱۴۲) پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو اس کے پیٹ میں اس دن تک رہتے جس دن لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے، یعنی: دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے تک۔ (۱۴۳)

لفظی تحقیق: مُلِیْمٌ: ملامت کرنے والا۔ اسم فاعل ہے "اِلَامَةٌ" جو (ل و م) سے بنا ہے "اِلَامَةٌ"

کے معنٰی ملامت کرنا، یعنی: وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے، "اِلَامَةٌ" کے معنٰی قابل ملامت کام کرنا بھی ہیں۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ہمارے ان بندوں میں سے جنہیں ہم نے چُن کر انسانوں کے ڈرانے کیلئے پیغمبر بنا کر بھیجا اُن میں ایک بندہ یونس بھی ہے، حضرت یونس علیہ السلام موصل کے علاقہ میں شہر نینوا کے لوگوں کی درستی اور اصلاح کیلئے بھیجے گئے تھے۔

انہوں نے ایک عرصے تک اپنی قوم کو ایمان لانے کی دعوت دی اور جب وہ نہ مانی تو انہیں بتا دیا کہ اب تم پر تین دن کے اندر اندر عذاب آ کر رہے گا، قوم کے لوگوں نے آپس میں طے کیا کہ حضرت یونس علیہ السلام چونکہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے اس لئے اگر وہ بستی سے چلے جاتے ہیں تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں، اس کے بعد حضرت یونس علیہ السلام بستی چھوڑ کر باہر چلے گئے، اُدھر بستی کے لوگوں نے جب دیکھا کہ آپ بستی میں نہیں ہیں اور کچھ عذاب کے آثار بھی محسوس کئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عاجزی کیساتھ توبہ کی، جس کے نتیجے میں ان سے عذاب ٹل گیا، حضرت یونس علیہ السلام کو اُن کی توبہ کا حال معلوم نہیں تھا اور جب انہوں نے یہ دیکھا کہ تین دن گزر گئے اور عذاب نہیں آیا تو انہیں ڈر ہوا کہ اگر میں بستی میں جاؤں گا تو بستی والے مجھے جھوٹا کہیں گے اور یہ بھی خطرہ تھا کہ جھوٹا سمجھ کر قتل نہ کر دیں، اس لئے اس خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا حکم آنے سے پہلے ہی وہ اپنی بستی میں جانے کے بجائے سمندر کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے جو آدمیوں سے بھری ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ بات پسند نہ آئی کہ آپ اللہ تعالیٰ کا حکم آنے سے پہلے ہی بستی کو چھوڑ کر چلے گئے اور ایک کشتی جو سامان اور سواریوں سے بھری ہوئی تیار کھڑی تھی بیٹھ گئے، بیچ دریا میں کشتی ڈوبنے لگی، لوگوں نے کہا کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا اس میں سوار ہو گیا ہے اور اس کو معلوم کرنے کیلئے قرعہ اندازی کی گئی تا کہ اس کشتی سے اسے سمندر میں پھینک دیا جائے اور دوسرے لوگ ڈوبنے سے بچ جائیں۔

کئی مرتبہ قرعہ ڈالا گیا اور ہر بار قرعہ میں ان کا نام نکلا، چنانچہ انہیں پانی میں پھینک دیا گیا، جہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک بڑی مچھلی آپ کے انتظار میں تھی، اُس نے آپ کو نگل لیا اور آپ کچھ عرصے مچھلی کے پیٹ میں رہے، بعض روایتوں میں ہے کہ تین دن اُس میں گزارے اور بعض میں ہے کہ چند گھنٹے مچھلی کے پیٹ میں رہے، جیسا کہ "سورۂ انبیاء" میں گزرا ہے وہاں آپ یہ تسبیح پڑھتے رہے:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ"

تسبیح و استغفار سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تکلیفوں اور مصیبتوں کو دور کرنے میں تسبیح اور استغفار خاص اہمیت رکھتے ہیں، سورۂ انبیاء میں گزر چکا ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تھے تو یہ کلمہ خاص طور سے پڑھتے تھے "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" اللہ تعالیٰ نے اسی کلمہ کی برکت سے انہیں اس آزمائش سے نجات عطاء فرمائی اور وہ مچھلی کے پیٹ سے صحیح سلامت باہر نکل آئے؛ اسی لئے بزرگ حضرات یہ فرماتے ہیں کہ: مصیبت کے وقت اس آیت کریمہ کو سوا لاکھ مرتبہ پڑھیں تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مصیبت کو دور فرما دیتے ہیں خواہ وہ مصیبت کتنی ہی بڑی ہو۔

حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ سَقِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً

پس ڈالا ہم نے اسے | خالی میدان میں | اور | وہ | بیمار تھا (۱۴۵) | اور | اگایا ہم نے | پر اس | ایک درخت

مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

بیل والا (۱۴۶) | اور | بھیجا ہم نے | طرف | ایک سو | ہزار | یا | اس سے بھی زیادہ (۱۴۷)

فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾

پس وہ ایمان لائے پس فائدہ پہنچایا ہم نے انہیں تک ایک مدت (۱۴۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پھر ہم نے اسے چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ (مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے) بیمار تھے۔(۱۴۵) اور ہم نے اس پر ایک بیل والا درخت اگایا۔(۱۴۶) اور اس کو لاکھ آدمیوں یا اس سے زیادہ پر پیغمبر بنا کر بھیجا۔(۱۴۷) پھر وہ لوگ ایمان لائے، پھر ہم نے انہیں ایک مدت تک فائدہ اٹھانے دیا۔(۱۴۸)

لفظی تحقیق: اَلْعَرَآءُ: گھاس کے بغیر۔"اَلْعَرَآءُ" چٹیل زمین پانی اور گھاس کے بغیر۔ **يَقْطِيْنٍ:** زمین پر پھیلنے والا درخت۔ اس کا مادہ (ی ق ط) ہے جو بیل سیدھی نہ اُگے بلکہ زمین پر پھیلے اسے "يَقْطِيْنٍ" کہتے ہیں، ان میں سے کدو کی بیل بہت مشہور ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: مچھلی نے ہمارے حکم سے انہیں کنارے پر اگل دیا، یہ ایک خشک جگہ تھی، جہاں سبزہ اور درخت کا نام نہ تھا، چٹیل میدان تھا اور حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں بند رہنے کی وجہ سے کمزور اور بیمار ہو گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کیلئے ایک بیل وہاں اگا دی اور اس کے چوڑے چوڑے پتوں نے انہیں ڈھانک لیا، کدو کے پتوں کی خاصیت یہ ہے کہ اُس پر مکھی نہیں بیٹھتی۔

جب حضرت یونس علیہ السلام بستی والوں کو عذاب کی خبر دے کر چلے گئے تو پیچھے عذاب کے آثار نظر آنے لگے، جس سے بستی والے خوفزدہ ہوئے، وہ سب کے سب گھروں سے باہر میدان میں آکر توبہ، استغفار اور چیخ پکار کرنے لگے، انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش بھی شروع کر دی تاکہ ان کو ساتھ لیکر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، بہر حال! جب قوم نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور ان پر آنے والا عذاب ٹال دیا، پھر جب حضرت یونس علیہ السلام تندرست ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے قوم میں واپس آئے تو لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت یونس علیہ السلام کی واپسی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا، اس سے وہی آپ کی بستی مراد ہے جس کی آبادی اتنی تھی، "ترمذی شریف" میں ایک لاکھ بیس ہزار کا ذکر آتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ: بالغ مرد و عورتیں تو ایک لاکھ تھیں اور باقی بیس ہزار بچے بھی تھے، وہ لوگ ایمان لے آئے اور کفر و شرک سے باز آ گئے تو ہم نے ان کو ایک مقررہ وقت تک فائدہ پہنچایا، یعنی: جب تک وہ لوگ ایماندار رہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں آرام و راحت ملتا رہا۔

منکروں کو تنبیہ!

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا

پس پوچھیں آپ ان سے — کیا واسطے رب آپ کے — بیٹیاں ہیں — اور — لئے ان کے — بیٹے (۱۴۹) — کیا — بنایا ہم نے

الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ

فرشتوں کو — عورتیں — اور — وہ — دیکھ رہے تھے (۱۵۰) — خبردار رہو — بیشک وہ — جھوٹ گھڑ کر

لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ

البتہ کہتے ہیں (۱۵۱) — کہ اولاد ہوئی — اللہ کے — اور — تحقیق وہ — البتہ جھوٹے ہیں (۱۵۲) — کیا پسند کیا اس نے — بیٹیوں کو

عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ؕ

پر — بیٹوں (۱۵۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اب ان سے پوچھیں کیا آپ کے رب کیلئے بیٹیاں ہیں ان کیلئے بیٹے۔(۱۴۹) کیا ہم نے فرشتوں کو عورت پیدا کیا اور وہ دیکھتے تھے۔(۱۵۰) خبردار رہو یہ لوگ جھوٹ بنا کر کہتے ہیں۔(۱۵۱) کہ اللہ تعالیٰ کے اولاد ہوئی اور وہ بیشک جھوٹے ہیں۔(۱۵۲) کیا اس نے چن لیا ہے بیٹیوں کو بیٹوں پر۔(۱۵۳)

لفظی تحقیق: اِنَاثٌ: عورتیں۔ "اُنْثٰی" کی جمع ہے جس کے معنیٰ عورت کے ہیں "اُنْثٰی" صفت کا ہے

(ان ث) سے "اُنُثٌ" کے معنی ڈھیلے پن اور کمزوری کے ہیں۔ اَصْطَفَی: کیا پسند کیا اس نے۔ اصل میں "أَاصْطَفَی" ہے ہمزہ وصل کو گرا کر ہمزہ استفہام کو صاد سے ملا دیا "اِصْطَفَی" ماضی کا صیغہ ہے "اِصْطِفَاءٌ" سے جو اصل میں "اِصْتِفَاءٌ" ہے (ص ف و) سے "صفو" کے معنی خالص ہونا، "اِصْتِفَاءٌ" چھانٹنا، پسند کرنا، ص کے بعد تائے افتعال طا ہو جاتی ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان عرب لوگوں سے پوچھو کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی بابت یہ کیا غلط خیال قائم کر رکھا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد ہیں اور وہ سب اس کی بیٹیاں ہیں، یہ کیا غضب ہے کہ اوّل تو اس کیلئے اولاد ثابت کی اور وہ بھی بیٹے نہیں بیٹیاں؟ جنہیں وہ خود اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں، ان سے پوچھیں کہ کیا تم سچ مچ یہ مانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں ہوں اور تمہارے لئے بیٹے، کیا اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو پیدا کیا تم دیکھ رہے تھے کہ وہ مادہ ہیں نر نہیں، سنو! اوّل تو تمہارا سرے سے یہی خیال غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے، پھر یہ کہنا اور بھی غضب ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹے چھوڑ کر بیٹیاں پسند کیں۔

فَاسْتَفْتِهِمْ: ان آیتوں میں کافروں کے اسی عقیدے کی تردید کیلئے دلیلیں پیش کی گئی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اوّل تو تمہارا یہ عقیدہ خود تمہارے عرف اور رسم ورواج کے لحاظ سے بالکل غلط ہے؛ اس لئے کہ تم بیٹیوں کو عار سمجھتے ہو، اب جو چیز تمہارے اپنے لئے عار ہے وہ اللہ تعالیٰ کیلئے کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟ پھر تم نے جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا ہے اس کی تمہارے پاس دلیل کیا ہے؟ کسی دعوے کو ثابت کرنے کیلئے تین قسم کی دلیلیں پیش کی جا سکتی ہیں، ایک مشاہدہ، دوسرے تحریری دلیل یعنی کسی ایسی ذات کا قول جس کی سچائی مانی جاتی ہو، تیسرے عقلی دلیل، جہاں تک دیکھنے کا تعلق ہے ظاہر ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو فرشتوں کو پیدا کرتے ہوئے دیکھا ہی نہیں جس سے فرشتوں کا مونث ہونا معلوم ہو سکتا، لہٰذا دیکھنے کی دلیل تو تمہارے پاس ہے ہی نہیں۔

بے تکی بات

مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ
کیا ہوا تمہیں کیسے فیصلہ کرتے ہو (۱۵۴) کیا پس نہیں دھیان کرتے تم (۱۵۵) یا پاس تمہارے

سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾
سند ہے کھلی (۱۵۶) پس لاؤ! کتاب اپنی اگر ہو تم سچے (۱۵۷)

وَ جَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَ لَقَدْ عَلِمَتِ
اور ٹھہرایا انہوں نے درمیان اللہ کے اور درمیان جنوں کے رشتہ اور البتہ تحقیق جانتے ہیں

الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾
جن کہ وہ ضرور حاضر کئے جائینگے (۱۵۸) پاک ہے اللہ سے اس جو وہ کہتے ہیں (۱۵۹)

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾
مگر بندے اللہ کے پسند کئے ہوئے (۱۶۰) پس تحقیق تم اور جنہیں تم پوجتے ہو (۱۶۱)

مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾
نہیں تم پر اس بہکانے والے (۱۶۲)

بامحاورہ ترجمہ: کیا ہو گیا ہے تم کو، کیسا انصاف کرتے ہو؟ (۱۵۴) کیا تم دھیان نہیں کرتے۔ (۱۵۵) یا تمہارے پاس کوئی کھلی دلیل ہے۔ (۱۵۶) تو لاؤ اپنی کتاب اگر تم سچے ہو۔ (۱۵۷) اور ٹھہرایا انہوں نے خدا اور جنوں کے درمیان رشتہ حالانکہ جنوں کو تو معلوم ہے کہ وہ پکڑے ہوئے آئیں گے۔ (۱۵۸) اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بتاتے ہیں۔ (۱۵۹) مگر جو اللہ تعالیٰ کے چُنے ہوئے بندے ہیں۔ (۱۶۰) سو! تم اور جن کو تم پوجتے ہو۔ (۱۶۱) کسی کو اس کے سامنے سے بہکا کر نہیں لے جا سکتے۔ (۱۶۲)

لفظی تحقیق: فٰتِنِيْنَ: بہکانے والے، چرا کر لے جانے والے۔ "فَاتِنٌ" کی جمع ہے جو (ف ت ن)

سے اسم فاعل ہے "فِتْنَةٌ" کے معنٰی بہکا کر لے جانے کے بھی ہیں، یہاں یہی مراد ہیں۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: آخر تمہیں کیا ہوگیا ہے، تم کیسے فیصلے کرتے ہو، آخر اس فیصلہ کی کہ اللہ اولاد والا ہے اور اولاد بھی بیٹیاں رکھتا ہے، بنیاد کیا ہے؟، عقل تو اس کو نہیں مانتی اور نہ اس کی کوئی دلیل ہے اور نہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ فرمایا ہے، پھر آخر یہ خیال پیدا ہوا تو کہاں سے؟ کیا تمہارے پاس کسی کتاب کی کوئی سند ہے، کیا کوئی اللہ تعالیٰ کی کتاب تمہارے پاس ہے جس میں یہ عقیدہ سکھایا گیا ہے؟، اگر ہے تو لاؤ! ہم بھی دیکھیں کہ اس میں کیا لکھا ہے؟

آگے ارشاد ہے کہ: اگر ان سے پوچھا جائے کہ بغیر شادی کے اللہ تعالیٰ کے ہاں اولاد کیسے ہوگئی تو کہتے ہیں کہ معاذ اللہ وہ جنوں کا داماد ہے، (استغفر اللہ) اللہ تعالیٰ کی شادی جنوں کے سرداروں کی بیٹیوں سے ہوئی اور ان سے جو بیٹیاں پیدا ہوئیں وہ فرشتے ہیں۔

عرب کے لوگ جنوں کو بڑی طاقتور مخلوق مانتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ یہ جسے چاہیں ستا سکتے ہیں اور بہکا کر راستہ سے دور ہٹا کر پریشان کر سکتے ہیں، فرشتوں کو بھی جنوں کی اولاد مانتے تھے، لیکن وہ ستانے والے نہیں نیکی کرنے والے تھے، انہی غلط خیالوں کی وجہ سے جنوں کو اللہ تعالیٰ کے سسرال والے اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے، (نعوذ باللہ) اس آیت میں اس بیہودہ عقیدہ کا ردّ ہے کہ جنوں کا حال تو یہ ہے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ مجرموں کی طرح اللہ تعالیٰ کے دربار میں پکڑے ہوئے آئیں گے اور اپنی برائیوں کی سزا پائیں گے، اور جو کچھ تم ان کی بابت کہتے ہو وہ سراسر غلط ہے، اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک ہے جو تم ان کیلئے کہتے ہو، اس کہ نہ کوئی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے، سب اس کے بندے ہیں اور جو اس کی نافرمانی کرے گا گرفتار ہو کر اس کے سامنے آئے گا، صرف وہی لوگ بچیں گے جو اس کے چُنے ہوئے بندے ہیں، ان سرکش لوگوں سے کہہ دو کہ تم اور تمہارے معبودوں میں کوئی طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کو اس کے راستہ سے ہٹا سکیں، تمام قوتوں اور طاقتوں کا مالک وہی اللہ تعالیٰ ہے، کوئی کسی کو بھلائی یا برائی، نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا، سب

کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے۔

انسان کے دل میں اولاد کی خواہش دو وجوہ سے ہوتی ہے، ایک یہ کہ اولاد کے ذریعہ سے اس کا نام باقی رہے گا اور دوسرے یہ کہ بڑھاپے میں اولاد اس کی خدمت کرے، مگر حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ تو ان چیزوں سے بے نیاز ہے، نہ کبھی اس پر بڑھاپا آئے گا کہ دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑے، پھر بھلا! اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد تجویز کرنا کس قدر بے وقوفی کی بات ہے، خاص طور پر بیٹیوں کو یہ تو بہت ناانصافی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ نے "سورۃ النحل" میں اس بات کا ذکر کیا ہے، عرب کا کوئی مشرک کسی مجلس میں بیٹھا ہوتا اور وہاں آ کر اسے کوئی خبر دیتا ہے تمہارے ہاں بچی پیدا ہوئی ہے تو غم کے مارے اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور رنج کی وجہ سے دم گھٹنے لگتا، اسے لڑکی کی پیدائش سے اس قدر نفرت ہوتی، یہ خبر سن کر وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا اور پھر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ آیا ذلت برداشت کرنے کیلئے اس لڑکی کو زندہ رہنے دے" یا اسے زندہ زمین میں گاڑ دے (آیت: ۵۹)"۔

فرشتوں کا حال

اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿١٦٣﴾ وَ مَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿١٦٤﴾

مگر اسے جو کہ وہ داخل ہونیوالا ہے دوزخ میں (۱۶۳) اور نہیں ہم میں کوئی مگر لئے اسکے ایک جگہ ہے مقرر (۱۶۴)

وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿١٦٥﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿١٦٦﴾

اور تحقیق ہم البتہ ہم ہی صف باندھنے والے ہیں (۱۶۵) اور تحقیق ہم البتہ ہم ہی تسبیح کرنے والے ہیں (۱۶۶)

بامحاورہ ترجمہ: مگر اسی کو جو دوزخ پہنچنے والا ہے۔ (۱۶۳) اور (فرشتوں نے کہا) ہم میں جو بھی ہے اس کی ایک جگہ مقرر ہے۔ (۱۶۴) اور ہم ہی صف باندھنے والے ہیں۔ (۱۶۵) اور ہم ہی پاکی بیان کرنے والے ہیں۔ (۱۶۶)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: تم اور تمہارے جھوٹے معبود کسی کو بہکا کر اللہ تعالیٰ کے راستے سے نہیں ہٹا سکتے مگر اسی کو جو

اپنے بُرے عملوں کی وجہ سے دوزخ میں جانے والا ہے، یہ تو جنوں کا حال ہوا، اب رہے فرشتے تو ان کے منہ سے خود سُن لو کہ وہ کیا کہتے ہیں، کیونکہ وحی لانے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جو بڑے مرتبے والے فرشتے ہیں؛ اس لئے انہی کی زبانی کہلوا دیا گیا کہ ہم میں سے ہر فرشتہ کی ایک جگہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہے، کسی کی مجال نہیں کہ اپنی جگہ سے ہٹ سکے، ہم سب اپنی اپنی جگہ صف باندھے کھڑے رہتے ہیں، ہر ایک اس انتظار میں رہتا ہے کہ اسے جو حکم ملے فوراً پورا کرے، ہم سب زبان اور عمل سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے رہتے ہیں، اس کی تسبیح ہمارا ہر وقت کا کام ہے، ہم کوئی کام بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے نہیں کرتے، ہم اپنی طرف سے کسی سے کچھ نہیں کہتے، نہ کسی کی کچھ مدد کرتے ہیں، جب جنّ اور فرشتے سب اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز ہیں تو ان کا اس کی خدائی میں کیا دخل ہوسکتا ہے؟ وہ ہر لحاظ سے پاک ہے، جو شخص اس کی ذات یا صفات میں شریک بنائے گا وہ خود بحیثیت مجرم کے خدا کی بارگاہ میں گرفتار کرکے پیش کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا لشکر جیتے گا

وَ اِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦٨﴾

اور تحقیق تھے یہ البتہ کہا کرتے تھے (۱۶۷) اگر ہوتی پاس ہمارے یادداشت پہلوں کی (۱۶۸)

لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٧٠﴾

البتہ ہوتے ہم بندے اللہ کے چنے ہوئے (۱۶۹) پس انکار کردیا اس کا پس عنقریب جان لیں گے (۱۷۰)

وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ

اور البتہ تحقیق پہلے ہو چکا فیصلہ ہمارا واسطے بندوں اپنے بھیجے ہوؤں کے (۱۷۱) تحقیق وہی البتہ وہی

الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾

مدد یافتہ ہوں گے (۱۷۲) اور تحقیق لشکر ہمارا البتہ وہی غالب رہتا ہے (۱۷۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور یہ تو کہا کرتے تھے۔ (۱۶۷) اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کا کچھ حال ہوتا۔ (۱۶۸)

تو ہم اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہوتے۔(۱۶۹) سو اس سے منکر ہو گئے اب آگے جان لیں گے۔(۱۷۰) اور ہمارا حکم ہمارے بندوں کے حق میں جو کہ پیغمبر ہیں پہلے ہو چکا۔(۱۷۱) بیشک مدد انہی کی کی جاتی ہے۔(۱۷۲) اور بیشک ہمارا ہی لشکر غالب رہے گا۔(۱۷۳)

لفظی تحقیق: اِنْ: تحقیق۔"اِنَّ" کا مخفف ہے"جُنْد"لشکر، کسی کے مددگاروں اور طرفداروں کے گروہ کو اس کا"جُنْد" کہتے ہیں۔

تفسیر

اب مکہ والوں کا حال بیان کیا جاتا ہے، یہ لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کے منہ سے پہلے پیغمبروں کا حال سنتے تو کہتے کاش! ہمارے پاس کوئی پیغمبر اللہ تعالیٰ کی کتاب لیکر آیا ہوتا تو ہم دنیا میں سب سے آگے بڑھ جاتے اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں میں ہوتے، ارشاد ہے کہ یہ تو کہا کرتے تھے کہ پہلے لوگوں کو جو اچھی باتیں نصیب ہوئیں، اگر ہمیں ان کا حال معلوم ہوتا اور ہمیں بتایا جاتا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا حکم مان کر کیا کیا انعام پائے تو ہم بھی دنیا میں کچھ کر کے دکھاتے؟ لیکن جب ہمارے پیغمبر اگلے لوگوں کا حال لیکر ان کے پاس آئے تو وہ پیغمبروں کا انکار کر بیٹھے، اب یہ اس انکار کا نتیجہ بھگتیں گے، ہمارے ہاں تو پیغمبروں کے حق میں پہلے ہی فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ یہی لوگ کامیاب ہوں گے اور ان کے دشمن ناکام ہوں گے، عزت اور غلبہ انہی کو نصیب ہوگا، جو ہمارے لئے تکلیفیں اٹھائیں گے اور ہمارے فرمانبردار بن کر رہیں گے۔

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ: اور بالآخر ہمارا لشکر ہی غالب آئے گا، اس لشکر سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور ان کے پیروکار مراد ہیں، سچے مؤمن ہی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر جان و مال کی قربانی پیش کرتے ہیں بیشک انہی کی مدد کی جاتی ہے، مگر اس کیساتھ امتحان بھی آتا ہے، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مختلف سورتوں میں کیا ہے، جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور اس کے نیک بندے آزمائش پر پورا اترتے ہیں تو پھر غلبہ بھی انہی کو حاصل ہوتا ہے۔

عذاب کی پیش گوئی

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّ اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾

پس منہ موڑ لیں سے ان تک ایک وقت (۱۷۴) اور دیکھتے رہیں انہیں پس عنقریب وہ دیکھ لیں گے (۱۷۵)

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ

پس کیا عذاب ہمارے کو جلدی مانگتے ہیں (۱۷۶) پھر جب اترے گا میدان انکے میں تو بری ہوگی

صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾

صبح ڈرائے گیوں کی (۱۷۷)

بامحاورہ ترجمہ: سو! (جب یہ بات طے ہے کہ آپ غالب آنے والے ہیں تو) آپ ان سے ایک وقت تک منہ موڑ لیں۔ (۱۷۴) اور آپ دیکھتے رہیں عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔ (۱۷۵) کیا ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں۔ (۱۷۶) پھر جب (یہ عذاب) ان کے گھروں کے سامنے اترے گا تو بری ہوگی صبح ڈرائے ہوؤں کی۔ (۱۷۷)

لفظی تحقیق: سَاحَةٌ: میدان۔ گھروں کے بیچ کا میدان جس میں کچھ بنا ہوا نہ ہو، اس سے مراد ان کی بستی اور محلے ہیں۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے، بات وہی ہے جو ہم نے کہہ دی اور ہمارے پیغمبروں کا اور ہماری کتاب کا انکار کر کے ان کا انجام برا ہوگا، اے ہمارے پیغمبر! آپ ان سے کچھ دنوں کیلئے منہ پھیر لیں اور ان کا حال دیکھتے رہیں اور کچھ نہ کہیں تھوڑے ہی دنوں میں یہ لوگ اپنی نافرمانی کا نتیجہ دیکھ لیں گے، ان کی اکڑفوں کچھ کام نہ آئے گی، ہمارے پیغمبروں کو ہی فتح نصیب ہوگی۔

فرمایا کہ: ہمارے عذاب اور پکڑ کیلئے جلدی مچاتے ہیں، ان سے کہہ دو کہ جب تمہارے سر پر ہمارا عذاب آپڑے گا تو ان لوگوں کا بُرا حال ہوگا، جنہیں اس وقت ڈرایا جارہا ہے اور وہ اس ڈرانے کو کچھ نہیں سمجھتے یہ پیش گوئی جو ہو بہو پوری ہوئی، پہلے بدر کی جنگ میں مارے گئے، اس کے بعد فتح مکہ میں پورا فیصلہ ہی ہو گیا۔

فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ: جب عذاب ان کے صحن میں اترے گا تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت ہی بُری ہوگی، جب ہمارا عذاب آجائے گا تو پھر یہ بچ نہیں سکیں گے اور ان کا انجام بہت بُرا ہوگا۔

پیغمبر ﷺ نے صبح کے وقت خیبر پر حملہ کیا جبکہ اس وقت وہ لوگ کھیتی باڑی کیلئے اپنے کھیتوں کی طرف جارہے تھے، جب انہوں نے اسلامی لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے بخدا یہ تو محمد نظر آتے ہیں، پیغمبر ﷺ نے فرمایا: خیبر اجڑ گیا، جب ہم کسی قوم کے صحن میں اتریں گے تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بُری ہوگی، چنانچہ خیبر پر حملہ کے نتیجے میں جنگ ہوئی، خیبر فتح ہوا اور وہ سارا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

ویسے بھی اکثر نافرمان قوموں پر صبح کے وقت ہی عذاب آیا ہے، لوط علیہ السلام کی قوم کا حال دیکھ لیں، فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو تسلی دی اور کہا کہ آپ اپنے گھر والوں کو لیکر راتوں رات نکل جائیں کیونکہ اس نافرمان قوم پر عذاب آنے والا ہے، ان کیلئے عذاب کے وعدے کا وقت صبح ہے اور کیا صبح اب قریب نہیں ہے۔

پھر عذاب کی پیش گوئی

وَ تَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّ اَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اور منہ موڑ لیں ان سے تک ایک وقت (۱۷۸) اور دیکھتے رہیں پس عنقریب وہ بھی دیکھ لینگے (۱۷۹)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى

پاک ہے رب آپ کا رب عزت والا اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں (۱۸۰) اور سلام ہے پر

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٢﴾

پیغمبروں (۱۸۱) اور ساری خوبی لئے اللہ کے ہے رب سارے جہان کا (۱۸۲)

ع ۵ ۹

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور آپ ایک وقت تک ان سے منہ موڑ لیں۔(۱۷۸) اور آپ دیکھتے رہیں عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے۔(۱۷۹) آپ کا رب ان چیزوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔(۱۸۰) اور سلام ہے پیغمبروں پر۔(۱۸۱) اور خوبی ساری اللہ تعالیٰ کیلئے جو سارے جہان کا رب ہے۔(۱۸۲)

تفسیر

پہلے ارشاد ہوا کہ: یہ لوگ اسلام کا انکار کر کے اور اس سے منہ موڑ کر کچھ اچھا پھل نہ پائیں گے، یہ اپنے کفر اور انکار کی سزا میں جلدی پکڑے جانے والے ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تھا کہ ان سے ابھی کچھ نہ کہو، یہ جو چاہیں کرنے دو، ہم نے فیصلہ کیا ہوا ہے، آخر کار ہمارے پیغمبروں کا ہی بول بالا رہے گا، انہی کو کامیابی نصیب ہوگی اور ہمارے طرفدار اور فرمانبردار ہی آخر کار غالب رہیں گے، اگر یہ لوگ ہمارے عذاب میں جلدی کرتے ہیں تو یہ ان کہ انتہائی نادانی ہے، جس وقت ہمارا عذاب ان پر آیا تو ان کی بری گت بنے گی۔

یہ دنیا کے عذاب سے متعلق تھا، چنانچہ تھوڑے ہی دن بعد لڑائیاں شروع ہوئیں، کافر تباہ ہوئے اور اسلام کی فتح ہوئی، ان آیتوں میں دوبارہ جس سزا کا ذکر کیا گیا ہے یہ آخرت کے عذاب کی طرف اشارہ ہے، یعنی: یہ کیا بڑھ چڑھ کر باتیں بنا رہے ہیں، دنیا کی تباہی ذلت اور رسوائی تو رہی الگ، مرنے کے بعد بھی یہ اپنے بُرے عملوں کا بُرا پھل پائیں گے اور اگر بے ایمان مرے تو دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

آگے ارشاد ہے کہ: یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بابت جو کچھ کہتے ہیں وہ اس سے بالکل پاک ہے، اس کا سلام رحمتیں اور برکتیں اس کے پیغمبروں پر اترتی رہتی ہیں، اس کی ذات پاک میں ساری خوبیاں جمع ہیں، وہ سارے جہانوں کا پالنے والا ہے، محافظ اور سب کی ضرورتوں کا پورا کرنے والا ہے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ: آپ کا پروردگار جو تمام عزتوں کا رب ہے وہ پاک ہے اُن چیزوں سے جو یہ لوگ اپنی زبانوں سے بیان کرتے ہیں، مطلب یہ کہ ان لوگوں کی کفر و شرک کی باتیں اللہ تعالیٰ

کیلئے اولاد کا عقیدہ رکھنا، فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دینا اور جنوں کے سرداروں کی بیٹیوں کو اللہ تعالیٰ کی بیوی کہنا، دوخداؤں پر اعتقاد رکھنا، اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اس کے علم یا قدرت میں کسی کو شریک بنانا، یہ سب بیہودہ باتیں ہیں جن سے نفرت کا اظہار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک ہے۔

"طبرانی شریف" کی روایت میں آتا ہے کہ جس شخص نے یہ آخری تین آیتیں نماز کے بعد تین دفعہ تلاوت کیں اس نے گویا اپنے لئے پورا پورا اجر لے لیا، کم از کم ایک مرتبہ تو ضرور پڑھ لینی چاہئیں، کسی مجلس میں بیٹھ کر طرح طرح کی باتیں ہوتی ہیں؛ اس لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ ہر مجلس کے اختتام پر بھی یہ آیت تلاوت کر لینی چاہئے، اگر ان آیتوں کے آخر میں یہ بھی کہہ دیا جائے "سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ" تو اللہ تعالیٰ اس مجلس کی ساری غلطیاں معاف فرمادے گا، ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہے، جس سے عقیدہ درست ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بھی ہے اور پیغمبروں پر سلام کا ذکر بھی ہے اور یہ آیاتِ وردبھی ہیں، یہ ساری سورۃ کا خلاصہ ہے جو آخر میں بیان کر دیا گیا ہے، ہمیں بھی چاہئے کہ صبح وشام اس کو پڑھ لیا کریں۔

احکام ومسائل

ان آیتوں پر "سورۂ صافات" کو ختم کیا گیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس حسین خاتمے کی تشریح کیلئے دفتر چاہئیں، مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین مختصر آیتوں میں سورۃ کے تمام مضمونوں کو سمیٹ دیا ہے، سورۃ کی ابتدا توحید کے بیان سے ہوئی تھی، جس کا حاصل یہ تھا کہ مشرک جو باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک ہے، چنانچہ پہلی آیت میں اسی طویل مضمون کی طرف اشارہ ہے، اس کے بعد سورۃ میں پیغمبروں کے واقعات بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ دوسری آیت میں ان کی طرف اشارہ ہے، اس کے بعد کھول کھول کر کافروں کے غلط عقیدے کی تردید کر کے یہ بھی بتادیا گیا تھا کہ غلبہ بالآخر حق والوں کو حاصل ہوگا، ان باتوں کو جو بھی شخص عقل وبصیرت کی نگاہ سے پڑھے گا وہ بالآخر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء پر مجبور ہوگا، چنانچہ اسی حمد وثناء پر سورۃ کو ختم کیا گیا ہے۔

اس کیساتھ ساتھ یہ تعلیم بھی دیدی گئی ہے کہ ایک مؤمن کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے ہر مضمون، ہر خطبے اور ہر مجلس کا اختتام اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے اور اس کی حمد وثناء پر کرے، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی بار سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ختم ہونے کے بعد یہ آیتیں تلاوت فرماتے تھے:

"سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن اسے بھرپور پیمانے سے اجر ملے، اسے چاہئے کہ وہ اپنی ہر مجلس کے آخر میں یہ پڑھا کرے:

"سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾"

سورۂ صٓ

یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی، اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستانے پر مکہ والوں نے کمر باندھ رکھی تھی تا کہ وہ کسی طرح اسلام کی تبلیغ کو چھوڑ دیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت اپنے چچا ابوطالب کی سرپرستی میں تھے، آپ نے ان کو بار بار فرمایا کہ: چچا آپ اسلام میں داخل ہوجاؤ اور ان کافروں کا دین چھوڑ دو تا کہ مرنے کے بعد آخرت کے عذاب سے بچ سکو، مگر وہ اپنی قوم کا دین چھوڑنے کیلئے تیار نہ ہوئے، ادھر کافروں نے ان پر زور ڈالا کہ وہ اپنے بھتیجے کو بتوں کی مذمّت سے روکیں یا انہیں ان کے حوالے کردیں۔

سورۃ کی پہلی آیتوں میں ان کافروں کی ہٹ دھرمی پر انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرایا گیا ہے اور ان سے کہا گیا ہے کہ تم جو اسلام کے خلاف باتیں بناتے ہو یہ سراسر کفر ہے، تم سے پہلے جن قوموں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلایا وہ برباد ہوگئیں، اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر اترا، پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہے کہ کافروں کی باتوں کو صبر کیساتھ برداشت کریں، اس کے بعد حضرت داوٗد علیہ السلام کا ذکر سنایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور ان

کے مخالفوں پر انہیں فتح دی اور وہ سارے ملک کے بادشاہ ہوئے۔

اس کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام بھی بادشاہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کی اور وہ اس میں پورے اترے، اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی حکومت عطاء کی اور فرمانبرداری کے بدلہ میں آخرت کی کامیابی بھی انہیں نصیب ہوئی۔

پھر حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے مصیبت میں بڑے صبر سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ سے امید نہ توڑی، آخر میں انہیں اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور دنیا میں بھی خوشحالی عطاء فرمائی اور آخرت میں بھی اپنی رحمت سے کامیابی عطاء کرے گا۔

اس کے بعد دوزخیوں کا حال اور جنتیوں کی کیفیت بڑے دل پر اثر کرنے والے طریقہ سے بیان کی گئی ہے، پھر حضرت آدم علیہ السلام کا بیان کر کے سمجھایا گیا ہے کہ شیطان ان کا اور ان کی اولاد کا قیامت تک دشمن ہے، اس کے ہتھکنڈوں سے بچو، پیغمبر کی نصیحت بے لوث ہے اُسے نہ سُنا تو پچھتاؤ گے۔

اٰیاتہا - ۸۸ | سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ | رکوعاتہا - ۵

سورۃ ص مکی ہے، اس میں اٹھاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

کافروں کا رویّہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝١ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ

صاد | قسم ہے قرآن | یاد دلانے والے کی (۱) بات یہ ہے کہ | یہ لوگ | جو کافر ہیں | میں | گھمنڈ

وَّ شِقَاقٍ ② كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ
اور مخالفت (۲) کتنی ہی ہلاک کردیں ہم نے سے پہلے ان جماعتیں پس پکارا انہوں نے اور

لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ③
نہ تھا وقت بچ نکلنے کا (۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ صٓ۔قسم ہے اس سمجھانے والے قرآن کی۔(۱) بلکہ جو لوگ منکر ہیں غرور اور مقابلہ میں ہیں(۲) ان سے پہلے ہم نے بہت سی جماعتیں ہلاک کردیں، پھر لگے پکارنے اور خلاصی کا وقت نہ رہا۔(۳)

لفظی تحقیق: عِزَّةٌ: قوت، بڑائی۔ یہ لفظ "سورۃ البقرہ" میں گزر چکا ہے، یہاں بھی اس سے وہی مراد ہے جو وہاں ہے، یعنی: تکبر، غرور، گھمنڈ۔ شِقَاقٍ: مخالفت کرنا۔ مصدر باب مفاعلہ ہے (ش ق ق) سے "شَقٌّ" کے معنٰی چیرنا، پھاڑنا، توڑنا، "شِقَاق" مخالفت کرنا، لڑنا، دشمنی کرنا۔ لَاتَ: نہ تھا، نہ رہا تھا۔ حرف نفی ہے "لَيْسَ" کا معنٰی ہے اور عمل بھی لیس ہی کا کرتا ہے، لیکن اس کے بعد زمانہ یا اس کا ہم معنٰی لفظ آتا ہے اور اکثر اس کا اسم محذوف ہوتا ہے۔ مَنَاصٌ: بچ کر بھاگنا، خلاصی۔ مصدر میمی ہے (ن و ص) سے "نوص" اور "مناص" دونوں کے معنٰی ہیں خطرہ کے وقت بچ نکلنا۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: قرآن مجید میں انسانوں کیلئے نصیحت اور خیر خواہی کی باتیں ہیں، اس میں تو انسانوں کو وہ باتیں یاد دلائی گئی ہیں جنہیں وہ اپنی خواہشوں کے پھندے میں پھنس کر بھول بیٹھے ہیں۔

یہ لوگ جو قرآن مجید کی بات نہیں سنتے اس کہ وجہ یہ ہے انہیں اپنی قوت اور زور پر گھمنڈ ہے اور وہ یہ نہیں چاہتے کہ ان کے مقابلہ میں دوسرے کی بات اونچی ہو اور انہیں اس کے آگے نیچا دیکھنا پڑے؛ اس لئے یہ اس سے لڑنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں، انہیں سنا دو کہ ان سے پہلے ہم نے بہت سے سرکش گروہوں کو تباہ و برباد کردیا ہے، پھر جب ان کے سر پر عذاب آیا تو فریاد کرنے لگے لیکن اس وقت چیخ و پکار بیکار تھی، عذاب سے بچ کر بھاگنے

کا وقت ہی نہ رہا تھا۔

شانِ نزول

ان آیتوں کا پس منظر یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب مسلمان نہ ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری مدد کر رہے تھے، جب وہ ایک بیماری میں مبتلا ہوئے تو قریش کے بڑے بڑے سردار جمع ہوئے، جس میں ابوجہل، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث اور دوسرے سردار بھی شریک ہوئے، مشورہ یہ ہوا کہ ابوطالب بیمار ہیں اگر وہ اس دنیا سے گزر گئے اور اس کے بعد ہم نے محمد کو ان کے نئے دین سے باز رکھنے کیلئے کوئی سخت قدم نہ اٹھایا تو عرب کے لوگ ہمیں یہ طعنہ دیں گے کہ جب تک ابوطالب زندہ تھے اس وقت تک تو یہ لوگ محمد کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور جب ان کا انتقال ہوگیا تو انہوں نے محمد کو ستانا شروع کر دیا، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم ابوطالب کی زندگی ہی میں ان سے محمد کے معاملہ کو نمٹالیں تاکہ وہ ہمارے معبودوں کو بُرا کہنا چھوڑ دیں۔

چنانچہ یہ لوگ ابوطالب کے پاس پہنچے اور جا کر ان سے کہا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتا ہے، آپ انصاف سے کام لیکر ان سے کہئے کہ وہ جس خدا کی چاہیں عبادت کریں لیکن ہمارے معبودوں کو کچھ نہ کہیں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بتوں کو بُرا نہیں کہتے بلکہ آپ ان سے کہتے تھے کہ یہ بے بس اور بے جان ہیں، نہ تمہیں پیدا کرنے والے ہیں اور نہ روزی رزق دینے والے، نہ تمہارا کوئی نفع نقصان ان کے قبضہ میں ہے، ابوطالب نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجلس میں بلوایا اور آپ سے کہا کہ بھتیجے! یہ لوگ تمہاری شکایت کر رہے ہیں کہ تم ان کے معبودوں کو بُرا کہتے ہو، انہیں اپنے مذہب پر چھوڑ دو اور تم اپنے خدا کی عبادت کرتے رہو، اس پر قریش کے لوگ بھی بولتے رہے۔

بالآخر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، چچا جان! کیا میں انہیں اس چیز کی دعوت نہ دوں جس میں ان کی بہتری ہے؟، ابوطالب نے کہا، وہ کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میں ان سے ایک ایسا کلمہ کہلوانا چاہتا ہوں جس کے ذریعے سارا عرب ان کے تابع ہوجائے اور یہ پورے عجم کے مالک ہوجائیں، اس پر ابوجہل نے

کہا، بتاؤ وہ کلمہ کیا ہے؟ تمہارے باپ کی قسم! ہم ایک کلمہ نہیں دس کلمے کہنے کو تیار ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: بس! "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہہ دو، یہ سُن کر تمام لوگ کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے! کیا ہم سارے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک کو اختیار کر لیں؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے، اسی موقعہ پر "سورۃ صٓ" کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

دل کی اُلجھن

وَ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۫ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ

اور تعجب کیا کہ آیا پاس ان کے ایک ڈرانے والا میں سے انہی اور کہنے لگے انکار کرنے والے

هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا

یہ جادوگر ہے جھوٹا (۴) کیا کر دیا سارے معبودوں کو معبود ایک تحقیق یہ ہے

لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝۵

البتہ ایک چیز تعجب کی (۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور اس بات پر کہ ان کے پاس ایک ڈرانے والا آیا ہے انہیں میں سے، تعجب کرنے لگے اور منکر کہنے لگے کہ یہ شخص (معجزوں کے بارے میں) جادوگر ہے اور (نبوت کے دعووں میں) جھوٹا ہے۔ (۴) کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کے بدلے ایک معبود بنا دیا، یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔ (۵)

تفسیر

قرآن مجید میں انسان کیلئے وہ ہدایتیں موجود ہیں جن میں اس کا بھلا ہی بھلا ہے، ان پر چل کر دنیا کی زندگی کے سارے غم دور ہو سکتے ہیں، اس کے علاوہ وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی دوسرے جہان کی زندگی شروع ہوگی، قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کرنے سے مرنے کے بعد کی زندگی بھی سنور

جائے گی، ورنہ بہت بری گت بنے گی، ان باتوں کے سننے سے اور ان کو ماننے سے انسان کو کونسی چیز روکتی ہے، پہلے ارشاد ہوا کہ: وہ غرور ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھے اور اگر وہ اس کے خلاف کچھ کہیں تو لڑنے اور مرنے کو تیار ہو جائے، مکہ کے کافروں کو اسی بات نے دنیا اور آخرت دونوں سے کھو دیا۔

ارشاد ہے کہ: وہ اپنے کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے، انہوں نے پیغمبروں کی بابت کہا کہ یہ جادوگر اور جھوٹا ہے، جو ہمیں ہمارے کاموں پر ٹوکتا ہے اور ڈراتا ہے کہ میرا کہنا نہ مانا تو عذاب میں گرفتار ہوگے، کہنے لگے ہو نہ ہو یہ باتیں اس نے اپنے دل سے گھڑی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بن بیٹھا ہے، بھلا! غور تو کرو ہمارے دیوتاؤں کے بدلے فقط ایک اللہ کو پوجنے کیلئے کہتا ہے کہ سارے جہان کا انتظام ایک معبود کے سپرد کر دیا جائے اور ان سارے معبودوں کو چھوڑ دیا جائے یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کی اور نہ ہی ہم نے اپنے بڑوں سے سُنی۔

بے رُخی

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ

اور چل دیئے سردار میں سے ان کہ چلو اور جمے رہو پر معبودوں اپنے

اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ

تحقیق یہ البتہ ایک چیز ہے اپنے مقصد کی (۶) نہیں سنا ہم نے یہ میں دین پچھلے

اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝

نہیں یہ مگر ایک من گھڑت بات (۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور ان میں سے سردار یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ اپنے معبودوں کی عبادت پر جمے رہو، بیشک یہ تو کوئی اپنے مطلب کی بات ہے۔ (۶) ہم نے پچھلے دین میں یہ بات نہیں سنی اور کچھ نہیں یہ تو ایک

بنائی ہوئی بات ہے۔(۷)

تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: ان کے بڑے کہنے لگے کہ چلو چلیں یہ تو اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں، تم اپنے معبودوں کی حمایت میں ڈٹ جاؤ یہ تو ہم سب پر اپنا حکم چلانا چاہتا ہے اور ہم سب کا بڑا بن کر بیٹھنا چاہتا ہے، جو بات یہ کہتا ہے پہلے دین میں ہوتو ہو، ہمارے باپ دادا کے دین میں جو سب سے آخری دین ہے یہ بات ہم نے نہ سُنی، نہ دیکھی، یہ اس نے اپنے دل سے ایک بے اصل بات گھڑلی ہے جو بالکل انوکھی ہے۔

مَاسَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ: پچھلی امت میں تو ہم نے ایسی کوئی بات نہیں سُنی، پچھلی ملّت سے مراد یا تو ان کے باپ دادا ہیں اور یا پھر اس سے عیسائی مراد ہیں، کہتے تھے کہ عیسائی بھی تو آسمانی کتاب والے ہیں مگر انہوں نے کبھی ایک معبود کو ماننے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ وہ بھی تین خداؤں باپ، بیٹا اور مریم کو مانتے ہیں، بھلا! محمد نے ایک معبود کا نظریہ کہاں سے پیش کردیا کہ نہ ہمارے باپ دادا اس نظریہ سے باخبر تھے اور نہ پہلے مذہب والے اس کو مانتے تھے، معلوم ہوتا ہے یہ تو محض من گھڑت بات ہے کہ معبود صرف ایک ہے، بھلا! ایک ہی خدا دنیا کے سارے کاموں کو کیسے پورا کرسکتا ہے؟

حقیقت کا اظہار

ءَ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ

کیا | اتارا گیا | پر اسی | نصیحت | سے | درمیان ہمارے | کچھ نہیں | وہ | میں | شک | سے

ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَاۗىِٕنُ

نصیحت میری | بات کچھ نہیں | ابھی تک | نہیں چکھا | عذاب میرا (۸) | کیا | پاس ان کے | خزانے

رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ⑨

رحمت کے رب آپکے جو زبردست ہے سب کچھ دینے والا (۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ کیا ہم سب میں سے اسی پر نصیحت اتری بلکہ ان کو میری نصیحت کے بارے میں دھوکا ہے بلکہ انہوں نے ابھی تک میرا عذاب ہی نہیں چکھا۔(۸) کیا ان کے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو زبردست ہے دینے والا۔(۹)

تفسیر

آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں، بھلا! بتاؤ اس کی من گھڑت بات ہم کیسے مان لیں، خیر اگر فرض بھی کرلیں کی یہ جو کچھ ہمیں سنا رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو کیا اس کے اترنے کیلئے بس یہی ایک شخص رہ گیا تھا، اوّل تو اس کے کلام کی شان کا تقاضہ یہ تھا کہ اسے کوئی انوکھا قاصد ہمارے پاس لیکر اترتا، جیسا کہ بادشاہوں کا پیغام اس کے دربار کے خاص ایلچی لیکر پہنچتے ہیں، اس سب سے بڑے بادشاہ کا پیغام اس کا کوئی مقرب فرشتہ لاتا اور اگر آدمی ہی کو لانا تھا تو کم سے کم وہ ایک سردار دولت والا و عزت والا مشہور آدمی ہوتا، کیا اللہ تعالیٰ کو اور کوئی بڑا آدمی ہم سے نہ ملتا تھا جو اس کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔(معاذ اللہ)

بربادی کے کام

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا

کیا ہے ان کی بادشاہت آسمانوں اور زمین اور جو کچھ درمیان ہے دونوں کے پس چڑھ جائیں وہ

فِي الْاَسْبَابِ ⑩ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ⑪

میں سیڑھیوں آسمان کی (۱۰) ایک گروہ ہے یہاں ہارا ہوا میں سے گروہوں (۱۱)

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ⑫

جھٹلایا سے پہلے ان قوم نوحؑ کی اور عاد اور فرعون والے میخوں (۱۲)

وَ ثَمُوْدُ وَ قَوْمُ لُوْطٍ وَّ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ۭ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾
اور ثمود اور قوم لوط کی اور والوں ایکہ وہی طاقت ورگروہ (۱۳)

بامحاورہ ترجمہ: کیا آسمانوں میں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اس میں ان کی کوئی حکومت ہے تو انہیں چاہیے کہ رسیاں تان کر چڑھ جائیں۔ (۱۰) ان سب لشکروں میں ایک لشکر یہ بھی یہاں تباہ ہوا۔ (۱۱) ان سے پہلے جھٹلا چکے ہیں قوم نوح اور عاد اور میخوں والا فرعون۔ (۱۲) اور ثمود اور لوط کی قوم اور ایکہ کے لوگ، وہ بڑے بڑے لشکر۔ (۱۳)

لفظی تحقیق: اَسْبَابِ: وسیلے، ذریعے۔ "سَبَب" کی جمع ہے سبب کے معنٰی ہیں کوئی چیز جس کے ذریعہ یا جس میں سے ہو کر کسی اور چیز یا جگہ کی طرف پہنچا جائے، اس میں رسی، مکان کے دروازے، سواری وغیرہ سب آ گئے، مراد یہ ہے کہ اوپر پہنچنے کے سامان سارے اکٹھے کر لو۔ اَلْاَوْتَادِ: قوت کے سامان۔ یہ "وَتَدٌ" کی جمع ہے، "وَتَدٌ" اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو مضبوطی اور قوت حاصل ہو، "ذُوالْاَوْتَادِ" سے وہ شخص مراد ہے جس کے پاس قوت اور دبدبے کے سارے اسباب مہیا ہوں۔ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ: ایکہ والے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا لقب ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: کیا زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں پر ان کی بادشاہی ہے، اچھا تو پھر اوپر پہنچے کے سامان اکٹھے کریں اور وہاں پہنچ کر جیسے چاہیں اس کا انتظام کریں، کچھ نہیں کچھ لوگوں کا گروہ ہے جو پٹا اور ہارا ہوا ہے اور انہی جتھوں میں سے ایک ہے جو ان سے پہلے ہلاک ہو چکے ہیں، وہ بھی بڑے طاقتور اور مضبوط جتھے تھے، حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، عاد متکبر اور طاقتور فرعون، ثمود، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم یہ اپنے اپنے زمانے میں کیا کچھ نہ تھے، پھر آج وہ کہاں ہیں اور ان کا انجام کیا ہوا۔

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا: کیا ان کے پاس زمین و آسمان اور ان کے

درمیان کی بادشاہی ہے کہ اس بادشاہی کے تحت حاصل شدہ اختیارات سے وہ جس کو چاہیں پیغمبر بنا دیں اور جس پر چاہیں نصیحت اتار دیں، یا پھر جس کے متعلق چاہیں اسے پیغمبر بننے اور کتاب لانے سے روک دیں، آخر ان کے پاس کون سے اختیارات ہیں جن کی بناء پر یہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر اور اس پر اتاری ہوئی نصیحت کا انکار کر رہے ہیں؟

فرمایا: یہ سب ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے ورنہ ان کے پاس کوئی اختیار نہیں اور اگر ان کو کوئی اختیار حاصل ہے تو آسمان پر چڑھ جائیں اور پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والی وحی کو روک دیں، فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس کچھ نہیں اور ان کا انکار محض ناحق ہے۔

اگلی قوموں کی سرکشی

فرمایا: مکہ کے کافر کوئی نئی سرکش قوم اور جماعت نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کے باغی ہمیشہ سے چلے آرہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کیساتھ ان کے حال کے مناسب سلوک کرتا رہا ہے، دیکھو! اس سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو جھٹلا چکی ہے، ان قوموں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اکثر سورتوں میں کیا ہے جنہوں نے غرور و تکبر کیا، اپنی قوم پر ناز کیا، پیغمبروں کو جھٹلایا اور ان کو اذیتیں پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا، اور میخوں والے فرعون نے موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ساری قوم کو سمندر میں ڈبو دیا، میخوں والے سے مراد ہے کہ فرعون کے پاس نہایت اعلیٰ قسم کا ساز و سامان تھا، حتیٰ کہ اس کے خیمے کی میخیں اور گھوڑوں کی نعلیں بھی سونے کی بنی ہوئی تھیں، بعض کہتے ہیں کہ فرعون کو میخوں والا اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ظالم تھا اور جس کو سخت سزا دینی ہوتی تھی اس کے ہاتھ اور پاؤں میں چار میخیں ٹھوک کر وحشیانہ طریقے سے ہلاک کرتا تھا۔

اور ثمود کی قوم کا عبرت ناک حال بھی قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں بیان ہوا، انہوں نے اپنے پیغمبر کا انکار کیا اور اس کو اذیت پہنچائی، اور لوط علیہ السلام کی قوم کا حال بھی پڑھ لیں، ان میں لڑکوں کیساتھ بدفعلی کی بُری عادت پائی جاتی تھی، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے مذاق کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تم بڑے پاکباز بنے پھرتے ہو

ہماری بستی سے نکل جاؤ۔

اور ایکہ والوں پر بھی ایک عبرت کی نظر ڈال لیں، اُن کی طرف اور مدین والوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا تھا، یہ لوگ جنگل میں ایک بستی میں آباد تھے جو کہ ایک کھلے راستے پر واقع تھی، انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلایا اور پھر عذاب میں مبتلا ہوئے۔

کفر کا انجام

اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَ مَا يَنْظُرُ ع ۱۴ ۱۰

نہیں کوئی ان میں مگر جھٹلایا اس نے پیغمبروں کو پس آ پڑا عذاب میرا (۱۴) اور نہیں انتظار کررہے

هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَ قَالُوْا رَبَّنَا

یہ لوگ مگر چیخ ایک نہیں لئے جس کے وقفہ (۱۵) اور کہا انہوں نے اے رب ہمارے

عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾

جلدی دے ہمیں حصہ ہمارا پہلے دن حساب کے (۱۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ یہ جتنے بھی تھے سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا پس میری طرف سے ان پر عذاب آ گیا۔ (۱۴) اور یہ لوگ نہیں انتظار کررہے مگر ایک چیخ جس میں وقفہ نہیں ہوگا۔ (۱۵) اور کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمارا حصہ جلدی دیدے ہمیں حساب کے دن سے پہلے۔ (۱۶)

لفظی تحقیق: فَوَاقٍ: وہ وقفہ۔ جو دودھ نکالتے وقت دو دھاروں کے بیچ میں ہوتا ہے، کیونکہ دودھ ایک دم نہیں نکلتا، تھوڑا تھوڑا نچوڑ کر نکالا جاتا ہے، مراد یہ ہے کہ وہ چیخ لگاتار جاری رہے گی بیچ میں وقفہ نہ ہوگا۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان پہلے گروہوں نے جن کا ذکر کیا گیا اپنے غرور اور گمان میں پھنس کر سب کے سب نے

پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا، انہیں اپنی شان وشوکت کے سامنے کچھ نہ سوجھا اور سرکشی کی راہ اختیار کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سزا کے حقدار ٹھہرے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: میں نے ان کی سرکشی کی سزا میں انہیں پکڑا، اے پیغمبر! یہ جو آپ کا کہنا نہیں مانتے ان کی تو اُن کے سامنے کچھ حقیقت ہی نہیں، جب وہ اتنے مضبوط اور زور آور ہو کر میرے عذاب سے نہ بچ سکے تو ان کی تو کیا مجال ہے کہ اس سے بچ کر بھاگ جائیں، انہیں ایک زور کی ڈانٹ کا انتظار ہے، وہ ایک ہی کڑک ہوگی جس سے صور کی آواز مراد ہے، یہ آواز بڑے زور کی ہوگی اور ایک سال جاری رہے گی بیچ میں وقفہ نہ ہوگا۔

قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ: جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! جلدی کردے ہمارے لئے ہمارا حساب، حساب کے دن سے پہلے ہی، یعنی: ہمیں جو کچھ دینا ہے وہ اسی دنیا میں دیدے ہم قیامت کے دن کا انتظار نہیں کر سکتے، اصل میں کافر اور مشرک یہ بات مذاق کے طور پر کہتے تھے، جب اللہ تعالیٰ کا پیغمبر انہیں ڈراتا تھا کہ کفر وشرک سے باز آجاؤ ورنہ قیامت والے دن عذاب میں پکڑے جاؤ گے اور پھر تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا، اس پر وہ کہتے تھے کہ تم اپنے لئے جنت کی امید رکھتے ہو اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے ڈراتے ہو، اگر ایسا کوئی وقت آنے والا ہے، حساب کتاب کی منزل آنی ہے اور جزا اور سزا کا فیصلہ ہونا ہے تو ہم اتنی دیر انتظار نہیں کر سکتے، اے ہمارے پروردگار! ہمیں ثواب یا عذاب میں سے جو بھی دینا ہے اسی دنیا میں دیدے تاکہ ہم دیکھ لیں کہ وہ کیسا عذاب ہے جس سے یہ پیغمبر ہمیں خوفزدہ کررہا ہے۔

صبر کی تلقین

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ

صبر کریں پر اس جو وہ کہتے ہیں اور یاد کریں بندے ہمارے داؤد والے قوت کو

اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ

تحقیق وہ رجوع کرنیوالا تھا (۱۷) تحقیق ہم نے کام میں لگادیا تھا پہاڑوں کو ساتھ اسکے تسبیح کرتے تھے شام

وَ الْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَ الطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾

اور صبح (۱۸) اور پرندوں کو اکٹھے کئے ہوئے سب لئے اسکے جھکے رہتے (۱۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ آپ صبر کرتے رہیں اس پر جو وہ کہتے ہیں اور یاد کریں ہمارے قوت والے بندے داؤد کو، وہ رجوع کرنے والا تھا۔(۱۷) ہم نے پہاڑ اس کے تابع کردیئے جو صبح وشام اس کیساتھ تسبیح کرتے تھے ۔(۱۸) اور پرندے جمع ہو کر سب اس کے آگے رجوع کئے رہتے۔(۱۹)

لفظی تحقیق: اَیْدِ: قوت۔ اسم مصدر ہے، یہاں اس سے مراد قوت اور پکا ارادہ ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جی لگاتے تھے اور تکان نہ محسوس کرتے تھے یا اس سے مراد بادشاہت اور حکومت ہے، یہ دونوں قسم کی قوتیں انہیں حاصل تھیں۔ اَوَّابٌ: رجوع کرنیوالا۔ مبالغہ کا صیغہ ہے (اوب) سے "اَوْبٌ" کے معنیٰ لوٹنا، وہیں آنا، "اَوَّابٌ" وہ جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، مراد یہ ہے کہ وہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے تھے، دوسری جگہ "اَوَّاب" پرندوں کیلئے آیا ہے، یعنی: وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف منہ کئے رہتے تھے۔

تفسیر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ارشاد ہوتا ہے کہ ان کافروں کی گستاخی اور سرکشی حد سے بڑھ گئی ہے، ان کی تکلیفوں کے مقابلہ میں آپ صبر سے کام لیں، صبر کرنے والوں کا انجام بہت اچھا ہوتا ہے، خاص کر جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کئے ہوئے ہوں، اس کی مثال حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ میں ہے، وہ مصیبت میں صبر سے کام لیتے تھے اور صرف اللہ تعالیٰ سے دھیان لگائے رہتے، آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور پیغمبری عطاء فرمائی اور ان کی آواز میں ایسا اثر بخشا کہ صبح وشام جب باہر میدان میں جا کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور تسبیح بلند آواز سے کرنے لگتے تو ان کیساتھ پہاڑ بھی تسبیح کرنے لگتے تھے، پرندے اڑتے اڑتے ٹھہر جاتے تھے قطار در قطار اکٹھے ہو جاتے اور سب آپ کی طرف رخ کر کے آپ کیساتھ تسبیح کرتے، یہ ابتداء میں صبر کیساتھ سختیاں برداشت کرنے کا نتیجہ

تھا، اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں انہیں صبر کا یہ بدلہ دیا۔

اس آیت سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ کی طرح داؤد علیہ السلام بھی معمولی حیثیت کے آدمی تھے، یہ کسی خاندانی بادشاہت کے مالک نہ تھے بلکہ اپنی قوت بازو کے بل پر جالوت کے مقابلے میں فتح پائی تو اس وقت کے بادشاہ طالوت کے بعد آپ کو حکومت بھی ملی اور پیغمبری بھی، یہ لوگ آپ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس شخص کی مالی حالت اچھی نہیں، باغات اور کوٹھیاں نہیں، نوکر چاکر اور مال و دولت نہیں تو یہ پیغمبر کیسے بن گیا؟ فرمایا: آپ صبر کریں، اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح آپ کو بھی حکومت اور اس کی تمام چیزیں عطاء کرے گا اور یہ سب کافر اور مشرک مغلوب ہوجائیں گے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی آزمائش

وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَ اٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ۝۲۰
اور مضبوط کی ہم نے حکومت اسکی اور دی ہم نے اسے دانائی اور فیصلہ بات کا (۲۰)

وَ هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ۝۲۱ؗ اِذْ
اور کیا آئی آپ تک خبر مقدمہ کے دو فریقوں کی جب دیوار پھاند آئے محراب میں (۲۱) جب

وقف لازم

دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ
داخل ہوئے اوپر داؤد پس گھبرایا ان سے بولے مت گھبرائیں ہم مقدمہ کے دو فریق ہیں

بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ وَ لَا
زیادتی کی ہم میں سے ایک نے پر دوسرے پس فیصلہ کریں درمیان ہمارے ٹھیک ٹھیک اور نہ

تُشْطِطْ وَ اهْدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ۝۲۲ اِنَّ هٰذَاۤ اَخِیْ ۫ لَهٗ
ٹال مٹول کریں اور راہ دکھائیں ہمیں طرف سیدھے راستے کی (۲۲) بات یہ ہے کہ یہ بھائی میرا لئے اسکے

تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّ لِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا

ننانوے دنبیاں ہیں اور لئے میرے دنبی ہے ایک پھر کہتا ہے دے ڈال مجھے یہ

وَ عَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ

اور دباجاتا ہے مجھے میں گفتگو (۲۳) کہا البتہ تحقیق ظلم کیا ہے تجھ پر مانگ کر دنبی تیری

اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى

اپنی دنبیوں میں ملانے کو اور تحقیق بہت سے میں سے شریکوں البتہ زیادتی کرتا ہے بعض ان کا پر

بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ

بعض مگر وہ جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے اور تھوڑے لوگ ہیں وہ

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور ہم نے اس کی حکومت کو مضبوط کیا اور دی اسے تدبیر اور فیصلہ بات کا۔(۲۰) اور کیا پہنچی ہے آپ کو خبر مقدمہ کے دو فریقوں کی جب وہ دیوار کود کر عبادت خانہ میں آئے۔(۲۱) جب داؤد کے پاس گھس آئے (کیونکہ دروازے سے پہرے داروں نے آنے نہیں دیا کیونکہ وہ وقت آپ کی عبادت کا تھا، مقدمے کے فیصلہ کا نہیں۔) تو وہ ان سے گھبرائے، وہ بولے گھبرائیں مت (چونکہ پہرے داروں نے دروازہ سے اندر آنے نہیں دیا، اس لئے ہم دیوار پھلانگ کر آئے ہیں۔) ہم دو جھگڑنے والے ہیں، ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، سو! ہم میں انصاف کیساتھ فیصلہ کریں اور بات کو دور نہ ڈالیں اور ہمیں سیدھی راہ بتلادیں۔(۲۲) یہ جو میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے، پھر کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کردے اور زبردستی کرتا ہے مجھ سے بات میں۔(۲۳) (داؤد علیہ السلام بولے) وہ تجھ سے بے انصافی کرتا ہے کہ تجھ سے تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کا مانگتا ہے اور اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور نیک کام کرے اور تھوڑے لوگ ہیں ایسے۔

لفظی تحقیق: فَصْلَ الْخِطَابِ: بات کھول کر بیان کرنا۔ فصل کے معنیٰ الگ کردینا، خطاب دوسرے

سے بات کرنا، مطلب یہ کہ وہ دوسرے کو ہر بات الگ الگ کر کے سمجھا دیتے تھے۔ خَصْمِ: جھگڑنے والا۔ عربی میں یہ لفظ مفرد وتثنیہ جمع مذکر اور مؤنث سب کیلئے اسی ایک شکل میں بولا جاتا ہے، اس میں مدعی اور مدعا علیہ دونوں آگئے۔ لَا تُشْطِطْ: انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ نہی کا صیغہ ہے "اِشْطَاطٌ" سے جو (ش ط ط) سے بنا ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بہت مضبوط اور طاقتور حکومت عطاء کی تھی، ہر طرف ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور سب پر ان کا حکم چلتا تھا، ان کے پاس بہت بڑی فوج تھی، پھر ہم نے ذاتی خوبیاں بھی انہیں بہت سی عطاء کی تھیں، وہ ہر ایک چیز کی حقیقت کو سمجھتے اور بات کی تہہ کو آسانی سے پہنچ جاتے تھے، پھر آدمی کو بات کھول کر اس طرح سمجھا دیتے کہ اس کے دل میں مطلب کی طرف سے کوئی شبہ نہ رہتا، مقدمہ کا فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر کرتے تھے، ملک کا انتظام اور حکومت کی تدبیر بڑی دانائی اور ہوشیاری سے کرتے تھے، ہر طرف زبردست چوکیاں اور پہرے لگے رہتے تھے اور آپ بڑے اطمینان کیساتھ ایک محفوظ خلوت خانہ میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت میں مصروف رہتے، یہاں ایک ایسے واقعہ کا بیان ہے جس میں حضرت داؤد علیہ السلام کو سمجھایا گیا ہے کہ اس کا خیال بھی تمہارے دل میں نہ گزرنا چاہئے کہ تم بڑی شان وشوکت والے ہو اور یہ سارا انتظام تمہارے بل بوتے پر چل رہا ہے، شاید کوئی ہلکا سا وہم ان کے دل میں گزرا ہو اس کو ہمیشہ کیلئے دور کرنے کہ خاطر یہ واقعہ پیش آیا۔

ارشاد ہے کہ: اے محمد! کیا آپ نے دو جھگڑا کرنے والوں کا ذکر سنا، وہ داؤد کے عبادت خانہ میں دیوار پھاند کر گھس آئے اور بے خوف وخطر ان کے حجرہ میں داخل ہو گئے، حضرت داؤد علیہ السلام گھبرائے کہ یہ کیا بلا آئی، وہ بولے کہ آپ گھبرائے نہ ہم آپ کے پاس فیصلہ کرانے آئے ہیں، ہم دو فریق ہیں، ایک فریق دوسرے پر کھلم کھلا زیادتی کر رہا ہے، لوگ باوجود اس کی زیادتی کے اسی کے طرفدار ہو جاتے ہیں اور دوسرے فریق کو دباتے ہیں کہ

تجھے اس کا کہنا ماننا پڑے گا، انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ آپ کسی کا خوانخواہ کہنا نہ مانیں گے اور ہم میں سے کسی پر ظلم وستم نہ ہونے دیں گے، مہربانی کر کے ٹھیک فیصلہ کردیں اور ہمیں سیدھی راہ سمجھا دیں۔

اس کے بعد مدعی بولا کہ یہ شخص میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے، اس کے اس دلیرانہ بیان دعویٰ سے حضرت داؤد علیہ السلام کو اور بھی تعجب ہوا ہوگا، اوّل تو یہ گستاخی کیا کم تھی کہ دیوار پھاند کر اجازت کے بغیر اندر آگئے اور بجائے اس کے کہ سزا سے ڈرتے اُلٹا بڑی سختی اور دلیری کیساتھ انصاف کرنے کی نصیحت کررہے ہیں، ظاہر ہے کہ ایک بارعب شان وشوکت والے بادشاہ کو ان کے رویہ سے کس قدر تعجب ہوا ہوگا، حیران رہ گئے ہوں گے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

مدعی بیان کررہا ہے کہ یہ میرا بھائی ننانوے دنبیوں کا مالک ہوتے ہوئے بھی مجھ سے کہتا ہے کہ ارے! یہ ایک دنبی رکھ کر تو کیا کرے گا، تیرے کس کام آئے گی اسے تو تُو مجھے ہی دے ڈال، ایک دنبی والے کو تو لوگ غریب اور نادار سمجھتے ہیں، اس سے تیرا شمار مالداروں میں نہیں ہوسکتا، مجھے تو اپنی دنبی دے گا تو میری قدر اور بڑھ جائے گی، لوگ کہیں گے یہ تو رئیس آدمی ہے اس کے پاس ۱۰۰ سو دنبیاں ہیں، یاد رکھ اگر تو نے ویسے ہی نہ دی تو میں تجھ سے زبردستی لے سکتا ہوں، شہر میں لوگ میرے حامی ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے سُن کر اس کے بھائی سے اس کا جواب مانگا کیا یہ بات درست ہے، اس نے اپنے بھائی کے دعویٰ کو درست مان لیا ہوگا، اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا! تیرا بھائی بے انصافی کررہا ہے، اپنے بھائی کی شکایت کرنے والے کیساتھ ہمدردی کرتے ہوئے کہا، (حالانکہ اس طرح مقدمہ سننے کے دوران کسی فریق سے ہمدردی کرنا اصول کے خلاف ہے)، ایک شریک دوسرے شریک پر اکثر زیادتی کرتا ہے، زوروالا کمزور کو دباتا ہے اور مالدار مفلسوں کو کھا جاتے ہیں، انصاف کا خیال نہیں کرتے، البتہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی خاطر نیک کام کرتے ہیں وہ دوسروں پر ظلم وستم نہیں کرتے، مگر ایسے لوگ دنیا میں تھوڑے ہوتے ہیں، تو تسلی رکھ ہم تجھ پر ظلم نہیں ہونے دیں گے۔

مفسرین کرام نے " خُلَطَآءِ " کے لفظ سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ شراکتی کاروبار درست اور جائز ہے، چند آدمی یا دس بیس لوگ ملکر کوئی تجارت وغیرہ کریں تو یہ کاروبار درست ہوگا، بشرطیکہ دیانت وامانت کا خیال رکھا جائے، اگر کاروبار میں کسی شراکت دار کی طرف سے بددیانتی ہوگی تو کاروبار میں لازماً گڑبڑ ہوگی اور ایک دوسرے پر زیادتی بھی ہوگی، مگر ایماندار آدمی کسی خیانت میں ملوث نہیں ہوتے، ایمان اور عمل صالحہ کے ذریعے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم رہتا ہے اور انسان خیانت اور بددیانتی سے بچا رہتا ہے، مگر ایسے لوگ بہت کم تعداد میں پائے جاتے ہیں، ہمارے ہاں تو عجیب حال ہے، لوگ نیک عمل بھی کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ساتھ بددیانتی بھی کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے، جہاں بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ کیساتھ درست ہوگا وہاں بددیانتی نہیں ہوگی اور معاملات درست رہیں گے۔

حضرت داوٗد علیہ السلام کی بخشش

وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا

اور خیال کیا داوٗد نے کہ بیشک آزمایا ہم نے اسے پس معافی مانگنے لگے رب اپنے سے اور گر پڑے جھک کر

وَّ اَنَابَ۩ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى

اور رجوع کرتے ہوئے (۲۴) پس بخش دیا ہم نے اسے وہ قصور اور تحقیق لئے اسکے پاس ہمارے البتہ درجہ ہے

وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

اور اچھائی ٹھکانے کی (۲۵)

السجدۃ ۱۰

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور داوٗد کے خیال میں آیا کہ ہم نے اسے آزمایا، پھر اپنے رب سے گناہ بخشوانے لگا اور جھک کر گر پڑا رجوع کرتے ہوئے۔ (۲۴) پھر ہم نے اس کی وہ خطاء معاف کردی اور اس کیلئے ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانہ۔ (۲۵)

تفسیر

اجنبی لوگوں کا اس قدر سخت پہرے کے ہوتے ہوئے بیباکانہ دیوار پھاند کر خاص حضرت داؤد علیہ السلام کے عبادت خانہ میں گھس آنا، ان سے دلیرانہ طریقے سے گفتگو کرنا اور اس عظیم الشان بادشاہ سے کہنا کہ ہمارا فیصلہ انصاف کیساتھ کرنا اور اس میں خواہ مخواہ تحقیقات کے نام سے دن مت گنوانا وغیرہ وغیرہ، حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے حیرت کا باعث تھا، باوجود اس کے آپ نے ان کا فیصلہ خاطر خواہ توجہ اور انصاف سے کیا اور اس میں ذرا دیر نہ لگائی۔

جب دونوں بھائی اپنے مقدمے کا فیصلہ سُن کر چلے گئے تو آپ نے سوچنا شروع کیا کہ یہ بات کیا ہوئی اور کیوں ہوئی، آخر یہ بات خیال میں آئی کہ مجھے شاید اپنی شان وشوکت اور پہرے والوں، فوج اور لشکر پر کچھ گھمنڈ ہوگیا تھا اور اس پر بھی شاید ناز کیا ہو کہ باوجود حکومت کے کاموں کے اللہ تعالیٰ کی عبادت تسلی کیساتھ ایسی تنہائی میں کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھا دیا کہ نہ میرا انتظام کسی کام کا ہے، نہ عبادت میں جی لگانا میرے بس کا ہے، نہ ایسی تنہائی قائم رکھنا میرے بس میں ہے، یہ سب کچھ اسی کے فضل سے ہو رہا ہے۔

یہ خیال آتے ہی عاجزی کیساتھ جھک کر زمین پر گر پڑے اور اپنے قصور کی معافی مانگی اور نگہبان، چوکیدار، لاؤلشکر سب کی طرف سے خیال ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول کیا اور ارشاد ہے کہ: اس کیلئے ہمارے پاس بڑا درجہ ہے اور آخرت میں اس کا ٹھکانہ اچھا ہے، یہ سجدہ کی آیت ہے۔

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ: (داؤد علیہ السلام نے) گمان کیا کہ بیشک ہم نے اُن کو آزمائش ڈال دیا ہے، یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس بات کی وجہ سے حضرت داؤد علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالا گیا، اس سلسلہ میں مفسرین کرام نے کئی وجہیں بیان کی ہیں، بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دیوار پھلانگ کر آنے والے انسان نہیں بلکہ فرشتے تھے اور دنبیوں کا واقعہ حقیقی واقعہ نہیں تھا، بلکہ فرشتوں نے محض مثال کے طور پر بیان کیا تھا اور اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کی آزمائش مقصود تھی۔

بعض کہتے ہیں کہ: جب شکایت لیکر آنے والے نے اپنی شکایت پیش کی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فوراً

فیصلہ دیدیا کہ ننانوے دنبیوں کے مالک کو ایک مزید دنبی کا مطالبہ کرنا بڑی زیادتی ہے، کسی مقدمہ کو نمٹانے کیلئے ضروری ہے کہ فریقین کی بات سننے کے بعد فیصلہ کیا جائے، مگر حضرت داؤد علیہ السلام نے صرف شکایت لیکر آنے والے فریق کی بات سُن کر فوراً فیصلہ کر دیا اور فریق ثانی کو صفائی پیش کرنے کا موقعہ ہی نہ دیا، یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی، لہٰذا حضرت داؤد علیہ السلام کو تنبیہ کرنے کیلئے آزمائش میں ڈال دیا۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: دنبیوں والے قصے کی کوئی حقیقت نہیں، یہ تو ایک مثال تھی، البتہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مستدرک حاکم میں منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے حکومت کا نظام نہایت اعلیٰ درجے پر قائم کر رکھا تھا، آپ کی حکومت میں ہر چیز کی کثرت تھی اور رعایا خوشحال تھی، ادھر عبادت خانے کا نظام بھی کمال درجہ کا تھا، جس کی وجہ سے یہ عبادت خانہ دن رات میں کسی لمحہ بھی عبادت سے خالی نہیں ہوتا تھا تو حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ انہوں نے حکومت اور عبادت کا کیسا اچھا نظام قائم کر رکھا ہے، بس! یہی بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی کہ تمہیں اپنے نظام کی خوبی تو نظر آ گئی ہے مگر میری توفیق کی طرف نگاہ نہیں اٹھی، کہ جس کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں، چنانچہ اتنی سی بات پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش آ گئی اور دیوار پھاند کر آنے والے فرشتوں نے عبادت خانے میں خلل ڈال کر اس کا نظام درہم برہم کر دیا، حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنی خطاء کا فوراً احساس ہو گیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کی اور ساتھ ہی سجدہ میں گر پڑے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر ہم نے داؤد کا یہ قصور معاف کر دیا، بیشک ان کیلئے ہمارے ہاں بڑا مرتبہ ہے اور لوٹ کر جانے کا اچھا ٹھکانہ بھی، حدیث میں ہے عادل لوگ نور کے ممبروں پر رحمان کے دائیں جانب ہوں گے، حدیث میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے دوست اور مقرب ترین لوگ عادل بادشاہ ہوں گے اور سب سے زیادہ دشمن اور سخت عذاب میں مبتلا ظالم حکمران ہوں گے، غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو دنیا و آخرت میں کامیابی کی خوشخبری بھی سنادی۔

احکام ومسائل

مسئلہ(۱):..... اس آیت کے پڑھنے سننے سے سجدہ تلاوت لازم ہوجاتا ہے۔

مسئلہ(۲):..... آیت میں لفظ "خَرَّ رَاكِعًا" آیا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص نماز کی حالت میں یہ آیت تلاوت کرنے کے فوراً بعد سجدے کی نیت سے رکوع میں چلا جائے تو سجدہ ادا ہوجائے گا، مزید سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی اور بہتر یہ ہے کہ آیت تلاوت کرنے بعد سجدہ کرے اور پھر اٹھ کر مزید تلاوت کرے اور پھر رکوع میں جائے، جیسا کہ عام معمول ہے، اگر یہ آیت نماز کے علاوہ تلاوت کی ہے تو پھر لازماً سجدہ کرنا ہوگا، جس کیلئے باوضو ہونا، قبلہ رُخ ہونا اور پیشانی کا زمین پر رکھنا ضروری ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو نصیحت

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ

اے داؤد! ہم نے بنایا آپ کو نائب میں زمین پس فیصلہ کریں درمیان

النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ

لوگوں کے ساتھ انصاف کے اور نہ پیروی کریں اپنی خواہش کی کہ وہ آپ کو گمراہ کردے سے راستے

اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ

اللہ کے تحقیق جو لوگ بھٹک گئے سے راستے اللہ کے لئے ان کے عذاب ہے

ع ۲ ۱۲ ۱۱ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

سخت اس پر کہ بھلادیا انہوں نے دن حساب کا (۲۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا، آپ لوگوں میں انصاف کیساتھ فیصلہ کریں اور اپنی خواہشوں پر نہ چلیں، پس وہ خواہشیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گی، بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی

راہ سے بہک چکے ہیں، ان کیلئے سخت عذاب ہے اس بات پر کہ انہوں نے حساب کا دن بھلا دیا۔ (۲۶)

تفسیر

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو ان کی تھوڑی سی غفلت پر بھی فوراً سمجھایا جاتا ہے اور وہ اس سے وہ کچھ سمجھ جاتے ہیں کہ عام آدمی کے خیال میں بھی نہیں آسکتا، فریادیوں کا اپنی فریاد لیکر دلیرانہ گھر میں اور وہ بھی خاص عبادت کے حجرہ میں گھس آنا، حضرت داؤد علیہ السلام کے دل سے اپنی قوت اور دانشمندی کے سارے خیالات مٹادینے کیلئے کافی تھا، التجا کی کہ اے اللہ! میں سچ مچ بے بس ہوں، میری توبہ قبول فرما اور میری خطائیں معاف کردے۔

ارشاد ہوا: ہم نے آپ کو معاف کردیا، اتنا یاد رکھو کہ جو کچھ آپ کو ملا ہے وہ اس لئے ملا ہے کہ آپ کو ہم نے اپنا نائب مقرر کیا ہے؛ اس لئے ہماری عطاء کی ہوئی قوت اس طرح استعمال کریں جس طرح ہم چاہتے ہیں، رعایا کے آپس کے معاملات عدل وانصاف کیساتھ کریں، حکومت بڑا بن کر دوسروں کو اپنا خادم بنانے کیلئے نہیں ہوتی، اس میں اپنی خواہشوں کو مٹانا پڑتا ہے، جو حاکم اپنی خواہشوں کا غلام بن گیا وہ کہیں کا نہ رہا، بالکل گیا گزرا ہوا، وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہٹ گیا اور اس کے حکموں کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا، ظاہر ہے کہ جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکموں سے منہ موڑا وہ یقیناً آخرت کو بھول گئے، انہیں اس کا خیال بالکل نہ رہا کہ قیامت میں ذرہ ذرہ کا حساب اللہ تعالیٰ کو دینا ہوگا، اس بھول کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

قرآن مجید میں پچھلے پیغمبروں کے قصے سنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ پچھلے لوگوں نے پیغمبروں کی مخالفت کرکے کچھ پھل نہ پایا، ہر پیغمبر کو اپنے اپنے زمانے میں ان لوگوں کے ہاتھوں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچیں جنہوں نے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا تھا، ان کے خیال میں یہ آتا ہی نہ تھا کہ مرنے کے بعد ان سب باتوں کا حساب دینا پڑے گا جو وہ دنیا میں کر رہے ہیں، ہر پیغمبر نے انہیں یہ بات سمجھانی چاہی لیکن وہ لوگ نہ سمجھے، مکہ کے کافروں کی بھی یہی حالت تھی وہ اللہ تعالیٰ کا نام تو لیتے تھے لیکن پوجا بتوں کی کرتے تھے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سمجھایا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن مجید عطاء کرکے تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، ورنہ قیامت کے دن بڑے عذاب میں پھنسوگے،

انہوں نے کہا کہ ہم تمہیں پیغمبر نہیں مانتے، ہم تو یہ جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہے اور اگر نہیں تو ہم اس سے کہتے ہیں کہ ہم پر ابھی عذاب بھیج دے۔

ان آیتوں میں سمجھایا جارہا ہے کہ ان کی گستاخی پر صبر کریں، یہ اپنی حقیقت کو بھول گئے ہیں، ہم آپ کو داؤد علیہ السلام کا واقعہ سناتے ہیں، اس سے تمہیں معلوم ہوگا کہ انسان کی حقیقت کیا ہے، وہ دنیا میں صرف اس لئے بھیجا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو پورا کرے اور اپنے آپ کو اس کا بندہ اور خادم سمجھے، اگر اس نے اپنی طرف دیکھا اور اپنی خواہشوں کو پورا کرنے میں لگ گیا تو یقیناً اس نے وہ راستہ چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے مقرر کیا تھا، اب وہ قیامت کے دن اس سے حساب لے گا کہ بتاؤ! تم نے ہمارے حکموں کو اسی طرح پورا کیا جس طرح ہم نے بتایا تھا یا نہیں؟، حضرت داؤد علیہ السلام بڑے مرتبہ والے تھے، ان سے ذرا سی بھول ہوئی، پھر انہیں سمجھایا گیا تو فوراً اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک گئے اور خطاء کا اقرار کیا کہ میں اپنی حقیقت بھول گیا تھا، میرا قصور معاف کردیجئے، ارشاد ہوا کہ: ہم نے معاف کیا، ہمیشہ یاد رکھو کہ! ہم نے تمہیں دنیا میں بڑا درجہ دیا ہے، تمہارا عہدہ ہمارے نائب کا ہے، پس اپنے عہدے کے مطابق اپنے فرائض انجام دو، تمہیں حکومت اس لئے ملی ہے کہ لوگوں میں عدل و انصاف کیساتھ فیصلے کرو، اپنی خواہش کو دخل نہ دو، ورنہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے راستہ سے دور جا پڑو گے، اللہ تعالیٰ کا راستہ چھوڑ دینے والوں کو بڑا عذاب ہوگا۔

ہمیں اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہئے کہ ہر انسان کو لازم ہے کہ اپنے اپنے عہدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حکموں کو پورا کرے ورنہ عذاب میں مبتلا ہوں گے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ: ہر شخص اپنے دائرہ کے اندر حاکم ہے اور ہر ایک سے پوچھا جائے گا کہ تم نے حکومت کیسے کی؟ یہ اس سارے قصے کا خلاصہ ہے۔

زندگی کا ایک نتیجہ ہے

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ

اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو ان کے درمیان ہے بیکار

ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ
یہ گمان ہے ان کا جو انکار کر بیٹھے پس خرابی ہے لئے ان کے جو کافر ہوئے سے

النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
آگ (۲۷) کیا ہم کر دیں گے ان کو جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے

كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾
مانند فساد پھیلانے والوں کے میں زمین کیا ہم کر دیں گے پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا (۲۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور ہم نے آسمان اور زمین کو جو ان کے بیچ میں ہے بیکار نہیں بنایا، یہ تو ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں، سو! کافروں کیلئے خرابی ہے آگ سے۔(۲۷) کیا ہم ایمان والوں کو جو نیکیاں کرتے ہیں ان کے برابر کر دیں گے جو ملک میں خرابی ڈالیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے (ہرگز نہیں)۔(۲۸)

تفسیر

ان آیتوں کو کان کھول کر سنیں، ارشاد ہے کہ ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی مخلوق کو یونہی بیکار نہیں بنا دیا، یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تیار کیا گیا ہے، یہ ان لوگوں کی رائے ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے اور ایمان کو چھوڑ کر کفر اختیار کر بیٹھے ہیں، ایک دن ان لوگوں کی بڑی شامت آئے گی، ان کیلئے آگ کا عذاب تیار ہے۔

بھلا! دیکھو تو کیا ہم ایمان والے نیکوکار لوگوں کو بدکار اور فسادیوں کے برابر کر دیں گے یا پرہیزگاروں کو بدکار لوگوں کے مانند قرار دیں گے؟، ہرگز نہیں بلکہ اس دنیا کی زندگی میں جس نے جو کیا ہو گا آخرت میں وہ اس کے آگے آئے گا اور اسے اپنے کئے کا پھل ملے گا۔

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا: ہم نے آسمان و زمین اور ان دونوں کے

درمیان کی چیزوں کو محض بیکار پیدا نہیں کیا، تم سمجھتے ہو کہ دنیا کا یہ نظام خود بخود بغیر کسی نگرانی کے چل رہا ہے، ایسی بات نہیں ہے بلکہ یہ پورا نظام اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت سے چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو فضول پیدا نہیں کیا بلکہ اس کا کچھ مقصد ہے، اگر کوئی سمجھتا ہے کہ کائنات کا پورا نظام فضول ہے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ اس کا کوئی خاص نتیجہ نکلنے والا ہے بلکہ انسان دنیا میں یونہی آیا اور زندگی پوری کر کے چلا گیا، نہ آنے کا کوئی مقصد اور نہ جانے کا کوئی مقصد، فرمایا: یہ تو کفر کرنے والوں کا گمان ہے، ایسا خیال تو وہی کرے گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت کا منکر ہو گا، ورنہ کوئی ایمان والا اور عقل و شعور والا آدمی ایسی بات نہیں کر سکتا۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ: ایک طرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے اور اچھے کام کرنے والے ہیں اور دوسری طرف کافر اور مشرک ہیں، کیونکہ شرک سب سے بڑا فساد ہے اور مشرک سب سے بڑا فسادی ہے، ان لوگوں کے اخلاق، عمل اور عقیدوں میں فساد بھرا ہوا ہے تو یہ مؤمنوں اور نیک کام کرنے والوں کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں؟، نیز فرمایا: کیا ہم اللہ تعالیٰ کے متقی اور پرہیز گار بندوں کو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں فاجروں اور فاسقوں کے برابر کر دیں گے؟ ہرگز نہیں! یہ تو بے انصافی اور اندھیر نگری کی بات ہو گی، اس کو عقل بھی نہیں مانتی چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ ایسا کر دے جو سب سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے۔

ہدایت نامہ

لِيَتَذَكَّرَ	وَ	اٰيٰتِهٖ	لِّيَدَّبَّرُوْٓا	مُبٰرَكٌ	اِلَيْكَ	اَنْزَلْنٰهُ	كِتٰبٌ
تاکہ سمجھیں	اور	باتوں اسکی کو	تاکہ سوچیں لوگ	برکت والی	طرف آپ کی	اتارا ہم نے اس کو	کتاب

اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾
والے عقل (۲۹)

بامحاورہ ترجمہ: ہم نے آپ کی طرف ایک برکت والی کتاب اتاری تاکہ لوگ اس کی باتوں کو سمجھیں

اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔(۲۹)

تفسیر

یہ کتاب قرآن مجید انہی باتوں کو سمجھانے کیلئے اتاری گئی ہے، یہ نصیحت اور ہدایت کا خزانہ ہے اور برکت والی کتاب ہے، اس کی نصیحت کا ذخیرہ کبھی ختم ہونے والا نہیں، فقط ضرورت اس کی ہے کہ اس کی آیتوں میں غور کیا جائے، یہ اتارا ہی اس لئے گیا ہے کہ لوگ اسے سمجھیں اور عقل والے اس سے فائدہ اٹھائیں۔

ظاہر ہے اچھے بُرے میں فرق تبھی قائم ہوگا جب اللہ تعالیٰ کے کلام میں غور وفکر کیا جائے گا اور غور وفکر کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ آدمی اس کتاب کو سُنے، پھر دوسرا درجہ اس کے سمجھنے کا، تیسرا اس کے اصولوں کو جاننے کا، چوتھا اس پر عمل کرنے کا اور پانچواں درجہ اس کو آگے پہنچانے کا ہے، گویا غور وفکر کرنے میں الفاظ بھی شامل ہیں، معانی بھی اور اصول بھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذِکر

وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ﴿۳۰﴾ اِذْ

اور عطاء کیا ہم نے داؤد کو سلیمان خوب ہے بندہ وہ تحقیق وہ متوجہ ہونیوالا ہے(۳۰) جب

عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۙ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ

پیش کئے گئے پر اس شام کے وقت گھوڑے اصیل عمدہ (۳۱) تو کہنے لگا تحقیق میں نے دوست رکھا

حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾

محبت مال کی کو سے یاد رب اپنے کی یہاں تک کہ چھپ گیا آڑ میں (۳۲)

رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَ لَقَدْ

واپس لاؤ انہیں طرف میری پس لگا جھاڑنے پنڈلیاں اور گردنیں (۳۳) اور البتہ تحقیق

فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَ اَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

آزمایا ہم نے سلیمان کو اور ڈالا ہم نے پر کرسی اس کی ایک دھڑ پھر وہ متوجہ ہوا (۳۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور داؤد کو ہم نے سلیمان (بیٹا) دیا، وہ بہت خوب بندہ ہے اور ہماری طرف رجوع کرنے والا۔ (۳۰) جب شام کو اس کے سامنے بہت اچھے گھوڑے دکھانے کو لائے گئے۔ (۳۱) تو (سلیمان نے کہا) میں نے مال کی محبت کو دوست رکھا اپنے رب کی یاد سے، یہاں تک کہ سورج چھپ گیا اوٹ میں۔ (۳۲) پھر (خادموں کو حکم دیا) لاؤ انہیں میرے پاس، پھر لگا جھاڑنے ان کی پنڈلیاں اور گردنیں۔ (۳۳) اور ہم نے سلیمان کو آزمایا اور اس کے تخت پر ایک ناتمام جسم ڈال دیا، پھر اس نے رجوع کیا۔ (۳۴)

لفظی تحقیق: صٰفِنٰتُ: تین پیروں پر زور دے کر کھڑے ہونے والے گھوڑے۔ "صافن" کی جمع ہے، یہ اچھے گھوڑے کی پہچان ہے کہ وہ ایک پاؤں کو تھوڑا سا اٹھائے رکھتا ہے اور تین پاؤں پر زور دیتا ہے۔ جِیَادُ: عمدہ نسل کے۔ "جَیِّد" کی جمع ہے جو (ج و د) سے صفت کا صیغہ ہے۔ تَوَارَتْ: چھپ گیا۔ ماضی مؤنث ہے (و ر ی) سے۔ مَسَحَ: ہاتھ پھیرنا۔ "مَسَحَ بِهٖ" ہاتھ پھیرا اس پر۔ سُوْق: پنڈلیاں۔ "ساق" کی جمع ہے۔ جَسَد: بدن۔ کُرْسِیّ: تخت، بیٹھنے کی جمی ہوئی چوکی وغیرہ۔ اس کا مادہ (ک ر س) "کرس" کے معنٰی ایک جگہ جمع کرنے، جما دینے کے ہیں، اسی سے "کُرَّسَه" ہے، یعنی: کاغذوں کا چھوٹا سا مجموعہ، کاپی۔

تفسیر

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ: اور ہم نے داؤد کو سلیمان جیسا عظیم بیٹا دیا، آپ اللہ تعالیٰ کے بہت ہی خوب بندے تھے، بیشک آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنے والے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام کے کل انیس ۱۹ بیٹے تھے جن میں حضرت سلیمان علیہ السلام سب سے چھوٹے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیاں عطاء فرمائی تھیں، حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد آپ صرف تیرہ سال کی عمر میں حضرت داؤد علیہ السلام کے جانشین بنے۔

اب اگلی آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک آزمائش کا ذکر کیا گیا ہے جو آپ پر ایک معمولی سی کوتاہی

کی بناء پر آئی، اس سورۃ مبارکہ میں آپ کی دو آزمائشوں کا ذکر ہے، ان میں سے یہ پہلی آزمائش ہے جس کو یہاں مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ: جبکہ پیش کئے گئے آپ پر پچھلے پہر نہایت عمدہ تیز رفتار گھوڑے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے اصطبل میں اس قسم کے ہزاروں گھوڑے تھے، جو جہاد میں استعمال ہوتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان سے بڑی محبت تھی اور ان کی دیکھ بھال خود کیا کرتے تھے۔

اس قسم کے گھوڑے آپ کی خدمت میں سہ پہر کے وقت پیش کئے گئے، آپ ان کی دیکھ بھال میں مصروف تھے کہ کسی گھوڑے میں کوئی نقص تو واقع نہیں ہوگیا، اسی کام میں وقت زیادہ لگ گیا اور سورج غروب ہوگیا، آپ کی نماز کا وقت ہی جاتا رہا، یہی وجہ تھی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔

جونہی آپ گھوڑوں کی دیکھ بھال سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ سورج غروب ہو چکا ہے، اس وقت آپ کو پریشانی ہوئی کیونکہ نماز کا وقت گزر چکا تھا، آپ نے کہا افسوس! میں نے اپنے پروردگار کے ذکر سے مال کی محبت کو پسند کیا، آپ کو دکھ ہوا کہ ان گھوڑوں کی دیکھ بھال میں مصروفیت کی وجہ سے ان کی نماز ضائع ہوگئی، حالانکہ گھوڑوں کی دیکھ بھال پر نماز کی ادائے گی کو ترجیح دینی چاہئے تھی۔

چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خادموں کو حکم دیا کہ ان کو واپس لاؤ، ظاہر ہے کہ گھوڑوں کی تربیت کی جارہی ہوگی اور اسی مقصد کیلئے انہیں دوڑایا جارہا ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ: انہیں میرے پاس واپس لاؤ، بس! جب ان کو آپ کے پاس لایا گیا تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے، مسح کے کئی معنیٰ آتے ہیں، جن میں ہاتھ پھیر کر جھاڑ پونچھ کرنا بھی ہے اور ایسا محبت اور عزت واکرام کی بناء پر کیا جاتا ہے، چونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کو جہاد میں کام آنے والے عمدہ قسم کے گھوڑوں سے محبت تھی لہٰذا آپ نے ان کی حوصلہ افزائی کیلئے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کردیا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ: اور البتہ تحقیق ہم نے سلیمان کی آزمائش کی، آزمائش یہ تھی کہ ہم نے ان کی کرسی یا تخت پر ایک دھڑ لا کر ڈال دیا اور پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔

"صحیح بخاری، صحیح مسلم" اور حدیث کی دوسری کتابوں میں آتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک موقعہ پر اپنے فوجیوں میں کچھ سستی کا احساس پایا تو آپ سخت غمگین ہوئے اور قسم اٹھائی کہ میں آج رات کو اپنی ہر ایک بیوی کے پاس جاؤں گا، وہ حاملہ ہوں گی اور ان سے پیدا ہونے والا ہر بچہ مجاہد بن کر فوج میں خدمات انجام دے گا، مگر اس قسم کیساتھ آپ انشاءاللہ کہنا بھول گئے، حالانکہ یہ چیز آپ کے ذہن میں تھی اور فرشتے نے بھی آپ کو یاد دلایا تھا، مگر یہ آزمائش آنی تھی لہٰذا آپ بھول گئے اور انشاءاللہ نہ کہہ سکے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام بیویوں میں سے صرف ایک بیوی حاملہ ہوئی اور اس کے ہاں بھی ایک ادھورا سا بچہ پیدا ہوا جسے لاکر آپ کے تخت پر ڈال دیا گیا تاکہ آپ جان سکیں کہ آپ کی قسم کا یہ نتیجہ سامنے آیا، اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اس کوتاہی پر معافی مانگی۔

صحیح حدیث میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام قسم اٹھاتے وقت انشاءاللہ کہہ دیتے تو انہیں مقصد حاصل ہوجاتا، مگر نہ کہنے کی وجہ سے آپ پر آزمائش آئی اور ایک ادھورا بچہ آپ کی کرسی پر ڈال دیا گیا، پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور معافی طلب کی، یہ ایک ایسی معمولی سی غلطی تھی جو عام لوگوں کیلئے گناہ نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کیلئے اتنی کوتاہی بھی آزمائش کا سبب بن جاتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعاء

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ

کہا اے رب میرے مغفرت کر میری اور بخش دے مجھے ایسی بادشاہی کہ نہ ہو لائق کسی کی بعد میرے

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾

تحقیق آپ ہی سب کچھ عطاء کرنے والے ہیں (۳۵)

بامحاورہ ترجمہ: ۔(سلیمان نے کہا) اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے وہ بادشاہی عطاء کر جو میرے بعد کسی کو نہ ملے، بیشک آپ سب کچھ دینے والے ہیں۔ (۳۵)

تفسیر

حضرت سلیمان علیہ السلام سے صرف اتنی بھول ہوئی کہ زبان سے انشاء اللہ نہ کہا، لکھا ہے کہ انہوں نے یقین کیساتھ کہہ دیا کہ میرے سو کے قریب لڑکے ہوں گے، (آپ کی بیویاں بھی تقریباً اتنی ہی تھیں) دل میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ تھا لیکن زبان سے انشاء اللہ کہنا رہ گیا، اسی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوئی اور کسی بیوی کے کوئی بچہ نہ ہوا، صرف ایک بیوی نے ادھورا بچہ جنا، دائی نے اسے لاکر تخت پر ڈال دیا، یہ فقط گوشت کا ایک لوتھڑا تھا، جیسا کہ پہلی آیت میں بیان ہوا اس پر وہ سمجھ گئے کہ بیشک یہ میری ذرا سی بھول کا نتیجہ ہے، اگر زبان سے بھی انشاء اللہ کہہ لیتا تو اللہ تعالیٰ میری مراد پوری کر دیتے، انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور توبہ کی، اس آیت میں ہے کہ جب ان کی مراد پوری نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کیلئے جو بیٹوں کی تمنا سے ان کا اصل مقصد تھا۔ انہوں نے یہ دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے اپنی عنایت سے ایسی بادشاہی عطاء کر جو سب بادشاہوں سے بڑھ چڑھ کر ہو اور میرے بعد کوئی ایسا نہ ہو کہ میرے جیسی بادشاہت کا مالک ہو، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿٣٦﴾

پس کام میں لگا یا ہم نے لئے اسکے | ہوا کو | چلتی تھی | حکم اسکے پر | ہلکی ہلکی | جہاں | وہ پہنچے (۳۶)

وَ الشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَّ اٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ

اور | (تابع کر دیا) شیطان کو | ہر ایک (عمارت) بنانے والے | اور | غوطہ خور (۳۷) | اور | دوسرے | ملا کر جکڑے ہوئے

فِي الْاَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾

میں | بیڑیوں (۳۸) | یہ | عطاء ہے ہماری | پس لٹائیں | یا | روک رکھیں | بغیر حساب کے (۳۹)

۳ ع۱۴ ۱۲

وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ﴿۴۰﴾

اور تحقیق لئے اسکے پاس ہمارے البتہ قرب ہے اور اچھا ٹھکانہ ہے(۴۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پھر ہم نے ہوا کو اس کے تابع کر دیا جو چلتی تھی اس کے حکم سے نرم نرم جہاں پہنچنا چاہتے۔(۳۶) اور تابع کر دیئے شیطان سارے عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے والے۔(۳۷) اور بہت سے جو آپس میں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔(۳۸) یہ ہے ہماری بخشش اب آپ احسان کرو یا رکھ چھوڑو اپنے پاس کچھ حساب نہ ہوگا۔(۳۹) اور بیشک (سلیمان کیلئے) ہمارے پاس مرتبہ اور اچھا ٹھکانہ ہے۔(۴۰)

لفظی تحقیق: رُخَآءً: ہلکی ہوا۔ اسم ہے (رخ و) سے جس کے معنٰی ڈھیلا پن، نرمی اور آہستگی کے ہیں، "رُخَآءً" آہستہ چلنے والی ہوا۔ اَصْفَادِ: زنجیریں، بیڑیاں۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول کی، ہوا کو ان کے تابع کر دیا، چنانچہ وہ تخت پر بیٹھ کر ہوا کو حکم دیتے اور وہ آرام آرام سے چل کر جہاں انہیں پہنچنا ہوتا پہنچا دیتی، اس کے علاوہ ہٹے کٹے شیطانوں کو ان کے تابع کر دیا، ان میں بعض مزدوری اور بھاری بوجھ اٹھانے میں کمال رکھتے تھے اور بعض سمندروں اور دریاؤں میں غوطہ لگا کر موتی (مونگا) نکالتے اور بہت سے ایسے سرکش تھے جو سوا دنگا فساد کرنے کے کسی کام کے نہ تھے، ان کو آپ زنجیروں اور بیڑیوں میں آپس میں جکڑ کے ڈال دیتے، اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا کہ: ہماری دی ہوئی دولت کو بانٹو یا جمع کرو آپ سے کچھ حساب نہ لیا جائے گا، آخرت میں ہمارے پاس ان کیلئے اونچا مرتبہ اور اچھا ٹھکانہ (جنت) ہے۔

وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ: جنات میں بعض ایسے بھی تھے جو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام شرارتی جنوں کو سزا کے طور پر قید بھی کر دیتے تھے، ان میں سے بعض آج تک جکڑے ہوئے سمندروں اور دور دراز جزیروں میں موجود ہیں، جو قیامت کے قریب زمانہ میں آزاد ہوں گے، بہرحال

انسانوں اور پرندوں کیساتھ ساتھ جن بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں موجود ہوتے تھے اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے۔

هٰذَا عَطَآؤُنَا: یہ سب کچھ ہماری طرف سے آپ کو عطاء ہوا ہے، اب آپ کو اختیار ہے کہ جس پر چاہیں تقسیم کر کے احسان کریں یا جس سے چاہیں روک لیں، یعنی کچھ نہ دیں اور اس بارے میں آپ جو بھی کاروائی کریں گے وہ بغیر حساب کتاب کے ہوگی، یعنی: آپ کی تقسیم پر آپ سے قیامت میں کوئی سوال و جواب نہیں ہوگا۔

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى: آپ کیلئے ہمارے ہاں بہت بڑا مرتبہ ہے، ہمارے انعام دنیا تک ہی محدود نہیں بلکہ آخرت میں بھی آپ کا بہت بڑا حصہ ہے اور آگے بہت اچھا ٹھکانہ ہے؛ اسی لئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات سُن کر اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ نعمت کا شکر ادا کیا تھا اور ساتھ ہی یہ دعا بھی کی تھی کہ، مولا کریم! اپنی مہربانی سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرمالے ("سورۃ النمل"، آیت ۱۹)، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بلند مرتبہ عطاء فرمایا اور اچھا ٹھکانہ بھی دیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام

وَقفِ لازم

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ

اور | یاد کرو | بندے ہمارے | ایوب کو | جب | پکارا اس نے رب اپنے کو | کہ | پہنچایا مجھے | شیطان نے

بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ

دکھ | اور | تکلیف (۴۱) | مار زمین پر | پاؤں اپنا | یہ ہے | نہانے کو | ٹھنڈا (چشمہ)

وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾

اور | پینے کو | (۴۲)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ لگادی مجھے شیطان نے بیماری اور تکلیف۔ (۴۱) (ہم نے اسے کہا) اپنا پاؤں زمین پر مارو، یہ ٹھنڈا چشمہ نکل آیا، نہانے اور

پینے کیلئے۔(۴۲)

لفظی تحقیق: نُصْبٌ: بیماری اور بلا۔ اُرْکُضْ: ہلا کر زور سے مارنا۔ امر کا صیغہ ہے (رک ض) سے "رَکْضٌ" کے معنٰی ایڑ لگانا، زور سے زمین پر دے مارنا۔ مُغْتَسَلٌ: نہانے کا پانی۔ بہت سا پانی جس میں اتر کر نہایا جائے "مُغْتَسَلٌ" سے مراد چشمہ ہے۔

تفسیر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ کے کافروں نے بہت دکھ پہنچایا، آپ کی تسلی کیلئے پہلے پیغمبروں کے حالات قرآن مجید میں موقعہ بہ موقعہ بار بار سنائے جاتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں، ہر حالت میں صبر سے کام لیا اور سوا اللہ تعالیٰ کے کسی سے مدد نہیں مانگی، اس آیت میں حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ کی طرف دوبارہ توجہ دلائی جارہی ہے، انہیں طرح طرح کی مصیبتوں سے پالا پڑا، مالدار تھے، مفلس ہوگئے، گھر گر پڑا، سوا ایک بیوی کے سب گھر والے دب کر مر گئے، صحت جواب دے گئی اور ایک خطرناک بیماری میں مبتلا ہوگئے، آخر اللہ تعالیٰ کو پکارا کہ شیطان پیچھا نہیں چھوڑتا، مجھے مصیبت میں پھنسا دیکھ کر میرے ایمان کے خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے، لوگوں کو بہکاتا ہے کہ وہ میری بابت بُرے خیال پھیلائیں، مجھے گناہگار اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان سمجھیں۔

اے میرے رب! مجھے شیطان کے حملوں سے نجات دے اور صحت عطاء فرما، ان کی دعا "سورۃ الانبیاء" میں گزر چکی ہے، آخر اللہ تعالیٰ نے رحمت فرمائی، ارشاد ہوا کہ: پاؤں زمین پر ماریں، پاؤں مارتے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چشمہ نکل آیا، ارشاد ہوا کہ اس ٹھنڈے چشمے سے غسل کریں اور اس کا پانی پئیں، آپ نے ایسا ہی کیا اور بدن کی بیماری جڑ سے جاتی رہی اور تندرست ہوگئے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ: آپ ہمارے بندے ایوب کو یاد کریں، آپ کا نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے، ایوب ابن عیوص ابن عیس ابن اسحاق ابن ابراہیم علیہ السلام، بعض فرماتے ہیں کہ: آپ کی والدہ حضرت

یوسف علیہ السلام کی بیٹی یا پوتی تھیں، اور بعض دوسرے اقوال کے مطابق آپ کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں، آپ اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان پیغمبر تھے اور دنیاوی اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سارا مال عطاء فرمایا تھا، روایتوں میں آتا ہے کہ آپ زمین کے ایک بڑے حصے پر کھیتی باڑی کرواتے تھے، جس میں پانچ سو ہل اور ایک ہزار بیل استعمال ہوتے تھے، آپ کے پاس سات ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں، تین ہزار سے زیادہ اونٹ، ایک ہزار سے زیادہ بوجھ اٹھانے کیلئے گدھے، خچر وغیرہ اور پانچ سو سے زیادہ خادم تھے، آپ عوض کی زمین میں سب سے زیادہ مالدار شخصیت تھے اور اللہ تعالیٰ نے سات بیٹے بھی عطاء کئے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ان انعامات پر ہمیشہ اس کا شکر ادا کرتے رہتے تھے، ایک موقعہ پر شیطان نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ پروردگار تیرا بندہ ایوب تیرا شکر اس لئے ادا کرتا ہے اور تیری عبادت میں اس لئے مشغول رہتا ہے کہ تو نے اسے بہت سارا مال و دولت عطاء کر رکھا ہے، اگر تیرے یہ انعامات اس پر نہ ہوں تو اس کی حالت کچھ اور ہو، شیطان کی اس بات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام پر آزمائش ڈال دی، تاکہ شیطان دیکھ لے کہ مال چھن جانے اور سخت جسمانی بیماری ہونے کے باوجود میرا بندہ مجھ سے دور نہیں ہوتا اور اس کی زبان ہر حالت میں میری حمد و ثناء اور شکر ادا کرتی رہتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی آزمائش آئی کہ کسی آفت کی وجہ سے کھیت جل گئے، فصلیں تباہ ہوگئیں، مال مویشی ہلاک ہوگئے اور یہی نہیں بلکہ مکان کی چھت گری اور ساری اولاد ایک ہی وقت میں مرگئی، ان حالات میں نوکر چاکر چھوڑ کر چلے گئے اور آپ کے پاس صرف ایک بیوی رہ گئی جس نے پوری آزمائش کے دوران آپ کا ساتھ نہ چھوڑا، وہ نہایت وفادار خاتون تھیں، جنہوں نے ہر حال میں شوہر کی خدمت کا پورا پورا حق ادا کیا۔

پھر سب کچھ مل گیا

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى

اور | عطاء کئے ہم نے | اسے | گھر والے اسکے | اور | اتنے ہی اور | ساتھ ان کے | مہربانی | سے اپنی | اور | نصیحت

لِاُولِی الْاَلْبَابِ﴿۴۳﴾ وَ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا
عقل والوں کیلئے (۴۳) اور پکڑ ہاتھ اپنے میں مُٹھا پس مار سے اس اور مت

تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴿۴۴﴾
قسم توڑ تحقیق پایا ہم نے اسے صبر کرنے والا کیا ہی اچھا بندہ ہے تحقیق وہ ہے متوجہ رہنے والا (۴۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور دیئے ہم نے ایوب کو اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت اور مہربانی سے، عقل مندوں کیلئے نصیحت اور یاد دہانی کے طور پر۔ (۴۳) اور (ہم نے کہا) اپنے ہاتھ میں تنکوں کا مُٹھا لو، پھر اس سے مارو اور اپنی قسم میں جھوٹا نہ ہو، ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا، بہت خوب بندہ ہے، تحقیق وہ رجوع کرنے والا ہے۔ (۴۴)

لفظی تحقیق: ضِغْثٌ: مُٹھا۔ اس کا مادہ (ض غ ث) ہے جس کے معنٰی اکٹھا کر کے باندھنے کے ہیں "ضِغْثٌ" تیلیوں یا سینکوں کو اکٹھا کر کے باندھا ہوا مُٹھا۔ لَاتَحْنَثْ: قسم نہ توڑ۔ نہی کا صیغہ ہے (ح ن ث) سے "حنث" کے معنٰی قسم توڑ ڈالنے کے ہیں، یعنی: قسم کھا کر اسے پورا نہ کرنا۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب اس نے ہماری طرف رجوع کیا ہم نے اسے شفاء دینے کیساتھ ہی اس کے گھر کے لوگ جو دب کر مر گئے تھے اتنے ہی عطاء کئے اور اپنی مہربانی سے ان کے برابر اور بھی دیئے اور اس کا گھر پہلے سے دُگنے لوگوں سے بھر گیا اور خوب چہل پہل ہو گئی۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے بیماری کی حالت میں بیوی سے خفاء ہو کر قسم کھائی تھی کہ اچھا ہو گیا تو اپنی بیوی کو سو کوڑے ماروں گا، وہ بیوی بیماری میں اکیلی ان کی خدمت کرتی تھی اور کچھ ایسا قصور بھی نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے شفاء بخشی تو اب قسم کا پورا کرنا لازم آیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی کے حال پر رحم فرمایا اور حضرت ایوب علیہ السلام کو قسم پوری کرنے کی صورت یہ بتلائی کہ سو تنکوں کی جھاڑو ہاتھ میں لے کر ایک بار اس سے اپنی بیوی کو مارو قسم پوری ہو جائے

گی، یہ رعایت خاص ان کے ساتھ ہی تھی، اوروں کیلئے یہ حکم نہیں ہے، ارشاد ہے کہ ہم نے اسے صبر والا پایا، وہ ہمارے نہایت اچھے بندے تھے، ہر حالت میں ہماری طرف رجوع کرتے تھے، ایسے بندوں پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہر وقت دھیان جمائے رہتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہوا کرتی ہے اور ان کو وہ ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے۔

دوسرے پسندیدہ لوگ

وَ اذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ
اور یاد کریں بندوں ہمارے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب والے ہاتھوں

وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَ
اور آنکھوں (۴۵) تحقیق ہم نے چن لیا انہیں ایک خالص بات کیساتھ یاد اس گھر کی (۴۶) اور

اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾
تحقیق وہ نزدیک ہمارے میں سے چنے ہوئے بڑے نیک لوگ ہیں (۴۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کریں جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔(۴۵) ہم نے ان کو ممتاز کیا ایک خاص چیز کیساتھ جو اس گھر کی یاد ہے۔(۴۶) اور وہ سب ہمارے نزدیک چنے ہوئے نیک لوگوں میں سے ہیں۔(۴۷)

لفظی تحقیق: اُولِي الْاَيْدِيْ: ہاتھوں والے، یعنی: خوب نیک کام کرنے والے۔ "ذُوالْيَدُ" کی جمع ہے۔ اَلْاَبْصَارِ: آنکھوں والے۔ یعنی: مخلوق کو دیکھ کر خالق کو پہچاننے والے "ذوالبصر" کی جمع ہے۔ خَالِصَةٍ: چنی ہوئی، ملاوٹ سے پاک۔ مُصْطَفَيْنَ: انتخاب کئے ہوئے۔ مصطفیٰ کی جمع ہے، اصل میں "مُصْطَفِوِيْنَ" ہے واؤ تعلیل سے گر گئی۔ اَلْاَخْيَارِ: بڑے نیک لوگ۔ "خَيْرٌ" کی جمع ہے جو صفت کا صیغہ ہے (خ ی ر) سے وہ شے جس میں بھلائی بہت سی ہو۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: پچھلے پیغمبروں میں سے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کو یاد کرو، ان کے حالات پڑھنے سے دل کی قوت بڑھتی ہے، ان لوگوں نے مشکلوں میں پھنس کر بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں بھلایا اور اپنی جسمانی طاقت کو اس کے حکموں پر عمل کرنے میں پورے طور پر لگایا، انہوں نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں زمین اور آسمان میں پھیلی ہوئی دیکھیں اور اپنے یقین کو مضبوط کیا، ہم نے ان کو ایک خاص بات یہ عطاء کی تھی کہ دنیا کے اندر پھنس کر آخرت کو نہ بھولیں، یہی وہ گُر ہے جس سے انسان امن وامان کی زندگی دنیا میں بسر کرسکتا ہے اور ہر طرح کی کامیابی حاصل کرسکتا ہے، یہ لوگ ہمارے چُنے ہوئے بندوں میں سے ہیں اور ان کا طریقہ بہترین طریقہ ہے۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ: اور آپ ذکر کریں ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا، اسحاق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اور یعقوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں، یہ سارے ہی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، ان پر بھی مصیبتیں آئیں مگر انہوں نے ہمیشہ صبر کیا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صبر اختیار کریں، کافروں اور مشرکوں کی تکلیفوں سے غمگین نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی پر کامیابی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش تو مثال بن چکی ہے جسے ساری دنیا کے لوگ جانتے ہیں، بابل والوں نے آپ پر طرح طرح کے ظلم کئے، آپ کو ملک سے نکال دینے کی دھمکیاں دیں، کیسی کیسی بدسلوکی کی حتیٰ کہ بالکل ختم کردینے کا منصوبہ بنایا مگر اللہ تعالیٰ نے کافروں کی تمام تدبیروں کو ناکام کردیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہجرت کا حکم ہوا اور آپ نے اپنا وطن چھوڑ دیا اور شام و فلسطین میں آباد ہوگئے، پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیوی بچے کو تنہا صحراء میں چھوڑ دیا جہاں اِس وقت مکہ شہر آباد ہے، پھر اسی بچے کو قربانی کے طور پر ذبح کرنے کا حکم ہوا تو آپ اس آزمائش میں بھی پورے اترے، فرمایا: آپ ان کا ذکر کریں اور ان کیساتھ ان کے بیٹے اسحاق علیہ السلام اور پوتے یعقوب علیہ السلام کا بھی، اللہ تعالیٰ کے ان پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانے میں اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا اور

اس راستے میں آنے والی ہر تکلیف کو برداشت کیا۔

اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ: اس آیت کا مطلب اس طرح سمجھ لیں کہ جو لوگ ہاتھوں اور آنکھوں کی قوت کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہیں، جائز کاموں کو انجام دیتے ہیں اور بُرے کاموں سے بچتے ہیں وہی اصل میں ہاتھوں اور آنکھوں والے ہیں، اور جو ہاتھوں اور آنکھوں کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کرتے وہ گویا ان سے محروم ہیں، ان پیغمبروں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: انہوں نے ہاتھوں اور آنکھوں کو بالکل صحیح صحیح طریقے سے استعمال کیا، گویا صحیح میں ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔

اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ: ہم نے ان کو ممتاز کیا ہے ایک خاص بات کیساتھ اور وہ ہے آخرت کے گھر کی یاد، پیغمبر کی خصوصیت ہے کہ ان کے سامنے ہمیشہ آخرت کا گھر ہوتا ہے اور وہ اس کو کسی طرح بھی فراموش نہیں کرتے، عام آدمی کی پوری زندگی تو بسا اوقات آخرت کی یاد سے خالی گزر جاتی ہے اور وہ اسے زندگی بھر فراموش کئے رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا دل ایک لمحہ بھر کیلئے بھی آخرت کے گھر کی یاد سے خالی نہیں ہوتا اور انہیں ہمیشہ اُسی گھر کی فکر رہتی ہے۔

فرمانبرداروں کا انعام

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾

اور یاد کریں اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو اور ہر ایک ہے میں سے نیکوں (۴۸)

هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً

یہ یاددہانی ہے اور تحقیق لئے پرہیزگاروں کے البتہ اچھا ٹھکانا ہے (۴۹) باغات ہمیشہ رہنے کے کھولے ہوئے

لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ

لئے انکے دروازے (۵۰) تکیہ لگائے ہوئے میں اس منگائیں گے میں اس میوہ

كَثِيْرَةٍ وَّ شَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾

بہت سے اور پینے کی چیزیں (۵۱) اور پاس انکے نیچی نگاہ والیاں ایک عمر کی (۵۲)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور یاد کریں اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو اور ہر ایک ان میں سے خوبی والا تھا۔ (۴۸) یہ ایک یاددہانی ہے اور تحقیق پرہیزگاروں کیلئے اچھا ٹھکانہ ہے۔ (۴۹) ہمیشہ رہنے کیلئے باغات ہیں، ان کیلئے ان کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے۔ (۵۰) تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے ان کے اندر منگائیں گے بہت سے میوے۔ (۵۱) اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ایک عمر کی عورتیں ہوں گی۔ (۵۲)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: پہلے پیغمبروں میں سے اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل علیہم السلام کو بھی یاد کرو، ان میں سے ہر ایک بڑی خوبیوں والا تھا، حضرت اسماعیل اور الیسع علیہم السلام کا ذکر "سورۃ الانعام" میں گزر چکا ہے اور ذوالکفل کا "سورۃ الانبیاء" میں ہے۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے اور یقیناً ان کے حالات کے یاد رکھنے سے نیک صفتیں اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہیں اور اچھی باتوں کے اختیار کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے، آگے ان کا حال سنو جو پیغمبروں کی پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے اور اس کے عذاب سے ڈر کر بُری باتوں سے بچتے رہے، یہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈر کر بُرے کاموں سے بچنے والے لوگ جنہیں متقی کہتے ہیں، ان کیلئے بڑے اچھے مکانات رہنے کیلئے تیار ہیں جو باغوں کے اندر بنے ہوئے محل ہیں، جن کے دروازے ان کیلئے آخرت میں کھول دیئے جائیں گے اور وہ اپنے اپنے مکان پہچان کر بلا روک ٹوک اندر چلے جائیں گے، تختوں پر تکیے لگے لگائے تیار ہوں گے، ان پر آرام سے بیٹھ جائیں گے اور میووں اور پینے کی چیزوں کی فرمائش کریں گے جو فوراً پیش کی جائیں گی، ان کے پاس ایک ہی عمر کی حیاءدار اور نیچی نظریں رکھنے والی عورتیں بھی ہوں گی۔

هٰذَا ذِكْرٌ: یہ قرآن مجید ذکر ہے، ذکر کے دو معنیٰ آتے ہیں اور یہاں پر دونوں درست ہیں، ذکر کا ایک

معنٰی تو نصیحت ہے اور قرآن مجید بیشک نصیحت ہی نصیحت ہے اور عقل مند لوگ اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔
ذکر کا دوسرا معنٰی شرف ہے، یعنی: یہ قرآن مجید انسانوں کیلئے بالعموم اور عربوں کیلئے بالخصوص باعثِ عزت وشرف ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کا قانون ہے جو اس نے اپنے بندوں کے ہاتھ میں دیا ہے، اس سے بڑا شرف کیا ہوسکتا ہے، بشرطیکہ انسان اس میں غور وفکر کریں اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو جائیں، مگر افسوس کا مقام ہے کہ اکثر لوگ نہ تو اس کو پڑھتے ہیں اور نہ اس میں غور وفکر کرتے ہیں، نہ اس پر خود عمل کرتے ہیں اور نہ دوسروں تک پہنچاتے ہیں اور اس طرح اس کی برکتوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔
مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ: متقیوں کیلئے ان باغات کے دروازے کھلے ہوں گے اور وہ ان میں بلا روک ٹوک آجاسکیں گے، بعض فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنتیوں کو اپنے ٹھکانے پر پہنچنے میں کوئی پریشانی پیش نہیں آئے گی، اس دنیا میں تو بعض اوقات گھر پہنچنے میں کوئی مشکل پیش آسکتی ہے یا آدمی راستہ بھول سکتا ہے مگر وہاں ایسی بات نہیں ہوگی بلکہ ہر جنتی بغیر کسی رہنمائی اور پریشانی کے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے گا۔
وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ: ان کے پاس نیچی نگاہیں رکھنے والی ہم عمر عورتیں ہوں گی، ایک خوشگوار زندگی کیلئے میاں بیوی کا ہونا لازمی ہے اور جنت میں یہ چیز ہر ایک مرد اور عورت کو حاصل ہوگی۔

نافرمانوں کا انجام

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا
یہ ہے جو وعدہ کیا گیا تم سے لئے دن حساب کے (۵۳) تحقیق یہ البتہ ہماری دی ہوئی روزی ہے نہیں

لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ؕ وَ اِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ
لئے اسکے ختم ہونا (۵۴) یہ تو ہوا اور تحقیق لئے سرکشوں کے البتہ بُرا ٹھکانہ ہے (۵۵) یعنی دوزخ

يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّ
داخل ہوں گے اسمیں پس بُرا ٹھکانہ ہے وہ (۵۶) یہ ہے پس چکھیں اسے ابلتا ہوا پانی اور

غَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَّ اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾

پیپ (۵۷) اور دوسری اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں (۵۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ یہ وہ ہے جس کا حساب کے دن کیلئے تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔(۵۳) یہ ہے ہماری دی ہوئی روزی، یہ کبھی ختم نہ ہوگی۔(۵۴) یہ سُن چکے اور تحقیق سرکشوں کے واسطے بُرا ٹھکانہ ہے۔(۵۵) دوزخ ہے جس میں وہ داخل ہوں گے بہت بُری جگہ ہے۔(۵۶) یہ ہے گرم پانی اور پیپ اب اس کو چکھیں۔(۵۷) اور کچھ اور اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں۔(۵۸)

لفظی تحقیق: مِهَادُ: بستر۔آرام گاہ کو کہتے ہیں، یعنی: لیٹنے کی جگہ، اسی سے "مھد" بھی ہے جس کے معنٰی پنگوڑے کے ہیں۔غَسَّاقٌ: پیپ۔دوزخیوں کے زخموں سے بہنے والی پیپ۔

تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: سارا انعام انہیں حساب کتاب کے وقت، یعنی: قیامت کے دن ملے گا، یہ ہمارا وعدہ ہے اور یہ نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی، اتنا سننے کے بعد اب نافرمانوں کا حال بھی سُن لو، ان کا ٹھکانہ بہت ہی بُرا ہے، یہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور وہاں ان کو عذاب ہوگا، حقیقت میں ان کے ٹھہرنے کی جگہ ہی بُری ہے، بھوک پیاس سے بُرا حال ہوگا تو کھولتا ہوا پانی اور دوزخیوں کے بدن سے نکلی ہوئی پیپ وغیرہ اور اسی قسم کی مختلف چیزیں انہیں کھانے پینے کو ملیں گی۔

دوزخیوں کی جھڑپ

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ

یہ ایک فوج ہے گھستی چلی آرہی ہے ساتھ تمہارے نہ ہو فراخی گئے انکے تحقیق یہ

صَالُوا النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ

داخل ہونیوالے ہیں آگ میں (۵۹) وہ کہیں گے بلکہ تم ہی ہو نہ ہو فراخی لئے تمہارے تم ہی

قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا

آگے لائے یہ بلا ہمارے پس کیا ہی بُرا ٹھکانہ ہے یہ (۶۰) کہیں گے اے رب ہمارے! جو آگے لایا ہمارے

هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾

یہ مصیبت پس زیادہ دیں اسکو عذاب دگنا میں آگ (۶۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ یہ ایک فوج ہے تمہارے ساتھ گھستی چلی آ رہی ہے، یہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں۔(۵۹) بولے تم ہی ہو، خدا کی مار تم پر، تم ہی ہمارے اوپر یہ مصیبت لائے، سو بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔(۶۰) وہ بولے اے ہمارے رب! جو کوئی ہمارے پاس یہ لایا آپ اس کو آگ میں دگنا عذاب دیں۔(۶۱)

لفظی تحقیق: مُقْتَحِمٌ: دھنس آنے والا۔ اسم فاعل ہے "اِقْتِحَامٌ" سے جس کا مادہ (ق ح م) "قَحْمٌ" کے معنیٰ کسی بات میں بے سوچے سمجھے دخل دینا "اِقْتِحَامٌ" کسی چیز میں گھس پڑنا، بیچ میں آ دھنسنا۔

مَرْحَبًا: خوش آمدید۔ آنے والے کیلئے نیک دعا "لَا مَرْحَبًا" دور ہو، ناراضی اور بددعا کا کلمہ۔

تفسیر

پہلے بیان ہوا کہ ان لوگوں کیلئے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کا انکار اور اس کے حکم سے سرکشی کرتے رہے، ان کیلئے آخرت میں بُرا ٹھکانہ ہے جس کا نام دوزخ ہے، یہ سب کے سب ٹولیاں بنا کر اس کی طرف ہنکائے جائیں گے، اور ایک کے بعد دوسرے آتے جائیں گے، ان کے درمیان گفتگو ہوگی جس کا اس آیت میں ذکر ہے، پہلے بڑے بڑے لوگوں کا گروہ پہنچے گا، اس کے بعد ان کے ماننے والے آنے شروع ہوں گے، پہلے آنے والے پیچھے آنے والوں کو دیکھ کر کہیں گے لو یہ ایک بھیڑ تمہارے ساتھ دوزخ میں داخل ہونے کیلئے آ پہنچی، خدا ان کا ناس کرے اور ہر جگہ انہیں دھکے ملیں یہ بھی یہیں آ دھنسے، وہ سن کر کہیں گے تمہارا ناس ہو تم ہی نے ہمیں دنیا میں ورغلایا، یا اللہ! جنہوں نے ہمیں اس آفت میں پھنسایا انہیں تو اس آگ میں دگنا عذاب دے۔

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ: یہ ایک فوج، گروہ یا جماعت ہے جو تمہارے ساتھ گھستی چلی آ رہی ہے،

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: اس جماعت سے جہنمیوں کے دو طبقات مراد ہیں، جو یا تو دنیا میں باطل طور پر لوگوں سے اپنا اتباع کراتے تھے یا وہ ایسے لوگوں کی اتباع کرتے رہے، ان سب کو دوزخ میں داخل کرنے سے پہلے دوزخ کے کنارے پر کھڑا کیا جائے گا اور پھر یہ آپس میں ایک دوسرے کو طعن کا نشانہ بنائیں گے، آواز آئے گی ان کو خوش آمدید نہ کہو، یعنی: ان کی آؤ بھگت نہ کرو کیونکہ یہ تو دوزخ میں داخل ہونے والے ہیں، یہ بڑے بڑے سردار کہیں گے جو دنیا میں اپنی بات منواتے رہے اور کمزور لوگوں کو اپنے پیچھے لگنے پر مجبور کرتے رہے، پھر کمزور لوگ جواب دیں گے تمہیں خوش آمدید نہ ہو، یہ تمہیں لوگ ہو جنہوں نے ہمارے لئے اس چیز کو آگے بھیجا ہے، تم نے ہی یہ مصیبت ہمارے لئے کھڑی کی ہے، ہم تمہارے پیچھے لگ کر گمراہ ہوئے اور دوزخ کے دروازے تک پہنچ گئے، یہ ٹھہرنے کہ بہت ہی بُری جگہ ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے، پروردگار! جس نے ہمارے لئے یہ مصیبت آگے بھیجی ہے یعنی جو لوگ ہمارے لئے عذاب کا سبب بنے ہیں ایسے لوگوں کو دوزخ میں دُگنی سزا دے۔

غلطی کا احساس

وَ قَالُوْا مَالَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿٦٢﴾

اور وہ کہیں گے کیا ہوا ہمیں نہیں دیکھتے ہم ایسے لوگوں کو کہ تھے ہم شمار کرتے انہیں میں شریروں (۶۲)

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ اِنَّ ذٰلِكَ

کیا ہم اڑاتے تھے ان کی ہنسی غلط یا مُڑ گئیں سے ان آنکھیں (۶۳) تحقیق یہ

لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾ ع ۴ ۲۴ ۱۳

البتہ حق ہے جھگڑا کرنا آپس میں والوں دوزخ (۶۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور کہیں گے کیا ہوا ہم ان مردوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم بُرے لوگوں میں شمار کرتے تھے۔ (۶۲) کیا ہم نے ان کا یونہی مذاق بنا رکھا تھا یا اُن سے ہماری آنکھیں مُڑ گئیں۔ (۶۳) دوزخیوں کا یہ جھگڑا

ہو کر رہے گا۔(۶۴)

لفظی تحقیق: سِخْرِیًّا: جس کی ناحق ہنسی اڑائی جائے۔اسم نسبت ہے "سخر " کی طرف "سخر " اور "سُخر " دونوں کے معنٰی ہیں کسی سے ناحق زبردستی کام لینا "سِخْرِیًّا " اور "سُخْرِیًّا " دونوں کے معنٰی ہیں وہ شخص جس کی ہنسی اڑائی گئی ہو۔ زَاغَتْ: چوک گئیں۔ ماضی مؤنث ہے (زی غ) سے "زَیْغٌ " کے معنٰی ٹیڑھا ہو جانا۔

تفسیر

یہ کہتے کہتے دوزخیوں کو خیال آئے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو لوگ دنیا میں پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے تھے اور گناہوں سے دور بھاگتے تھے، وہ دوسروں سے اس لئے خفاء رہتے تھے کہ وہ دنیا کی ناپاک خواہشوں کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں، یہاں کی ساری چیزیں تو آنی جانی ہیں، آج مرے کل دوسرا دن، ان کیلئے آپس میں کیوں لڑتے ہو، ہم انہیں کہا کرتے تھے کہ اصل فسادی تو تم ہو جو ہمیں دنیا میں مزے اڑانے سے روکتے ہو۔

آج وہ لوگ یہاں نظر نہیں آتے، کیا سچ مچ ہم ان کی غلط ہنسی اڑاتے تھے اور ان کو شریر کہتے تھے؟ وہ اِدھر اُدھر نظر دوڑائیں گے کہ وہ یہیں کہیں نظروں سے چھپے ہوئے ہیں ورنہ یہ تو بڑا غضب ہوگا اگر وہ سچ مچ اپنے ایمان کی بدولت جنت میں مزے کر رہے ہوں اور ہم یہاں اپنے کئے کو رو رہے ہیں، آگے ارشاد ہے دوزخیوں کا یہ آپس کا جھگڑا ہو کر رہے گا، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

ذرا سوچو!

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ

کہہ دیں بات یہی ہے کہ میں ڈرانے والا ہوں اور نہیں کوئی معبود مگر اللہ اکیلا

الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ

دبدبے والا (۶۵) رب آسمانوں اور زمین کا اور جو انکے بیچ میں ہے زبردست

اَلْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾

بخشنے والا (۶۶) کہہ دیں وہ ایک خبر ہے بڑی (۶۷) تم سے جس منہ پھیرنے والے ہو (۶۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ آپ کہہ دیں! میں تو فقط ڈر سنانے والا ہوں اور کوئی معبود نہیں سوا اکیلے دبدبے والے اللہ تعالیٰ کے۔(۶۵) رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے بیچ میں ہے زبردست ہے گناہ بخشنے والا۔ (۶۶) آپ کہہ دیں یہ ایک بڑی خبر ہے۔(۶۷) کہ تم اس سے منہ موڑ رہے ہو۔(۶۸)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ سب کچھ انہیں سنانے کے بعد اے ہمارے پیغمبر! ان سے کہہ دیں کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں، تمہیں برے انجام سے ڈرانے آیا ہوں، بس! یہی میرا کام ہے، قدرت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور تمہیں اسی کے سامنے جواب دینا ہوگا، وہی اکیلا اور معبود ہے اور وہی زور، دباؤ اور رعب والا ہے، یہ آسمان اور زمین اور دونوں کے درمیان کی تمام چیزیں جو تم دیکھ رہے ہو یا جو تمہاری آنکھوں سے چھپی ہیں ان سب کا پالنے والا وہی ایک اللہ تعالیٰ ہے، وہ رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے، بندہ سے اگر کوئی گناہ ہو جائے اور اس کے آگے سچے دل سے اس سے معافی مانگے تو وہ اس کا گناہ بخش دیتا ہے، آپ کہہ دیں کہ میں جو تمہیں سزا جزا سے متعلق خبر سنا رہا ہوں یہ بہت بڑی اہمیت والی خبر ہے، اس کو معمولی سمجھ کر منہ مت پھیرو، اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرو، اسی میں تمہاری خیریت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ

نہ تھا پاس میرے کچھ علم جہان کا اوپر کے جب وہ آپس میں بحث کرتے ہیں (۶۹) نہیں

يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ
وحی کی گئی طرف میری مگر فقط یہ کہ میں ڈرانے والا ہوں کھلم کھلا (۷۰) جب کہا رب آپکے نے

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ
سے فرشتوں کہ میں بنانے والا ہوں ایک انسان سے مٹی کے گارے (۷۱) پس جب درست کر چکوں میں اسے

وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ
اور پھونک دوں میں میں اس روح اپنی پس گر پڑو لئے اسکے سجدہ کرتے (۷۲) پس سجدہ کیا

الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ
فرشتوں سب نے اکٹھے (۷۳) مگر ابلیس تکبر کیا اس نے اور تھا وہ

مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾
سے کافروں (۷۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ مجھے اوپر کی مجلس کی کچھ خبر نہ تھی جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔(۶۹) مجھے تو یہی حکم ملتا ہے کہ اور کچھ نہیں میں کھول کر ڈر سنانے والا ہوں۔(۷۰) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی کے گارے سے ایک انسان بنانے والا ہوں۔(۷۱) پھر جب ٹھیک بنا چکوں اسے اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو گر پڑو تم اس کے آگے سجدہ میں۔(۷۲) پھر سب فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا۔(۷۳) مگر ابلیس نے غرور کیا (اور سجدہ نہ کیا) اور وہ کافروں میں سے تھا۔(۷۴)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان سے کہہ دیں کہ یہ کوئی گپ نہیں ہے، بڑی ضروری خبر ہے کہ قیامت دنیا کے سلسلہ میں آخری کڑی ہے جو انسان کی دنیا کی ختم ہونے والی زندگی کو آخرت کی ہمیشہ کی زندگی سے جوڑتی ہے، اس ختم ہونے والی زندگی کو ہمیشہ رہنے والی زندگی سے جوڑنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی مجلس میں جو بحث

اور گفتگو ہوتی ہے مجھے اس کی کچھ خبر نہ تھی، کیونکہ یہ بغیر وحی کے معلوم نہیں ہو سکتی، اب میں جو کچھ تم سے کہہ رہا ہوں یہ مجھے وحی کے ذریعے معلوم ہوا ہے، ان میں سے ایک بات بھی میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی، سب سے ضروری بات جو مجھے وحی کے ذریعے بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ میری زندگی کا مقصد تمہیں آخرت کے عذاب سے ڈرانا ہے، ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ: میں انسان کو گوندھی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ جب میں اسے درست کر چکوں اور اپنی طرف سے اس میں روح پھونک دوں تو تم سجدہ میں گر پڑنا، چنانچہ جب وہ وقت آیا اور حضرت آدم علیہ السلام جیتے جاگتے بشر بن گئے تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ میں گر پڑے، فقط ابلیس اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "مسند احمد" اور "ترمذی شریف" میں یہ روایت موجود ہے جو کہ محدثین کے نزدیک صحیح ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی نماز کیلئے کافی دیر سے تشریف لائے یہاں تک کہ ہمیں خطرہ ہو گیا کہ کہیں سورج نہ نکل آئے، آپ جلدی سے تشریف لائے، اقامت کہی گئی اور آپ نے وقت کی تنگی کی وجہ سے ہلکی نماز پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ: اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہو، پھر آپ نے فرمایا:

"میں رات کو بیدار ہوا اور نماز پڑھی جتنی مقدار میں تھی، مجھ پر نماز کے دوران ہی اونگھ طاری ہو گئی اور بوجھل ہو گیا، میں نے اسی حالت میں اپنے رب کو بہت ہی عمدہ صورت میں دیکھا تو اس نے فرمایا: اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں "مَلَاِ الْاَعْلٰی" کس چیز میں تکرار کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا، پروردگار! میں تو نہیں جانتا؟ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال تین دفعہ کیا اور میں نے تینوں مرتبہ وہی جواب دیا، پھر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس کی اور پھر ہر چیز مجھے روشن نظر آنے لگی اور میں نے پہچان لیا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے محمد! یہ بتلاؤ کہ "مَلَاِ الْاَعْلٰی" کس

بات میں تکرار کررہے ہیں؟ تو میں نے عرض کیا کہ وہ گناہوں کے کفارے کے بارے میں تکرار کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کفارات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: جماعت میں شریک ہونے کیلئے پاؤں سے چل کر جانا (جبکہ ہر ہر قدم کا اٹھنا غلطیوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور درجوں کی بلندی کا سبب بنتا ہے) نیز: فرمایا: نماز کے بعد مسجد میں بیٹھنا، تکلیف برداشت کرکے کامل وضو بنانا (یعنی: گرمی سردی کی پرواہ کئے بغیر اچھی طرح وضو کرنا) پھر مجھ سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا درجے کیا ہیں؟ تو میں نے عرض کیا: محتاجوں کو کھانا کھلانا، نرمی سے بات کرنا اور راتوں کو نماز پڑھنا جبکہ لوگ سو رہے ہوں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مانگ کیا مانگتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ! میں آپ سے نیکیوں کے کرنے، غلط باتوں کے چھوڑنے اور مسکینوں کیساتھ محبت کرنے کی توفیق مانگتا ہوں اور یہ کہ آپ میری کوتاہیاں معاف فرمادیں اور مجھ پر رحم فرمائیں اور جب کسی قوم کے بارے میں آزمائش کا ارادہ کریں تو مجھے اس سے پہلے اٹھالیں اور پروردگار! میں سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور اس کی محبت کا جو آپ سے محبت کرے اور اس عمل کی محبت کا جو مجھے آپ کے قریب کردے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ بات برحق ہے، لہٰذا اس کو سیکھو اور سکھلاؤ"۔

اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ: میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ میں کھول کر ڈر سنانے والا ہوں، میں نے نہ تو کتابیں پڑھیں اور نہ کسی سے کچھ سیکھا، بلکہ میں تو تمہیں وہی باتیں بتلاتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کے ذریعے سکھلائیں اور یہی میرے سچے پیغمبر ہونے کی دلیل ہے، مشرکوں کے عقیدے کے برخلاف میں خدا نہیں ہوں، میں تو برائی اور غلط عقیدوں کے انجام سے کھول کر ڈر سنانے والا ہوں، میں لوگوں کو خبردار کرتا ہوں کہ اگر برائی کو اختیار کروگے تو اس کا نتیجہ بھی برائی کی صورت میں ہی نکلے گا۔

فتنے کی جڑ

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ

فرمایا اے ابلیس کس نے منع کیا تجھے یہ کہ سجدہ کرے تو اسے پیدا کیا میں نے جسے ساتھ ہاتھوں اپنے دونوں سے

اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ

کیا تکبر کیا تو نے یا تھا تو میں سے اونچے لوگوں (۷۵) بولا میں بہتر ہوں سے اس

خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾

پیدا کیا مجھے تو نے سے آگ اور پیدا کیا اسے سے مٹی (۷۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: اے ابلیس! کس چیز نے روکا تجھے سجدہ کرنے سے اس کو جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا، یہ تو نے غرور کیا یا تو درجے میں بڑا تھا؟ (۷۵) (ابلیس) بولا میں اس سے بہتر ہوں، مجھے تو نے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔ (۷۶)

لفظی تحقیق: اَسْتَكْبَرْتَ: کیا تو نے تکبر کیا۔ اصل میں "اَاِسْتَكْبَرْتَ" ہے ہمزہ استفہام کی وجہ سے ہمزہ وصل گر گیا۔

تفسیر

جب ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اکڑ کر کھڑا رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ آدم کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا، کیا تو اپنا مرتبہ اس سے اونچا سمجھتا ہے؟ ابلیس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں، مجھے آپ نے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا، آگ مٹی سے بہتر ہے، پھر میں اس کے آگے کیوں جھکوں، یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صاف حکم کے سامنے انکار کرنا کم بختی کی نشانی ہے، جب آقا نے کہہ دیا کہ یہ کام کرو، پھر بندہ کیلئے باتیں بنانے کی گنجائش نہیں رہتی۔

نافرمانی کی سزا

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ

فرمایا ۔ پس نکل تو ۔ سے یہاں ۔ کیونکہ تو ۔ مردود ہے (۷۷) ۔ اور ۔ تحقیق ۔ پر تجھ ۔ لعنت میری ہے

اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾

تک ۔ دن ۔ بدلے کے (۷۸) ۔ بولا ۔ اے رب میرے! ۔ پس مہلت دے مجھے ۔ تک ۔ اس دن ۔ جب اٹھائے جائینگے (۷۹)

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾

فرمایا ۔ پس تحقیق تو ۔ سے ۔ مہلت دیئے گیوں (۸۰) ۔ تک ۔ اس دن ۔ جسکا وقت ۔ مقرر ہے (۸۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: تو یہاں سے نکل جا، اس لئے کہ تو مردود ہوا۔ (۷۷) اور تجھ پر بدلے کے دن تک میری پھٹکار ہے۔ (۷۸) (ابلیس) بولا، اے رب! مجھے مہلت دے اس دن تک جب مردے جی اٹھیں۔ (۷۹) (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا! تجھے مہلت ہے۔ (۸۰) ایک معلوم دن کے وقت تک۔ (۸۱)

لفظی تحقیق: اَنْظِرْ: مہلت دے۔ اسم فاعل ہے "اِنْظَار" سے، اس کے معنیٰ مہلت دینے اور چھوڑے رکھنے کے ہیں۔ اَلْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ: مقررہ وقت۔ یعنی: اس وقت تک جبکہ پہلا صور پھونکا جائے گا اور دنیا فناء ہوجائے گی۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب اس نے سجدہ نہ کرنے کی وجہ بتائی اسی وقت اسے مردود قرار دے دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دور ہو یہاں سے! تو ہماری درگاہ سے نکال دیا گیا اور قیامت کے دن تک ہماری درگاہ سے دور ہوتا چلا جائے گا، اس کے بعد تیرا ٹھکانہ دوزخ ہے، ابلیس نے ناامید ہوکر کہا، اے میرے رب! آپ مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیکر چھوڑ دیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا تجھے اس وقت تک مہلت دی گئی جبکہ دنیا پہلا

صور پھونکے جانے سے فنا ہو جائے گی، ابلیس کی درخواست یہ تھی کہ دوسرے صور تک جب مردے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اسے آزاد چھوڑ دیا جائے اور گرفتار کر کے عذاب میں مبتلا نہ کیا جائے، لیکن اس سے کہا گیا کہ دنیا کے فناء ہونے تک تجھے مہلت ہے، اس کے بعد تجھے مہلت نہ دی جائے گی اور پھر تیرے لئے سوا عذاب کے کچھ نہیں۔

شیطان کی شرارت

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ

بولا پس قسم عزت تیری کی البتہ بہکاؤں گا ان کو سب کو (۸۲) مگر بندے تیرے میں سے ان

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ ۫ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ

جو چنے ہوئے ہیں (۸۳) فرمایا پھر سچ یہ ہے اور سچ ہی میں کہتا ہوں (۸۴) البتہ بھروں گا

جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾

دوزخ سے تجھ اور ان سے جو پیچھے چلیں تیرے میں سے ان سب (۸۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ (ابلیس) بولا قسم ہے تیری عزت کی میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ (۸۲) مگر جوان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں (گمراہ نہیں کرسکوں گا)۔ (۸۳) (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: تو ٹھیک بات یہ ہے اور میں ٹھیک ہی کہتا ہوں۔ (۸۴) مجھے دوزخ کو بھرنا ہے تجھ سے اور ان سب سے جو تیری راہ پر چلے۔ (۸۵)

تفسیر

ابلیس کو جب دنیا کے فناء ہونے تک مہلت مل گئی تو اس نے کہا کہ مجھے قسم ہے تیری عزت کی میں اس آدم کی ساری اولاد کو بہکا کر چھوڑوں گا اور جہاں تک میرا بس چلے گا کسی کو اس راستہ پر نہ چلنے دوں گا جو تو نے ان کیلئے مقرر کیا ہے، میرے حملے سے کوئی نہیں بچے گا سوا ان لوگوں کے جو آپ کے چنے ہوئے بندے ہیں، وہ البتہ

میرے داؤ میں نہ آئیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ پکا ارادہ جسے اس نے زوردار الفاظ میں ادا کیا سُن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: پھر تو اس کا نتیجہ بھی سُن لے کہ کیا ہوگا؟، یہ بالکل حقیقت ہے اور میں جو کہتا ہوں وہ سچ ہی ہوا کرتا ہے، میری بات کبھی غلط اور بناوٹی نہیں ہوتی، قیامت کے دن میں تجھ سے اور تیرے بہکاوے میں آکر سیدھے راستے سے ہٹ جانے والے لوگوں سے دوزخ کو بھر دوں گا اور ان میں سے ایک بھی میری پکڑ سے بچ کر نہ نکل سکے گا، یہ واقعہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ابلیس کی دشمنی کا سبب بنا اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے پیغمبر بھیج کر بتایا کہ ابلیس کی سازش سے بچ کر رہیں، ورنہ اگر اس کے بہکانے میں آگئے تو ابلیس کیساتھ ان کا ٹھکانہ بھی دوزخ ہوگا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ: ان سے کہہ دیں کہ یہ سب کچھ مجھے وحی کے ذریعے بتایا گیا ہے اور سوا وحی کے اس کے معلوم ہونے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ: کہنے لگا، تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا، میں ان کے دائیں بائیں، آگے پیچھے سے، دنیا کے راستے سے، دین کے راستے سے، خواہشات کے راستے سے، آخرت کے راستے سے، غرضیکہ ہر راستے سے آکر ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا، چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: جب کوئی آدمی جہاد کیلئے نکلتا ہے یا نماز کیلئے جاتا ہے یا صدقہ خیرات کا ارادہ کرتا ہے تو شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈال کر اسے ہر نیک کام سے روکنے کی کوشش کرتا ہے، ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا کہ میں ضرور ان کو گمراہ کروں گا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری پیدا کی ہے اس کا علاج بھی پیدا فرمایا ہے، چنانچہ جب شیطان نے قسم اٹھا کر انسانوں کو گمراہ کرنے کا وعدہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا کہ: مجھے میری عزت، بڑائی اور عظمت کی قسم ہے کہ! میرے بندے جب تک مجھ سے معافی مانگتے رہیں گے، میں انہیں معاف کرتا رہوں گا، گویا اللہ تعالیٰ نے گمراہی جیسی خطرناک بیماری کا علاج بھی بتلا دیا، لہٰذا انسانوں کو چاہئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں۔

حق کا پیغام

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾

کہہ دیں نہیں مانگتا تم سے پر اس کچھ اجر اور نہیں میں سے بناوٹ کرنے والوں (۸۶)

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾ ع ۵ ۲۴ ۱۴

نہیں وہ مگر یاد دہانی لئے جہان والوں کے (۸۷) اور البتہ جان لوگے حال اسکا بعد دن تھوڑے (۸۸)

بامحاورہ ترجمہ: ۔آپ کہہ دیں! میں تم سے اس پر کچھ بدلہ نہیں مانگتا اور میں نہیں ہوں اس کو سوچ کر بنانے والا۔(۸۶) یہ تو ایک یاددہانی ہے سارے جہان والوں کیلئے۔(۸۷) اور تھوڑی ہی مدت کے بعد اس کا حال معلوم کرلوگے۔(۸۸)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: آپ کہہ دیں! اللہ تعالیٰ نے شیطان اور اس کے ماننے والوں کیلئے دوزخ مقرر کردی ہے، میں تمہیں یہی بتانے آیا ہوں اور یہ اتنی بڑی خیرخواہی ہے کہ جس کی بڑائی کا اندازہ مشکل ہے، مگر میں تم سے اس کا کچھ بدلہ نہیں مانگتا اور نہ مجھے گھڑ گھڑ کر باتیں بنانی آتی ہیں، مطلب یہ کہ میں اپنی طرف سے باتیں گھڑ کر اپنی پیغمبری اور علم وحکمت کا اظہار نہیں کررہا بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ٹھیک ٹھیک پہنچا رہا ہوں۔

سنو! یہ جو قرآن مجید میں تمہیں سنا رہا ہوں، یہ تمام جہانوں کیلئے نصیحت اور یاددہانی ہے، آگے چل کر تمہیں خود معلوم ہوجائے گا کہ جو کچھ قرآن مجید نے کہا وہ سراسر سچ ہے۔

سورۃ صٓ پر ایک نظر

اس سورۃ میں انسان سے کہا گیا ہے کہ ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا مانو اور اس قرآن مجید کو نصیحت اور

ذکر کا خزانہ سمجھو، اس کی باتوں کی طرف دھیان نہ کرنا اور اس سے منہ موڑ کر چل دینا کم بختی کی نشانی ہے، دیکھو! پہلے لوگوں نے اپنے پیغمبروں کا کہنا نہ مانا تو وہ دنیا میں بُری طرح تباہ و برباد ہوئے اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔

اس کے بعد پیغمبر ﷺ کو ارشاد ہے کہ: ان لوگوں کے برتاؤ پر جس سے آپ کو رنج پہنچتا ہے صبر کریں اور پہلے پیغمبروں کے طور طریقہ پر غور کریں، وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے دھیان لگائے رکھتے تھے، ذرا سی بھی بھول چوک ہوتی تو انہیں بتادیا جاتا تھا اور وہ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع میں تکلیفیں برداشت کیں، آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں حکومت عطاء کی اور کہا کہ تمہیں ہم زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندوں میں عدل وانصاف کیساتھ فیصلہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلو، اپنی خواہشوں کی پیروی مت کرنا کیونکہ خواہش کی پیروی اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکانے والی چیز ہے، خواہشوں کی پیروی عموماً اس لئے ہوتی ہے کہ انسان اس بات کو بھول جاتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو سارے کاموں کا حساب دینا ہوگا اور یہی بھول اس بات کی علامت ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹک گیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سے ذرا سی بھول ہوئی کہ زبان سے انشاء اللہ نہ کہا اور اسی لئے ان کا ارادہ پورا نہ ہوسکا، جب انہیں سمجھایا گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور ان کی درخواست پر انہیں ایسی حکومت عطاء کی گئی جو ظاہر میں پورے طور پر کسی اور کو نہ ملی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کشادگی کے بعد تنگی میں مبتلا ہوئے، صحت جواب دے گئی، آخر اللہ تعالیٰ کے حضور دعاء کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ساری تکلیفیں دور کردیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشش کرتے رہے اور آخرت کے خیال میں لگ کر دنیا میں ایسی زندگی بسر کی جس سے آخرت درست ہو، حضرت اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی رضاء کے طلبگار رہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے مقبول بندوں میں داخل فرمایا، اس کے بعد انسان کو بتایا گیا ہے کہ اس کی کامیابی اسی میں ہے کہ بُری باتوں سے بچے اور پرہیزگاروں کی زندگی بسر کرے، ورنہ طرح طرح کی روحانی اور

جسمانی مصیبتوں میں مبتلا ہوگا، اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی طرف توجہ دلائی کہ شیطان نے شروع ہی سے ان کی اولاد سے دشمنی کرنے کی ٹھان لی ہے، اس کے ہتھکنڈوں سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی جائے۔

سورۃ الزّمر

یہ سورۃ مکہ میں اتری اس میں آٹھ رکوع اور ۷۵ آیتیں ہیں، اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے انسانوں کو بتایا جارہا ہے کہ ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کے ہوجاؤ اور خالص اسی کی بندگی کرو، زمین و آسمان کی پیدائش، دن رات کا باقاعدہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہنا، سورج اور چاند کا نظام، جانوروں اور انسانوں کی پیدائش اور اس کا طریقہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے قرآن مجید اتارا، انسان کی بھلائی صرف اسی میں ہے کہ اس کے حکموں پر عمل کرے اور دنیا میں پرہیزگاری کی زندگی بسر کرے۔

نیک لوگوں کا انجام دنیا اور آخرت دونوں میں اچھا ہوگا اور صبر کیساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت میں لگے رہنے والے لوگ بے شمار انعاموں کے حقدار ہوں گے اور ان کو یقیناً جنت میں بڑے آرام کی زندگی نصیب ہوگی، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکموں سے منہ موڑنے والے دوزخ کے اندر آگ میں جلیں گے۔

موت کا آنا ضروری ہے، اس کیلئے ایمان لا کر نیک عمل کے ذریعے تیاری ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے تو دیکھو کیسا سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، اس کی رحمت وسیع ہے، وہ گناہوں کا بخشنے والا ہے، نیک لوگ جنت میں اور بدکار لوگ دوزخ میں جائیں گے۔

اٰیاتھا — ۷۵ سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتھا — ۸

سورۃ الزمر مکی ہے، اس میں پچھتر آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں۔

خوشی کا پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ① اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ
اتارنا کتاب کا جانب اللہ کی زبردست حکمت والا (۱) تحقیق ہم نے اتاری

اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ؕ②
طرف آپ کی کتاب ساتھ سچائی کے پس بندگی کر اللہ کی خالص کرکے لئے اسکے بندگی (۲)

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ
خبردار رہو اللہ کی بندگی وہ ہے جو خالص ہو

بامحاورہ ترجمہ:۔اس کتاب کا اتارنا زبردست حکمتوں والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔(۱) ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری ہے ٹھیک ٹھیک، سو! خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو۔(۲) خبردار! خالص بندگی اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ تحریری فرمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا جارہا ہے جو سب سے زبردست ہے اور پوری قوت رکھنے والا ہے اور ساتھ ہی ہر چیز کی حقیقت کو جاننے والا ہے، ظاہر ہے کہ ہر حکم کی قدر اور حیثیت اس کے

جاری کرنے والے کے مرتبہ اور اس کی بڑائی اور بزرگی کے مطابق ہوتی ہے، اس لئے حکم کے شروع ہی میں بھیجنے والا اپنا نام حیثیت اور مرتبہ ظاہر کر دیتا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ: اے ہمارے پیغمبر! یہ لکھا ہوا حکم نامہ جو ہم آپ کی طرف بھیج رہے ہیں، اس میں ساری کی ساری درست اور سچی باتیں ہیں کیونکہ جب بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے جو سب پر غالب ہے اور ہر چیز سے باخبر ہے تو ظاہر ہے کہ وہ جو لکھے گا وہ بالکل درست اور ٹھیک ہوگا؛ اس لئے ہر شخص کو اس کے حکم پر عمل کرنے کیلئے دل وجان سے تیار ہو جانا چاہئے اور ضروری ہے کہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری، ہر کھوٹ اور نقصان سے پاک ہو اور وہ اچھی طرح سمجھ لے اور دوسروں کو سمجھا دے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی بندگی، عبادت اور اطاعت کی قدر ہے جس میں شرک، دکھاوے اور محض رسم کی پابندی نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کیلئے اور اس کی رضاء حاصل کرنے کیلئے ہو۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ: بیشک ہم نے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کیساتھ اتارا ہے اور اس کا مقصد یہ کہ آپ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی اس حال میں کہ آپ خالص اسی کی اطاعت اور بندگی کرنے والے ہوں، اس کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں، تمام پیغمبروں نے اسی بات کی تبلیغ کی کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہئے، اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے، پھر تاکیداً فرمایا: خبردار رہو کہ خالص اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور یہ اطاعت کسی دوسرے کی نہیں ہوسکتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ، اے اللہ کے پیغمبر! میں بعض دفعہ کوئی صدقہ خیرات کرتا ہوں یا کسی پر احسان کرتا ہوں جس میں میری نیت اللہ تعالیٰ کی رضاء بھی ہوتی ہے اور یہ بھی کہ لوگ میری تعریف کریں گے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی! جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتے جس میں کسی غیر کو شریک کیا گیا ہو، پھر آپ نے دلیل کے طور پر یہ آیت تلاوت فرمائی: "اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ"۔

شرک کا بہانہ

وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ

وقف لازم

اور وہ جو پکڑے ہوئے ہیں سوا اس کے حمایتی (تو وہ کہتے ہیں) نہیں پوجتے ہم انہیں مگر تاکہ قریب کردیں ہمیں طرف اللہ کی مرتبہ میں تحقیق اللہ فیصلہ کردے گا درمیان ان کے اس کا کہ وہ جس میں اختلاف کررہے ہیں

بامحاورہ ترجمہ:۔اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا حمایتی بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم تو انہیں اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی طرف قریب کے درجے میں پہنچا دیں، بیشک اللہ تعالیٰ ان میں فیصلہ کردے گا جس چیز میں وہ جھگڑا کررہے ہیں۔

تفسیر

اکثر انسان اس غلط خیال میں پھنس جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو بہت ہی بلند مرتبہ والا اور بڑا ہی قوت والا ہے، اس تک کم درجہ والوں کی پہنچ کیسے ہوسکتی ہے، انہیں یہ غلط فہمی دنیا والوں کا حال دیکھ کر معلوم ہوتی ہے، وہ دیکھتے ہیں کہ ہر ایک بڑا بادشاہ اپنی شان وشوکت میں گھر کر رعایا سے دور ہو کر بیٹھ جاتا ہے، ہر ایک کی پہنچ اس تک نہیں ہوتی، کچھ تھوڑے سے نزدیک والے لوگ ہی اس تک پہنچ سکتے ہیں اور عام لوگوں کی آواز اس تک انہی نزدیک والے لوگوں کے ذریعے پہنچ سکتی ہے، چنانچہ وہ ان خاص لوگوں کی گرد جمع ہوجاتے ہیں اور ان کے آگے ہاتھ جوڑتے پھرتے ہیں کہ ہمیں بھی بادشاہ تک پہنچادو، ارشاد ہے کہ: اس غلط خیال کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ سب سے قریب ہے اور وہ ہر ایک کی بات خود ہی سنتا ہے، بیچ میں کسی واسطے کی ضرورت نہیں، اب جو اس سے غافل ہو کر

دوسروں کی خوشامد اور منت سماجت میں لگ جاتے ہیں وہ گویا اللہ تعالیٰ پر پوری طرح ایمان نہیں لائے، انہوں نے اس کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا یار و مددگار بنایا حالانکہ وہ اس کی ذرا بھی مدد بغیر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے نہیں کر سکتے، ان کا کہنا کہ ہم بتوں کو اور بڑے لوگوں کو اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے دربار میں بڑا مرتبہ دلوا دیں گے اور ہمیں ان کے نزدیک پہنچا دیں گے، قرآن مجید کے نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے سنو! تمہارے ان بے بنیاد اور غلط خیالوں کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن خود فرمائے گا۔

شرک کی ایک صورت

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿٣﴾ لَوْ أَرَادَ اللَّهُ

تحقیق اللہ نہیں راہ دکھاتا اسے کہ ہو وہ جھوٹا حق کا منکر (۳) اگر چاہتا اللہ

أَن يَتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ سُبْحَانَهُ ۖ

کہ اختیار کرے اولاد البتہ چُن لیتا میں سے اُس جو اس نے بنایا جسے چاہتا پاک ہے وہ

هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٤﴾

وہ تو اللہ ہے ایک غالب (۴)

بامحاورہ ترجمہ: البتہ اللہ تعالیٰ راہ نہیں سجھاتا اس کو جو جھوٹا ہو اور حق کو نہ مانے۔ (۳) اگر اللہ تعالیٰ اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چُن لیتا، وہ تو پاک ہے، وہی ہے اللہ اکیلا غالب۔ (۴)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اس سے زیادہ بیکار بات کیا ہو سکتی ہے کہ قرآن مجید سے خالص توحید کا ذکر سیکھنے کے بجائے اپنے دل سے گھڑ لیا کہ اس کی خدائی میں اور بھی حصہ دار ہیں، بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ اولاد والا ہے، ان سے پوچھو کہ ساری مخلوق تو اسی کی بنائی ہوئی ہے، پھر اس میں سے کوئی چیز اس کے برابر کیسے ہو سکتی ہے، یہ

مخلوق وہ خالق دونوں کا مرتبہ برابر کیسے ہوسکتا ہے؟ اولاد تو باپ کے برابر مرتبہ کی ہوتی ہے اور بعض دفعہ اس سے بڑھ بھی جاتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے مرتبہ کا کوئی نہیں، توبہ کرو، اللہ تعالیٰ ان سب فضول باتوں سے جو تم بناتے ہو پاک ہے، اس کے برابر کوئی نہیں، وہ ایک ہی ہے اور سب اس کے بندے ہیں، اس کی قوت سب پر غالب ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ
پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو ساتھ حق لپیٹتا ہے رات کو پر دن

وَ يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ
اور لپیٹتا ہے دن کو پر رات اور کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو ہر ایک

يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝۵
چلتا ہے مطابق مدت مقررہ کے خبردار رہو وہ زبردست بخشنے والا ہے (۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اس نے آسمان اور زمین کو ٹھیک ٹھیک بنایا، رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا، ہر ایک اپنے مقررہ وقت پر چلتا ہے، سنو! وہی ہے زبردست گناہ بخشنے والا۔ (۵)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اس کی قدرت اسی سے ظاہر ہے کہ اس نے آسمان اور زمین بنائے، پھر اس نے وقت کو دن اور رات میں تقسیم کیا، رات آہستہ آہستہ دن کی پھیلی ہوئی روشنی کو لپیٹ کر تہہ کرتی اور اس پر اندھیرا بچھاتی چلی آتی ہے، صبح کو اسی طرح دن رات کی تاریکی کو آہستہ آہستہ لپیٹتا ہوا اور اپنی روشنی کو اس پر پھیلاتا ہوا چلا آتا ہے۔

سورج اور چاند کیلئے الگ الگ وقت مقرر کر دیئے اور وہ ان وقتوں کے مطابق اپنے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں، اس نظام سے اس کی قدرت اور حکومت ظاہر ہے، کوئی بھی اس طریقہ کو بدل نہیں سکتا جو اس کیلئے مقرر ہو چکا ہے اور جو قاعدے اس کیلئے مقرر کر دیئے گئے ہیں، انہی کی حد کے اندر اندر اپنے کام میں مشغول ہے، ان چیزوں کے بنانے اور ان کو اپنے حکم کے نیچے رکھنے ہی سے اس کی شان اور بڑائی ظاہر ہے، انسان کا علم اگر کچھ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے قاعدوں اور قانون کو معلوم کرنے کی حد تک ہی ہے، دنیا کے انتظام کیلئے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی نئے قاعدے بنا سکتا ہے اور نہ اس کے بنائے ہوئے قاعدوں کو بدل سکتا ہے، پھر کیوں نہیں مانتے کہ وہی زبردست حاکم ہے اور وہ انسان کی غلطیوں اور بھول چوک کو معاف کرنے والا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ: جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ پیدا کیا ہے، اس سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو زمین اور آسمان کے نظام بے فائدہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی ان کا پیدا کرنے والا نہیں، بس یہ چیزیں شروع ہی سے اسی طرح چلی آرہی ہیں اور اسی طرح چلتی رہیں گی، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے، اس کی ابتداء بھی ہے اور ایک دن اس کا خاتمہ بھی ہوگا۔

انسان کی پیدائش اور پرورش

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ

پیدا کیا تم کو | سے | جان | ایک | پھر | بنایا | میں سے اسی | جوڑا اس کا | اور

اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ

اتارے | لئے تمہارے | میں سے | چوپایوں | آٹھ | جوڑے | بناتا ہے تمہیں | میں

بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ

پیٹوں | ماؤں تمہاری کے | ایک طرح | سے | بعد | دوسری طرح کے | میں | تاریکیوں | تین

بامحاورہ ترجمہ:۔ تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا، پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور اتارے

تمہارے واسطے چوپایوں میں سے آٹھ نر مادہ، بناتا ہے تمہیں ماؤں کے پیٹ میں ایک طرح دوسری طرح کے بعد تین اندھیروں میں۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: خود تمہیں بھی اسی نے پیدا کیا ہے، پہلے آدم کو بنایا پھر ان کا جوڑا حوا کو انہی میں سے نکالا، پھر اسی جوڑے سے انسانوں کی نسل دنیا میں پھیلی، پھر اس کیلئے چار قسم کے چوپائے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، اپنی حکمت سے بنائے اور ہر قسم میں نر مادہ کا جوڑا بنایا، اس طرح یہ آٹھ جوڑے کہلائے تاکہ تمہارے فائدے کیلئے ان کی نسل چلتی رہے، ان کی پیدائش اور رکھ رکھاؤ، چونکہ آسمان کے مالک کی طرف سے ہوتا ہے؛ اس لئے گویا یہ وہیں سے اتارے گئے، آگے ان کی اور تمہاری پیدائش کا یہ طریقہ مقرر کیا کہ نر کی پیٹھ کے اندر نطفہ بنے پھر وہ مادہ کے پیٹ میں بچہ دانی کے اندر ٹھہرے، پھر ایک جھلی کے اندر پلتا ہے، بچہ انہی تین اندھیروں کی جگہوں میں مختلف طریقوں سے بنتا ہے، پہلے گوشت کا لوتھڑا، پھر ہڈیوں کا ڈھانچہ اور پھر ہڈیوں کے اوپر گوشت لپٹا ہوا، یہ پیدائش کی تین منزلیں ہیں جو ماں کے بدن کے اندر چھپی ہوئی اندھیری جگہوں میں پوری ہوتی ہیں۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ: تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا، پھر اسی میں سے اس کا جوڑا بھی بنایا، اس سے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا مراد ہیں، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر آپ ہی کی پسلی سے آپ کی بیوی حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو نکالا، پسلی چونکہ ٹیڑھی ہوتی ہے؛ اس لئے عورت میں عادتاً ٹیڑھا پن پایا جاتا ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورت سے اسی حالت میں کام لیتے رہو اور اس کے ٹیڑھے پن کو درست کرنے کی کوشش نہ کرو، کہیں یہ ٹوٹ ہی نہ جائے، یعنی: طلاق ہی نہ ہوجائے، اللہ تعالیٰ نے "سورۃ النساء" کے شروع میں بھی بیان فرمایا ہے اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر اسی میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے ہی بہت بڑی تعداد مردوں اور عورتوں کی پھیلائی، چنانچہ آج دنیا کی پانچ چھ ارب کی آبادی صرف ایک جان سے ہی پھیلی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی

بہت بڑی دلیل ہے۔

فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ : تین اندھیروں کے اندر، دیکھ لیں جہاں بچہ پرورش پاتا ہے وہاں ایک تو ماں کے پیٹ کا اندھیرا ہوتا ہے، پھر دوسرا اندھیرا بچہ دانی کا اور تیسرا اندھیرا اس جھلی کا ہوتا ہے جس کے اندر بچہ پلتا ہے، فرمایا: اللہ تعالیٰ تین اندھیروں میں پورا انسان بناتا ہے، حالانکہ دنیا کی کوئی بھی مشینری اندھیرے میں کام نہیں کرسکتی بلکہ اگر ذرا بھی روشنی میں کمی واقع ہوجائے تو سارا کام بند ہوجاتا ہے، مگر یہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مشین ہے جس میں روشنی کی بھی ضرورت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ تہہ در تہہ اندھیروں میں انسان کو شکل وصورت میں پیدا فرماتا ہے اور یہ بھی اس کی قدرت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى

وہی ہے | اللہ | رب تمہارا | اسی کی ہے | بادشاہت | نہیں | کوئی معبود | مگر | وہ | پس کہاں

تُصْرَفُوْنَ ۝ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۣ وَلَا

پھرے چلے جارہے ہو(۶) | اگر | انکار کروتم | پس تحقیق | اللہ | بے پرواہ ہے | سے تم | اور | نہیں

يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ

وہ پسند کرتا | لئے بندوں اپنوں کے | کفر کو

بامحاورہ ترجمہ:۔ وہی اللہ ہے تمہارا رب، اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر کہاں سے پھرے جاتے ہو۔(۶) اگر تم کفر کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری پرواہ نہیں رکھتا اور اپنے بندوں کا منکر ہونا وہ پسند نہیں کرتا۔

تفسیر

بیشک وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا اور جو سب کی دیکھ بھال اور پرورش کرتا ہے، اے انسانو! یہی تمہارا پالنے والا رب ہے، حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے، اس کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا، ہر چیز اس کی فرمانبردار ہے اور اس نے جو راستہ جس کیلئے مقرر کر دیا ہے وہ اسی پر قائم ہے، خوب سمجھ لو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، یہ انسانوں کی انتہائی نادانی ہے کہ اسے چھوڑ کر کسی اور کی طرف جھکے، تم کہاں بہکے پھرتے ہو؟، دیکھو! اگر اللہ تعالیٰ کو نہ مانو گے تو اسے تمہاری پرواہ نہیں، لیکن وہ اسے پسند نہیں کرتا کہ اُس کے بندے اس کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف جھکیں، تمہارا بھلا اسی میں ہے کہ تم اسے ناراض نہ کرو۔

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ : وہ اپنے بندوں کیلئے کفر پسند نہیں کرتا، ہاں! اس نے ایمان اور کفر دونوں کے راستے واضح کر دیئے ہیں اور انسانوں کو اختیار دیدیا ہے جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر کا راستہ اختیار کرے، مگر ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ جو کفر کا راستہ پکڑے گا اس کیلئے آگے دوزخ بھی تیار ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضامندی

وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ

اور اگر تم شکر کرو گے تو پسند کریگا اسے لئے تمہارے اور نہ اٹھائیگا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ

پھر طرف رب تمہارے لوٹنا ہے تمہارا پس جتلا دیگا تمہیں وہ جو تھے تم کرتے

اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

تحقیق وہ جانتا ہے راز دلوں کے (۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اگر تم اس کا شکر ادا کرو گے تو اسے تمہارے لئے پسند کرے گا اور کوئی اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھانے والا دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہ اٹھائے گا، پھر تم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے تو وہ جتلا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے، یقیناً اسے خبر ہے دلوں کے راز کی۔ (۷)

لفظی تحقیق: یَرْضَهُ: راضی ہوگا اس سے۔ (رض و) سے جس کا مصدر "رضوان" اور "رِضًا" ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو ناشکری کرے گا اس کی سزا خود اسے ملے گی، یہ نہ ہوگا کہ اس کا بوجھ کوئی دوسرا اٹھا لے، ہر شخص اپنے کام کا خود ذمہ دار ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور وہ اس دن صاف صاف بتا دے گا کہ کون شخص کیا کام کرتا رہا ہے، کیونکہ وہ ہر ایک کے کاموں کو خوب جانتا ہے بلکہ وہ تو سب کے دلوں کے رازوں تک سے اچھی طرح باخبر ہے۔

انسان کی ہٹ دھرمی

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ
اور جب چھو جائے انسان کو کوئی مصیبت پکارے رب اپنے کو رجوع کر کے طرف اسکی پھر

اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ
جب دے اسے نعمت سے طرف اپنی بھول جائے وہ کہ تھا پکارتا لئے جسکے سے اس

قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ
پہلے اور کر دے لئے اللہ کے شریک تاکہ گمراہ کرے سے راستے اس کے کہہ دیں

تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧
فائدہ اٹھا لے کفر اپنے سے کچھ دن تحقیق تو میں سے والوں آگ (۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور جب انسان پہ کوئی سختی آپڑتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا ہے اس کی طرف متوجہ ہوکر، پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف سے نعمت بخشتا ہے تو وہ اس حالت (سختی) کو جس کیلئے پہلے پکار رہا تھا بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے برابر اوروں کو شریک ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ اس کے راستے سے بہکائے، آپ کہہ دیں فائدہ اٹھالے اپنے منکر ہونے کے باوجود تھوڑے دن کہ تو دوزخ والوں میں سے ہے۔(۸)

تفسیر

انسان کی غفلت کا کیا ٹھکانہ ہے، جب کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے اور پھر جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو اپنے بُرے دن ایسے بھول جاتا ہے کہ گویا کبھی آئے ہی نہ تھے، سختی کے وقت ہوش اڑ جاتے ہیں، کچھ یاد نہیں رہتا، اللہ اللہ پکارنے لگتا ہے، وظیفے پڑھانے لگتا ہے، کھانے پینے کا ہوش نہیں رہتا، پھر جب وہ سختی ٹل جاتی ہے تو پھر بدستور رنگ رلیاں منانے لگتا ہے اور بھول کر بھی اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا، اسے چھوڑ کر اوروں کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے، ایسے آدمی دوسروں کی گمراہی کا سبب بن جاتے ہیں، خود تو ڈوبے ہی تھے دوسروں کو بھی لے ڈوبتے ہیں، ایسے آدمی کیلئے ارشاد ہے کہ: اس سے کہہ دو! اللہ تعالیٰ کا انکار کر کے تو کامیاب نہیں ہوسکتا، کچھ دن مزے اڑالے مرنے کے بعد تجھے معلوم ہوجائے گا کہ تو یقیناً دوزخیوں میں سے ہے۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ: اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو پکارتا ہے اپنے پروردگار کو اس کی طرف رجوع رکھتے ہوئے، اس انسان کی حالت عجیب ہے کہ مصیبت کے وقت تو یہی سمجھتا ہے کہ اس کو دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں، لہٰذا اسی کے سامنے گڑگڑاتا ہے، پھر جب وہ اس کو اپنی طرف سے نعمت بخشتا ہے، یعنی: جب تکلیف دور ہوجاتی ہے، کوئی بیماری تھی تو شفاء مل گئی، تنگدستی تھی تو خوشحالی آگئی، بے اولاد تھا تو اولاد مل گئی، غرضیکہ جب کوئی نعمت حاصل ہوجاتی ہے تو پھر وہ اپنی اس پہلی حالت کو بالکل ہی بھول جاتا ہے کہ گویا اس کو کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں تھی، چاہئے تو یہ تھا کہ جب اس کی تکلیف دور ہوچکی تو اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کرتا جس کو وہ تکلیف کے وقت پکارتا تھا اور جس نے اس مصیبت کو دفع کردیا، مگر انسان اس قدر ناشکر گزار ہے کہ اپنی اس

پچھلی تکلیف کو ہی بھول جاتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے۔

ایک تو وہ تکلیف کے دفع ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا اور دوسرا ظلم یہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے شریک ٹھہرانے لگتا ہے، مصیبت تو اللہ تعالیٰ نے دور کی تھی مگر وہ نذر و نیاز دوسروں کی دینے لگتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی تکلیف فلاں بزرگ کی وجہ سے دور ہوئی ہے یا یہ فلاں ستارے یا سیارے کے اثر کا نتیجہ ہے اور پھر اس غلط عقیدہ کا پروپیگنڈہ بھی کرتا ہے کہ دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ کردے، اس طرح یہ شخص دوسروں کی گمراہی کا سبب بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبر! آپ ان لوگوں کو واضح طور پر کہہ دیں اپنے اس کفر کیساتھ تھوڑے عرصے تک فائدہ اٹھالو، اپنے اس غلط عقیدے کے سائے میں عیش و آرام کرلو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت ہے، بالآخر بیشک تم دوزخ والوں میں سے ہو، تمہارے اس شرک اور ناشکری کا بدلہ تمہیں دوزخ کی صورت میں ملے گا، جہاں سے رہائی کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

سمجھدار انسان

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ

کیا جو شخص | کہ وہ | بندگی کر رہا ہے | گھڑیوں میں | رات کی | سجدہ کرتے ہوئے | اور | کھڑے ہوئے | ڈر رکھتا ہے

الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ

آخرت کا | اور | امید رکھتا ہے | رحمت کی | رب اپنے کی | کہہ دیں | کیا | برابر ہوتے ہیں | وہ جو

يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹ ع ۹ ۱۵

جانتے ہیں | اور | وہ جو | نہیں | جانتے | بات یہی ہے کہ | سوچتے ہیں | والے | عقل | (۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ بھلا! ایک جو بندگی میں لگا ہوا ہے رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہوئے آخرت کا ڈر رکھتا ہے اور اپنے رب سے مہربانی کی امید رکھتا ہے، آپ کہہ دیں کیا علم والے اور

بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ سوچتے وہی ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔(۹)

تفسیر

کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ جس کا اس آیت میں ذکر ہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرتے ہوئے جھکتا ہے اور ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، اس کے دل میں آخرت کا ڈر رہتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید رکھتا ہے اور راحت میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے میں لگا رہتا ہے، یہ اچھے عمل کرنے والا اور نافرمانی کرنے والا برابر نہیں ہو سکتے، یہ بات عقل والے ہی سمجھتے ہیں۔

اے پیغمبر! آپ کہہ دیں کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے یعنی عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ بالکل نہیں، ایماندار اور بے ایمان برابر نہیں ہو سکتے، اگر ایسا ہو تو پھر اندھیر نگری بن جائے، نیکی اور بدی کا فرق ہی نہ رہے گا، علم اور بے علمی کا فرق ختم بھی ہو جائے گا، یہ دونوں باتیں برابر نہیں ہو سکتیں، علم کا حاصل کرنا تو فرض ہے، علم کے بغیر نہ انسان خدا کی ذات کو پہچان سکتا ہے، نہ اس کی صفتوں کو، نہ توحید کو، نہ آخرت کے معاملات اور نہ ہی حقوق کی ادائے گی میں فرق کر سکتا ہے: اسی لئے فرمایا کہ: علم والے اور بے علم کبھی برابر نہیں ہو سکتے، ایسی مثالوں سے تو عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

خوشخبری

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا

کہہ دیں اے بندو میرے جو ایمان لائے ہو ڈرتے رہو رب اپنے سے لئے ان کے جو اچھے کام کرتے ہیں

فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى

میں اس دنیا اچھائی ہے اور زمین اللہ کی کشادہ ہے بات یہی ہے پورا پورا دیا جائیگا

الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩

صبر کرنے والوں کو اجر ان کا بے حساب (۱۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔ آپ کہہ دیں! اے میرے ایماندار بندو! اپنے رب سے ڈرو، جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کیلئے بھلائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ ہے، بیشمار ثواب تو فقط صبر کرنے والوں کو ہی دیا جاتا ہے۔(۱۰)

تفسیر

اس آیت میں شکرگزار بندوں کیلئے ارشاد ہے کہ: اے پیغمبر! ایمان والوں سے کہہ دیں کہ تم اپنے رب کے ڈر سے گناہوں سے بچتے رہو اور اس کی بندگی میں مصروف رہو اور اطمینان رکھو کہ جو اس دنیا میں اچھے کام کریں گے ان کی حالت دنیا اور آخرت میں اچھی رہے گی، اگر تمہیں تمہارے وطن والے نیکی کا راستہ اختیار کرنے سے روکیں تو اللہ تعالیٰ کی زمین بہت بڑی ہے دوسری جگہ چلے جاؤ اور اس تبدیلی میں جو تکلیفیں اٹھانی پڑیں انہیں صبر کیساتھ برداشت کرو اس کا نتیجہ بہت اچھا ہوگا، دنیا میں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صبر کیساتھ لگے رہیں گے وہی آخرت میں بہت سے انعام پائیں گے، اس انعام کے مقابلہ میں تھوڑے دن کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے اندر تکلیفیں برداشت کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔

فرمانبرداری کا طریقہ

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴿۱۱﴾ وَ

کہہ دیں تحقیق میں حکم دیا گیا ہوں کہ عبادت کروں اللہ کی خالص کرکے لئے اسکے دین (۱۱) اور

اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ

حکم دیا گیا ہوں اس کا کہ میں ہوں پہلا فرمانبرداروں میں (۱۲) کہہ دیں تحقیق میں ڈرتا ہوں اگر

عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾

نافرمانی کروں اپنے رب کی عذاب سے ایک دن بڑے کے (۱۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ آپ کہہ دیں! مجھے حکم ہے کہ میں خالص اس کی بندگی کروں ۔(۱۱) اور حکم ہے کہ میں سب سے پہلے فرمانبردار بنوں ۔(۱۲) آپ کہہ دیں! اگر میں اپنے رب کا حکم نہ مانوں تو میں ڈرتا ہوں ایک بڑے دن کے عذاب سے ۔(۱۳)

تفسیر

آپ کہہ دیں کہ! میں تمہیں صرف زبانی پیغام پہنچانے نہیں آیا ہوں بلکہ وہ پیغام خود میرے لئے بھی حکم کی صورت رکھتا ہے اور مجھ سے صاف کہہ دیا گیا ہے کہ میں بھی فقط اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کروں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ملاوٹ سے پاک رکھوں یعنی اس کے سوا کسی کے آگے نہ جھکوں اور نہ کسی سے یہ سمجھ کر کچھ مانگوں کہ اس میں مجھے دینے کی قدرت ہے، مجھے صاف حکم ہے کہ سب سے پہلے میں خود اسلام کے حکموں کا پابند ہو جاؤں اور دوسروں کیلئے اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ بن کر دکھاؤں، میں اس لئے نہیں بھیجا گیا ہوں کہ آرام سے بیٹھ کر تم پر حکم چلاؤں اور خود کچھ نہ کروں، بلکہ اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ میں خود محنت اور صبر کیساتھ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر قائم رہوں اور سب سے پہلے خود اپنی جان اور مال کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں قربان کرنے کیلئے تیار رہوں۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ: میں اس کا حکم ماننے میں ذرہ بھر بھی کمی نہ کروں اور تم سے بھی یہی کہہ دوں اور اگر خدانخواستہ میں اس کے حکم کی نافرمانی کر بیٹھوں تو قیامت کے اس بڑے دن کے عذاب اور اس کی پکڑ کا ڈر رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی پیغمبری دنیا میں آرام کیساتھ زندگی بسر کرنے کیلئے نہیں ہوتی، یہ تو اس کی راہ میں دل و جان سے محنت کرنے اور مشقت اٹھانے کیلئے ہوتی ہے۔

عام اعلان

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ

آپ کہہ دیں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں خالص کر کے لئے اسکے بندگی اپنی (۱۴) پس! پوجا کرو تم جسے تم چاہو

مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

سوا اس کے کہہ دیں تحقیق خسارے میں ہیں وہ جو کھو بیٹھے جانیں اپنی

وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

اور گھر والے اپنے دن قیامت کے

بامحاورہ ترجمہ:۔ آپ کہہ دیں کہ! میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتا ہوں، خالص کرنے والا ہوں اس کیلئے اپنی اطاعت۔ (۱۴) پس تم پوجا کرو جس کو چاہتے ہو اس کے سوا، آپ کہہ دیں! بیشک نقصان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان سے کہہ دیں میرا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سب سے پہلا کام یہ ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کروں اور اپنی اطاعت اور فرمانبرداری میں کسی اور کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، خالص اسی کی بندگی کروں، اسی کے آگے جھکوں، جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگوں، تمہیں میرے طریقے پر چلنا ہے تو تم بھی وہی کرو جو میں کرتا ہوں اور اگر تم میری نہیں سنتے تو پھر تم جس کو چاہو پوجتے پھرو، آخرت میں حساب ہوگا۔

نقصان بھی کیسا؟

اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝۱۵ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ

خبردار رہو یہ یہی ہے خسارہ ظاہر (۱۵) لئے انکے سے اوپر انکے سائبان ہونگے

مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ

آگ کے اور نیچے ان کے چادریں آگ کی یہ ہے کہ ڈراتا ہے اللہ ساتھ اسکے

عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ⑯

بندوں اپنوں کو اے بندو میرے! ڈرو مجھ ہی ۴ (۱۶)

بامحاورہ ترجمہ: خبردار رہو یہی کھلا نقصان ہے۔ (۱۵) ایسے لوگوں کے واسطے ان کے اوپر بھی آگ کے بادل ہیں اور ان کے نیچے بھی ویسے ہی بادل ہوں گے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسی چیز سے ڈراتا ہے، اے میرے بندو! مجھ ہی سے ڈرو۔ (۱۶)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: کیا انہیں دکھائی نہیں دیتا کہ یہ سب سے زیادہ کھلا نقصان ہے، انہیں بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ کر دوسروں کی طرف جھکنے والوں کیلئے سر کے اوپر آگ کی تہہ بہ تہہ چادریں بادلوں کی طرح چھائی ہوئی ہوں گی اور ان کے نیچے بھی آگ کی تہہ بہ تہہ چادریں بچھی ہوئی ہوں گی، غرض! ہر طرف سے ان کو آگ کی چادریں گھیرے ہوئے ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے جو بندوبست کیا کہ اپنے پیغمبر بھیجے اور پر اپنی کتابیں اتاریں، پھر ان کو یہ تاکید کردی کہ اس کتاب کو ان کے سامنے پڑھ کر اس کا مطلب سمجھادیں، پھر آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب کتابوں کا خلاصہ قرآن مجید دے کر بھیجا، یہ سارا بندوبست اس لئے ہے کہ وہ اپنے بندوں کو نافرمانی کے انجام سے ڈرادے اور وہ انجام ایسا ڈراؤنا انجام ہے جس کا نقشہ اوپر کی آیت میں کھینچا گیا ہے، سوائے میرے بندو! میرے غضب سے ڈرو، کفر اور شرک سے بچو اور خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو۔

خوشخبری

وَ الَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْٓا اِلَى

اور جو بچتے رہے سرکش شیطان سے کہ پوجا کریں اس کی اور پھرے طرف

اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰی ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝۱۷ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ

اللہ کی لئے انکے خوشخبری ہے پس خوشخبری دیدیں بندوں میرے کو(۱۷) جو سنتے ہیں

الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ

بات پھر پیروی کرتے ہیں اسمیں سب سے اچھے کی وہ ہیں کہ ہدایت کی انہیں اللہ نے

وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۱۸ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ

اور وہی ہیں وہی والے عقل (۱۸) کیا پس وہ کہ واقع ہوگیا پر اس حکم

الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ ۝۱۹

عذاب کا کیا پس آپ چھڑالینگے اسے جو میں آگ ہے(۱۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور جولوگ شیطانوں کی عبادت سے بچتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے ان کیلئے خوشخبری ہے، سوآپ میرے ان بندوں کوخوشخبری سنادیں۔(۱۷) جو بات سنتے ہیں، پھر جو اس میں سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں یہ وہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور وہی عقل والے ہیں۔(۱۸) بھلا! جس پر عذاب کا حکم واقع ہو چکا بھلا آپ چھڑا سکیں گے اسے جو عذاب میں پڑ چکا۔(۱۹)

تفسیر

پہلے ارشاد ہوا کہ: اللہ تعالیٰ کی عبادت کیساتھ اور کسی عبادت کو نہ ملاؤ، جو لوگ اوروں کی عبادت کرتے ہیں انہوں نے اپنا اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کا ناس کرلیا، اس سے بڑا نقصان اور کیا ہوگا، ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ: جو لوگ شیطانوں سے بچے اور ان کی عبادت سے اپنا پیچھا چھڑالیا اور خالص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ان کیلئے خوشخبری ہے، اے پیغمبر! آپ ان لوگوں کو خوشخبری سنادو جو سب کچھ سنتے ہیں مگر عمل اسی پر کرتے ہیں جو سب سے اچھی بات ہو یعنی قرآن مجید پر، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ٹھیک راستہ بتادیا اور حقیقت میں عقل والے بھی وہی ہیں، آگے ارشاد ہے کہ: جن لوگوں پر ان کی سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے عذاب کا حکم لگ

چکا ہے وہ کامیاب نہیں ہوسکتے بلکہ اپنے عملوں کی وجہ سے آگ میں جھونک دیئے جائیں گے، کیا آپ ان کو بچاسکتے ہیں جوآگ میں ہیں؟

اس آیت میں طاغوت کی عبادت سے دور رہنے کا ذکر آیا ہے، جو بھی حق کے راستے سے گمراہ کرنے والی طاقت ہو وہ طاغوت ہے، چنانچہ شیطان کے علاوہ بعض انسان بھی طاغوت ہوسکتے ہیں، جولوگوں کوتوحیداورایمان کے راستے سے ہٹا کر غلط راستے پر ڈالتے ہیں، اس لحاظ سے بعض بادشاہ بھی طاغوت ہوسکتے ہیں جو ہمیشہ حق کی مخالفت کرتے ہیں۔

اس آیت میں "اَحۡسَنَهٗ" کا لفظ آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ہدایت والے اور عقل والے وہ لوگ ہیں جو ہر بات کو سنتے ہیں مگر پیروی احسن کی کرتے ہیں، بعض فرماتے ہیں کہ: "احسن" سے مراد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ: لوگوں کو حکم دیں کہ وہ "تورات" کہ احسن باتوں کا اتباع کریں، اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا دین، شریعت، کتابیں یا پیغمبر کا طریق کار سب احسن میں آتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ "یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ" میں اللہ تعالیٰ کی کتاب، پیغمبر کی سنت اور شریعت بھی آتی ہیں۔

یہ آیت عمرو بن نفیل، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے بارے میں اتری، عمرو بن نفیل جاہلیت کے زمانے میں بھی شرک و بت پرستی سے نفرت کرتے تھے، حضرت ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم مختلف مذہب والے مشرکوں، یہودیوں اور عیسائیوں کی سب باتیں سننے اور ان کے طور طریق دیکھنے کے بعد ایمان لائے اور قرآنی تعلیمات کو سب سے احسن پاکر اُن کو ترجیح دی۔

قدرت کے کرشمے

لٰكِنِ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ لَهُمۡ غُرَفٌ مِّنۡ فَوۡقِهَا غُرَفٌ

لیکن	جولوگ	ڈرتے ہیں	رب اپنے سے	لئے انکے	بالاخانے ہیں	اوپر	ان کے	اوپر بالاخانے	

مَّبۡنِيَّةٌ ۙ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۬ؕ وَعۡدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخۡلِفُ

بنے بنائے بہتی ہیں سے نیچے اس کے نہریں وعدہ کرتا ہے اللہ نہیں خلاف کرتا

اللّٰهُ الۡمِيۡعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اللہ وعدہ کے (۲۰) کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ اللہ نے اتارا سے آسمان پانی

فَسَلَكَهٗ يَنَابِيۡعَ فِی الۡاَرۡضِ ثُمَّ يُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا مُّخۡتَلِفًا

پھر بہایا اسے چشموں کی شکل میں میں زمین پھر نکالتا ہے ساتھ اسکے کھیتی بدلنے والے

اَلۡوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيۡجُ فَتَرٰىهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ يَجۡعَلُهٗ حُطَامًا ؕ

رنگ اس کے پھر وہ پک جاتی ہے پس دیکھیں آپ اسے زرد پھر کر دیتا ہے اسے چورا چورا

۲ ع ۱۲ ۱۶ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَذِكۡرٰی لِاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ

تحقیق میں اس البتہ نصیحت ہے والوں عقل (۲۱) کیا پس جو کھول دیا اللہ نے

صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيۡلٌ لِّلۡقٰسِيَةِ

سینہ اس کا لئے اسلام کے پس وہ میں روشنی ہے سے طرف رب اپنے کے پس خرابی ہے انکی کہ سخت ہوگئے

قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۲۲﴾

دل ان کے سے ذکر اللہ کے وہ لوگ میں ہیں گمراہی ظاہر (۲۲)

بامحاورہ ترجمہ: لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کیلئے بالا خانے ہیں ان کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں، ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہو چکا، اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (۲۰) کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے پانی اتارا پھر وہ پانی زمین میں چشموں کی صورت میں چلایا اور پھر اس سے کئی کئی رنگ بدلنے والی کھیتی نکالتا ہے، پھر وہ خشک ہو جاتی ہے، پھر آپ اس کو زرد دیکھتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اس کو چورا چورا کر دیتا ہے، بیشک اس میں عقل والوں کے واسطے نصیحت ہے۔ (۲۱) بھلا

!جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کیلئے کھول دیا سو وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی میں ہے، سو! خرابی ہے ان کیلئے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف سے سخت ہیں، وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔(۲۲)

لفظی تحقیق: **یَنَابِیْعَ:** چشمے۔ "ینبوع" کی جمع ہے۔ **یَهِیْجُ:** پک جاتی ہے۔ مضارع کا صیغہ ہے (ہ ی ج) سے "هِیْجٌ" کے معنیٰ کھیتی کا پک کر خشک ہوجانا، جب کھیتی تیار ہوجاتی ہے تو وہ سوکھ جاتی ہے۔ **اَلْقٰسِیَةِ/ اَلَّذِیْنَ قَسَتْ:** وہ کہ سخت ہوگئے۔ "قَاسِیَةٌ" اسم فاعل مؤنث ہے "قَسَاوَةٌ" سے سختی۔

تفسیر

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ: یہ مت سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ اطاعت گزار بندوں کو جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنی خواہشیں قربان کرچکے ہیں، انہیں اپنی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کا کوئی پھل نہ ملے گا، سنو! ان کیلئے اونچے اونچے مکان بنے بنائے تیار ہیں جن کی منزلوں پر منزلیں چلی جارہی ہیں، وہ ان میں آرام سے نیچے بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے، نیچے صاف ستھرے پانی کی نہریں بہہ رہی ہوں گی، اللہ تعالیٰ ان سے اس کا وعدہ کرچکا اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا، دنیا کے حالات پر غور کروگے تو تم پر حقیقت کھل جائے گی، دیکھو! اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے، وہ پانی چشموں کی شکل میں نکل کر بہتا ہے، زمین اس سے سیراب ہوتی ہے، پھر اس سے رنگ برنگ اور قسم قسم کی کھیتی نکلتی ہے۔

کھیتی آہستہ آہستہ بڑھتی رہتی ہے، جب بڑھ چکتی ہے تو خشک ہوجانا شروع ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ اس کا رنگ زرد نظر آنے لگتا ہے، پھر اس کو کاٹ کر ڈال دیتے ہیں، پھر اسے روند کر چورا چورا کرلیتے ہیں، غلّہ الگ نکل آتا ہے اور بھوسہ الگ ہوجاتا ہے، کھیتی کی حالت میں ان تبدیلیوں پر غور کرکے عقل مند بڑے بڑے نتیجے نکالتے ہیں، ایک دن یہ دنیا بھی جو خوب ترقی کررہی ہے اسی طرح زیادہ عمر کی ہوکر خشک اور پرانی ہوجائے گی، پھر اس کے اجزاء الگ الگ کرکے ہر ایک کو اس کی مناسب جگہ پہنچادیا جائے گا، آدمی کچھ دوزخ میں چلے جائیں گے، کچھ جنت میں، اسلام انسان کو جنت میں جانے کی تیاری کرنا سکھاتا ہے، جنہوں نے سچے دل سے

اسلام قبول کرلیا ان کے برابر وہ نہیں ہو سکتے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو گئے، اسلام والوں کو اللہ تعالیٰ کی روشنی مل گئی، ادھر اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے والوں کی گمراہی بھی صاف ظاہر ہوگئی، اس میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔

فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ: مطلب یہ ہے کہ آسمان سے پانی نازل کردینا ہی ایک بہت بڑی نعمت ہے، مگر اس نعمت کو اگر زمین کے اندر محفوظ کردینے کا انتظام نہ کیا جاتا تو انسان اس سے صرف بارش کے وقت یا چند دن فائدہ اٹھا سکتا تھا، حالانکہ پانی اس کی زندگی کی ضرورت ہے؛ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کو صرف اتارا ہی نہیں بلکہ اس کے محفوظ کرنے کا سامان بھی فرمادیا، کچھ تو زمین کے گڑھوں، حوضوں اور تالابوں میں محفوظ ہوجاتا ہے اور بہت سا پانی برف بنا کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر لاد دیا جاتا ہے، جس سے اس کے سڑنے اور خراب ہونے کا امکان نہیں رہتا، پھر وہ برف آہستہ آہستہ پگھل کر پہاڑوں سے زمین میں اتر جاتا ہے اور چشموں کی صورت میں خود بخود بغیر کسی انسانی عمل کے پھوٹ نکلتا ہے اور ندیوں کی شکل میں زمین میں بہنے لگتا ہے اور باقی پانی پوری زمین کی گہرائی میں چلتا رہتا ہے۔

فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا: اس مثال سے مراد یہ ہے کہ جس طرح پانی ملنے پر کھیتی پیدا ہوتی ہے، پھر وہ پک کر اپنی آخری حد کو پہنچتی ہے اور پھر زرد اور خشک ہو کر چورا چورا ہوجاتی ہے اسی طرح انسانی زندگی بھی عارضی ہے، اس دنیا میں اس کو ایک وقت میں اپنی آخری حد میں پہنچنا ہے مگر بالآخر وہ اپنے انجام کو پہنچ کر ختم ہوجاتی ہے، لہٰذا انسانوں کو چاہئے کہ وہ اس عارضی زندگی کے بجائے ہمیشہ کی زندگی کی فکر کریں اور اس کیلئے تیاری کریں، نیز: اس مثال سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ جس طرح فصل پک جانے پر اناج اور بھوسہ الگ الگ ہوجاتے ہیں اسی طرح اگلے جہان میں نیکی اور بدی الگ الگ ہوکر سامنے آجائیں گی اور انسان اپنے تمام اچھے برے عملوں کو دیکھ سکے گا۔

بیشک اس مثال میں عقل مندوں کیلئے نصیحت ہے، انسانوں کو اس مثال پر غور وفکر کرکے اپنے کردار کی اصلاح کرنی چاہئے، یہ دنیا بھی آخرت کی کھیتی ہے، جو کچھ یہاں بوئے گا وہی آگے کاٹے گا، لہٰذا اس دنیا کی زندگی

میں آخرت کیلئے سامان پیدا کرنا چاہئے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ : بھلا! وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کیلئے کھول دیا ہے اور اس کو اسلام میں ذرہ بھر بھی شک وشبہ نہیں، وہ اسلام کی بات کو بخوشی قبول کر کے اس پر عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو بصیرت سے بھر دیا ہے اور وہ پورے اطمینان وسکون میں ہے، وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی پر ہے، ایمان، اسلام اور اطاعت روشنی ہے اور اس کے برخلاف کفر اور شرک اندھیرے ہیں، فرمایا: ایک طرف تو وہ شخص ہے جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کیلئے کھول دیا ہے اور دوسری طرف وہ سخت دل لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ موڑنے والے ہیں، یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے، ہلاکت اور خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سخت ہیں، یہ ایسے لوگ ہیں جن کے دل میں نیکی کوئی بات داخل ہی نہیں ہوتی اور نہ ہی انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد نصیب ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت "اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ" تلاوت فرمائی تو ہم نے آپ سے شرح صدر کا مطلب پوچھا، آپ نے فرمایا کہ: جب ایمان کا نور انسان کے دل میں داخل ہوتا ہے تو اس کا سینہ کھل جاتا ہے، جس سے اسلام پر عمل کرنا اس کیلئے آسان ہو جاتا ہے، ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے پیغمبر! اس سینہ کھلنے کی علامت کیا ہے، تو آپ نے فرمایا: ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف متوجہ ہونا اور دھوکے کے گھر، یعنی: دنیا کی زیب وزینت سے دور رہنا اور موت آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔

اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ : وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں، ان کے دل خدا کی یاد سے سخت ہو چکے ہیں، یہ لوگ ایمان کے نور سے محروم ہیں، نیکی کی بات کو قبول نہیں کرتے، تو ایسے لوگ اس شخص کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں جس کا دل اللہ تعالیٰ نے اسلام کیلئے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہے۔

قرآن مجید کا اثر

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖ تَقۡشَعِرُّ

اللہ نے اتارا بہترین کلام ایک کتاب ملتی جلتی دہرائی ہوئی کھڑے ہوتے ہیں

مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ

سے اس بدن کے رونگٹے ان کے جو ڈرتے ہیں رب اپنے سے پھر نرم پڑ جاتے ہیں بدن ان کے

وَ قُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ

اور دل ان کے طرف ذکر اللہ کے یہ ہدایت ہے اللہ کی راہ دکھاتا ہے سے اس

مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنۡ

جسے چاہتا ہے اور جسے راہ بھلا دے اللہ پس نہیں لئے اسکے کوئی ہدایت دینے والا (۲۳) کیا پس وہ جو

يَّتَّقِىۡ بِوَجۡهِهٖ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ وَ قِيۡلَ لِلظّٰلِمِيۡنَ

روکتا ہے چہرے اپنے سے برا عذاب دن قیامت کے اور کہا جائے گا ظالموں سے

ذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡسِبُوۡنَ ﴿۲۴﴾

مزا چکھو اس کا جو تھے تم کمائی کرتے (۲۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بہترین کتاب اتاری آپس میں ملتے جلتے مضمونوں والی دہرائی ہوئی (بار بار تلاوت کی جانے والی)، بال کھڑے ہوجاتے ہیں اس سے ان لوگوں کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہوکر جھکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے وہ جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ (۲۳) (بھلا اس شخص کا کیسا برا حال ہوگا) جو قیامت کے دن اپنے چہرے ہی سے سخت عذاب کو روکنا چاہے گا اور ظالموں سے کہہ دیا جائے گا کہ چکھو تم جو تم کماتے تھے (۲۴)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے ایک کتاب اتاری جس میں سب سے اچھی باتیں جمع ہیں، یہ کوئی بے ربط اور بے جوڑ نہیں، اس میں ساری کام کی باتوں کو مختلف طریقوں سے بار بار دہرایا گیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان چکے ہیں وہ جب اس کلام کو سنتے ہیں تو اس کی ہیبت سے ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل کانپ اٹھتے ہیں اور ان کا بدن اور دل اس کے اثر سے اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر کی طرف جھک جاتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو ہدایت کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے، جو بدقسمت لوگ راستے سے بھٹک گئے ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سیدھے راستے پر نہیں لاسکتا، یہ بدقسمت لوگ قیامت کا عذاب اپنے چہروں پر جھیلیں گے اور بے ایمانوں سے کہا جائے گا کہ آج اپنے عملوں کا مزہ چکھو، یہ ہے انتہائی بدبختی۔

مَثَانِيَ: اس کی آیتیں بار بار دہرائی جاتی ہیں، یعنی اس کی تلاوت کثرت کیساتھ کی جاتی ہے، چنانچہ آج دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس کی تلاوت اس قدر کثرت سے کی جاتی ہو جس قدر کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے، اس کے معنی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں ہر ایماندار اس کی تلاوت میں ہمیشہ لذت محسوس کرتا ہے، اس کی کثرتِ تلاوت کا یہ ایک واضح ثبوت ہے کہ دنیا میں آج بھی اس کے لاکھوں حافظ موجود ہیں جنہیں یہ کتاب شروع سے آخر تک پوری کی پوری زبانی یاد ہے اور وہ اس کو ہمیشہ دہراتے رہتے ہیں۔

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: بھلا! وہ شخص جو قیامت والے دن بچے گا اپنے چہرے کیساتھ بُرے عذاب سے، کیا وہ ان لوگوں کے برابر ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام میں ہوں گے، چہرے سے عذاب روکنے کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان پر کوئی تکلیف آتی ہے تو وہ اپنے چہرے کو بچانے کیلئے اپنے ہاتھوں کو ڈھال کے طور پر استعمال کرتا ہے، مگر قیامت والے دن ہاتھ تو جکڑے ہوئے ہوں گے، لہٰذا بُرا عذاب اس کے چہرے پر پڑے گا جس سے وہ بچنے کی کوشش میں چہرے کو ہی آگے کرے گا،

مطلب یہ کہ جس شخص پر عذاب نازل ہو جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ شخص کی طرح تو نہیں ہو سکتا جو ہر طرح سے عیش و آرام میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی عزت افزائی ہوگی، فرمایا: اس دن ظلم کرنے والوں سے کہا جائے گا کہ آج اپنے کئے کا مزہ چکھو، دنیا میں کی ہوئی کمائی تمہارے سامنے ہے، اب چہرے پر پڑنے والے عذاب کو برداشت کرو۔

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ: قرآن مجید کی تلاوت کا اثر کبھی عذاب کی آیت سُن کر یہ ہوتا ہے کہ بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور کبھی رحمت و مغفرت کی آیات سُن کر یہ حال ہوتا ہے کہ بدن اور دل سب اللہ تعالیٰ کی یاد میں نرم ہو جاتے ہیں، حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ صحابہ کرام کا عام حال یہی تھا کہ جب ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے اور بدن کے بال کھڑے ہو جاتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس بندے کے بدن پر اللہ تعالیٰ کے خوف سے بال کھڑے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو آگ پر حرام کر دیتے ہیں۔

منکر ہمیشہ نقصان ہی میں رہے!

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ

جھٹلایا ان لوگوں نے جو سے پہلے پس آپہنچا ان پر عذاب سے اس جگہ

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

کہ نہیں گمان تھا (۲۵) پس چکھائی انہیں اللہ نے ذلت میں زندگی دنیا کی

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا

اور البتہ عذاب آخرت کا بہت بڑا ہے اگر وہ سمجھتے ہوتے (۲۶) اور البتہ تحقیق بیان کی ہم نے

وقف لازم

لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾

لئے لوگوں کے میں اس قرآن ہر قسم کی مثال شاید وہ نصیحت حاصل کریں (۲۷)

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾

قرآن عربی کجی نہ رکھنے والا تا کہ وہ بچ سکیں (۲۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ ان سے اگلے لوگ جھٹلا چکے ہیں، پھر ان پر ایسی جگہ سے عذاب آیا کہ جہاں سے عذاب آنے کا ان کو گمان بھی نہ تھا۔ (۲۵) پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کی زندگی میں رسوائی چکھائی اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی بڑا ہے اگر انہیں سمجھ ہوتی۔ (۲۶) اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے واسطے سب چیزوں کی مثال بیان کی تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ (۲۷) یہ قرآن عربی زبان میں ہے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں تا کہ وہ کفر و شرک سے بچ سکیں۔ (۲۸)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان لوگوں کو جو ہمارے پیغمبر کو جھٹلا رہے ہیں ان کو پہلے لوگوں کے حالات سے سبق حاصل کرنا چاہئے، ان سے پہلے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا کہنا نہ مانا اور سمجھے کہ ہم اپنی ڈھٹائی پر قائم رہ کر مزے سے زندگی بسر کرتے رہیں گے، افسوس! یہ ان کا خیال غلط تھا اور وہ اسی غلط خیال میں رہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچے رہیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں اچانک آ پکڑا، ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اس طرح بھی آسکتا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دنیا میں ذلیل وخوار ہوئے اور آخرت کا عذاب الگ ملے گا جو دنیا کے عذاب سے بڑا ہے، اگر ان لوگوں کو جو اس وقت ہمارے پیغمبر اور ہماری کتاب کو جھٹلا رہے ہیں سمجھ ہوتی تو یہ پہلے لوگوں کے حالات سے سبق حاصل کرتے اور نتیجہ پر غور کرتے، اس قرآن میں ہم نے ہر بات خوب واضح طور پر بیان کردی ہے اور یہ ہے بھی عربی زبان میں، تھوڑا سا بھی غور کریں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی طرح لوگ سمجھ لیں اور

اللہ تعالیٰ کا خوف کر کے کفر وشرک سے بچ کر اپنا انجام درست کرلیں۔

مشرک اور مومن کی مثال

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا
بیان کی اللہ نے ایک مثال ایک آدمی میں جس کئی شریک ہیں جھگڑالو اور ایک آدمی

سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
پورا ایک شخص کا کیا برابر ہیں یہ دونوں حالت کے لحاظ سے سب تعریفیں واسطے اللہ کے بلکہ اکثر ان کے

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ
نہیں سمجھتے (۲۹) تحقیق آپ مرنے والے ہیں اور تحقیق وہ سب مرینگے (۳۰) پھر ۸ البتہ تم

ع ۱۰ ۳ ۱۷

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾
دن قیامت کے سامنے رب اپنے کے جھگڑوگے (۳۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے مثال ایک غلام کی جس میں کئی شریک ہیں جو ایک دوسرے کیساتھ ضد کرتے ہیں اور ایک شخص پورے کا پورا دوسرے شخص کیلئے ہے، کیا یہ حالت کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔(۲۹) بیشک آپ بھی مرنے والے ہیں اور بیشک یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔(۳۰) پھر تم قیامت والے دن اپنے رب کے پاس جھگڑا کروگے۔(۳۱)

لفظی تحقیق: مُتَشٰكِسُوْنَ: سخت طبیعت والے، جنہیں راضی کرنا مشکل ہو۔ اسم فاعل "مُتَشَاكِسٌ" کی جمع ہے جو "تَشَاكُسٌ" سے بنا ہے، اس کا مادہ (ش ک س) ہے، "شَكُسٌ" اور "شَكَاسَةٌ" کے معنیٰ ہیں بدخلق، بخیل اور جھگڑالو ہونا "تُشَاكُسٌ" آپس میں لڑتے جھگڑتے رہنا "مُتَشَاكِسُوْنَ" وہ لوگ جو آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں۔ سَلَمٌ: جو ایک ہی کا ہو۔ صفت کا صیغہ ہے (س ل م) سے وہ چیز یا شخص جو پورے کا پورا ایک ہی کا ہو، ایک کے سوا کسی کا اس پر دعویٰ نہ ہو۔ مَيِّتٌ: (مرنے والا) ہر زندہ آدمی جو مرنے والا ہے زندگی

ہی میں "مَیِّتٌ" کہلاتا ہے اور جب جان نکل چکے گی تو عربی کے محاورہ میں وہ "مِیْتٌ" کہلائے گا۔

تفسیر

اس آیت میں توحید اور شرک کی حالت کو ایک مثال سے واضح کیا گیا ہے، ارشاد ہے کہ: ایک شخص بہت سے بدخلق آقاؤں کا غلام ہے اور ایک شخص ایک ہی آقا کا غلام ہے، ظاہر ہے کہ ان دونوں غلاموں کی حالت برابر نہیں ہوسکتی، پہلا اس جھگڑے میں پڑ جائے گا کہ کس کس کو اور کیسے راضی کروں، پھر کوئی مالک اس کی خبر گیری بھی نہ کرے گا کیونکہ وہ کہے گا کہ اور مالک اس کی دیکھ بھال کریں میں کیوں کروں، دوسرا غلام آرام سے ہوگا کیونکہ اس نے ایک ہی مالک کو خوش کرنا ہے اور وہی اس کی خبر گیری کرے گا، یہی مثال ایک مومن اور مشرک کی ہے، ایک رب تعالیٰ کی عبادت والوں کو اطمینان اور سکون حاصل ہوگا، جبکہ کئی معبودوں کے پجاری ہمیشہ پریشان ہی رہیں گے، سچ ہے ساری خوبی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، دیکھو! اللہ تعالیٰ نے کیسی آسانی سے بات واضح کر دی لیکن اکثر ان میں ناسمجھ ہیں، بہرحال قیامت کے دن تم سب اپنے رب کے سامنے پیش ہوگے اور وہیں تمہارے سارے جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس میں مومن و کافر اور مسلمان ظالم و مظلوم سب داخل ہیں، یہ سب اپنے اپنے مقدمے اپنے رب کی عدالت میں پیش کریں گے اور اللہ تعالیٰ ظالم سے مظلوم کا حق دلوائیں گے، وہ کافر ہو یا مومن اور ان حقوق کی ادائیگی کی صورت وہ ہوگی جو "صحیح بخاری" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آئی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس شخص کی ذمہ کسی کا حق ہے اس کو چاہئے کہ دنیا ہی میں اس کو ادا کر دے، یا اس سے معاف کرالے، کیونکہ آخرت میں درہم و دینار تو ہوں گے نہیں، اگر ظالم کے پاس کچھ نیک عمل ہیں تو ظلم کے مطابق یہ عمل اس سے لیکر مظلوم کو دیدیئے جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہیں تو مظلوم کے گناہوں کو اس سے لیکر ظالم پر ڈال دیا جائے گا۔

الجزء ۲۴

ماننے نہ ماننے والے

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ
پس کون زیادہ ظالم ہے سے اس جس نے جھوٹ بولا پر اللہ اور جھٹلایا بات سچی کو

اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲ وَ الَّذِيْ
جب آئی وہ پاس اسکے کیا نہیں میں دوزخ ٹھکانا انکار کرنے والوں کا (۳۲) اور وہ

جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳
جو آیا سچ لے کر اور سچا جانا اس کو وہ ہیں وہی ڈرنے والے (۳۳)

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۴ ۚ
لئے انکے ہے جو وہ چاہیں گے پاس رب ان کے کے یہ بدلہ ہے نیکی کرنے والوں کا (۳۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا اور سچی بات کو جھٹلایا جب اس کے پاس پہنچی، کیا دوزخ میں کافروں کیلئے ٹھکانا نہیں ہے؟ (۳۲) اور جو سچی بات لیکر آیا اور جس نے اسے سچ مانا وہی لوگ ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے۔ (۳۳) ان کیلئے ان کے رب کے پاس ہے جو وہ چاہیں گے، یہ ہے نیکی کرنے والوں کا بدلہ۔ (۳۴)

تفسیر

اسلام کی تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانو اور اسی کو اپنا خالق، مالک اور رب جانو اور اس پروردگار کو اسی طرح سمجھنے کی کوشش کرو جس طرح اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کو اپنے خیال کے مطابق ماننا انسان کی نجات کیلئے کافی نہیں، اس کی سچی باتیں اور صفتیں وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیں، اس کی اولاد ماننا، اس کا کسی کو شریک ٹھہرانا، اس کی خدائی میں دوسروں کا حصہ ماننا، یہ سب اس کی بابت جھوٹ گھڑنا

اور اس پر بہتان لگانا ہے، قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ کی صفتیں آئی ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اس کی عبادت اور اس کے ادب کے طریقے بتائے ہیں وہ بالکل سچے ہیں، جو لوگ ان کو نہیں مانتے وہ سچائی کو نہ ماننے والے اور منکر ہیں، ان سے زیادہ کوئی بے انصاف اور ظالم نہیں، اور یقیناً ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اس سچائی کو انسان تک پہنچانے والے پیغمبر اور سچائی کو ماننے والے انسان، ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے واقعی ڈرنے والے اور اس کے ڈر سے بُرے کام چھوڑنے والے ہیں، یہی لوگ نیک ہیں اور انہی کو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ سب کچھ ملے گا جو یہ چاہیں گے، جنت میں ان کے سارے ارمان اس کی رحمت سے پورے کیے جائیں گے۔

وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَآءَهُ: اور جس نے سچی بات کو جھٹلا دیا جبکہ وہ اس کے پاس آ گئی، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ یہ باندھا کہ اس نے کوئی چیز نہیں اتاری، نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے آخری کلام قرآن مجید کو جھٹلایا جبکہ دونوں چیزیں ان کے پاس آ گئیں، یہ دونوں سچی باتیں ہیں مگر ان کو جھٹلا کر سب سے بڑے ظالموں میں شمار ہو گئے۔

وَالَّذِي جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ: اور جو شخص سچی بات لایا اور اس کی تصدیق کی، بعض فرماتے ہیں کہ: سچی بات لانے اور اس کی تصدیق والا ایک ہی گروہ ہے اور وہ پیغمبر ہیں، اور بعض فرماتے ہیں: سچی بات لانے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے مختلف گروہ ہیں اور دونوں کی اللہ تعالیٰ نے تعریف بیان فرمائی ہے، وہ ذات جو سچ بات لیکر آئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے اور جنہوں نے اس سچی بات کی تصدیق کی ہے وہ مومن ہیں، گویا دونوں جملوں سے مراد الگ الگ لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور تصدیق کرنے والے بالغ مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، غلاموں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، وہ سب متقی ہیں، یعنی: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی ہے

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِىْ عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ

تا کہ دور کر دے　اللہ　سے ان　بُرے کام　جو　کئے انہوں نے　اور　دے انہیں　اجران کا

بِاَحْسَنِ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٣٥﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ

بدلے میں اچھے کاموں کے　جو　تھے وہ　کرتے　(۳۵)　کیا نہیں　اللہ　کافی　بندے اپنے کو

وَ يُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا

اور　ڈراتے ہیں آپ کو　ان سے جو　سوا اس کے ہیں　اور　جسے　راہ بھلا دے　اللہ　پس نہیں

لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٦﴾ ۚ

لئے اسکے　کوئی　راہ سمجھانے والا (۳۶)

بامحاورہ ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ ان پر سے بُرے کام جوانہوں نے کئے تھے اتار دے اور بدلے میں ان کو بہتر کاموں کا جو وہ کرتے تھے ثواب دے۔ (۳۵) کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں؟ اور آپ کو اس کے سوا اوروں سے ڈراتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ راہ بھلائے تو اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ (۳۶)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جنہوں نے سچی بات کو قبول کیا اور جھوٹ سے منہ موڑا، وہی اللہ تعالیٰ کے سچے بندے ہیں اور وہی اس کی اطاعت اور فرمانبرداری سچے دل سے کریں گے، ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، ان کا انجام یہ ہوگا کہ ان کے سارے قصور معاف کر دیئے جائیں گے اور انسان ہونے کی وجہ سے جو ان سے بھول چوک ہوئی وہ بھی معاف کر دی جائے گی اور ان کے اچھے کاموں کا انہیں اچھا بدلہ ملے گا، افسوس ان باتوں کو نادان لوگ نہیں سمجھتے، ان کی نافرمانی اتنی بڑھ گئی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کیساتھ گستاخیاں کرنے سے ذرا نہیں

جھجکتے، مکہ کے کافر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکاتے تھے کہ اگر تم نے ہمارے بتوں کو بُرا کہنا نہ چھوڑا تو ان سے کہہ کر تمہیں سزا دلوادیں گے اور وہ تمہارے ہوش و حواس ہی چھین لیں گے۔

ارشاد ہے کہ: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حفاظت کیلئے کافی نہیں؟، وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے بتوں اور دیوتاؤں کو کھڑا کرتے ہیں اور دھمکاتے ہیں کہ اپنی باتوں سے باز آؤ ورنہ ان سے کہہ کر تمہیں سخت سزا دلوائیں گے، سچ ہے اللہ تعالیٰ ہی ٹھیک چلائے تو چلائے ورنہ جسے اس نے گمراہی میں چھوڑ دیا اسے کوئی سیدھا راستہ سمجھانے والا نہیں۔

وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: اور تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اچھے اعمال کا ان کو بہتر بدلہ دے، اللہ تعالیٰ نے ایسے متقین کیلئے خوشخبری بھی سنادی۔

مشرک لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کو کہتے تھے کہ تم ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتے ہو اس سے باز آجاؤ، ورنہ یہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے، اس طرح گویا وہ ایمان والوں کو اپنے جھوٹے خداؤں سے خوفزدہ کرتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا! کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کیلئے کافی نہیں؟ یعنی کیا وہ ان کی مدد کرنے پر قادر نہیں، فرمایا: وہ یقیناً اپنے بندے کیلئے کافی ہے، وہ ضرور اس کی مدد کرے گا اور ہر شر سے محفوظ رکھے گا، حالانکہ یہ آپ کو ان سے ڈراتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے ہیں اور جن کو کچھ اختیار نہیں کہ وہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکیں، ایسے لوگ یقیناً گمراہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اس کی ضد اور عناد کی وجہ سے گمراہ کردے اس کو کوئی راہِ راست دکھانے والا نہیں۔

اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو ہے

وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ

اور | جسے | ہدایت کرے | اللہ | پس نہیں | اس کو | کوئی | گمراہ کرنے والا | کیا | نہیں | اللہ | قوت والا

ذِی انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

بدلہ لینے والا (۳۷) اور البتہ اگر پوچھیں آپ ان سے کس نے پیدا کئے آسمان اور

الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

زمین البتہ کہیں گے وہ اللہ نے آپ کہہ دیں بھلا! دیکھو تو جنہیں تم پکارتے ہو سوا اللہ کے

اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ

اگر ارادہ کرے مجھے اللہ ضرر پہنچانے کا کیا وہ کھولنے والے ہیں ضرر اس کا یا چاہے مجھ پر

بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ؕ

رحمت اپنی کیا وہ روکنے والے ہیں رحمت اس کی کہہ دیں کافی ہے مجھے اللہ

عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

پر اسی بھروسہ کرتے ہیں بھروسہ کرنے والے (۳۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور جس کی اللہ تعالیٰ رہنمائی کرے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ تعالیٰ نہیں ہے زبردست بدلہ لینے والا۔(۳۷) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے تو ضرور بضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے، آپ کہہ دیں! بھلا! دیکھو تو تم جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ مجھے تکلیف دینا چاہے تو وہ ایسے ہیں جو اس کی تکلیف کو دور ہٹا دیں، یا وہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ ایسے ہیں کہ اس کی مہربانی کو روک لیں؟، آپ کہہ دیں، میرے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسہ رکھنے والے بھروسہ رکھتے ہیں۔(۳۸)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ نہیں، اپنے دیوتاؤں ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، اور اے پیغمبر! مشرک لوگ آپ کو اپنے بتوں کے غضب سے ڈراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے بتوں اور دیوتاؤں

کو بُرا کہنا چھوڑ دو، ورنہ وہ تجھے اس بات کی سخت سزا دیں گے، ان کی عقل کو کیا ہو گیا ہے، یہ ان کے بت تو سرے سے کچھ ہے ہی نہیں، آدمی تو آدمی یہ تو مکھی مچھر جیسی حقیر چیزوں کے آگے بھی بے بس ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا حقیقت ہے؟ ان لوگوں پر تو اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے بُرے عملوں کی وجہ سے ان کو سیدھے راستہ سے دور ہٹا دیا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ ہی راستہ سے ہٹا دے تو کون ہے جو اسے سیدھے راستہ پر ڈال دے، ہاں! اللہ تعالیٰ اچھے اور نیک بخت لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق دیتا ہے اور جسے اس نے سیدھے راستہ پر ڈال دیا اسے کوئی راستہ سے نہیں ہٹا سکتا، یہ سمجھیں یا نہ سمجھیں حقیقت یہ ہے کہ قوت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کے سامنے کیا مجال کہ کوئی دم مار سکے، وہ ضرور نافرمانوں کو ان کی نافرمانی کی سزا دے گا۔

ارشاد ہے کہ: حق بات ان کافروں کی زبان پر بھی جاری ہو کر رہتی ہے، جب آپ ان سے پوچھیں کہ بتاؤ یہ آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو وہ فوراً بول اٹھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، اب ان سے کہو کہ پھر ایسی قدرت والے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان ناچیز بتوں اور جھوٹے معبودوں کی طرف کیوں جھکتے ہو؟

ارشاد ہے کہ: جب وہ اس کا اقرار کرلیں کہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو پھر آپ ان سے کہیں کہ تم غیر اللہ کے آگے کیوں جھکتے ہو؟، کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ان میں سے کسی کے اندر جہان کے انتظام کو چلانے کی کچھ طاقت ہے، کیا ان میں سے کوئی اس قابل ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچانا چاہیں تو یہ اس تکلیف کو دور کردیں؟ یا یہ ایسا کرسکتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے کچھ راحت پہنچانا چاہیں تو یہ اس کی راحت کو روک دیں، جس نے اپنی رحمت سے جہان کی یہ عظیم الشان چیزیں بنا کھڑی کیں اس کے سامنے یہ پتھر مٹی کی یہ بے جان مورتیاں کیا کرسکتی ہیں، نہ ہلیں نہ جلیں، نہ دیکھیں نہ سنیں، یہ ایک مکھی کو تو اپنے اوپر سے اڑا نہیں سکتے، یہ کسی کی تکلیف کیا دور کریں گے، یہ تو کیا، بڑی بڑی شان و شوکت والے اللہ تعالیٰ کے آگے سوا اس کے کہ اس کے سامنے عاجزی سے جھکیں اور اس کی رحمت کے طلب گار ہوں، اور کچھ نہیں کرسکتے، تو اب بتاؤ کہ! میں ایسے قادر، رحیم و کریم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بےبس مورتیوں کے سامنے کیسے جھکوں؟ مجھ سے ہرگز نہیں ہوسکتا،

میرے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، وہی میرے سب کام اپنی رحمت سے بنائے گا، کوئی بھروسہ کرے تو اس پر کرے اور کسی پر بھروسہ کرنے سے کچھ حاصل نہیں، ہر حالت میں اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہوسکتا ہے، دوسرے کسی گنتی میں نہیں۔

آخر! کیا کِیا جائے؟

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ

کہہ دیں اے قوم میری! کام کئے جاؤ پر جگہ اپنی میں بھی کام کرتا ہوں پس عنقریب

تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ

جان لوگے (۳۹) کون ہے کہ آتا ہے پر اس عذاب جو رسوا کرے اسے اور اترتا ہے پر اس عذاب

مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ

دائمی (۴۰) تحقیق اتاری ہم نے پر آپ کتاب واسطے لوگوں کے ساتھ سچائی کے

فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ

پس جو راہ پر آیا سو! اپنے ہی نفع کیلئے اور جو بہکا تو پس یہی ہے کہ وہ بہکتا ہے اپنی ہی ضرر کیلئے

وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾

اور نہیں آپ پر ان نگران (۴۱)

ع ۴ / ۱

بامحاورہ ترجمہ:۔ آپ کہہ دیں، اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر کام کئے جاؤ، میں بھی کام کرتا ہوں (یعنی: جب تم اپنے جھوٹے طریقے کو نہیں چھوڑتے تو میں اپنے سچے طریقے کو کیوں چھوڑوں۔)، اب آگے جان لوگے۔(۳۹) کس پر عذاب آئے گا جو اسے رسوا کردے گا اور کس پر اترتا ہے ہمیشہ رہنے والا عذاب؟ (۴۰) ہم نے اتاری ہے آپ پر کتاب لوگوں کیلئے سچے دین کیساتھ، پھر جو کوئی راہ پر آیا، سو! اپنے بھلے کو، اور جو بہکا تو بات یہی ہے کہ اپنے بُرے کو بہکا اور آپ ان کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں۔(۴۱)

تفسیر

ارشاد ہے: مثالوں اور دلیلوں اور صاف صاف بیانات سے ہر طرح تمہیں بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کا حقیقت میں کوئی نہ یار ہوسکتا ہے اور نہ کوئی مددگار، اس لئے خاص اسی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، اب بھی اگر تم نہیں مانتے تو تم جانو جو چاہو کرو، میں تو اسی راستہ پر قائم رہوں گا جو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے مقرر کردیا ہے، جلد ہی تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ کس پر عذاب آنے والا ہے اور کون دنیا ہی میں آفتوں کے اندر پھنس کر ذلیل وخوار اور آخرت میں ہمیشہ کے عذاب میں پھنسنے والا ہے، اے پیغمبر! ہم نے آپ پر سچی کتاب اتاری ہے اب اگر کوئی اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے گا تو اس کا اپنا ہی دونوں جہان میں بھلا ہوگا اور جو اس راستہ سے بہک گیا تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا، آپ اس بات کے ذمہ دار نہیں ہیں کہ کوئی ایمان کیوں نہیں لاتا۔

جو شخص گمراہ ہوگیا، صحیح راستے سے بھٹک گیا، اس نے توحید کے بجائے شرک وکفر اور نیکی کے بجائے بدی کو اختیار کیا، تو اس گمراہی کا نقصان بھی خود اسی کو ہوگا اور بالآخر وہی دوزخ میں جائے گا، کسی کے بے راہ ہونے سے اللہ تعالیٰ کا تو کچھ نقصان نہیں ہوگا، اس کی شان میں تو کوئی کمی واقع نہیں ہوگی، بلکہ اس کا نقصان خود گمراہ شخص کو ہی ہوگا، لہٰذا انسان کو اچھا یا برا راستہ اختیار کرتے وقت اس کے انجام کو خوب ذہن نشین کرلینا چاہئے۔

باقی رہ گئی یہ بات کہ لوگوں کی گمراہی کا پیغمبر ﷺ کی ذات پر کیا اثر پڑ سکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی کہ آپ ان پر کوئی ذمہ دار تو نہیں ہیں کہ آپ ان کو سیدھے راستے پر چلادیں؟ آپ کا کام تو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچادینا ہے، آگے ماننا یا نہ ماننا ان کا کام ہے اور یہی اپنے عمل کے ذمہ دار ہیں، اگر یہ لوگ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کرکے دوزخ کا ایندھن بنتے ہیں تو اس کے متعلق آپ سے کوئی سوال نہیں ہوگا، بلکہ خود ان سے سوال ہوگا کہ تم دوزخ میں کیوں آئے؟ یہ خود جواب دیں گے کہ ہم نے توحید کا انکار کیا، نماز نہ پڑھی، حقوق ادا نہ کئے، قیامت کو جھٹلایا، غرضیکہ اپنے جرموں کا خود اقرار کریں گے، آپ سے اس معاملہ میں کوئی باز

پرس نہیں ہوگی، ہاں! اگر آپ نے لوگوں تک پیغام نہ پہنچایا تو گویا آپ نے تبلیغ کا حق ہی ادا نہ کیا، آپ مکمل دین لوگوں تک پہنچا دیں اور کافروں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں، چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغمبری کا پورا پورا حق ادا کیا اور فرمایا کہ: جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرنے والی کوئی ایسی چیز نہیں جو میں نے تمہیں نہ بتلائی ہو۔

اللہ تعالیٰ کی پہچان کا ایک اور ذریعہ

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ

اللہ کھینچ لیتا ہے روحوں کو وقت موت انکی کے اور جو نہیں مریں میں نینداان کی

فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى

پھر روک لیتا ہے انہیں کہ فیصلہ کیا لئے جسکے موت کا اور بھیج دیتا ہے اوروں کو

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

تک مدت مقرر تحقیق میں اس البتہ نشانیاں ہیں لئے ان لوگوں کے جو سوچیں (۴۲)

با محاورہ ترجمہ: ۔اللہ تعالیٰ تمام روحوں کو ان کی موت کے وقت روک لیتا ہے اور جن کو ابھی موت نہیں آئی ہوتی ان کو بھی ان کی نیند کی حالت میں (روک لیتا ہے)، پھر جن کے بارے میں اس نے موت کا فیصلہ کرلیا انہیں اپنے پاس روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک معین وقت تک کیلئے چھوڑ دیتا ہے، ان باتوں میں ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کریں۔ (۴۲)

تفسیر

دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہے، جدھر دیکھو ہر جگہ اس کی کوئی نہ کوئی قدرت کی نشانی نظر آتی ہے، سوچنے والے ہر واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی پہچان کی نشانی دیکھتے ہیں، انہی میں سے ایک بڑا واقعہ انسان کا سونا اور جاگنا ہے، کیا کبھی تم نے سوچا کہ نیند کیا ہے؟ جاگنا کیا ہے؟ ارشاد ہے: سو جانے اور جاگ جانے کے واقعہ

سے مرنے اور دوبارہ جینے کا مسئلہ صاف طور پر سمجھ میں آجاتا ہے، اور قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اس کا سچ ہونا بالکل ظاہر ہوجاتا ہے، سوتے میں بدن بالکل بیکار ہوجاتا ہے، اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ نیند کے وقت اللہ تعالیٰ بدن سے روح کو الگ کردیتا ہے، صرف اتنا اثر اس کا باقی رہتا ہے کہ سانس چلتا رہے، اب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ روح کو بدن میں واپس بھیجے یا نہ بھیجے، اگر واپس بھیج دیا تو آدمی جاگ اٹھتا ہے اور معلوم ہوجاتا ہے کہ ابھی اس کی موت نہیں آئی اور اگر واپس نہ بھیجا اور اپنے پاس ہی روک رکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی مرگیا، یعنی: روح کا بدن سے تعلق نہ رہا، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ بدن میں جب چاہے روح داخل کردے اور جب چاہے اسے بدن سے جدا کردے، جدائی اگر پوری ہے تو اس کا نام بدن کی موت ہے اور اگر ادھوری ہے تو اس کا نام نیند ہے، دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ بدن اور روح کا تعلق جب چاہے دوبارہ قائم کرسکتا ہے۔

نیند موت کی بہن کہلاتی ہے، جب انسان کو نیند آجاتی ہے تو اُس سے روح کھینچ لی جاتی ہے، البتہ اس کی سانس اور نبض چلتی رہتی ہے، اس بارے میں دو قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں، امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نیند کے دوران انسان کی جان اس کے جسم سے کھینچ لی جاتی ہے مگر اس کا تعلق جسم کیساتھ بھی قائم رکھا جاتا ہے، اس کی مثال سورج کا زمین کیساتھ تعلق ہے کہ لاکھوں کروڑوں میل دور ہونے کے باوجود سورج کی شعاعیں اس کی روشنی اور حرارت زمین تک پہنچتی رہتی ہے، اسی طرح روح کا تعلق بھی جسم کیساتھ قائم رہتا ہے، اگرچہ نیند کے وقت اسے جسم سے نکال لیا جاتا ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: ہر انسان کی دو روحیں ہوتی ہیں، ایک روح حیوانی ہے جو ماں کے پیٹ میں بننے کے وقت انسانی جسم کیساتھ لگی رہتی ہے اور دوسری روح آسمانی ہے، جو حمل کے چوتھے ماہ میں انسانی جسم میں داخل کی جاتی ہے، روح حیوانی زندگی بھر جسم میں موجود رہتی ہے، یہ ایک لطیف چیز ہوتی ہے جو موت کے وقت انسانی جسم سے نکل جاتی ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص کی روح اس کے جسم سے پرواز کرگئی ہے، البتہ روح آسمانی نیند کی حالت میں جسم سے الگ ہوجاتی ہے اور بعض اوقات اس کی ملاقات دوسری زندہ اور مُردہ

روحوں کیساتھ بھی ہوجاتی ہے اور خواب میں انسان کی ملاقات دور دراز کے رہنے والے یا مرجانے والے عزیزوں اور دوستوں سے بھی ہوجاتی ہے، الغرض! اس نظریہ کے تحت روح حیوانی تو نیند میں بھی انسانی جسم میں موجود رہتی ہے، جس کی وجہ سے اس کی سانس اور نبض چلتی رہتی ہے اور روح آسمانی کو نکال لیا جاتا ہے، یعنی: جسم میں واپس نہیں لوٹایا جاتا اور جس کے بارے میں فوری موت کا فیصلہ نہیں ہوتا اس کی روح کو واپس جسم میں ایک مقررہ وقت تک لوٹا دیا جاتا ہے اور مقررہ وقت وہی ہے جو اس کی موت کیلئے مقرر ہے، جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر اس روح کو نہیں لوٹایا جاتا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ: اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو غور وفکر کرتے ہیں، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے پر یقین رکھتے ہوئے اس کی قدرت کو سمجھنا چاہتے ہیں ان کیلئے موت اور زندگی کے اس نظام میں قدرت کی دلیلیں ہیں، جب وہ غور کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح روحوں کو داخل کرتا اور نکالتا ہے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین آجاتا ہے۔

پھر بھی نہ پہچانا

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا
کیا بنالئے انہوں نے سوا اللہ کے کوئی سفارش کرنے والے آپ کہہ دیں اور اگرچہ ہوں وہ نہیں

یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا وَّ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا ؕ
مالک کسی چیز کے اور نہ سمجھ رکھتے (۴۳) کہہ دیں اللہ ہی کی ہے سفارش ساری

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾
اسی کی بادشاہی ہے آسمانوں کی اور زمین کی پھر طرف اسی کی لوٹائے جاؤگے (۴۴)

بامحاورہ ترجمہ: کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سفارش کرنے والے بنا رکھے ہیں، آپ کہہ دیں! اگرچہ کسی چیز کا اختیار ان کو نہ ہو اور نہ سمجھ ہو (پھر بھی یہ ان کی سفارش کی امید رکھتے ہیں)۔ (۴۳) آپ کہہ دیں!

ساری سفارش اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اسی کی بادشاہی ہے آسمان میں اور زمین میں، پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (۴۴)

تفسیر

جب زندگی اور موت سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے اور کسی اور کو دنیا جہان کی پیدائش اور اس کے قائم رکھنے میں کوئی دخل نہیں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اوروں کی طرف کیوں جھکتے ہیں؟، بتوں کے پجاریوں کا یہ دعویٰ کہ یہ بت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کرتے ہیں اور انہی کی سفارش سے ہمارے سارے کام بنتے ہیں، کیسے درست ہوسکتا ہے؟ کیا بے جان پتھر کی مورتیاں جو کسی چیز کی مالک بھی نہیں اور جو سمجھ اور سوجھ بوجھ سے بالکل خالی ہیں، کیا کسی کی سفارش کرسکتی ہیں؟ اے پیغمبر! آپ ان کی غلطی سے انہیں آگاہ کردیں اور کہہ دیں کہ! اور چیزوں کی طرح سفارش اور شفاعت کا معاملہ بھی پورے طور پر اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، شفاعت وہ کرسکتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دے اور وہ سفارش انہی کی کرسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سفارش کے لائق ہوں، ان بتوں کے پاس نہ اللہ تعالیٰ کا اجازت نامہ ہے کہ وہ سفارش کرسکتے ہیں اور نہ یہ سفارش چاہنے والے اللہ تعالیٰ کے نافرمان بندے اس قابل ہیں کہ ان کی سفارش کی جائے، آسمانوں اور زمین پر ہر جگہ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم چلتا ہے اور پھر سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر جب وہی شہنشاہ ہے تو اور کسی کو کیا اختیار ہے کہ اپنا حکم چلائے اور اس کے حکموں کو ٹھکرادے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ: کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو سفارشی بنا رکھا ہے؟ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو یا ناراض ہمارے معبود ضرور ہی ہماری سفارش کرکے ہمیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچالیں گے، سفارش کے بارے میں یہ غلط عقیدہ ہے۔

قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَعْقِلُوْنَ: اگرچہ نہ وہ کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ ہی سمجھ رکھتے ہوں پھر بھی یہ ان سے سفارش کی امید رکھتے ہیں، ان کے سفارشی تو بے جان بت ہیں جنہیں کسی قسم کا شعور

نہیں، بھلا! وہ کیا سفارش کریں گے؟ اور بعض انسان، فرشتے یا جنوں ہیں تو وہ بھی بے اختیار ہیں، سفارش تو وہاں ہوگی جہاں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا، "سورۃ البقرہ" میں ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کون سفارش کر سکتا ہے؟ ہاں! جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، فرشتے، شہید اور دوسرے ایماندار لوگ سفارش کر سکیں گے (آیت ۲۵۵)، پھر آگے اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ کسی کی سفارش قبول کرتا ہے یا نہیں۔

مشرکوں کا طریقہ

وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اور جب ذکر کیا جائے اللہ کا فقط رک جاتے ہیں دل ان لوگوں کے جو نہیں ایمان رکھتے

بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

پر آخرت اور جب ذکر کیا جائے ان کا جو سوا اس کے ہیں تبھی وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں (۴۵)

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ

آپ کہہ دیں اے اللہ! ایجاد کرنے والے آسمانوں کے اور زمین کے جاننے والے چھپے اور کھلے کے

اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

آپ ہی فیصلہ فرمائیں گے درمیان بندوں اپنے کے میں اس چیز کہ تھے میں جس وہ جھگڑتے (۴۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل رُک جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے، اور جب اس کے سوا اوروں کا نام لیا جائے تب وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں۔ (۴۵) آپ کہہ دیں! اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، چھپے اور کھلے کے جاننے والے، آپ ہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کریں گے جس چیز میں وہ جھگڑ رہے تھے۔ (۴۶)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو لوگ فقط ایک اللہ تعالیٰ کو دنیا کا معبود نہیں مانتے بلکہ اس کیساتھ کسی اور کو بھی اختیار میں شریک سمجھتے ہیں وہ توحید سے بالکل ناواقف ہیں، جب ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں طاقت نہیں کہ کچھ کر سکے تو ان کے دل سکڑ جاتے ہیں اور جب کہا جائے کہ: ہاں! اور بھی کچھ کر سکتے ہیں تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس کے معنیٰ شرک کے ہیں، آگے ارشاد ہے کہ: اے ہمارے پیغمبر! آپ ان کو ان کا کام کرنے دیں، آپ تو یہ دعا کریں کہ اے اللہ! یہ آسمان اور زمین آپ نے ہی بنائے ہیں، آپ ہی چھپے اور کھلے کے جاننے والے ہیں، ان لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ آپ ہی کریں گے۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ۔: جب ان کے پاس تنہا اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل غم و غصہ سے سکڑ جاتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، گویا وہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی سننا گوارا نہیں کرتے اور جس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں، مشرک کی یہ بہت بڑی پہچان ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی شان و شوکت اور اس کی ذات و صفات کا بیان تو پسند نہیں آتا، مگر جب دیوی دیوتاؤں کا ذکر کیا جائے، گنبد و مینار کا ذکر کیا جائے، اولیاء اللہ کی فرضی کرامتیں بیان کی جائیں تو یہ لوگ بڑے خوش ہوتے ہیں اور نعرے مارتے ہیں، دوسری جگہ فرمایا کہ: اگر خاص اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو قریب ہے کہ مشرک لوگ ذکر کرنے والوں پر حملہ کر دیں۔

مشرکوں کی یہ عادت آجکل کے نام کے مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت، عظمت، علم اور وسعت کا ذکر ہو تو ان کے چہرے مرجھانے لگتے ہیں اور ان کے دل سکڑنے لگتے ہیں، مگر جب کسی پیر، فقیر کی جھوٹی کرامات بیان کی جائیں تو دل میں خوشی کے جذبات اور چہرے پر رونق آجاتی ہے، آج کل بھی مشرک لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں، ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو شخص اولیاء اللہ کیساتھ جھوٹی سچی باتیں بیان نہیں کرتا اور ان کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے نہیں ملاتا وہ اولیاء اللہ کا منکر ہے، حقیقت یہ ہے کہ خود اولیاء کرام اور

بزرگانِ دین اپنی مجلسوں میں اللہ تعالیٰ ہی کی عظمت کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عظمت وجلال ہی کی طرف دعوت دیتے ہیں، مگر آج ان کے نام لیوا انہی کی بات کو سننا پسند نہیں کرتے، اس سے زیادہ بے انصافی کی بات کیا ہوسکتی ہے؟

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: اے پیغمبر! آپ کہہ دیں، اللہ جو پیدا کرنے والا ہے زمین وآسمان کا، جو پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے، پوشیدہ چیزوں سے مراد وہ چیزیں ہیں جو مخلوق کے اعتبار سے چھپی ہوئی ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہے، اور ان چیزوں کا بھی جاننے والا ہے جو مخلوق کے سامنے کھلی ہیں، آپ ہی اپنے بندوں کے درمیان ان چیزوں میں فیصلہ کریں گے جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے، مطلب یہ کہ آج کے مشرک اپنے شرک پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اُلٹا ایمان والوں کو بے ادب کہتے ہیں، مگر جب قیامت کا دن آئے گا تو اے اللہ! تمام اختلافی باتوں میں آپ کا ہی فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا۔

آخرت کا حال

وَ لَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ
اور اگر ہو پاس ان لوگوں کے جنہوں نے ظلم کیا جو کچھ میں زمین ہے سب کا سب اور اتنا ہی

مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ
ساتھ اسکے البتہ دے ڈالیں اسے (اپنے چھڑانے میں) سے بُرے عذاب دن قیامت کے اور

بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ بَدَا لَهُمْ
ظاہر ہوں لئے ان کے سے جانب اللہ کی جو نہ تھے وہ گمان کرتے (۴۷) اور ظاہر ہوں لئے ان کے

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾
بُرے کام جو وہ کماتے تھے اور گھیر لے انہیں وہ جو تھے ساتھ اسکے مذاق کرتے (۴۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور اگر ظالموں (مشرکوں) کے پاس جتنا کچھ زمین میں ہے سارا ہو اور اتنا ہی اور بھی ہو اس کیساتھ، تو سب دے ڈالیں قیامت کے دن بُری طرح کے عذاب سے اپنے آپ کو چھڑوانے میں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں وہ چیز نظر آئے گی جس کا وہ گمان بھی نہیں کرتے تھے۔(۴۷) اور ان کو اپنے بُرے کام جو وہ کرتے تھے نظر آجائیں گے اور پلٹ پڑی ان پر وہ چیز جس کا وہ مذاق کرتے تھے۔(۴۸)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو قیامت کے دن کا یقین نہیں کرتے وہ اچھی طرح سن لیں کہ وہ ایسا ہولناک منظر ہوگا کہ ظالم لوگوں کے اسے دیکھ کر ہوش وحواس اڑ جائیں گے اور اگر ان کے ہاتھ دنیا بھر کی دولت آجائے بلکہ اس کیساتھ اتنی ہی اور مل جائے تو اپنی جان کو سخت عذاب سے چھڑانے کیلئے قیامت کے دن وہ سب کی سب دے ڈالیں اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر وہ عذاب اتریں گے جو کبھی ان کے وہم وگمان میں بھی نہ گزرے ہوں، انہوں نے دنیا میں جو نافرمانیاں کی تھیں اور جو برائیاں انہوں نے کمائی تھیں وہ ساری کی ساری ان کی آنکھوں کے آگے آجائیں گی اور دنیا میں پیغمبر کی زبانی نصیحت اور ڈراوے کی باتیں جو وہ سنتے تھے اور جن کی ہنسی اڑایا کرتے تھے وہ سب سچی ثابت ہوں گی اور اس عذاب کی ساری شکلیں اور مصیبتوں کی ساری قسمیں سچ مچ اکٹھی ہوکر ان کو چاروں طرف سے گھیر لیں گی۔

انسان کی جہالت

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً

پھر جب آپڑتی ہے انسان پر کوئی تکلیف پکارتا ہے ہمیں پھر جب عطاء کرتے ہیں ہم اسے کوئی نعمت

مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ۭ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ

سے طرف اپنی کہتا ہے یہ تو دیا گیا ہے مجھے پر علم نہیں بلکہ یہ آزمائش ہے اور لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ

اکثر ان میں سے نہیں جانتے (۴۹) کہہ چکے ہیں یہ بات وہ لوگ جو سے پہلے ان پس نہ

اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴿۵۰﴾

فائدہ دیا انہیں اس نے جو تھے وہ کماتے (۵۰)

بامحاورہ ترجمہ: سو! جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے ہم کو پکارنے لگتا ہے، پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت بخشیں کہتا ہے یہ تو مجھے میرے علم کی وجہ سے ملی، کوئی نہیں یہ ایک آزمائش ہے پر بہت سارے ان میں سے نہیں سمجھتے۔(۴۹) یہ بات ان سے اگلے کہہ چکے ہیں، پھر کچھ کام نہ آیا ان کے جو وہ کماتے تھے۔(۵۰)

لفظی تحقیق: خَوَّلْنٰهُ: عطاء کیا اسے۔ ماضی کا صیغہ ہے، "تخویل" سے اس کا مادہ (خ و ل) ہے، "خَوَل" خوشحالی، "تخویل" خوشحالی عطاء کرنا۔

تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: انسان پر جب کوئی تنگی اور مصیبت آپڑتی ہے تو سب کچھ بھول کر وہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے خوشحال کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ مجھے معلوم تھا کہ خوشحالی ملنے والی ہے کیونکہ میں ہنرمند اور ہوشیار آدمی ہوں مجھے خوشحالی نہ ملتی تو کسے ملتی؟، ارشاد ہے کہ: اے انسان! ہوش میں آ، یہ تو اللہ تعالیٰ نے تیری آزمائش کی ہے کہ تجھے خوشحالی عطاء کی، مگر افسوس کہ! ان میں سے اکثر جانتے نہیں یا جان بوجھ کر انجان بنتے ہیں، یہی باتیں ان سے پہلے لوگوں نے بھی کہی تھیں، لیکن ان سے ان کا کچھ بھلا نہ ہوا، جب اللہ تعالیٰ کے غضب نے انہیں آپکڑا تو کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑا، خوشحالی بھی گئی اور خود بھی تباہ ہوئے، انہی میں سے ایک شخص قارون تھا جس کا حال "سورۃ القصص" میں بیان ہو چکا ہے، وہ یہی کہتا تھا کہ یہ دولت میں نے اپنی عقلمندی سے کمائی ہے، آخرکار تباہ ہوا۔

بُرے کاموں کا نتیجہ

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ
پس پہنچی تھیں برائیاں اس کی جو انہوں نے کمایا اور جن لوگوں نے ظلم کیا میں سے ان

سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَ مَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ
جلدی پہنچیں گی انہیں برائیاں اس کی جو کمایا انہوں نے اور نہیں وہ عاجز کر دینے والے (۵۱) کیا نہیں

يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ
جانا انہوں نے کہ اللہ فراخ کرتا ہے رزق لئے جسکے چاہتا ہے اور ماپتا ہے

ع ۵ ۱۱ ۲ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾
تحقیق میں اس البتہ نشانیاں ہیں لئے ان لوگوں کے جو ایمان لائے (۵۲)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پس! پڑ گئیں ان پر برائیاں جو کمائی تھیں اور ان میں سے جو ظالم ہیں ان پر بھی اب پڑنی ہیں برائیاں جو انہوں نے کمائی ہیں اور وہ تھکانے والے نہیں۔(۵۱) کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جس کے واسطے چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کیلئے چاہے تنگ کر دیتا ہے، البتہ لوگوں کیلئے اس میں نشانیاں ہیں جو ایمان لائے۔(۵۲)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: پہلے لوگوں نے جو برے کام کئے ان کے نتیجے انہیں بھگتنے پڑے اور ان کے برے عملوں کی وجہ سے ان پر بڑی بڑی مصیبتیں آئیں، وہ سمجھتے رہیں ہم چاہے جو کچھ کریں ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اے پیغمبر! ان میں جو کافر اور مشرک ہیں ان سے کہہ دو کہ یہ ان کا غلط خیال ہے کہ قیامت میں ان سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار نہیں کر سکتے، ان کی کیا مجال کہ اللہ تعالیٰ کو عاجز کر دیں، اگر ان کے دل کی

آنکھیں اندھی نہیں ہوگئیں تو انہوں نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے لوگ باوجود کوشش کے روٹی کو ترستے رہ جاتے ہیں اور بہت سے کچھ کئے بغیر ڈھیروں مال اور دولت پر قبضہ کئے بیٹھے ہیں، صاف ظاہر ہے کہ روزی کی تنگی اور زیادتی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، ایمان والوں کیلئے تو اس میں اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی بڑی نشانیاں موجود ہیں۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا: پھر پہنچی ان کو وہ برائیاں جو انہوں نے دنیا میں رہ کر کمائی تھیں، بالآخر ان کو اپنے کئے کی سزا مل کر رہی، یہ پچھلے لوگوں کی بات تھی اور اس دور کے لوگوں میں سے بھی جنہوں نے ظلم کیا، یعنی: کفر، شرک اور گناہ کئے ان کو بھی اپنی برائیوں کی سزا مل کر رہے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکیں گے، یعنی: نہ تو اس کو تھکا سکیں گے اور نہ اس کی پکڑ سے بھاگ کر کہیں جا سکیں گے، جس طرح پہلے لوگوں کو سزا ملی اسی طرح ان کو بھی مل کر رہے گی۔

اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ: کیا ان لوگوں نے اس بات کو نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ ہی روزی کشادہ کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کی چاہتا ہے، روزی کا مدار نہ تو علم اور کم علمی پر ہے اور نہ عقل اور بے عقلی پر، رزق کی تقسیم اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہی اس کی مصلحت کو جانتا ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ: اس میں البتہ نشانیاں اور دلیلیں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے ان نشانیوں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرتے ہیں، مگر کافر اور مشرک ان دلیلوں سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے اور ہمیشہ نقصان میں رہتے ہیں۔

رحمت کی اُمید

لَا تَقْنَطُوْا		اَنْفُسِهِمْ	عَلٰٓى	اَسْرَفُوْا	الَّذِيْنَ	يٰعِبَادِيَ	قُلْ
مایوس ہوں	مت	جانوں اپنی	پر	زیادتی کی ہے	جنہوں نے	اے بندو میرے	آپ کہہ دیں

مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ
سے مہربانی اللہ کی تحقیق اللہ بخش دیتا ہے گناہ سارے تحقیق وہ

هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَ اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ
وہی ہے بخشنے والا مہربان (۵۳) اور رجوع کرتے رہو طرف رب اپنے کے اور اطاعت کرو اس کی

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾
سے پہلے اس کہ آئے تم پر عذاب پھر نہ مدد کئے جاؤ گے تم (۵۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ آپ کہہ دیں، اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جان پر زیادتی کی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید مت توڑو، بیشک اللہ تعالیٰ سب گناہ بخشتا ہے، بیشک وہی گناہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔ (۵۳) اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے، پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا۔ (۵۴)

تفسیر

شانِ نزول

انسان کی فطرت میں ڈر اور امید دو باتیں بڑی زبردست ہیں اور اس کے سارے کام انہی دو کے اوپر چکر کاٹتے رہتے ہیں، انسان اگر ہر چیز سے ڈرتا ہی رہے تو بھی پریشان رہے گا اور اگر ہر چیز سے امید لگا بیٹھے تو بھی ناکامی سے دوچار ہوگا، اسلام سکھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب کا خوف دور کر دو اور امید بھی اس کے سوا کسی سے نہ رکھو، اس کے غضب سے ڈرو ضرور لیکن اس سے امید بھی مت توڑو، وہ توبہ کرنے والوں کی سب خطائیں معاف کر دیتا ہے، بس! اس کی طرف رجوع کرنے کی اور اس کے حکم پورے کرنے کی دیر ہے، لیکن یہ سب اس کا عذاب آنے سے پہلے کرنا چاہئے، ورنہ جب عذاب آ گیا تو پھر اس سے بچانے والا کوئی نہیں، اس آیت میں انسان کیلئے بڑی خوشخبری ہے، جب بھی توبہ کرو گے اور اسلام کے حکموں پر عمل کرنے لگو گے اسی وقت وہ تمہیں

معاف کردے گا۔

اسلام کے شروع میں جب لوگ کفر اور شرک کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو رہے تھے تو بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر ہم ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کو ایک مان لیں اور نیک عمل بھی شروع کر دیں تو ہمارے پچھلے گناہوں کا کیا بنے گا جو ہم جاہلیت کے دور میں کرتے رہے، اگر اسلام لانے کے بعد بھی پچھلے گناہوں کی سزا بھگتنا ہے تو اسلام لانے کا کیا فائدہ؟ چنانچہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ کچھ لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہی سوال کیا کہ ہمارے وہ گناہ معاف ہو جائیں گے جو ہم نے کفر و شرک کی حالت میں کئے تھے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: جن لوگوں نے پچھلے گناہوں سے توبہ کر لی، ایمان لے آئے اور اچھے عمل انجام دینے لگے ایسے لوگوں کے گناہ اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دو

وَ اتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ

اور | پیروی کرو | بہتر بات کی | جو | اتاری گئی | طرف تمہارے | سے | رب تمہارے | سے

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

پہلے اس | کہ | آئے تم پر | عذاب | اچانک | اور | تمہیں | نہ | معلوم | (۵۵)

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ

کہ | کہے | کوئی جی | ہائے افسوس | اوپر | اسکے کہ | کمی کی میں نے | میں درگاہ | اللہ کے

وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

اور | تحقیق | رہا میں | البتہ | ہنسی اڑانے والوں میں سے (۵۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور چلو بہتر بات پر جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتری، اس سے پہلے

کہ تم پر اچانک عذاب آپہنچے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔(۵۵) کبھی کوئی شخص کہنے لگے ہائے افسوس! اس پر کہ میں اللہ تعالیٰ کے حق (حکموں کے بارے) میں کوتاہی کرتا رہا اور میں تو ہنسی ہی اڑاتا رہا۔(۵۶)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے انکار کرنے اور بُرے کاموں کے اندر پھنسے رہنے کا انجام آخر کار عذاب ہے، وہ گنہگاروں کو اچانک آکر دبائے گا جبکہ وہ رنگ رلیاں منانے میں مصروف ہوں گے، اور اس کا خیال بھی نہ ہوگا اگر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو قرآن مجید میں جو باتیں بتائی گئی ہیں انہیں سیکھو اور ان پر عمل کرو، یہ تمہیں پہلے ہی؛ اس لئے بتادیا جاتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عذاب آنے پر پچھتانا پڑے اور ہر گناہگار کے منہ سے حسرت بھرے الفاظ نکلنے لگیں کہ افسوس صد افسوس! میں اللہ تعالیٰ کے ماننے والے اور اس کے حکموں کو پورا کرنے میں قصوروار رہا، دنیا کے مزوں ہی کو سب کچھ سمجھتا رہا، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور ان کی نصیحت کی اور ان کے ڈراوے کی ہنسی اڑاتا رہا، افسوس کہ! میں نے ان کی بات نہ مانی اور ان کیساتھ میرا برتاؤ مسخرہ پن کا رہا۔

ندامت اور پچھتاوا

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾

یا کہے وہ اگر یہ ہوتا کہ اللہ راہ دکھاتا مجھے البتہ ہوتا میں میں سے ڈرنے والوں (۵۷)

اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ

یا کہے وہ جس وقت دیکھے عذاب کاش ہوتا لئے میرے لوٹ جانا پس ہوتا میں

مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا

میں سے نیکی کرنے والوں (۵۸) ہاں ہاں تحقیق آچکیں تجھ تک آیتیں میری پس جھٹلایا تو نے انہیں

وَ اسْتَكْبَرْتَ وَ كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾

اور تکبر کیا تو نے اور تھا تو میں سے کافروں (۵۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ یا کہنے لگے اللہ تعالیٰ مجھے راہ دکھاتا تو میں بھی اس سے ڈرنے والوں میں سے ہوتا۔(۵۷) یا جب عذاب کو دیکھے کہنے لگے، کسی طرح مجھے پھر جانا ملے تو میں نیکی کرنے والوں میں سے ہو جاؤں۔(۵۸) کیوں نہیں! تیرے پاس میرے حکم پہنچ چکے تھے، پھر تو نے انہیں جھٹلایا اور غرور کیا اور تو منکروں میں سے تھا۔(۵۹)

تفسیر

ارشاد ہو رہا ہے کہ: تمہیں یہ سب کچھ اس لئے بتایا جارہا ہے کہ موقع نکل جانے کے بعد پچھتانا نہ پڑے، کبھی کوئی کہنے لگے کہ افسوس! میں دنیا میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کو بھول گیا ورنہ آج یہ حالت نہ ہوتی، کچھ لوگ کہنے لگیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہمیں ہدایت ہی نہ کی، ورنہ ہم ضرور برائیوں سے بچتے اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے؟ کوئی کہنے لگے گا کہ کسی طرح پھر واپس دنیا میں پہنچ جاؤں تو خوب نیک کام کروں اور نیکوں میں نام لکھواؤں اور اچھے لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔

ارشاد ہے کہ: آدمی کی یہ حسرت ندامت اور بیکار تمنائیں کچھ کام نہ آئیں گی، اللہ تعالیٰ اس سے ارشاد فرمائیگا کہ: تیرے پاس تو میری آیتیں، معجزے، میرے حکم اور میری دلیلیں، پہنچ چکی تھیں، تو یہ غلط کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری ہدایت کا دنیا میں کچھ سامان نہ کیا، کان کھول کر سن! میری آیتیں تیرے پاس آئیں، تو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا کہ مجھے کوئی کیا سکھائے گا، میں خود خوب سمجھتا ہوں، اس غلط خیال میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کا انکار کر بیٹھا اور اصل منکروں کا ساتھ دیا۔

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا: اس آیت میں کافروں کی اس بات کا جواب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہدایت کر دیتا تو ہم متقی ہو جاتے؟ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری ہدایت کر دی تھی، اپنے

پیغمبر، کتابیں اور آیتیں بھیجی تھیں، اس لئے ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت نہیں کی، ہاں ہدایت کرنے کے بعد نیکی اور اطاعت پر اللہ تعالیٰ نے کسی کو مجبور نہیں کیا، بلکہ بندے کو یہ اختیار دیدیا کہ وہ جس راستے، حق یا باطل کو اختیار کرنا چاہے کرے، اسی میں بندہ کا امتحان تھا، اس پر اس کی کامیابی یا ناکامی کا دارومدار ہے، جس نے اپنے اختیار سے گمراہی کا راستہ اختیار کرلیا وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔

مغرور اور متقی کا مقابلہ

وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ

اور دن قیامت کے دیکھے تو انہیں جنہوں نے جھوٹ بولا تھا پر اللہ کہ چہرے ان کے

مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَ يُنَجِّي

کالے سیاہ ہیں کیا نہیں میں دوزخ ٹھکانہ واسطے متکبروں کے (۶۰) اور نجات دیگا

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَ لَا

اللہ انہیں جو ڈرے ساتھ کامیابی ان کی کے نہ چھوئے انہیں برائی اور نہ

هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾

وہ غمگین ہوں گے (۶۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور قیامت کے دن آپ ان کو جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں دیکھیں گے کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا غرور والوں کا ٹھکانہ دوزخ میں نہیں ہے؟ (۶۰) اور اللہ تعالیٰ ان کو جو ڈرتے رہے نجات دے گا کامیابی کیساتھ، ان کو نہ کوئی عذاب چھوئے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (۶۱)

لفظی تحقیق: مَفَازَةٌ: فلاح۔ مصدر میمی ہے یا اسم مکان (ف وز) سے "فوز" کے معنیٰ فلاح کامیابی اور سعادت کے ہیں "بِمَفَازَتِهِمْ" یعنی: چونکہ وہ سعادت مند ہیں یا ان کی پناہ کی جگہ مقرر ہے، دنیا میں زیادہ تر دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو اپنے آپ کو ہی سب سے بڑا سمجھتے ہیں پیغمبروں کے سمجھانے بجھانے کی پرواہ نہیں

کرتے، دوسرے وہ جو اپنی کمزوری اور گناہ کا اقرار کرتے ہیں اور پیغمبروں کا کہنا ماننے کیلئے تیار رہتے ہیں۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو جھوٹا کہتے ہیں اور اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے جو حکم بھیجے ہیں ان کو نہیں مانتے، دنیا میں تو شاید ان اکڑفوں کچھ دن چل بھی جائے لیکن قیامت کے دن ان کا عذاب میں بُرا حال ہوگا، یہ ان کا اللہ تعالیٰ کی باتوں کو جھٹلانا سیاہی بن کر ان کے چہروں پر چھا جائے گا، دیکھنے والوں کو ان کے چہرے کالے سیاہ نظر آئیں گے، کیا اس میں کوئی شک ہے کہ متکبر اور مغرور لوگ جو اپنے آگے کسی کو کچھ نہیں سمجھتے دوزخ میں پڑیں گے۔

یہ بالکل یقینی بات ہے کہ تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے، ہاں! جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ڈر سے بُرے کام چھوڑے، وہ نیک بخت ہیں اور ان کی یہ نیک بختی ان کی نجات کا سبب ہوگی اور اللہ تعالیٰ ان کو اس کی بدولت امن وامان کی جگہ پہنچا دے گا، انہیں نہ کوئی دکھ پہنچے گا اور نہ وہ غمگین اور اداس ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کو پہچانو!

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۙ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ

اللہ بنانے والا ہے ہر چیز کا اور وہ اوپر ہر چیز کے نگہبان ہے(٦٢) واسطے اسکے ہیں

مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی اور جنہوں نے انکار کیا ساتھ آیتوں اللہ کی

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع ٦ (١١) ٢

وہ لوگ وہی نقصان اٹھانے والے ہیں (٦٣)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (٦٢) آسمانوں کی اور

زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی باتوں سے منکر ہوئے وہی لوگ ہیں جو خسارے میں پڑے ہوئے ہیں۔ (۶۳)

تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: سب قاعدے اور قانون انسان کیلئے اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں اور اسے ایسا کرنے کا حق حاصل ہے، کیونکہ وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور ہر چیز کی خبر گیری اور دیکھ بھال وہی کرتا ہے، اس نے انسان کو بھی پیدا کیا، انسان کیلئے زندگی کے قاعدے اور قانون بھی اسی نے بنائے ہیں، چنانچہ انسان کیلئے اس نے قانون بنایا ہے کہ جو انسان اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار رہے گا اسے مرنے کے بعد جنت میں ہمیشہ کیلئے راحت و آرام نصیب ہوگا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا وہ ذلیل و خوار ہوگا اور عذاب میں پکڑا جائے گا، آسمانوں کی اور زمین کی تمام کنجیاں اسی کے پاس ہیں، ہر چیز کا وہ مالک ہے، اس لئے اس کو چھوڑنے والے کیلئے کہیں ٹھکانہ نہیں، جس نے دنیا میں اسے نہ پہچانا اور اس کی آیتوں کو جھٹلایا اس نے سب کچھ کھو دیا۔

دنیا کی خوشحالی آخرت کے مقابلے میں کوئی چیز نہیں، منکر لوگ اس سے دھوکہ نہ کھائیں، آخرت میں یہی منکر لوگ نقصان میں رہیں گے۔

اب کیا کہتے ہو؟

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَقَدْ

آپ کہہ دیں کیا پس سوا اللہ کے کہتے ہو تم مجھے کہ پوجوں میں اے جاہلو! (۶۴) اور البتہ تحقیق

اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ

وحی کی گئی طرف آپ کی اور طرف ان کی جو سے پہلے آپ تھے البتہ اگر شرک کیا آپ نے

لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللّٰهَ
البتہ ضائع ہوجائیں گے عمل آپ کے اور البتہ ہوجائیں گے آپ میں سے نقصان اٹھانے والوں (۶۵) بلکہ اللہ ہی کی

فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾
پس عبادت کرو اور ہو میں سے شکرگزاروں (۶۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ آپ کہہ دیں، اے جاہلو! تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کی عبادت کروں؟ (۶۴) اور آپ کو اور آپ سے پہلوں کو حکم ہو چکا ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہوجائیں گے اور آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ (۶۵) نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور شکرگزاروں میں سے ہوجاؤ۔ (۶۶)

تفسیر

شانِ نزول

تم نے سن لیا کہ حکومت اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہ نافرمانوں کو سزا دے گا اور فرمانبرداروں کو اپنی رحمت سے مالا مال کردے گا، اس کی رحمت بہت بڑی ہے کسی گناہگار کو اس سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، کوئی لاکھ گنہگار ہو اللہ تعالیٰ کی طرف جس وقت بھی جھکے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردے گا، پھر ایسے رحیم و کریم قدرت والے اور زبردست کو چھوڑنا اور اوروں کو کمزور بے بس ہوتے ہوئے بھی معبود بنانا پرلے درجے کی بے عقلی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا یہ سب کچھ سن کر بھی تم میں سے ہر ایک یہی رٹ لگائے جائے گا کہ میں دوسروں کی پوجا کروں، یہ تو بڑی نادانی کی بات ہے، عقل مند لوگ تمہاری یہ ضد دیکھ کر سوا اس کے کہ تمہیں جاہل کہیں اور کیا کہہ سکتے ہیں، آگے ارشاد ہے کہ: اے پیغمبر! ہم نے آپ سے پہلے پیغمبروں سے وحی کے ذریعے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ عام لوگوں کا تو کیا ذکر اگر آپ نے بھی خدانخواستہ شرک کیا تو آپ کا بھی سارا کیا کرایا برباد ہوجائے گا اور سوا نقصان کے اور کچھ نہ پلے پڑے گا، اس لئے سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور اس کی

شکر گزاری میں لگے رہو۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کافر اور مشرک لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنہ دیتے تھے کہ آپ نے اپنے باپ دادا کے دین کو باطل اور خود ان کو گمراہ ٹھہرایا ہے جو کہ سراسر غلط بات ہے، پھر آپ کو پچھلے دین پر قائم رہتے ہوئے اپنے خداؤں کی پوجا کی ترغیب دیتے، اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی اس حرکت کا سختی کیساتھ جواب دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کی

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ

اور نہیں قدر کی اللہ کی ٹھیک قدر اسکی اور زمین ساری مٹھی میں ہے اسکی

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى

دن قیامت کے اور سارے آسمان لپٹے ہوئے ہونگے دائیں ہاتھ اسکے پر پاک ہے وہ اور بلند و برتر

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي

سے اس جو وہ شریک کرتے ہیں (٦٧) اور پھونک ماری جائیگی میں صور پس بے ہوش ہو جائیگا جو کوئی میں ہے

السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ

آسمانوں اور جو کوئی ہے میں زمین مگر جسے چاہے اللہ پھر پھونک ماری جائیگی

فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ

میں اس دوسری دفعہ پس اچانک وہ کھڑے ہو جائینگے دیکھتے ہوئے (٦٨) اور چمک اٹھے گی زمین

بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ

ساتھ نور رب اپنے کے اور لا رکھی جائیگی کتاب اور لایا جائیگا پیغمبروں کو اور گواہوں کو

وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَ وُفِّيَتْ

اور فیصلہ کیا جائے گا درمیان انکے ساتھ حق کے اور وہ نہ ظلم کیے جائینگے (٦٩) اور پورا دیا جائیگا

كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع ۷ ۴

ہر شخص کو جو کیا اس نے اور وہ خبردار ہے جو وہ کرتے ہیں (۷۰)

بامحاورہ ترجمہ: ۔اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جتنا اس کی قدر کا حق ہے، اور ساری زمین اس کی ایک مٹھی میں ہے، قیامت کے دن اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے وہ اس سے جسے وہ شریک بتاتے ہیں ۔(۶۷) اور صور میں پھونکا جائے گا، پھر بے ہوش ہو جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے وہ بے ہوش نہیں ہوگا، پھر اس میں صور پھونکا جائے گا دوسری بار پس وہ کھڑے ہو جائیں گے ہر طرف دیکھتے ہوئے ۔(۶۸) اور چمکے گی زمین اپنے رب کے نور سے اور رکھی جائے گی کتاب اور لایا جائے گا پیغمبروں کو اور گواہوں کو اور ان کے درمیان انصاف کیساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ۔(۶۹) اور ہر جی کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کیا اور اس کو خوب خبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ۔(۷۰)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان جاہلوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر جیسی کرنی چاہئے تھی نہیں کی، اس کی قدرت کا اس سے اندازہ کرو کہ قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں اور سارے آسمان لپٹے ہوئے اس کے ہاتھ میں ہوں گے، بھلا! اس سے مشرکوں کے ان گھڑے ہوئے معبودوں کو کیا نسبت وہ ان سے پاک اور بلند تر ہے۔

انسان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ایک دن صور میں پھونک ماری جائے گی اور اس کی ہیبت ناک آواز سے زمین اور آسمان میں جتنے جاندار ہیں سب بے ہوش ہو جائیں گے اور اس کے اثر سے کوئی نہ بچے گا مگر وہی جسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بچائے۔

پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں گے، پھر میدانِ حشر میں ساری زمین اللہ تعالیٰ کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور سب کے اعمال ناموں کا دفتر سامنے لا کر رکھ دیا

جائے گا، پیغمبر علیہم السلام اور دوسرے گواہ دربار میں حاضر ہوں گے، ہر ایک کے معاملہ کا انصاف کیساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان کے عملوں کا ٹھیک ٹھیک اجر دیا جائے گا، کسی پر ظلم ہوگا نہ زیادتی، جو جس نے دنیا میں کیا ہوگا اس کا اسکو بھرپور بدلہ دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کے عملوں کی خبر ہے، ہر ایک کا پورا پورا حال اس پر ظاہر ہے، وہ ہر ایک کا حساب چکا دے گا اور جو جس جگہ کے لائق ہوگا وہاں پہنچا دیا جائے گا۔

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ: اور کتاب، یعنی: ہر ایک کا اعمال نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا، ہر شخص اپنے اپنے اعمال نامے کو پڑھ سکے گا، اس اعمال نامے کے علاوہ پیغمبروں کو اور شہیدوں کو گواہ کے طور پر لایا جائے گا، پھر وہ اپنے ماننے اور نہ ماننے والوں کے متعلق گواہی دیں گے، تمام معاملات پیش ہوں گے، سوال و جواب ہوں گے اور ان کے درمیان حق کیساتھ فیصلہ کیا جائے گا، اور ان میں سے کسی کیساتھ زیادتی نہیں ہوگی، کسی کا حق نہیں مارا جائے گا، نہ کسی ایک کا گناہ دوسرے پر ڈالا جائے گا اور نہ کسی کے اعمال میں کمی کی جائے گی، بلکہ سب کیساتھ حق و انصاف کا فیصلہ ہوگا، پھر ہر شخص کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، جو کچھ اس نے نیکی یا برائی کا کام کیا ہے اس کی جزا یا سزا ملے گی اور کسی کیساتھ ناانصافی نہیں ہوگی۔

اور اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں کو خوب جانتا ہے جو کچھ انسان اس دنیا میں کرتے رہے، اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔

فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ: "صَعِقَ" کے معنٰی بے ہوش ہونے کے ہیں اور مراد یہ ہے کہ پہلی مرتبہ سب لوگ جو زندہ ہیں بے ہوش ہو کر مر جائیں گے اور جو مر کر دنیا سے جا چکے ہیں ان کی روحیں بے ہوش ہو جائیں گی۔ کمافی بیان القرآن من سورۃ النمل و عند ابن کثیر مثلہ.

اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ: میں درمنثور کی روایتوں کے مطابق چار فرشتے، جبرائیل، میکائل، اسرافیل اور ملک الموت ہیں اور بعض روایتوں میں عرش کے اٹھانے والے فرشتے بھی اس میں داخل ہیں، نفخ صور کے اثر سے ان کو موت نہیں آئے گی، مگر اس کے بعد ان کو بھی موت آجائے گی اور سوائے ایک اللہ تعالیٰ کے کوئی اس وقت زندہ نہیں رہے گا، "ابن کثیر" نے بھی اس کو اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ: ان سب میں بھی سب سے آخر میں ملک

المؤت کو موت آئے گی۔

دوزخ کی طرف

وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا
اور ہانکے جائیں گے وہ جنہوں نے کفر کیا طرف دوزخ کے ٹولی ٹولی یہاں تک کہ جب آپہنچیں گے وہ پاس اس کے

فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ
کھول دیئے جائیں گے دروازے اس کے اور کہیں گے سے ان رکھوالے اس کے کیا نہ آئے تھے پاس تمہارے پیغمبر

مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ
میں سے تم پڑھتے تھے اوپر تمہارے آیتیں رب تمہارے کی اور ڈراتے تھے تمہیں ملاقات سے

يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ
دن تمہارے اس کے کہیں گے ہاں آئے تھے اور لیکن ثابت ہوا حکم عذاب کا

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ
پر کافروں کے (۷۱) کہا جائے گا داخل ہو جاؤ تم دروازوں میں دوزخ کے ہمیشہ رہنے کو

فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾
میں اسی پس برا ہے ٹھکانا مغرور لوگوں کا (۷۲)

با محاورہ ترجمہ:۔ اور کافروں کو گروہ در گروہ دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ دوزخ پر پہنچ جائیں گے اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، دوزخ کے نگران کہنے لگیں گے کیا تمہارے پاس تم میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو پڑھتے تھے تم پر تمہارے رب کی آیتیں اور تم کو تمہاری اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے، وہ لوگ بولیں گے کیوں نہیں، لیکن کافروں پر عذاب کا حکم ثابت ہوا۔ (۷۱) حکم ہوگا کی داخل ہو جاؤ دوزخ کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہنے کو، سو! کیا ہی بری رہنے کی جگہ ہے غرور کرنے والوں کی۔ (۷۲)

لفظی تحقیق: زُمَرًا: "زُمرۃٌ" کی جمع ہے، جس کے معنیٰ گروہ، ٹولیاں ہیں، یہی لفظ اس سورۃ کا نام۔
خَزَنَةٌ: نگہبان، رکھوالے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جن لوگوں نے دنیا میں کفر کیا تھا، یعنی: اللہ تعالیٰ کو نہ مانا تھا ان کی ٹولیاں بنا کر انہیں دوزخ کی طرف چلتا کر دیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ ہر جرم اور اس کے درجے کے مطابق مجرموں کو علیحدہ علیحدہ ٹولیوں میں تقسیم کر دیا جائے گا، جس وقت وہ دوزخ کے پاس پہنچیں گے اس کے دروازے کھول دیئے جائینگے اور وہاں کے دربان (فرشتے) ان سے کہیں گے کیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نہ آئے تھے جو تم کو قیامت کے آنے سے ڈراتے اور سمجھاتے کہ اللہ تعالیٰ کے انکار کی سزا تو دوزخ ہے؟ وہ انتہائی حسرت و افسوس کیساتھ جواب دیں گے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہمارے پاس ضرور آئے اور انہوں نے سمجھانے کا حق ادا کر دیا لیکن ہم دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیا، اس کے پیغمبروں کی بات نہ سُنیں، آخر کافروں کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو سزا مقرر کی تھی اس کے حق دار ہوئے اور سزا بھگتنے کیلئے یہاں بھیج دیئے گئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا، جاؤ! دوزخ میں تمہارے لئے اس کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، جاؤ اور ہمیشہ وہیں رہو، سرکش مغروروں کا ٹھکانا یہی ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

جنت کی طرف

وَ	سِيْقَ	الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	رَبَّهُمْ	اِلَى	الْجَنَّةِ	زُمَرًا ؕ	حَتّٰٓى
اور	لیجائے جائینگے	وہ جو	ڈرتے تھے	رب اپنے سے	طرف	جنت کی	ٹولی ٹولی	یہاں تک کہ

اِذَا	جَآءُوْهَا	وَ	فُتِحَتْ	اَبْوَابُهَا	وَ	قَالَ	لَهُمْ	خَزَنَتُهَا
جب	آئیں وہ پاس اسکے	اور	کھول دیئے جائیں	دروازے اسکے	اور	کہیں گے	ان سے	نگہبان اس کے

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿٧٣﴾

سلام اوپر تمہارے پاک ہو تم پس داخل ہو اس میں ہمیشہ رہنے کو (۷۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہتے تھے گروہ گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے، یہاں تک کہ جب جنت کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس کے نگہبان ان سے کہیں گے! سلام ہے تم پر تم پاکیزہ لوگ ہو، سو! داخل ہو اس میں ہمیشہ رہنے کیلئے۔ (۷۳)

تفسیر

جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے، اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس کے حکموں کی ہنسی اڑاتے ہیں ان کا قیامت میں جو حشر ہوگا اس کو اس سے پہلے بیان کیا گیا، ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کا ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے تھے اور ڈر کر بُرے کاموں سے بچتے تھے، ان کی بھی ان کے ایمان اور عملوں کے درجوں کے لحاظ سے ٹولیاں بن جائیں گی اور پھر ان سب کو فرشتے جنت کی طرف لے جائیں گے، جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے تو جنت کے نگہبان فرشتے ان کو مبارکباد دیں گے اور کہیں گے تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ لوگ ہو، تم گناہوں کی گندگی سے بچتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے بُرے کاموں کو چھوڑا، اور صاف ستھری زندگی دنیا میں بسر کی، آج تمہارے لئے جنت ہے، اس کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہوئے ہیں، اس کے اندر داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اسی میں رہو۔

نعمت کا شکر

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ

اور کہیں گے سب تعریفیں واسطے اللہ کے جس نے سچ کر دکھایا ہم سے وعدہ اپنا اور وارث کیا ہمیں زمین کا (جنت کی)

نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾

ہم ٹھکانا بناتے ہیں میں سے جنت جہاں ہم چاہیں پس خوب ہے بدلہ نیک کام کرنے والوں کا(۷۴)

وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ

اور دیکھیں آپ فرشتوں کو گھیرا ڈالے ہوئے سے اردگرد عرش کے پاکی بیان کرتے ہوئے

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ

ساتھ خوبی رب اپنے کی اور فیصلہ کیا گیا درمیان انکے ساتھ حق کے اور کہہ دیا گیا ساری تعریفیں

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۸ ۵

واسطے اللہ کے جو رب ہے سارے جہانوں کا(۷۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور جنتی بولیں گے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور ہم کو جنت کی زمین کا وارث بنایا، جنت میں ہم جہاں چاہیں ٹھکانہ پکڑیں، سو! کیا خوب بدلہ ہے اچھی محنت کرنے والوں کا۔(۷۴) اور آپ دیکھیں فرشتوں کو گھیرے ڈالے ہوئے عرش کے گرد پاکی بیان کرتے ہیں اپنے رب کی خوبیوں کیساتھ، اور فیصلہ کر دیا گیا ان میں انصاف کا، اور یہی کہتے ہیں کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں جو رب ہے سارے جہان کا۔(۷۵)

تفسیر

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ان کے منہ سے نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم سے اپنے پیغمبروں کے ذریعے جو وعدے کئے تھے وہ سب پورے کر دیئے اور ہمیں جنت کی اس ساری زمین کا مالک بنا دیا، ہم جہاں چاہیں آئیں جائیں اور رہیں سہیں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں محنت کرنے والوں کا صلہ کیسا اچھا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ: اس دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں جب ہر ایک کی بابت فیصلے سنائے جا رہے ہوں گے،

فرشتے عرش کے گرد گھیرا ڈالے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کر رہے ہوں گے، ہر ایک کو اس کے لائق خدمت سپرد کردی جائے گی، کسی پر ظلم نہ ہوگا اور نہ زیادتی، ہر طرف سے آوازیں اٹھیں گی کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی ساری خوبیوں کا مالک اور تمام حمد وثناء کا حق دار ہے۔

سورۃ الزمر کی تعلیم

اللہ کے بندو! یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی پاکیزہ کتاب ہے، وہ سب سے زیادہ طاقتور اور قوت والا ہے اور ہر چیز کی حقیقت سے باخبر اور ہر مصلحت اور بہتری کا جاننے والا ہے، اسی کے آگے عاجزی سے جھکو اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو، خالص اسی کی اطاعت کرو، اس کے ہاں کسی کا زور اور سفارش نہیں چلتی، اس کا اپنے ہر بندے سے براہِ راست تعلق ہے، اوروں کی طرف نظر رکھنے والے ناشکر گزار ہیں، وہ انہیں سیدھا راستہ نہیں دکھاتا۔

وہ اکیلا سب پر غالب ہے، اسی نے اپنی قدرت سے سارے آسمان اور زمین بنائے، سورج اور چاند کو اپنے اپنے کام میں لگایا، انسان کو ایک ہی اصل سے مرد اور عورت کی شکل میں پیدا کیا اور اس کے فائدے کیلئے آٹھ قسم کے جانوروں کے جوڑے بنائے، وہ اپنے شکر گزار بندوں سے راضی ہے اور کافروں سے بیزار ہے، انسان کی عجیب حالت ہے کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور جب بھلے دن آتے ہیں تو اس کو بھول کر دوسروں کو اپنا معبود بنالیتا ہے، اس سچ کو نہ پہچاننے کی سزا دوزخ کی آگ ہوگی، بندہ وہی ہے جو دن رات اس کی عبادت میں لگا رہے اور آخرت کا خوف دل میں رکھے، یہ وہی کرے گا جو اصل حقیقت سے واقف ہے، جاہل اس سے کوسوں دور ہے، نصیحت سے صرف عقل مند ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بُرے کاموں سے بچو، شیطان کے بہکاوے میں مت آؤ، خوشخبری ہے ان کیلئے جو ساری باتیں سن سنا کر ان میں سے سب سے اچھی بات اختیار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا پہچاننا کچھ مشکل نہیں، اس کی قدرت کی نشانیاں جہان میں ہر طرف پھیلی پڑی ہیں، انسان ذرا توجہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو فوراً پہچان لے، سب

سے کھلی نشانی یہ قرآن مجید ہے، جس کی آیتیں سن کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں اور وہ دل وجان سے اس کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔

دیکھو! سچی بات کی پیروی کرو، اللہ تعالیٰ کے سر جھوٹی باتیں مت لگاؤ، اللہ تعالیٰ کے ہو رہو، اور دنیا کی چیزوں سے دل مت لگاؤ، مرنے کے بعد اسی کے پاس جاؤگے، وہی سب کو ان کے عملوں کے مطابق جزا سزا دے گا، وہی اللہ سب کا کارساز ہے، کسی کی اس کے آگے نہیں چلتی، اسی پر بھروسہ کرو، جو کچھ دیتا ہے وہی دیتا ہے، قیامت میں اس کی قدرت سب پر ظاہر ہوگی اور سب کی زبان پر اسی کی حمد وثناء ہوگی، ہر ایک انصاف کیساتھ اپنا اپنا حق پائے گا۔

سورۃ المؤمن کا خلاصہ

یہ سورت ان سات سورتوں میں سے پہلی ہے جو" حٰمٓ " سے شروع ہوتی ہیں، یہ ساتوں ایک ہی جگہ ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں اور ان میں مختصر طور پر انسان کیلئے صحیح عقیدے اور صحیح عمل بیان کئے گئے ہیں۔

"سورۃ المؤمن" مکہ میں اتری، اس کا نام غافر بھی ہے اس میں ۸۵ آیتیں اور ۹ رکوع ہیں، شروع میں اللہ تعالیٰ کے کچھ اسماء حسنہ بیان کرکے کہا گیا ہے کہ یہ قرآن اسی اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے جس کے نام یہ ہیں، اس میں وہی لوگ شک کرسکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے، ان منکروں کو دنیا میں بختیں کرتے دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے ان کو مہلت دی ہوئی ہے، ورنہ ان کی کیا ہستی ہے جو اس کا مقابلہ کریں، ان سے پہلے بہت سے سرکش اللہ تعالیٰ کو نہ مانتے تھے، اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کرتے تھے، کچھ دن تو فساد مچایا آخر تباہ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے ایماندار نیک بندوں کیلئے اس کے مقرب فرشتے کرتے رہتے ہیں، بدکاروں کو قیامت کے دن ان کے بُرے عملوں کی سزا ملے گی، ان کے سب عمل اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہیں اور قیامت میں ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے، اُس وقت وہ اپنے بُرے عملوں پر شرمندہ ہوں گے اور افسوس کریں گے، وہ دنیا میں دوبارہ آنا چاہیں گے مگر ان کی تمنا پوری نہ ہوگی۔

اس کے بعد مصر کے سرکش بادشاہ فرعون اور اس کے ساتھیوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں، انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا مگر وہ نہ مانے، پھر انہی میں سے ایک آدمی جو خفیہ طور پر ایمان لا چکا تھا فرعون کو اور اس کیساتھ ہی پوری قوم کو جو اس کی اپنی قوم بھی تھی ہر طرح خوب سمجھایا اور سمجھانے کا حق ادا کیا، لیکن وہ نہ مانے، اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے شر سے بچالیا اور ان سب کو دنیا ہی میں تباہ کر دیا اور آخرت میں وہ دوزخ کے اندر جھونک دیئے جائیں گے اور عذاب سے پناہ کی کوئی صورت نہ ہوگی، پھر فرمایا ہے کہ ہم اپنے پیغمبروں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی دونوں جہان میں مدد کرتے ہیں اور بے ایمان ظالموں کو دیر یا سویر سخت سزائیں دیتے ہیں، انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے، غرور اور تکبر نہ کرے۔

ارشاد ہے کہ: لوگ اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں مانتے، اس کی قدرت تو دنیا جہان کی پیدائش اور خود انسان ہی کی پیدائش ہی سے بالکل ظاہر ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت ہے کہ کافروں کے ستانے پر صبر کریں، ان لوگوں کا انجام بُرا ہوگا، ہمارا عذاب دیکھ کر ایمان لانا کسی کو فائدہ نہیں دے گا۔

ایاتها ۸۵ — سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ — رکوعاتها ۹

سورۃ المؤمن مکی ہے، اس میں پچاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝٢ غَافِرِ

حامیم (۱) اتارنا کتاب کا سے طرف اللہ کی زبردست علم والا (۲) بخشنے والا

الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ
گناہ اور قبول کرنیوالا توبہ سخت عذاب والا والا قدرت نہیں کوئی

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③
معبود مگر وہ طرف اسی کی لوٹ جانا ہے (۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ حٰمٓ ۔(۱) یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہے جو زبردست علم والا ہے۔ (۲) گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا، قدرت رکھنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔(۳)

لفظی تحقیق: ذِي الطَّوْلِ: یعنی قدرت والا۔

تفسیر

وہ گناہوں کو بخشنے والا ہے، وہ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے، جب کوئی گنہگار شرمندہ ہو کر اس کے دروازے پر آ جاتا ہے تو اس کی رحمت جوش میں آ کر اس کی تمام خطائیں معاف کر دیتی ہے، وہ توبہ قبول کرنے والا ہے، کوئی شخص بڑے سے بڑا گناہ کرنے کے بعد بھی اگر سچے دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، ہاں! اتنی بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ یہ توبہ عذاب کے آنے یا موت کی حالت شروع ہونے سے پہلے پہلے کر لی جائے، جب عذاب آ جائے یا غرغرے کی حالت آ جائے تو پھر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

شَدِيْدِ الْعِقَابِ: وہ سخت عذاب دینے والا ہے، جب کوئی مجرم اپنے جرم پر اڑا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتا تو پھر وہ سخت عذاب میں مبتلا کرنے پر قادر ہے۔

آیتوں کا اثر

مخلوق کی درستگی اور بہتری کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک عجیب واقعہ

"ابن کثیر" نے ابن ابی حاتم کی سند سے نقل کیا ہے کہ شام والوں میں ایک نہایت بارعب آدمی تھا اور وہ

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا، کچھ عرصہ تک وہ نہ آیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا، لوگوں نے کہا امیر المؤمنین! اس کا حال نہ پوچھئے وہ تو شراب پینے لگ گیا ہے اور وہ اسی میں مست رہتا ہے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب، یعنی: سیکریٹری کو بلایا اور کہا کہ یہ خط لکھو:

"منجانب عمر بن خطاب بنام فلاں بن فلاں، سلام علیک، اس کے بعد میں تمہارے لئے اُس اللہ تعالیٰ کی حمد پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا، بڑی قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔

پھر دربار کے لوگوں سے کہا سب ملکر اس کیلئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو پھیر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جس آدمی کے ہاتھ یہ خط بھیجا تھا اس کو یہ ہدایت کردی تھی کہ یہ خط اس کو اس وقت تک نہ دے جب تک وہ نشہ سے ہوش میں نہ آئے اور یہ خط کسی دوسرے کے حوالے نہ کرنا، جب اس کے پاس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ خط پہنچا اور اس نے پڑھا تو بار بار ان کلمات کو پڑھتا اور غور کرتا رہا کہ اس میں مجھے سزا سے ڈرایا بھی گیا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے، پھر رونے لگا اور شراب پینے سے باز آگیا اور ایسی توبہ کی کہ پھر اس کے نزدیک نہ گیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اس اثر کی خبر ملی تو لوگوں سے فرمایا کہ: ایسے معاملوں میں تم سب کو ایسا ہی کرنا چاہئے کہ جب کوئی بھائی کسی غلطی میں مبتلا ہو جائے تو اس کو درستی پر لانے کی فکر کرو اور اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اللہ تعالیٰ سے اس کیلئے دعا کرو کہ وہ توبہ کرلے، اور تم اس کے مقابلہ پر شیطان کے مددگار نہ بنو، یعنی: اس کو بُرا بھلا کہہ کر یا غصہ دلا کر اور دین سے دور کردو گے تو یہ شیطان کی مدد ہوگی۔

تنبیہ!

جو لوگ دعوت و تبلیغ کی خدمت انجام دینے والے ہیں ان کیلئے اس حکایت میں ایک عظیم الشان ہدایت

ہے کہ جس شخص کی اصلاح مقصود ہو اس کیلئے خود بھی دعا کرو، پھر نرم تدبیر سے اس کو درستی کی طرف لاؤ، اشتعال انگیزی نہ کرو کہ اس سے اس کو نفع نہیں پہنچے گا، بلکہ شیطان کی مدد ہوگی اور اس کو اور زیادہ گمراہی میں مبتلا کردے گا۔

قرآن مجید کے منکر

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ
نہیں بحث کرتے میں آیتوں اللہ کی مگر وہی لوگ جو کافر ہیں پس نہ دھوکہ دے آپکو

تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝۴ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ الْاَحْزَابُ
چلنا پھرنا ان کا میں شہروں (۴) جھٹلایا پہلے ان سے قوم نوح نے اور دوسرے لشکر نے

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَ هَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَ
سے بعد ان کے اور ارادہ کیا ہر امت نے ساتھ پیغمبر اپنے کے تا کہ پکڑ لیں اسے اور

جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ
جھگڑیں ساتھ جھوٹ کے تا کہ گرادیں ساتھ اسکے سچ کو پس پکڑا میں نے انہیں پس کیسا

كَانَ عِقَابِ ۝۵ وَ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ
ہوا میرا پکڑنا (۵) اور اسی طرح ثابت ہوا حکم رب آپکے کا اوپر ان کے

كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝۶ۘ
جنہوں نے کفر کیا کہ وہ ساتھی ہیں والوں آگ کے (۶)

وقف لازم
وقف النبی ﷺ ۱۲

بامحاورہ ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں میں وہی جھگڑتے ہیں جو منکر ہیں، سو! آپ کو یہ بات دھوکہ نہ دے کہ وہ شہروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ (۴) ان سے پہلے نوح کی قوم اور کتنے گروہ ان سے پیچھے پیغمبروں کو جھٹلا چکے ہیں اور ہر امت نے اپنے پیغمبروں کیساتھ ارادہ کیا کہ اس کو پکڑ لیں اور جھوٹے جھوٹے جھگڑے اٹھانے لگے تا کہ اس کے ذریعے وہ سچے دین کو گرادیں، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا، کہو پھر کیسا ہوا میرا عذاب دینا؟

(۵) اور اسی طرح آپ کے رب کی بات کافروں کے بارے میں سچ ثابت ہوئی ہے کہ وہ دوزخ والے ہیں۔ (٦)

تفسیر

جب واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو ایسے بزرگ و برتر اور شاندار صفتیں رکھنے والے اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تو ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ کوئی عقل منداس کے ماننے میں ذرا دیر نہ لگائے، لیکن افسوس کہ! کچھ لوگ اس کے ماننے میں شک وشبہ کرتے ہیں، سو اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ لوگ وہی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا۔

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی آیتوں میں جھگڑے کوئی نہیں نکالتا اور نہ ان کی سچائی میں شک وشبہ کرتا ہے مگر ہاں جو لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے وہ اس کی آیتوں میں جھگڑے کرتے ہیں اور شک وشبہ پیدا کرتے ہیں۔

جب آپ ایسے آدمیوں کو دیکھو جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور اس کی آیتوں کی قدر گھٹانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور پھر بھی مزے سے دنیا میں دندناتے پھر رہے ہیں، ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہیں اور بے فکری سے کھاتے کماتے ہیں تو یہ مت سمجھ لینا کہ انہیں ان کے کفر کی سزا نہ ملے گی۔

آپ ان کی خوشحالی سے دھوکہ نہ کھاؤ، ایک نہ ایک دن انہیں پکڑ کر سخت سزا دی جائے گی، دیکھو اس سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اور اس کے بعد بہت سی قوموں نے ہمارے پیغمبروں کی بات نہ مانی اور ان کو جھوٹا ٹھہرایا اور یہ سمجھے کہ ہم ہمیشہ مزے اڑاتے رہیں گے۔

آج کل جو لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے اور اس کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں انہیں پہلے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنی چاہئے، ان لوگوں نے یہی طریقہ اختیار کیا تھا، جو یہ لوگ کر رہے ہیں انہوں نے پیغمبروں کے کہنے کی پرواہ نہیں کی اور ان کی نصیحتوں کو ٹھکرا دیا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ان کافروں اور فسادیوں نے انہیں ستانا شروع کر دیا اور پھر اتنے آگے بڑھے کہ قتل تک سے نہ چوکے، اپنے دل سے گھڑی ہوئی بے بنیاد جھوٹی باتوں کے سامنے پیغمبر کی بتائی ہوئی سچی باتوں کو نہ مانا اور بولے کہ جو ہم کہتے ہیں یہی ٹھیک ہے اور پیغمبروں کا کہنا اس

کے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتا، آخر اس کا انجام کیا ہوا؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: میں نے انہیں پکڑا اور سخت سزا دی، وہ بری طرح تباہ و برباد ہوئے، ان کے بچے کھچے نشانات آج تک بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کتنا سخت ہوتا ہے، اسی طرح ان لوگوں کیلئے بھی جو اس وقت ہمارے پیغمبر کو جھٹلا رہے ہیں اور قرآن مجید کو نہیں مانتے قاعدہ مقرر ہو چکا ہے کہ یہ لوگ دنیا کی سزا کے علاوہ دوزخ کے عذاب میں جلیں گے۔

فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ: مکہ کے قریش سردی میں یمن کا اور گرمی میں شام کا تجارتی سفر کرتے تھے اور بیت اللہ کی خدمت کی وجہ سے ان کا سارے عرب میں احترام تھا، اس لئے اپنے سفروں میں محفوظ رہتے اور تجارتی نفع حاصل کرتے تھے، اسی سے ان کی مالداری اور سرداری قائم تھی، اسلام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے باوجود ان کی یہ صورت قائم رہنا ان کیلئے فخر و غرور کا سبب تھی اور وہ کہتے تھے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم ہوتے تو یہ نعمتیں ختم ہو جاتیں، اس سے کچھ مسلمانوں کو بھی شبہات پیدا ہونے کا امکان تھا؛ اس لئے اس آیت میں فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و مصلحت سے ان کو یہ چند روزہ مہلت دے رکھی ہے، اس سے آپ یا مسلمان کسی دھوکہ میں نہ پڑیں، کچھ دنوں کی مہلت کے بعد ان پر عذاب آنے والا ہے اور یہ سرداری فناء ہونے والی ہے، جس کی ابتداء غزوہ بدر سے ہوئی اور فتح مکہ تک جاری ہیں۔

فرشتوں کی ایمان والوں کیلئے دعاء

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ
وہ جو | اٹھائے ہوئے ہیں | عرش کو | اور | وہ جو | گرد ہیں اسکے | پاکی بیان کرتے ہیں | ساتھ خوبی

رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا
رب اپنے کی | اور | ایمان لاتے ہیں | ساتھ اسکے | اور | بخشش مانگتے ہیں | واسطے انکے جو | ایمان لائے | اے رب ہمارے

وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا
گھیر رکھا ہے آپ نے ہر شے کو رحمت اور علم سے پس بخش دے ان کو جنہوں نے توبہ کی

وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۞۷ رَبَّنَا وَ
اور پیروی کی راستے آپکے کی اور بچالے انہیں عذاب سے دوزخ کے (۷) اے رب ہمارے اور

اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ﹰالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ
داخل کردے انہیں میں باغوں ہمیشہ کے جن کا وعدہ کیا ان سے اور انہیں جو صالح ہیں سے

اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞۸
باپوں انکے اور بیویوں ان کی اور اولادوں انکی سے تحقیق آپ ہی زبردست حکمت والے ہیں (۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ جو فرشتے عرش کو اٹھا رہے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں، پاکی بیان کرتے ہیں اپنے رب کی خوبیوں کیساتھ اور اس پر یقین رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے گناہ بخشواتے ہیں (اور ان کیلئے دعا کرتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! آپ کے علم اور رحمت نے ہر چیز کو اپنی وسعت میں لیا ہوا ہے، سو! معاف کردیں انہیں جو توبہ کریں اور آپ کے راستے پر چلیں اور انہیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔(۷) اے ہمارے رب! اور انہیں ہمیشہ رہنے کے باغوں میں داخل کردیں جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا اور جو نیک ہوں ان کے باپوں میں اور بیویوں میں اور اولادوں میں، ان کو بھی ان کیساتھ جنت میں داخل کردیں، بیشک آپ ہی زبردست حکمت والے ہیں۔(۸)

تفسیر

اس آیت میں ان لوگوں کو بیان ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور یقین رکھتے ہیں، ارشاد ہے کہ: عرش کے اٹھانے والے اور عرش کے گرد جمع رہنے والے فرشتے جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، ہر وقت زبان اور دل سے یہی کہتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور برائی سے پاک ہے اور وہ ساری خوبیوں کا مالک ہے، ان کا

اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد ان کا ایک اور کام یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کیلئے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر اس کے حکموں کی پابندی کرتے ہیں، دعا کرتے رہتے ہیں اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے رہتے ہیں اور یوں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہر چیز آپ کے علم میں ہے، کوئی چیز آپ کے علم سے باہر نہیں، آپ کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، ہر وقت آپ کی رحمت برستی ہے کوئی چیز اس سے محروم نہیں، اس لئے ہماری عرض ہے کہ جو لوگ آپ کی طرف جھکیں اور توبہ کریں اور آپ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں آپ ان کی غلطیاں اور خطائیں معاف فرمادیں اور انہیں ہمیشہ رہنے کے ہرے بھرے باغوں میں داخل کردیں، اے ہمارے رب! دنیا میں یہ آپ کے فرمانبردار بندے ہمیشہ آپ کی طرف دیکھتے رہے؛ اس لئے ان کو آخرت میں دوزخ کے عذاب سے بچا کر انہیں جنت میں داخل کردے اور ان کیساتھ ان کے نیک اور صالح باپ دادا، ان کی نیک بیویوں اور ان کی نیک چلن اولاد کو بھی ان کیساتھ ہی دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کردے، آپ ہی اصلی قوت کے مالک ہیں اور آپ نے ہی ہر چیز کو جس طرح چاہا بنایا ہے، آپ ہر چیز پر غالب اور حکمت والے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: مؤمن جب جنت میں جائے گا تو اپنے باپ، بیٹے، بھائی وغیرہ کو پوچھے گا کہ وہ کہاں ہیں اس کو بتلایا جائے گا کہ انہوں نے تمہارے جیسا عمل نہیں کیا؛ اس لئے وہ یہاں نہیں پہنچ سکیں گے، یہ کہے گا کہ میں نے جو عمل کیا تھا وہ صرف اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے اور ان کیلئے کیا تھا، تو حکم ہوگا ان کو بھی اس کیساتھ جنت کے درجے میں داخل کردو۔

کافروں کی حالت

وَ قِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَ مَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ

اور | بچا انہیں | برائیوں سے | اور | جسے | بچالیا آپ نے | برائیوں سے | اس دن جب یہ ہوگا | پس تحقیق

رَحِمْتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ع ۹ ۲

رحم کیا آپ نے | اور | اس پر | وہی ہے | کامیابی | بڑی | (۹) | تحقیق | جو لوگ | کافر ہوئے

يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ

پکارے جائینگے | البتہ بیزاری | اللہ کی | بڑی تھی | سے | بیزاری تمہاری | اپنے آپ سے | جب

تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝۱۰

بلائے جاتے تھے تم | طرف | ایمان کے | پھر تم کفر کرتے تھے (۱۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔اور انہیں برائیوں سے بچا اور جس کو آپ اس دن برائیوں سے بچائیں اس پر آپ نے مہربانی کی اور یہی ہے بڑی کامیابی۔(۹) جو لوگ کافر ہیں ان کو آواز دی جائے گی، اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ بیزار ہوتا تھا اس سے کہ تم اپنے جی میں بیزار ہوئے ہو جس وقت تمہیں ایمان لانے کیلئے بلاتے تھے پھر تم انکار کرتے تھے۔(۱۰)

لفظی تحقیق: مَقْتٌ۔ کے معنٰی سخت دشمنی اور بیزاری کے ہیں۔

تفسیر

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو دنیا میں نہ مانا ان سے آخرت میں پکار کر کہا جائے گا کہ آج جو عذاب تم دیکھ کر اپنے آپ کو ملامت کررہے ہو اور جان سے بیزار ہو، یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح تم پر لعنت کرتا تھا اور تم سے بیزار ہوتا تھا، جب تمہیں دنیا میں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم ایک نہ سنتے تھے، بلکہ آج تمہاری اپنے آپ سے بیزاری اس بیزاری کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو تمہیں کفر کرتے دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو تم سے ہوتی تھی۔

جس کو آپ نے آج برائی سے بچالیا بیشک آپ نے اس پر مہربانی فرمائی، اگر کوئی شخص دنیا میں کفر، شرک اور گناہوں سے بچ گیا تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر خاص مہربانی فرمائی ہے، جو شخص ایسی حالت میں قیامت کے دن میدانِ حشر میں حاضر ہوگا اس کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوگی، عزت نصیب ہوگی اور وہ ہمیشہ کی جنت میں پہنچ

جائے گا، ایسے ہی لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے دعائیں کرتے ہیں۔

اس آیت میں کافروں کی اس پریشانی کا ذکر کیا ہے جو ان کو قیامت کے دن پیش آئے گی، بیشک وہ لوگ جنہوں نے اس دنیا میں کفر کیا ان کو پکار کر کہا جائے گا، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی زیادہ بڑی ہے تمہاری ناراضگی سے اپنی جانوں پر، قیامت والے دن جب کافروں کو اپنا انجام نظر آنے لگے گا تو انہیں اپنی پچھلی کارکردگی پر سخت افسوس ہوگا، جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ پر نفرت اور ناراضگی کا اظہار کریں گے کہ ہم دنیا میں غلط راستے پر کیوں چلتے رہے، جس کی وجہ سے یہ انجام بد دیکھنا پڑا، مگر ادھر سے آواز آئے گی کہ آج اللہ تعالیٰ تم سے جس قدر ناراض ہے، تمہاری اپنی جانوں پر ناراضگی تو اس کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتی، جب تمہیں ایمان کی دعوت دی جاتی تھی تو تم اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے، تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر آئے، کتابیں آئیں، جن کے ذریعے تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکم پہنچائے گئے، مگر تم اس وقت غرور و تکبر میں مبتلا تھے اور ہر چیز کا انکار کر رہے تھے، جب تمہیں قیامت کے آنے اور عملوں کے حساب کتاب سے ڈرایا جاتا تھا تو تم اس وقت انکار کرتے تھے۔

کافروں کی آنکھیں کھل جائیں گی

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا

کہیں گے اے رب ہمارے! موت دی آپ نے ہمیں دوبار اور زندہ کیا آپ نے ہمیں دوبار پس اقرار کیا ہم نے

بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا

ساتھ گناہوں اپنے کے پس کیا نکلنے کا ہے کوئی راستہ (۱۱) یہ تم پر اس وجہ سے ہے کہ بات یہ تھی کہ جب

دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ

پکارا جاتا اللہ کو تنہا کفر کرتے تم اور اگر شریک کیا جاتا ساتھ اسکے مانے لیتے تم پس فیصلہ

لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾

اللہ ہی کا ہے جو بلند ہے بڑا (۱۲)

بامحاورہ ترجمہ:۔ کافر بولیں گے، اے ہمارے رب! آپ ہم کو موت دے چکے دوبار اور زندگی دے چکے دوبار، اب ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں، پھر اب بھی نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ (۱۱) (ان سے کہا جائے گا) یہ تم پر اس واسطے ہے کہ جب کوئی پکارتا اللہ تعالیٰ کو اکیلا تو تم منکر ہوتے اور جب اس کیساتھ شریک کو پکارتے تو تم مان لیتے، اب فیصلہ وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کرے گا، وہ سب سے بلند اور بڑا ہے۔ (۱۲)

تفسیر

قیامت کے دن کافروں سے کہا جائے گا کہ تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھ کر جتنے آج تم اپنی جان سے بیزار ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تم سے اس وقت بیزار تھا جب تمہیں دنیا میں ایمان لانے کیلئے کہا جاتا تھا اور تم کہتے تھے کہ ہم تو ایمان نہیں لاتے، اس وقت کافروں پر اصل حقیقت واضح ہو چکی ہوگی اور وہ جواب دیں گے کہ اے ہمارے رب! پیدائش سے پہلے ہم مردہ تھے آپ نے ہمیں زندہ کیا، پھر دنیا میں عمر ختم ہوئی تو آپ نے ہمیں موت دی اور آج قیامت کے دن پھر زندہ کر دیا، ہم نے آپ کی قدرت دیکھ لی کہ دوبارہ آپ نے ہمیں مارا اور دوبارہ زندہ کیا، ایسے قدرت والے کیلئے کیا مشکل ہے کہ ہمیں پھر دنیا میں بھیج دے، کیسا ایسا ہو سکتا ہے؟ یہاں سے چھٹکارے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، آپ ہمیں پھر دنیا میں بھیج دیں، اب ہم خوب سمجھ گئے اور سوا اس کے کہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں کوئی چارہ نہیں، جواب میں ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم کافی مدت رہے اور سوا اس کے کچھ نہ کیا کہ جب کسی نے فقط اللہ تعالیٰ کو پکارا تو تم نے انکار کیا اور جب شرک ہونے لگا تو تم جھٹ اس کیلئے تیار ہو گئے، اب پھر دنیا میں جانا نہیں ہو سکتا، آج تو اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر اسی کا فیصلہ سنائے گا جو عمل تم دنیا میں کر کے آئے ہو۔

سمجھنا ہے تو اب بھی سمجھ لو!

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ
وہ جو دکھاتا ہے تمہیں نشانیاں اپنی اور اتارتا ہے لئے تمہارے سے آسمان روزی

وَ مَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ
اور نہیں نصیحت مانتا مگر جو رجوع کرے (۱۳) پس پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے

لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾
واسطے اسکے بندگی اور اگرچہ برامانیں کفرکرنے والے (۱۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے واسطے آسمان سے روزی اتارتا ہے، اور نصیحت وہی سنتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیے رہتا ہے۔ (۱۳) سو! اللہ تعالیٰ کو پکارو اس کے واسطے بندگی کو خالص کر کے اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔ (۱۴)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: دنیا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہر طرف بکھری پڑی ہیں، اگر سمجھ بوجھ سے کام لو تو اللہ تعالیٰ کو پہچان لینا کچھ مشکل نہیں، وہ ہر گھڑی اور ہر پل تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا رہتا ہے، ایک کھلی نشانی یہ ہے کہ وہ تمہاری روزی کا سامان کرتا ہے، آسمان سے پانی برساتا ہے، جس کے ذریعے زمین سے قسم قسم کے غلے، ترکاریاں، میوے، پھل وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اور گھاس اگتی ہے جن سے تمہارے مویشیوں کیلئے غذا میسر آتی ہے۔

آخر یہ سوچنا چاہئے کہ یہ سب کچھ کون کرتا ہے؟ ذرا سی سوچ سے صاف معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہے لیکن یہ بات تو وہی معلوم کرسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہو، اے انسانو!

تمہیں تو لازم ہے کہ فقط ! اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو، خالص اس کا کہا مانو، صرف اس کی اطاعت کرو، اسی کی رضا مندی کی تلاش میں رہو، اگر چہ کافر لوگ تمہاری اس بات کو پسند نہ کریں تم اس کی پرواہ نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کی صفتیں

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى
بلند درجوں والا مالک عرش کا ڈالتا ہے روح سے حکم اپنے اوپر

مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ
جسکے چاہتا ہے میں سے بندوں اپنے تاکہ ڈرائے وہ دن آپس میں ملنے کے (۱۵) جس دن وہ

بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ
نکل پڑیں گے نہ چھپی رہے گی پر اللہ ان کی کوئی چیز کس کیلئے بادشاہت

الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ
آج کے دن واسطے اللہ کے جو ایک ہے بڑے زور والا (۱۶) آج کے دن دیا جائے گا ہر شخص کو

بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾
بدلہ اسکا جو وہ کمایا کرتا تھا نہیں ظلم آج کے دن بیشک اللہ جلد لینے والا ہے حساب (۱۷)

وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ
اور ڈرائیں انہیں دن قریب آنے والے کے جب کہ دل ہوں گے قریب گلے کے

كٰظِمِيْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّ لَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ؕ
اور وہ غم کے مارے گھٹ رہے ہونگے نہیں واسطے ظالموں کے کوئی دوست اور نہ سفارشی جسکی بات مانی جائے (۱۸)

يَعْلَمُ خَآىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَ مَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَ اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھیں اور وہ جو چھپائے ہوئے ہیں سینے (۱۹) اور اللہ

يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ

فیصلہ کرتا ہے ساتھ حق کے اور جنہیں وہ پکارتے ہیں سوا اس کے نہیں فیصلہ کرتے

بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ ع۱۱

کچھ بھی تحقیق اللہ وہی ہے سننے والا دیکھنے والا (۲۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔ وہی ہے اونچے درجوں والا عرش کا مالک، روح (وحی) اتارتا ہے اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے، تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ (۱۵) جس دن وہ لوگ نکل کھڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ پر ان کی کوئی چیز چھپی نہ رہے گی، (کہا جائے گا) کس کی حکومت ہے آج کے دن؟ اللہ کی جو اکیلا ہے دباؤ والا۔ (۱۶) آج ہر شخص کو بدلا ملے گا جیسا اس نے کمایا، آج ظلم بالکل نہیں ہوگا، بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ (۱۷) اور ان کو اس نزدیک آنے والے دن کی خبر سنا دیں جس وقت دل گلوں کو پہنچیں گے اور وہ غم کے مارے گھٹ رہے ہوں گے، نہ گناہگاروں کا کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے۔ (۱۸) اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہوا ہے اسے بھی جانتا ہے۔ (۱۹) اور اللہ تعالیٰ انصاف سے فیصلہ کرتا ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کرتے، بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہے سننے والا اور دیکھنے والا۔ (۲۰)

لفظی تحقیق: اَلتَّلَاقِ: باہم ملنا۔ (ل ق ی) سے "لِقَاء" کے معنیٰ ملنا، "اَلتَّلَاقِی" ایک دوسرے سے بولنا، آخر سے ی لکھنے میں گرگئی۔ حَنَاجِرَ: جس کے معنیٰ گلے کے ہیں اور دوسرا لفظ اس کیلئے عربی میں حلقوم ہے۔ اٰزِفَةٌ: قریب آجانے والی گھڑی۔ اسم فاعل مؤنث ہے، (ازف) سے "اَزِفٌ" قریب آجانا، "اَلْاٰزِفَةٌ" قیامت کا نام ہے۔ حَمِيْمٍ: قریبی دوست۔۔ يُطَاعُ: بات مانی جائے اس کی۔ مضارع مجہول ہے (ط و ع)

سے، یعنی: جس کی اطاعت کی جائے۔ خَآئِنَۃٌ: چوری کرنے والی۔ اسم فاعل مؤنث ہے، (خ و ن) سے "خِیَانَۃٌ" اس کا مصدر ہے جس کے معنیٰ ہیں کام جیسے کرنا چاہئے تھا ویسے نہ کرنا، دھوکہ دینا، فریب دینا، "خَآئِنَۃُ الْاَعْیُنِ" آنکھوں کی چوری۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ بڑے بلند اور اونچے درجوں والا ہے، وہ عرش کا مالک ہے، وہ انسان کی طرف اصل بات بتانے کیلئے اپنے حکم سے وحی بھیجتا ہے اور یہ وحی اس کے چُنے ہوئے پیغمبروں کے ذریعے آتی ہے جو ہر زمانے میں آتے رہے اور جن میں سے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، ان کی طرف وحی سارے انسانوں کی ہدایت کیلئے بھیجی ہے اور اس سے مقصد یہ ہے کہ انسان کو خبردار کردیں اور ڈرائیں کہ تم سب کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایک دن حاضر ہونا ہے، جہاں آدمی اپنے عملوں کے نتیجوں کو پالے گا، اس دن تمام انسان دوبارہ زندہ ہوکر اپنی اپنی قبروں سے نکل کر ایک کھلے میدان میں اکٹھے ہوں گے، جہاں ان کیلئے چھپنے کی کوئی چیز نہ ہوگی جس کی آڑ پکڑ سکیں، ان کی کوئی چیز اور حالت اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہ ہوگی، تمام عارضی زور جاتے رہیں گے اور شان وشوکت ملیامیٹ ہوجائے گی اور صاف ظاہر ہوجائے گا کہ آج اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی حکومت نہیں، دنیا کے بڑے بڑے سرکش عاجز نظر آئیں گے، اس وقت پوچھا جائے گا کہ کہو آج کس کی حکومت ہے؟

جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دربار لگے گا تو سب اس کے آگے ذلت سے سر جھکائے کھڑے ہوں گے، بڑے بڑے سرکش جو دنیا میں اپنے آگے کسی کو کچھ سمجھتے ہی نہ تھے عاجز ولاچار نظر آئیں گے، کسی کی نہ بادشاہت رہے گی، نہ سرداری، ہر شخص کی طاقت ختم ہوچکی ہوگی، ان سے پوچھا جائے گا کہو! آج کس کی بادشاہی ہے؟ ہر طرف سے آواز آئے گی آج فقط اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہے، جو یکتا ہے اور زور میں سب پر غالب ہے، کوئی دنیا میں کتنا ہی طاقتور رہا ہو آج مجال نہیں جو اس کے آگے چوں بھی کرسکے، آج ہر شخص کو اس کے کئے کا پھل ملے گا، آج کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا، وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے، آگے ارشاد ہے کہ ان لوگوں کو اس دن سے اچھی

طرح ڈرائیں جو قریب ہی آلگا ہے، اس کے آنے میں زیادہ دیر نہیں، وہ ایسا ہولناک دن ہوگا کہ خوف کے مارے سینہ میں دل دھڑک رہے ہوں گے اور اچھل کر گلے تک پہنچ جائیں گے، لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ دونوں ہاتھوں سے دل کو دبائیں گے کہ کہیں خوف کے مارے اچھل کر سچ مچ باہر ہی نہ نکل پڑے۔

جنہوں نے دنیا میں غلط کام اختیار کئے ان کا قیامت کے دن نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارشی، جس کی سفارش ضروری مانی جائے، کیونکہ سب اختیار تو اس اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگا جسے لوگوں سے بچا کر نگاہ ڈالنے والی آنکھ تک کا حال معلوم ہے اور جو سینوں میں چھپے ہوئے رازوں تک کو جانتا ہے، یاد رکھو! انصاف کیساتھ فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کرسکتا ہے اور جنہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے پھرتے ہیں یہ تو کچھ بھی فیصلہ نہیں کرسکتے، کیونکہ انہیں تو کچھ معلوم نہیں، یہ نہ سنیں نہ دیکھیں، پھر انہیں کس بات کا علم اور جسے کسی بات کا علم ہی نہ ہو وہ کیا فیصلہ کرے گا، دیکھو! اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں کہ اصل سننے والا اور دیکھنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ: قیامت والے دن سب لوگ مل جائیں گے یعنی اکٹھے ہوجائیں گے، اس آیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ ظالم اور مظلوم اکٹھے ہوجائیں گے، اسی طرح جھوٹے عابد اور معبود اور قاتل اور مقتول بھی اکٹھے ہوں گے اور آپس میں جھگڑا کریں گے، غرض قیامت والے دن سب اگلے پچھلے اکٹھے ہوجائیں گے اور اپنے اپنے عملوں کا نتیجہ حاصل کریں گے، وحی اتارنے کا مقصد یہ ہے کہ اس دن سے لوگوں کو ڈرایا جائے کہ دنیا میں کوئی ایسا کام نہ کریں جس کی اس دن سزا بھگتنی پڑے۔

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ: جس دن وہ ظاہر ہوتے والے ہوں گے، مطلب یہ ہے کہ جس دن لوگ قبروں سے باہر نکلیں گے، اس وقت کھلے میدان میں ہوں گے جہاں قیامت کی گرمی سے بچاؤ کیلئے کوئی آڑ نہیں ہوگی۔

لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ: اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی کوئی چیز چھپی نہ ہوگی، دنیا میں تو انسان روپوش بھی ہوجاتے ہیں اور بعض اوقات حکومت بھی انہیں تلاش کرنے میں ناکام رہتی ہے، مگر اس دن کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہے گی، حتیٰ کہ لوگوں کی آنکھوں کی خیانت اور سینوں کے راز بھی کھل کر سامنے آجائیں گے، اس وقت آواز آئے گی کی بتلاؤ آج بادشاہی کس کی ہے؟ اس وقت کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ خود ہی جواب

دیں گے، آج بادشاہی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جو دباؤ والا ہے، اس کے سامنے ہر چیز مغلوب ہے، آج اسی کا حکم غالب ہے۔

مفسرین کرام تفسیری روایتوں میں بیان کرتے ہیں کہ: جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ساری مخلوق ہلاک ہوجائے گی سوائے جبرائیل، میکائیل اسرافیل کے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ: اب کون باقی رہ گیا ہے؟ اسرافیل عرض کرے گا پروردگار! تیری ذات ہے اور جبرائیل اور میکائیل ہیں، ان کے علاوہ آپ کا یہ بندہ اسرافیل ہے، جو صور پھونکنے پر مامور ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جبرائیل اور میکائیل کو بھی فناء کردو، پھر ایسا ہی ہوگا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسرافیل سے فرمائے گا کہ تم بھی مرجاؤ تو وہ بھی مرجائیں گے اور کوئی باقی نہیں بچے گا۔

آنکھیں کھولو

اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
کیا نہیں پھرے میں زمین پس دیکھتے وہ کیسا ہوا انجام

الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً
ان کا جو تھے سے پہلے ان تھے وہ زیادہ سخت سے ان طاقت میں

وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ
اور نشانیوں میں زمین پس پکڑا انہیں اللہ نے ساتھ گناہوں انکے کے اور نہ ہوا

لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾
لئے انکے سے اللہ کوئی بچانے والا (۲۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کیسا انجام ہوا ان کا جو ان سے پہلے تھے، وہ طاقت میں ان سے زیادہ سخت تھے اور زیادہ نشانیوں والے تھے، جو وہ چھوڑ گئے زمین میں، پھر ان کو اللہ تعالیٰ

نے ان کے گناہوں پر پکڑا اور کوئی انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا نہ ہوا۔ (۲۱)

لفظی تحقیق: وَاقٍ: بچانے والا۔ اسم فاعل ہے (وق ی) سے اصل میں "وَاقِیٌ" ہے، وقف کی وجہ سے "یے" گرگئی۔

تفسیر

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ: غور وفکر کرنے والے دنیا کے واقعات سے اور ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں، وہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہم سے پہلے بھی لوگ بستے تھے، ان کے نشانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مال اور طاقت میں ہم سے زیادہ تھے، آخر ان کا انجام کیا ہوا، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اپنے زور پر مغرور ہو گئے، کمزوروں پر ظلم وستم کئے، اچھی باتوں کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا، گناہ کرنے پر تل گئے، آخر اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا، کوئی ایسا نہ ہوا جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں بچاتا، بھلا! کس کی مجال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کسی کو بچالے، اللہ تعالیٰ ہی رحم کرے تو کام بنے۔

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ: تاکہ وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا؟ ان سے پہلی قوموں کے لوگ ان سے قوت میں بھی زیادہ تھے اور وہ زمین میں نشانیاں بھی زیادہ چھوڑ گئے تھے، وہ لوگ بڑے بڑے مضبوط قلعوں میں رہتے تھے، بعض پہاڑوں کو تراش کر ان کے اندر مکان بناتے تھے، بڑے بڑے گنبد اور مینار تعمیر کرتے تھے، ان کی عمارتوں کے نشانات آج بھی کھنڈروں کی صورت میں گزرنے والوں کو عبرت کا سبق دے رہے ہیں، تو کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر ان کا انجام نہیں دیکھا؟ مکہ کے لوگ تجارتی سفر پر شام وفلسطین کی طرف جاتے تھے اور راستے میں آنے والے ہزاروں سال پرانے کھنڈروں پر سے گزرتے تھے، یہ اجڑی ہوئی بستیاں بتلا رہی تھیں کہ ان کے رہنے والے کبھی بڑے طاقتور اور ہنرمند اور بڑے مال دار تھے مگر آج ان کا نام ونشان تک نہیں ملتا، اللہ تعالیٰ نے ان کی نافرمانی کی وجہ سے ان کو تباہ وبرباد کر دیا اور آج ان کھنڈروں کے سوا ان کا کچھ نہیں بچا۔

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ: اللہ تعالیٰ نے ان کو انکے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور گناہوں میں سرِ فہرست کفر، شرک اور ظلم وزیادتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی پکڑ آ گئی، پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کو بچانے والا کوئی نہ تھا، چنانچہ کسی پر طوفان کا عذاب، کسی کو چیخ نے آلیا، کسی کو پانی میں غرق کر دیا گیا اور کسی کی شکلیں تبدیل کر دی گئیں، مگر ان کو اس عذاب سے بچانے والا کوئی نہ تھا، پرانی قوموں کے آثار دیکھ کر ان سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے، محض سیر وتفریح اور فوٹوگرافی کرنا مناسب نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان نشانات کو آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے عبرت کا نشان بنایا ہے، جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کی جنگ پر گئے تو راستے میں ثمود کی قوم کے کھنڈرات پر سے گزرے تھے، آپ وہاں سے عاجزی کیساتھ سر جھکائے ہوئے گزر گئے اور فرمایا کہ لوگو! خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو، توبہ کرو، کہیں تم پر بھی ایسا ہی عذاب نہ آجائے جو اس قوم پر آیا تھا، ان سے عبرت پکڑو اور عاجز کرتے ہوئے گزرو تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو اور ہمیں عذاب سے محفوظ رکھے۔

کیوں پکڑے گئے؟

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا
یہ اس لئے کہ وہ تھے آتے تھے پاس انکے پیغمبر انکے ساتھ کھلی نشانیوں کے پس کفر کیا انہوں نے

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا
پس پکڑا ان کو اللہ نے تحقیق وہ قوت والا سخت عذاب والا ہے (۲۲) اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے

مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ
موسیٰ کو ساتھ نشانیوں اپنی کے اور دلیل کھلی کے (۲۳) طرف فرعون اور ہامان

وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾
اور قارون کے پس کہا انہوں نے جادوگر ہے جھوٹا (۲۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ یہ (عذاب ان پر) اس لئے آیا کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آتے تھے، انہوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑا، بیشک وہ طاقتور ہے، سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۲۲) اور ہم نے موسیٰ کو کھلی نشانیاں اور کھلی دلیل دے کر۔ (۲۳) فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تو وہ کہنے لگے یہ جادوگر ہے جھوٹا۔ (۲۴)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: پچھلے لوگ عذاب میں اس لئے مبتلا ہوئے کہ انہوں نے سیدھا راستہ چھوڑ کر ٹیڑھے راستوں پر چلنا شروع کیا، ان کے حالات پڑھ کر اور ان کے رہنے کی جگہوں میں ان کی بربادی کی نشانیاں آنکھوں سے دیکھ کر انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے قاعدوں کے خلاف چلیں گے ان کا یہی حشر ہوگا جو ان سے پہلوں کا ہوا، ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر آئے اور ایسی کھلی نشانیاں اور روشن دلیلیں پیش کیں کہ جن کو دیکھ کر ان کے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہونے میں شبہ نہیں ہوسکتا تھا، مگر ان سرکش لوگوں نے ان کی باتوں کو جھوٹا کہا اور ماننے سے انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی سزا دی، کیونکہ وہ قوت والا ہے اور اس کا عذاب سخت ہوتا ہے اور اس کی سزا بہت کڑی ہوتی ہے، ان اگلے زمانے کے سرکش لوگوں میں سے بعض کا حال سنو، ان میں سے کچھ تو اپنی قوت اور سلطنت پر پھولے ہوئے تھے، جیسے فرعون، بعض اپنے انتظام اور تدبیر پر فخر کرتے تھے، جیسے: ہامان، بعض کو دولت کی کثرت پر گھمنڈ تھا، جیسے قارون، ان کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا تو انہوں نے انہیں جادوگر اور جھوٹا کہہ کر ٹال دیا، حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسی صاف نشانیاں پیش کی تھیں جس میں شبہ کی گنجائش نہ تھی، دلیلوں سے بھی انہیں لاجواب کر دیا تھا، پھر بھی اپنی عقل اور دولت کے گھمنڈ میں انہوں نے ان کی بات نہ مانی۔

حق کا مقابلہ

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ

پس جب آیا پاس ان کے ساتھ حق کے سے پاس ہمارے کہنے لگے مارڈالو بیٹوں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ مَا كَيْدُ

ان کے کو جو ایمان لائے ساتھ اسکے اور زندہ رہنے دو عورتوں ان کی کو اور نہیں داؤ

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ

کافروں کا مگر میں گمراہی (۲۵) اور کہا فرعون نے چھوڑ دو مجھے مارڈالوں

مُوْسٰى وَ لْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ

موسیٰ کو اور پکارنے دو اسے اپنے رب کو تحقیق میں ڈرتا ہوں کہ بدل دے طریقہ تمہارا یا

اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾

یہ کہ ظاہر کردے میں زمین فساد (۲۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پھر جب (موسیٰ اور ہارون) ان کے پاس ہماری طرف سے سچی بات لے کر پہنچے تو بولے مارڈالو ان لوگوں کے بیٹوں کو جو اس کیساتھ ایمان لائے ہیں اور زندہ چھوڑ دو ان کی عورتیں، اور کافروں کا داؤ گمراہی کے سوا کچھ نہ تھا۔ (۲۵) اور فرعون بولا چھوڑ دو مجھے کہ موسیٰ کو مارڈالوں اور اپنے رب کو پڑا پکارے، میں ڈرتا ہوں اس بات سے کہ وہ تمہارا دین بگاڑ دے یا ملک میں فساد پھیلا دے۔ (۲۶)

تفسیر

انسان کو بگاڑنے والی چیز یا قوت ہوتی ہے یا قابلیت پر گھمنڈ یا دولت کی زیادتی اور اگر ان تینوں کا گٹھ جوڑ ہوجائے، یعنی: تینوں ایک آدمی میں جمع ہوجائیں یا تینوں میں سے ایک ایک کے مالک آپس میں ایکا کرلیں اور

اس کیساتھ اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ انسان تیزی سے تباہی کی طرف بھاگا جا رہا ہے، ان تینوں کی ملی بھگت اپنے آگے کسی کی نہیں چلنے دیتی، حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ہاتھوں بڑی مشکل میں پڑ گئے، ارشاد ہے کہ: جب اس جتھے کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام سچی بات لے کر آئے جو اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی تھی تو یہ اکڑ گئے اور ملکر فیصلہ کیا کہ اس کی قوم یعنی بنی اسرائیل کو ذلیل کرو، ان کے بیٹوں کو جان سے ماردو اور عورتوں کو زندہ رہنے دو تا کہ یہ سمجھ جائیں کہ یہ بلا ان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وجہ سے اتری اور ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے اس کے خلاف جو بھی کام کریں گے وہ ناکامی کا منہ دیکھیں گے، فرعون نے غصہ سے اپنے ساتھیوں سے کہا اور یہ دھمکی تھی کہ تم مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ ہی کو جان سے ماردوں کیونکہ اس کے پاس ایسی باتیں ہیں کہ تعجب نہیں کہ اسے دیکھ کر لوگ اس کی کہنے لگیں، اس کے بعد یا تو تمہارا قائم کیا ہوا طریقہ ملیا میٹ ہو جائے گا اور یا پھر آپس میں دنگا فساد برپا ہو جائے گا۔

فرعون نے کہا کہ میں موسیٰ کو ایک تو اس وجہ سے قتل کرنا چاہتا ہوں کہ کہیں یہ شخص تمہارا دین ہی تبدیل نہ کردے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کہیں یہ زمین میں فساد پیدا نہ کردے، اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم لوگ اس کی بات مان گئے تو یہ حکومت کا تختہ الٹ دے گا اور اس طرح یہ ملک میں فساد پیدا کرنے کا سبب بنے گا، مقصد یہ تھا کہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دور ہو جائیں اور ان کی بات نہ مانیں، حقیقت یہ ہے کہ کفر، شرک، سرکشی، غرور، تکبر، خود ملک میں بہت بڑا فساد ہے، جس میں فرعون اور اس کے سردار خود لگے ہوئے تھے اور الزام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر لگا رہے تھے۔

سمجھداروں کا طریقہ

وَ قَالَ مُوْسٰٓى اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ

اور | کہا | موسیٰ نے | تحقیق میں نے | پناہ مانگی | ساتھ رب اپنے کی | اور | رب تمہارے کی | سے | ہر | مغرور

ع ۳ ۸

لَآ يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾ وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ
جونہیں ایمان لاتا ساتھ دن حساب کے (۲۷) اور کہا ایک مرد ایمان والے نے سے

اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ
رشتہ داروں فرعون کے جو چھپاتا تھا ایمان اپنا کیا قتل کرتے ہو تم ایک آدمی کو اس پر کہ وہ کہتا ہے

رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ
رب میرا اللہ ہے اور تحقیق آیا وہ پاس تمہارے ساتھ کھلی نشانیوں کے سے رب تمہارے

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور موسیٰ نے کہا میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں ہر غرور کرنے والے سے جو حساب کے دن کا یقین نہ کرے۔(۲۷) اور ایک ایماندار مرد فرعون کے لوگوں میں جو اپنا ایمان چھپاتا تھا بولا، کیا ایک مرد کو اس بات پر قتل کرتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی کھلی نشانیاں لایا ہے۔

تفسیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی دھمکیاں سُن کر اپنے لوگوں سے کہا کہ میں اس کی باتوں سے ذرا بھی نہیں ڈرتا، وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور وہ تو کیا اگر دنیا کے سارے سرپھرے ملکر بھی دھمکانے لگیں تو بھی مجھے کچھ پرواہ نہیں، میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ پہلے ہی لے چکا ہوں، وہ مجھ سے وعدہ فرما چکا ہے کہ وہ میرے ساتھ ہے، فرعون کی مجال نہیں کہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکے، جو لوگ یقین نہیں کرتے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر عملوں کا حساب کتاب دینا پڑے گا، وہ جو جی چاہتا ہے کر بیٹھتے ہیں، دنیا میں سرکشی کرنے والے یہی لوگ ہوتے ہیں، یہ اپنے آگے کسی کو نہیں سمجھتے، وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہیں ہم ہی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نہ ماننے والے اور اس کی پکڑ سے نہ ڈرنے والے ہی دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں، میں ان سے رب العالمین کی پناہ مانگتا ہوں، ادھر فرعون کے اپنے آدمیوں میں سے ایک آدمی جو خفیہ طور پر ایمان لا چکا تھا

فرعون کی دھمکی سن کر بولا کیا ایک آدمی کو اس لئے مار ڈالو گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتا ہے اور اپنی سچائی کی کھلی نشانیاں جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطاء کی ہیں تمہیں دکھاتا ہے۔

وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور آپ کو فرعون اور اس کے سرداروں کے شر سے اپنی پناہ میں رکھا، وہ آپ کو قتل نہ کر سکے بلکہ خود ساری قوم پانی میں غرق ہوگئی، بزرگ فرماتے ہیں کہ: یہ آیت "اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ" ایک ورد بھی ہے، جو شخص دن میں سو مرتبہ اس کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی اسی طرح حفاظت کرے گا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون سے حفاظت فرمائی۔

وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ: اور کہا ایک مؤمن آدمی نے جو فرعون کی قوم سے تھا مگر اپنے ایمان کو چھپا رکھا تھا، چونکہ فرعون اور اس کے سردار ایمان والوں پر طرح طرح کے ظلم کر رہے تھے؛ اس لئے یہ واقعہ پیش آنے تک اس شخص نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا مگر جب اس نے دیکھا کہ پانی سر سے گزر رہا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بن رہا ہے تو اس سے رہا نہ گیا اور اس نے اپنی قوم کے سامنے اپنے ضمیر کی آواز کو ظاہر کر دیا اور کہنے لگا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے؟ اور یہ شخص خدا تعالیٰ کے رب ہونے کا محض زبانی دعویدار نہیں ہے بلکہ اپنے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نشانیاں بھی لایا ہے، تم نے اس کے معجزات لاٹھی اور روشن ہاتھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے ہیں، اس کی واضح تعلیم بھی سُن لی ہے مگر پھر بھی اس پر ایمان لانے کے بجائے اس کے قتل کے درپے ہو رہے ہو کس قدر افسوسناک بات ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعات سے مشابہت

اس مؤمن آدمی نے جس طرح فرعونیوں کے سامنے حق بات پیش کی اور کہا کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، اسی طرح کے بعض واقعات خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ بھی پیش آئے، ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ممبر پر تشریف فرما تھے، آپ نے دوران خطاب لوگوں سے پوچھا کہ بتلاؤ! لوگوں میں

بہادر کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہمیں تو معلوم نہیں، اس پر آپ نے خود ہی فرمایا کہ: ہمارے معاشرے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہادر ہیں، اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک دفعہ خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکوں نے آپ کو پیٹنا شروع کر دیا، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دھکے دیکر پیچھے ہٹایا اور زبان سے یہی الفاظ دہرائے، کیا تم ایسے شخص کے قتل کے درپے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے؟ ایسے ہی ایک دوسرے موقع پر مشرک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زیادتی کر رہے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو فوراً پہنچے اور آپ کو مشرکوں کے ظلم و ستم سے چھڑانے کی کوشش کی تو مشرک کہنے لگے یہ کون شخص ہے جو محمد کا ہمدرد ہے؟ بتایا گیا کہ یہ ابن ابی قحافہ ہے، مشرکوں نے آپ کو بھی پیٹنا شروع کر دیا اور اس قدر مارا کہ آپ کا سر زخمی ہو گیا، آپ نے اس وقت بھی یہی آیت تلاوت فرمائی کہ ظالمو! تم ایسے شخص کو مارتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

حق بات

وَ اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ
اور اگر ہو وہ جھوٹا پس ہے اوپر اسکے جھوٹ اسکا اور اگر ہو وہ سچا پہنچ کر رہے گا تمہیں

بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ
کچھ اس کا جو وعدہ کرتا ہے تم سے تحقیق اللہ نہیں راہ دکھاتا اسے کہ ہو وہ حد سے گزرنے والا

كَذَّابٌ ۝ ٢٨ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ
جھوٹا ہے (۲۸) اے میری قوم واسطے تمہارے بادشاہت ہے آج غالب آرہے ہو میں زمین

فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَاۗءَنَا ۭ
پس کون مدد کرے گا ہماری سے عذاب اللہ کے جب آگیا وہ ہم پر

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوا تو جس چیز سے وہ

تمہیں ڈرا رہا ہے اس میں سے کچھ تم پر آ ہی پڑے گا۔ (۲۸) اے میری قوم! آج کے دن تمہاری بادشاہی ہے، تم ملک میں چڑھ رہے ہو، پھر کون ہمیں بچائے گا، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اگر آ پڑا ہم پر۔

تفسیر

فرعون کا قریبی رشتہ دار فرعون کو اور اس کے ساتھیوں کو سمجھا رہا ہے کہ اول تو کسی شخص کا محض اس لئے قتل کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتا ہے کسی طرح ٹھیک نہیں ہوسکتا، خاص کر جب وہ صاف صاف نشانیاں بھی پیش کر رہا ہو کہ وہ تم سب کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہے، دوسرے یہ کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر پڑے گا، جھوٹ کے پاؤں کہاں، جھوٹی بات چلا نہیں کرتی، تھوڑے دن میں وہ آپ ہی بیٹھ رہے گا اور اگر وہ سچا ہے تو پھر یقین جانو کہ تم پر ان آفتوں میں سے کوئی نہ کوئی آفت آ کر رہے گی جن سے وہ تمہیں ڈرا رہا ہے، ذرا سمجھو تو سہی کہ! وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے رہا ہے، اس سے اس کی بہت بڑی دلیری اور جرأت ظاہر ہوتی ہے، پھر اس نے کہا کہ مانا تمہارے ہاتھ میں اس وقت حکومت ہے اور تم ملک بھر میں سب پر غالب ہو لیکن یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اس کے کہنے کے مطابق اگر اللہ تعالیٰ نے تم پر سچ مچ عذاب بھیج دیا تو پھر تمہیں اس سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

فرعون کی ضد

قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَ مَآ اَهْدِيْكُمْ

کہا فرعون نے نہیں سمجھاتا میں تم کو مگر جو سوجھتا ہے مجھے اور نہیں راہ دکھاتا میں تمہیں

اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ

مگر راستہ بھلائی کا (۲۹) اور کہا اس نے جو ایمان والا تھا اے قوم میری تحقیق میں

اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿٣٠﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ

ڈرتا ہوں پرتم مانند دن گروہوں(۱) کے(۳۰) جیسا حال ہوا قوم

نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ

نوح اور عاد اور ثمود کا اور ان کا جو تھے بعد ان کے اور نہیں اللہ

يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿٣١﴾

چاہتا ظلم واسطے بندوں کے(۳۱)

بامحاورہ ترجمہ: ۔فرعون بولا: میں تو تمہیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی، اور وہی راہ بتاتا ہوں جس میں بھلائی ہے۔(۲۹) اور اس ایمان والے نے کہا، اے میری قوم! میں ڈرتا ہوں کہ تم پر پہلے لوگوں جیسا عذاب آپڑے۔(۳۰) جیسے: قوم نوح اور عاد اور ثمود پر آپڑا تھا اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد ہوئے حال ہوا اور اللہ تعالیٰ بندوں کیلئے بے انصافی نہیں چاہتا۔(۳۱)

تفسیر

فرعون نے کہا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا کہہ رہے ہو، میں تو تمہیں وہی بتارہا ہوں جو مجھے اس وقت مناسب معلوم ہورہا ہے، یقیناً موسیٰ کی حالت دیکھتے ہوئے اس میں شبہ نہیں ہوسکتا کہ یہ شخص خطرناک ہے، اسے کوئی ایسا ہنر آتا ہے جسے دکھا کر یہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیتا ہے، اسے اگر چھوڑ دیا گیا تو یہ یقیناً ہمارے انتظام میں خرابی پیدا کرکے رہے گا، عجب نہیں کہ لوگ اسی کی سی کہنے لگیں اور ہم نے جو انتظام مدتوں سے قائم رکھا ہے وہ دیکھتے دیکھتے برباد ہوجائے، اس کا علاج بس یہی ہے کہ موسیٰ کو ختم کردیا جائے، خوب سمجھ لو! ٹھیک راستہ یہی ہے جو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں، اگر میری نہ مانی تو آگے چل کر بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑے گا، اس ایماندار آدمی نے فرعون کی بات کی طرف توجہ نہ کی اور اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم! مجھے تو یہی نظر آرہا

(۱) ہلاک ہونے والوں۔

ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ہی کی مدد کرے گا اور اس کے ستانے والوں کو سخت سزا دے گا، کہیں تم پر ویسا ہی عذاب نہ آپڑے جیسا پہلے سرکش لوگوں پر آپڑا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری بھی وہی حالت بنے جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور ثمود کی قوم کی بنی، اگر ایسا ہوا تو وہ تمہاری گستاخیوں کا ٹھیک بدلہ ہوگا، اللہ تعالیٰ تو ایسا نہیں کہ بندوں پر ظلم کرے اور بلا وجہ سزا دے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے حال سے فرعون بھی واقف تھا، اس کو ثمود اور عاد کی تباہی کا حال بھی معلوم تھا اور ان کے حالات لوگوں میں مشہور تھے، یہ لوگ ان کی اجڑی بستیوں کے کھنڈرات بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے، لہٰذا ان کو اس مؤمن آدمی نے یاد دلایا کہ تم بھی پچھلی قوموں کے راستے پر چل کر ان پر آنے والے عذاب کا شکار نہ ہو جانا۔

پہلے بھی غلطی ہوئی

وَ يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ

اور اے قوم میری تحقیق میں ڈرتا ہوں پر تم دن سے چیخ و پکار کے (۳۲) جس دن پیچھے بھاگو گے

مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلِ

پیٹھ پھیر کر نہیں لئے تمہارے سے اللہ کوئی بچانے والا اور جسے بھٹکائے

اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ

اللہ پس نہیں واسطے اسکے کوئی راہ دکھانے والا (۳۳) اور البتہ تحقیق آیا پاس تمہارے یوسف سے پہلے اسکے

بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَا

ساتھ کھلی نشانیوں کے پس نہیں ٹلے تم میں شک سے اسمیں کہ آیا پاس تمہارے ساتھ اسکے یہاں تک جب

هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ

انتقال کر گیا وہ کہا تم نے ہرگز نہ بھیجے گا اللہ بعد اس کے کوئی پیغمبر مانند اس کے

يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ
بھٹکاتا ہے اللہ اسے جو کہ ہو وہ حد سے نکل جانیوالا شکی (۳۴) وہ جو جھگڑتے ہیں

فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ
میں آیتوں اللہ کی بغیر کسی دلیل کے کہ آئی پاس انکے بڑی ہے بیزاری نزدیک اللہ کے

وَ عِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ
اور نزدیک ان کے جو ایمان لائے مانند اس کے مہر کرتا ہے اللہ پر ہر دل کے

مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾
مغرور سرکش کے (۳۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور اے میری قوم! میں ڈرتا ہوں کہ تم پر چیخ و پکار کا دن آئے۔ (۳۲) جس دن پیٹھ پھیر کر بھاگو گے، (اس دن) کوئی نہیں تم کو اللہ تعالیٰ سے بچانے والا اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی راہ سمجھانے والا نہیں۔ (۳۳) اور اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف کھلی نشانیاں لے کر آ چکا ہے، پھر تم ان چیزوں سے جو وہ تمہارے پاس لے کر آیا دھوکے میں رہے، یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی، تم نے کہا: اللہ تعالیٰ اس کے بعد ہرگز کوئی پیغمبر نہ بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اسی طرح بھٹکاتا ہے اسے جو حد سے گزرنے والا، شک کرنے والا ہو۔ (۳۴) وہ جو کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں میں جھگڑتے ہیں بغیر دلیل کے جو انہیں پہنچی ہو اللہ تعالیٰ کے پاس سے اور ایمانداروں کے پاس سے، اس جھگڑے سے بڑی بیزاری ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے ہر غرور کرنے والے سرکش کے دل پر۔ (۳۵)

تفسیر

وہ ایمان والا شخص اپنی قوم کو سمجھائے جا رہا ہے کہ دیکھو! ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ تم بڑی مصیبت میں پھنسو گے، ہر طرف چیخ و پکار کے سوا کچھ سنائی نہ دے گا، تم پیٹھ پھیر کر مصیبت سے بھاگ نکلنے کی کوشش کرو گے

مگر نکل نہ سکو گے، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تمہیں بچانے والا کوئی نہیں، میں تو تمہیں ہر طرح سمجھا چکا، اب اگر تم نہیں مانتے تو یقین جانو تم پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے، اگر وہ کسی کو غلط راستہ پر چلنے سے نہ بچائے تو کوئی اس کو غلط راستہ سے بچا نہیں سکتا۔

اے میری قوم کے لوگو! تم پہلے بھی ایک بڑی غلطی کر چکے ہو، دیکھو تمہارے پاس حضرت یوسف علیہ السلام آئے اور انہوں نے ایسی صاف نشانیاں دکھائیں کہ اگر تم عقل سے کام لیتے تو سمجھ جاتے کہ یہ ضرور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، لیکن تم ان کی باتوں میں شک کرنے لگے اور یہ تمہارا شک وشبہ تمہارے دل میں ایسا جما کہ نکلنے کا نام ہی نہ لیا۔

فرعون کے لوگوں میں سے ایک ایماندار شخص جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا فرعون کو اور اپنی ساری قوم کو سمجھا رہا ہے کہ دیکھو تم پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کیساتھ زیادتی کر چکے ہو، اب کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اسی طرح کی زیادتی حضرت موسیٰ علیہ السلام کیساتھ کر بیٹھو، حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں تم نے انہیں پیغمبر نہ مانا اور ان کی باتوں میں شک کرتے رہے، جب ان کی وفات ہوگئی تو تمہاری آنکھیں کھلیں اور کہنے لگے کہ ایسا پیغمبر تو اب اور کوئی نہیں آئے گا، دیکھو! ایسی غلطی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مت کرو، ان کی بات مانو ورنہ پچھتاؤ گے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں نہیں پہچانتے اور شک وشبہ میں پھنسے رہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اپنی ہدایت سے محروم کر دیتا ہے، کیونکہ وہ صاف نشانیوں میں جھگڑا پیدا کرتے ہیں، حالانکہ جھٹلانے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہوتی، نہ وہ کسی طرح ثابت کر سکتے ہیں کہ وہ پیغمبروں کو جھٹلانے میں ٹھیک ہیں، یہ بات نہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور نہ ان کو جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں، جو شخص اپنے آپ ہی کو سب کچھ سمجھے اور حق بات کو نہ مانے، اپنی ہی اکڑفوں میں مبتلا رہے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے، پھر سچی بات اس کے دل میں گھسنے ہی نہیں پاتی، پچھلے لوگوں کے حالات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقریباً چار سو سال پہلے ہوئے ہیں، مگر مؤمن آدمی ان کا حوالہ اب دے رہا ہے، اس بارے میں بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ: اُس وقت کے فرعون نے بڑی لمبی عمر پائی تھی اور وہ وہی فرعون تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے سے زندہ چلا آرہا تھا، اس مؤمن آدمی نے اس کو یاد دلایا کہ تم

حضرت یوسف علیہ السلام کا انکار کر کے پچھتائے تو اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا کر بھی پچھتاؤ گے، البتہ بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے مختلف ہیں اسی طرح ہر دو زمانوں کے فرعون بھی مختلف تھے اور جس یوسف علیہ السلام کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یوسف علیہ السلام بن یعقوب علیہ السلام نہیں بلکہ ان کے بعد کے دور کے یوسف بن افرائیم علیہ السلام تھے اور یہ بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، آپ بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، انہوں نے بیس سال تک دین کی تبلیغ کی، مگر قوم نے نہ مانا اور ان کی وفات کے بعد ان کو سمجھ آئی تو بڑا افسوس کیا۔

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ: اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر کر دیتا ہے ہر مغرور اور سرکش کے دل پر، جو لوگ حق کو ماننے کے بجائے اکڑ دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں ایسے لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ ٹھپہ لگا دیتا ہے اور وہ ہمیشہ کیلئے ہدایت سے محروم ہو جاتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ شک وتردد کی وجہ سے انسان گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جھگڑا کرنے کے نتیجہ میں اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور وہ ہدایت سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو جاتا ہے۔

فرعون کی ہٹ دھرمی

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ

اور کہا فرعون نے اے ہامان بنادے تو لئے میرے ایک بلند عمارت شاید میں پہنچ جاؤں

الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّيْ

راستوں تک (۳۶) راستے آسمانوں کے پس جھانک لوں میں طرف معبود موسیٰ کے اور تحقیق میں

لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ

البتہ گمان کرتا ہوں اسے جھوٹا اور مانند اس کے سجادیئے گئے واسطے فرعون کے برے کام اسکے اور

ع ۹ صُدَّ عَنِ السَّبِیْلِ ؕ وَ مَا كَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ۠ (۳۷)

روک دیا گیا وہ سے راستے اور نہیں تدبیر فرعون کی مگر میں تباہی (۳۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور فرعون بولا اے ہامان میرے لئے ایک اونچا محل بنا شاید میں جا پہنچوں راستوں میں۔(۳۶) (یعنی) آسمان کے راستوں میں، پھر موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھ لوں اور میری اٹکل میں تو وہ جھوٹا ہے اور اسی طرح فرعون کو اس کے بُرے کام بھلے بنا کر دکھا دیئے گئے اور وہ سیدھی راہ سے روک دیا گیا اور فرعون کا جو داؤ تھا سو تباہ ہونے کے واسطے تھا۔(۳۷)

تفسیر

آدمی کے دل میں جو خیال جم جائے پھر وہ نکلنے کا نام نہیں لیتا بلکہ اس کے سارے منصوبے اور اعمال اسی کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں اور جو کوئی اس کے خلاف کہے وہ اس کی نہیں سنتا، وہ اپنے ہی خیال کو ٹھیک سمجھتا ہے اور باقی سب باتوں کو غلط ٹھہراتا ہے، اسی کو قرآن مجید میں اس طرح سمجھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے، فرعون ایسے ہی آدمیوں کی ایک کھلی مثال ہے، مؤمن آدمی اپنی کہہ رہا تھا اور فرعون کا دل اندر ہی اندر اس کی جڑ کاٹ رہا تھا، آخر اپنے وزیر سے مخاطب ہو کر اپنے دل کی بھڑاس اس نے یوں نکالی کہ اے ہامان! یہ باتیں سنتے سنتے میں تو اکتا گیا ہوں، اب تو تو ایک کام کر، اینٹ گارا چونا جمع کر کے ایک اونچی عمارت بنا، موسیٰ کہتا ہے کہ اس کا رب سب سے بلند ہے، اس لئے تو عمارت کو اتنا بلند کر کہ میں اس پر چڑھ کر آسمانوں میں جھانکوں، شاید موسیٰ کا رب مجھے دکھائی دیدے، یہ تو ظاہر ہے کہ میں اسے جھوٹا سمجھتا ہوں، لیکن جھوٹے کو اس کی آخری حد تک پہنچانا چاہئے، ارشاد ہے کہ: دیکھو! بُرے خیالات اس طرح دل پر چھا جاتے ہیں اور آدمی کو حق بات کے سمجھنے سے روک دیتے ہیں، فرعون کے سارے منصوبوں کا نتیجہ سوا تباہی کے کچھ نہ تھا۔

مؤمن آدمی کے خیالات

وَ قَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ
اور کہا اس نے جو ایمان والا تھا اے قوم (میری) پیروی کرو (میری) ڈال دوں میں تمہیں راستے

الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ۡ وَّ اِنَّ
ہدایت کے (۳۸) اے قوم (میری) کچھ نہیں بس یہ زندگی دنیا کی کچھ دن کا فائدہ ہے اور تحقیق

الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰٓی
آخرت ہی گھر ہے ہمیشہ کا (۳۹) جو کام کرے برے پس نہ بدلہ دیا جائے گا

اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ هُوَ مُؤْمِنٌ
مگر اسی جیسا اور جو کام کرے نیک مرد ہو یا عورت اور وہ ایماندار ہو

فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾
پس وہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں روزی دیے جائیں گے میں اس بغیر حساب (۴۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور اسی ایماندار نے کہا، اے میری قوم! میرے پیچھے چلو تمہیں نیکی کی راہ پر ڈال دوں گا۔(۳۸) اے میری قوم! دنیا کی زندگی تو چند روز فائدہ اٹھانے کی چیز ہے وہ جو پچھلا گھر ہے وہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔(۳۹) جس نے برائی کی تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ پائے گا اور جس نے بھلائی کی ہے مرد ہو یا عورت اور وہ یقین رکھتا ہے، سو وہ لوگ جنت میں جائیں گے اور وہ بیشمار روزی پائیں گے۔(۴۰)

تفسیر

مؤمن آدمی نے فرعون کی بات کا کچھ خیال نہ کیا اور اپنی قوم کو سمجھانے لگا کہ فرعون کا راستہ بھلائی کا راستہ نہیں تم لوگ میری سنو اور میں جو کہتا ہوں وہ کرو، میں تمہیں اس راستے پر ڈال دوں گا جو دونوں جہان کی کامیابی کی

طرف جاتا ہے، اے میری قوم! دنیا میں کیا دھرا ہے، یہاں کی زندگی چند دن کی ہے، یہاں کا ساز و سامان کچھ دن کام آسکتا ہے، مرنے کے بعد وہ بیکار ہے، سنو! اصل زندگی وہ ہے جو مرنے کے بعد شروع ہوگی، وہی اصل معنیٰ میں زندگی ہے اور وہ ہمیشہ رہے گی، وہاں نہ دکھ ہے نہ بیماری، نہ موت، یہ آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے، وہاں کا آرام اصل آرام ہے، اس زندگی کا کچھ حال تمہیں بتاتا ہوں۔

سنو! دنیا میں جو بُرے کام کرے گا اس کا بدلہ بھی اسے برا ہی ملے گا، وہ آخرت میں بھلائی کی امید نہ رکھے اور جو کوئی مرد یا عورت اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر نیک کام کرے اسے جنت میں داخل کیا جائے گا اور وہاں اس کو ساری آرام کی چیزیں بے حساب ملیں گی، آدمی سب کچھ سمجھتا ہے لیکن جب مرنے کے بعد جینے کا اور عملوں کی جزا سزا کا ذکر آتا ہے تو ٹال دیتا ہے اور دنیا ہی کے عارضی سامان کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔

وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى: اور مرد یا عورت میں سے جس نے بھی نیک عمل کیا بشرطیکہ وہ مؤمن ہو پس وہ جنت میں داخل ہوگا اور اس میں اسے بیشمار روزی نصیب ہوگی۔

نیکی کا کام خواہ مرد کرے یا عورت ان کو برابر اجر ملے گا کیونکہ یہ دونوں شریعت کے حکموں کے برابر پابند ہیں مگر ان میں سے ہر ایک کے کام کا دائرہ الگ الگ ہے، مرد کا کام ہے کہ وہ محنت کر کے باہر سے کما کر لائے اور عورت کا فرض ہے کہ بچوں کی پرورش اور گھر کی دیکھ بھال کرے، بعض کام مشترکہ طور پر بھی انجام دیئے جاسکتے ہیں، مگر بعض ایسے بھی ہیں جو صرف مرد کیلئے یا صرف عورت کیلئے ہیں، بہر حال قانون کے دونوں پابند ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں، اسی طرح انجام کی خرابی مردوں کیلئے بھی ویسی ہی ہے جیسی عورتوں کیلئے ہے، بہر حال فرمایا کہ: جس مرد یا عورت نے ایمان کی حالت میں کوئی نیک کام کیا تو وہ قابل قدر ہوگا، اگر کسی کا ایمان درست نہیں، اس میں کفر، شرک یا نفاق کی ملاوٹ ہے تو اس کی کوئی نیکی بھی قابل قبول نہیں ہوگی بلکہ اس کا بڑے سے بڑا عمل بھی ضائع ہو جائے گا۔

النصف

خالص نصیحت

وَ يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى
اور اے قوم (میری) کیا ہوا مجھے بلاتا ہوں میں تمہیں طرف نجات کے اور بلاتے ہو تم مجھے طرف

النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ
آگ کے (۴۱) بلاتے ہو تم مجھے کہ انکار کروں میں اللہ کا اور شریک کروں ساتھ اسکے کہ نہیں

لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؗ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ
مجھے اس کا علم اور میں بلاتا ہوں تمہیں طرف زبردست بخشنے والے کی (۴۲) ظاہر ہے

اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَا
کہ بلاتے ہو تم مجھے طرف جسکی نہیں لئے اسکے بلانا میں دنیا اور نہ

فِي الْاٰخِرَةِ
میں آخرت

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔(۴۱) اور تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے منکر ہو جاؤں اور اس کا شریک ٹھہراؤں اسے جس کی مجھے خبر نہیں اور میں تمہیں بلاتا ہوں اس زبردست گناہ بخشنے والے کی طرف۔(۴۲) ظاہر ہے کہ تم جس کی طرف بلاتے ہو اس کے بلاوے کا حق کہیں نہیں، نہ دنیا میں، نہ آخرت میں۔

لفظی تحقیق: مَالِيْ: کیا ہوا مجھے۔ "مَا" کے معنٰی کیا اور "لِيْ" کے معنٰی مجھے، یہ تعجب کے اظہار کیلئے استعمال کیا جاتا ہے کہ یہ عجیب بات ہے کہ میں یہ کرتا ہوں اور تم وہ کرتے ہو۔ لَا جَرَمَ: کوئی شبہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قطعی بات ہے۔

تفسیر

مؤمن آدمی اپنی قوم سے کہہ رہا تھا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ میں تمہیں ایک بڑی مصیبت سے بچانے کیلئے نصیحت کر رہا ہوں اور تم مجھے ایسی باتیں اختیار کرنے کو کہتے ہو جس کا نتیجہ سوا اس کے کہ آگ میں داخل ہوں اور کچھ نہیں، تم مجھ سے کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا انکار کردوں اور ایسی چیزوں کو اس کے برابر سمجھوں جن کی بابت میں کچھ بھی نہیں جانتا، میں تو تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہا ہوں جس کی بات خوب معلوم ہے کہ اس میں سب سے بڑھ کر زور اور قوت ہے اور وہ اپنے بندوں کی خطائیں بخش دیتا ہے، تو اب اس میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ تم جن کی طرف مجھے بلا رہے ہو وہ اس قابل نہیں کہ انہیں پکارا جائے، وہ نہ دنیا میں کسی کی حاجتیں پوری کرسکتے ہیں اور نہ آخرت میں کسی کے کام آسکتے ہیں، بالکل بیکار ہیں ان میں کوئی طاقت ہی نہیں۔

گفتگو کا نتیجہ

وَ اَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ

اور یہ کہ لوٹایا جانا ہمارا طرف اللہ کی اور یہ کہ حد سے گزرجانے والے وہی والے

النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ

آگ (۴۳) عنقریب یاد کرو گے تم جو میں کہہ رہا ہوں تم سے اور سپرد کرتا ہوں کام اپنا

اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ

طرف اللہ کے تحقیق اللہ دیکھنے والا ہے بندوں کو (۴۴) پس بچالیا اسے اللہ نے بُرے نتیجوں سے اسکے

مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾

جو وہ داؤگھات کرتے تھے اور گھیرلیا فرعون والوں کو بُرے عذاب نے (۴۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور یہ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے پاس پھر جانا ہے اور یہ کہ زیادتی کرنے والے ہی دوزخی

ہیں۔(۴۳) سو! آگے یاد کروگے جو میں تم سے کہتا ہوں اور میں اپنا کام اللہ تعالیٰ کو سونپتا ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں سب بندے۔(۴۴) پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو برُے داؤ سے جو وہ کرتے تھے بچالیا اور فرعون کے لوگوں کو برُے عذاب نے ہر طرف سے گھیر لیا۔(۴۵)

تفسیر

اب میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، وہی اپنے بندوں کے درمیان مناسب فیصلہ فرمائے گا، وہ ان سب کا حال خوب جانتا ہے، آخر جب وقت آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا اور فرعون اور اس کے ساتھیوں کو سخت عذاب نے آگھیرا، دنیا میں تو اسے اس کے لشکر سمیت سمندر میں غرق کردیا گیا اور مرنے کے بعد حشر تک ان سب کو روزانہ صبح وشام وہ آگ دکھائی جاتی رہے گی جس میں انہیں آخرکار جانا ہے، جب قیامت قائم ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں یہ حکم فرمائے گا کہ فرعون کو اس کے ساتھیوں سمیت اس آگ میں جو سخت ترین عذاب ہے داخل کردو۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب فرعون اور اس کے سردار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے پیچھے پڑے ہوئے تھے تو وہ اس آدمی کو کیسے معاف کرسکتے تھے جس نے کھلم کھلا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت کا اعلان کردیا تھا، چنانچہ تفسیر مدارک والے اور بعض دوسرے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کا یہ بندہ فرعون کو یہ نصیحتیں کرکے وہاں سے بھاگ کر کسی پہاڑی علاقے میں چھپ گیا، فرعون نے اس کی گرفتاری کیلئے ایک ہزار فوجی بھیجے مگر خدا کی قدرت کہ ان میں سے پانچ سو آدمی تو دوران تلاش ہی کسی حادثہ کا شکار ہوکر مرگئے اور باقی پانچ سو آدمیوں نے سرتوڑ کوشش کی مگر وہ اس مؤمن آدمی کو تلاش کرنے میں ناکام رہے، پھر جب وہ فرعون کے پاس ناکام واپس لوٹے تو اس نے ان سب کو مروادیا کہ یہ اپنے فرض کی انجام دہی میں ناکام ہوئے ہیں، اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس ایمان والے آدمی کو کافروں کی برُی تدبیر سے بچالیا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور تفسیر درمنثور والے فرماتے ہیں کہ: اس مؤمن آدمی کو بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ

علیہ السلام کیساتھ بحرِ قلزم سے نجات دلائی تھی، بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یہ ایمان والا آدمی تو فرعون اور اس کے سرداروں کی بُری تدبیر سے بچ گئے، مگر بُرے عذاب نے فرعون اور اسکے ساتھیوں کو ہر طرف سے گھیر لیا، چنانچہ فرعون اپنے لشکر سمیت سمندر کی تہہ میں غرق ہوگیا۔

عذاب کی کیفیت

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ
وہ آگ ہے کہ پیش کئے جاتے ہیں اوپر اس کے صبح اور شام اور جس دن قائم ہوگی

السَّاعَةُ ۚ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَ اِذْ
قیامت (کہا جائیگا) داخل کردو لوگوں فرعون کے کو سب سے سخت عذاب میں (۴۶) اور جب

يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا
جھگڑیں گے میں آگ پس کہیں گے کمزور لوگ واسطے انکے جنہوں نے تکبر کیا تھا تحقیق

كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾
ہم تھے پیچھے تمہارے چلنے والے پس کیا تم اٹھالوگے سے ہم کچھ حصہ آگ کا (۴۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ وہ لوگ صبح اور شام دوزخ کی آگ پر پیش کئے جاتے ہیں، جس دن قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا) داخل کردو فرعون والوں کو سخت عذاب میں ۔(۴۶) اور جب آگ کے اندر آپس میں جھگڑیں گے، پھر کہیں گے کمزور لوگ غرور کرنے والوں سے، ہم تمہارے تابع تھے، پھر کیا تم ہم پر سے آگ کا کچھ حصہ اٹھالوگے؟(۴۷)

تفسیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا اور فرعون اور ان کے ساتھیوں کو سخت عذاب

نے آگھیرا، دنیا میں تو اسے اس کے لشکر سمیت سمندر میں غرق کر دیا گیا اور مرنے کے بعد حشر تک ان سب کو روزانہ صبح اور شام وہ آگ دکھائی جاتی رہے گی جس میں انہیں آخر کار جانا ہے، جب قیامت قائم ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں یہ حکم فرمائے گا کہ فرعون کو اس کے ساتھیوں سمیت آگ میں (جو سخت ترین عذاب ہے) داخل کردو۔

آگے ارشاد ہے کہ: جب دوزخی اپنے برے عملوں کے سبب دوزخ میں داخل ہوچکیں گے تو وہاں کے عذاب سے تنگ آکر آپس میں جھگڑا شروع کردیں گے، کمزور لوگ زبردستوں سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم تمہارے تابع تھے، کیا آج تم اس آگ کے عذاب کا کچھ حصہ خود برداشت کر کے ہمیں کچھ آرام پہنچا سکتے ہو؟

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ: اور پھر جب قیامت آئے گی اس دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ فرعون والوں کو سخت عذاب میں داخل کردو، یہ سزا ان کو اس لئے دی جارہی ہے کہ دنیا کی زندگی میں یہ لوگ بڑے سرکش، مغرور اور حد سے نکلنے والے تھے۔

یہ آیت ان دس آیتوں میں سے ہے جن میں برزخ یا قبر کے عذاب کا ذکر ہے، ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد کافر و مشرک اور دوسرے گناہگاروں کو قبر میں عذاب پہنچتا ہے، جبکہ ایمان والوں کو راحت نصیب ہوتی ہے، تمام بڑے بڑے مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت کی رو سے کافروں اور مشرکوں کیلئے قبر کا عذاب برحق ہے، لہٰذا برزخ کے ثواب وعذاب کا مسئلہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک متفق علیہ ہے، البتہ بعض فرقے قبر کے عذاب کے منکر ہیں اور وہ برزخ میں انسان کے جسم وروح کے تعلق اور ثواب وعذاب کو نہیں مانتے۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ: فرعون والوں کی روحیں سیاہ پرندوں کی شکل میں ہر روز صبح اور شام دو مرتبہ دوزخ کے سامنے لائی جاتی ہیں اور دوزخ کو دکھلا کر ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا ٹھکانہ یہ ہے۔ اخرجه عبدالرزاق و ابن ابی حاتم.

اور صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو عالم برزخ میں صبح وشام اس کو وہ مقام دکھلایا جاتا ہے جہاں قیامت کے حساب وکتاب کے بعد

اس کو پہنچنا ہے اور یہ مقام دکھلا کر روزانہ اس سے کہا جاتا ہے کہ تجھے آخر کار یہاں پہنچنا ہے، اگر یہ شخص جنت والوں میں سے ہے تو اس کا مقام جنت اس کو دکھلایا جائے گا اور اگر دوزخ والوں میں سے ہے تو اس کا مقام جہنم اس کو دکھلایا جائے گا۔

بڑوں کا جواب

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ

کہیں گے وہ جنہوں نے بڑائی جتلائی تھی تحقیق ہم سب میں اسی ہیں تحقیق اللہ فیصلہ کر چکا ہے

بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ

درمیان بندوں کے (۴۸) اور کہیں گے وہ جو میں ہونگے آگ محافظوں دوزخ کے سے

ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا

پکارو اپنے رب کو ہلکا کر دے سے ہم ایک دن میں سے کچھ عذاب (۴۹) وہ کہیں گے

اَوَ لَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا

کیا نہیں آئے تھے پاس تمہارے پیغمبر تمہارے ساتھ ظاہر نشانیوں کے کہیں گے ہاں آئے تو تھے کہیں گے

فَادْعُوْا ۚ وَ مَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع ۵/۱۴ ۱۰

تو پکارے جاؤ اور نہیں پکارنا کافروں کا مگر بیکار (۵۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔ جو غرور کرتے تھے وہ کہیں گے ہم سبھی اس میں پڑے ہوئے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ بندوں میں فیصلہ کر چکا ہے۔(۴۸) اور جو لوگ آگ میں پڑے ہیں دوزخ کی حفاظت کرنے والے فرشتوں سے کہیں گے دعا کرو اپنے رب سے کہ ہم پر ایک دن تھوڑا سا عذاب ہلکا کر دے۔(۴۹) وہ فرشتے بولیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر نہ آئے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں آئے تو تھے، وہ فرشتے کہیں گے پکارے جاؤ اور کافروں کا پکارنا بے کار جائے گا۔(۵۰)

تفسیر

کم درجہ کے لوگ آخرت میں دوزخ کے عذاب سے تنگ آکر اپنے دنیا والے آقاؤں سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمہارے خادم تھے، کیا تم آج ہمارے کچھ کام نہ آؤ گے؟ ہمارا کچھ عذاب تو ہلکا کرادو، یہ سُن کر دنیا کے وہ متکبر لوگ کہیں گے کہ ہم بھی اسی مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں جس میں تم ہو، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ہر ایک کی بابت آخری فیصلہ فرمادیا ہے، اب کوئی کچھ نہیں کرسکتا، ان کا یہ جواب سُن کر وہ دوزخ کے محافظ فرشتوں سے کہیں گے کہ تم ہی ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو کہ ایک دن تو ہمارے عذاب میں کچھ کمی ہوجائے تاکہ کسی قدر آرام سے سانس لے سکیں، فرشتے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے، وہ کہیں گے پیغمبر تو آئے تھے۔

انہوں نے ہمیں اچھی اور بُری بات بتادی تھی، مگر یہ ہماری بدبختی تھی کہ ہم نے ان کی آواز پر لبیک نہ کہا اور کفر وشرک اور گناہوں میں پڑے رہے، فرشتے کہیں گے، اور چیختے چلاتے رہو مگر تمہاری کوئی بات نہیں سنی جائے گی، کافروں کی پکار کا گمراہی یعنی ناکامی کے سوا کچھ نتیجہ نہیں نکلے گا، ان کے مسلسل چیخنے چلانے پر بھی عذاب میں کمی نہیں ہوگی۔

"سورۃ المؤمنون" میں بھی آیا ہے کہ مجرم لوگ کہیں گے کہ پروردگار! ہماری کم بختی ہم پر غالب آگئی اور ہم راستے سے بھٹک گئے جس کی وجہ سے ہمیں دوزخ کا منہ دیکھنا پڑا، پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض کریں گے کہ ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نکال لے، ہم آئندہ نافرمانی نہیں کریں گے، مگر وہاں سے جواب آئے گا: دوزخ میں ذلت کیساتھ پڑے رہو اور مجھ سے کلام بھی نہ کرو، میں تمہاری کوئی بات سننے کیلئے تیار نہیں (سورۃ المؤمنون آیت: ۱۰۸)، مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ: مجرم لوگ ہزار سال تک اللہ رب العزت کی بارگاہ میں چیختے چلاتے رہیں گے مگر اتنے عرصہ کے بعد یہ جواب آئے گا کہ مجھ سے بات بھی نہ کرو اور ذلیل وخوار ہوکر دوزخ میں پڑے رہو۔

اٹل قاعدہ

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا
تحقیق ہم البتہ مدد کرتے ہیں پیغمبروں اپنے کی اور ان کی جو ایمان لائے میں زندگی دنیا کی

وَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ
اور جس دن کھڑے ہوں گے گواہ (۵۱) جس دن نہ نفع دے گا ظلم کرنے والوں کو

مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَ لَقَدْ
معافی مانگنا ان کا اور واسطے انکے پھٹکار ہے اور واسطے انکے برا گھر ہے (۵۲) اور البتہ تحقیق

اٰتَیْنَا مُوْسَی الْهُدٰی وَ اَوْرَثْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾
دی ہم نے موسیٰ کو ہدایت اور وارث کیا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا (۵۳)

هُدًی وَّ ذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾
جو ہدایت اور نصیحت تھی واسطے عقل والوں کے (۵۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ ہم اپنے پیغمبروں اور ایمان والوں کی مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگانی میں اور جب گواہ کھڑے ہوں گے۔(۵۱) جس دن ظالموں کے ان کے بہانے کام نہ آئیں گے اور ان کیلئے پھٹکار ہے اور ان کیلئے برا گھر ہے۔(۵۲) اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت عطاء کی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث کیا۔(۵۳) جو عقل مندوں کیلئے ہدایت اور نصیحت تھی۔(۵۴)

تفسیر

یہ وہ ارشادات ہیں جن سے عرب کے سرکشوں کے اور ان سب کے جو ان کے بعد انہی کی سی چال چلیں کان کھولنے مقصود ہیں، ان میں کوئی لگی لپٹی بات نہیں اور سیدھا بیان ہے، سمجھانا یہ ہے کہ انسان کو غلط راستے سے

ہٹانے اور سیدھے راستے پر ڈالنے کیلئے وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ کے پیغمبر آئے اور انہیں جو سمجھانا تھا اچھی طرح سمجھایا، اسی طرح یہ آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آئے، اس سلسلہ میں ایک اٹل قاعدہ سُن لو اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنے پیغمبر کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی ضرور بالضرور مدد کریں گے۔

عارضی طور پر اگر ان کے مخالف غالب نظر آئیں تو اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے، انجام کار دنیا میں بھی ہمارے پیغمبر اور ان کے ماننے والے ہی ہر طرح جیت میں رہیں گے اور ان کے مخالف پکڑے ہوئے آئیں گے اور ان کے خلاف گواہی دینے والے گواہ کھڑے ہوں گے، ہمارے حکموں سے منہ موڑنے والوں کا کوئی عذر یا بہانہ کام نہ دے گا، ہر طرف سے ان پر لعنت کی بوچھاڑ ہوگی اور ان کا ٹھکانہ بُرا ہوگا، سنو اور نصیحت حاصل کرو کہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت کی اور بنی اسرائیل کو ایک کتاب عنایت کی جس میں سمجھ داروں کیلئے ہدایت اور یاد دہانی دونوں موجود ہیں، لیکن انہوں نے سرکشی کی، پھر دیکھو! ان کا انجام اچھا نہ ہوا۔

پیغمبر کو تسلّی

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ سَبِّحْ
پس صبر کریں آپ | تحقیق | وعدہ | اللہ کا | سچا ہے | اور | بخشش مانگتے رہیں | واسطے گناہوں اپنے کے | اور تسبیح کرتے رہیں

بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ
ساتھ خوبی | رب اپنے کی | شام | اور | صبح | (۵۵) | تحقیق | جو لوگ | جھگڑا ڈالتے ہیں

فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا
میں | آیتوں | اللہ کی | بغیر | سند کے | جو آئی ہو ان تک | نہیں | میں | سینوں ان کے | مگر

كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ
بڑائی | نہیں | وہ | پہنچنے والے اس تک | پس آپ پناہ مانگیں | اللہ سے | تحقیق | وہ ہے | سننے والا

الْبَصِيْرُ ۝۵۶ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ
دیکھنے والا (۵۶) البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا زیادہ بڑا کام ہے سے پیدا کرنا لوگوں کا

وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۷ وَ مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى
اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۵۷) اور نہیں برابر ہوتے اندھا

وَ الْبَصِيْرُ ۙ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ لَا الْمُسِيْٓءُ ؕ
اور دیکھنے والا اور جو لوگ ایمان لائے اور کئے انہوں نے کام نیک اور نہ بدکار

قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۵۸ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا
بہت کم جو نصیحت حاصل کرتے ہیں (۵۸) تحقیق وہ گھڑی البتہ آنے والی ہے نہیں شک میں اس

وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۹
اور لیکن بہت سے لوگ نہیں ایمان لائے (۵۹)

بامحاورہ ترجمہ: آپ صبر کریں بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور صبح و شام اپنے رب کی تسبیح کریں۔ (۵۵) یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی باتوں میں جھگڑتے ہیں بغیر کسی سند کے جو انہیں پہنچی ہو اور کوئی بات نہیں فقط ان کے دل میں بڑائی ہے جس تک یہ کبھی نہیں پہنچیں گے (یعنی: اس بڑائی کو پانے میں کامیاب نہیں ہوں گے) سو! آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں بیشک وہ سنتا ہے دیکھتا ہے۔ (۵۶) البتہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے بنانے سے بڑا ہے، لیکن بہت سے لوگ نہیں سمجھتے۔ (۵۷) اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں اور نہ ایماندار جو بھلے کام کرتے ہیں اور بدکار (برابر ہیں) بہت کم لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ (۵۸) تحقیق قیامت آنی ہے، اس میں دھوکہ نہیں، لیکن بہت سے لوگ نہیں مانتے۔ (۵۹)

تفسیر

ارشاد ہو رہا ہے کہ: ہم نے دنیا میں انسان کو سیدھا راستہ دکھانے کیلئے اپنے پیغمبر دنیا میں وقتاً فوقتاً بھیجے اور

اے مکہ والو! اور اس کے آس پاس والو اور اے تمام دنیا کے انسانو! اچھی طرح سُن لو کہ محمد ﷺ انہی کے سلسلہ کی آخری کڑی ہیں، اپنے پیغمبروں کیساتھ جو ہمارا معاملہ رہا ہے وہی ان کیساتھ بھی رہے گا، جیسے پہلے پیغمبروں کی اوران کے ماننے والوں کی ہم نے مدد کی اسی طرح محمد ﷺ کی اوران کے ماننے والوں کی ہم دنیا اور آخرت میں مدد کریں گے؛ اس لئے اے محمد! آپ ان کی شرارتوں اور تکلیفوں پر صبر کریں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، آپ ہردم توبہ واستغفار کرو اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تعریف وپاکی بیان کروتا کہ آپ کے ماننے والے آپ کو دیکھ کر یہی طریقہ اختیار کریں، رہے یہ لوگ جواللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں اوران پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہیں، ان کے ایسا کرنے کی کوئی معقول وجہ ان کے پاس نہیں وہ اپنے اس طور طریقہ کی کوئی دلیل پیش نہیں کرسکتے، ان پر فقط یہ بھوت سوار ہے کہ ہم بڑے بن کر رہیں، سو یہ بڑائی انہیں کبھی نصیب نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے، ان کافروں کو بہت جلد سزا ملنے والی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ زمین وآسمان کا پیدا کرنا انسان کے پیدا کرنے سے کہیں زیادہ بڑا کام ہے، جس نے یہ سب کچھ پیدا کردیا اس کے نزدیک انسان کا بنانا اور مٹا کر پھر بنانا کوئی مشکل نہیں، لیکن اکثر لوگ اتنی صاف بات بھی نہیں سمجھتے اوراسی لئے قیامت کو بھول بیٹھے ہیں، کیا یہ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں، ایسے ہی ایمان لاکر اچھا کام کرنے والا اور بدکار آدمی دونوں ایک جیسے نہیں ہوسکتے، تم سوچتے بہت کم ہو، ورنہ صاف معلوم ہوجائے کہ دونوں کو اپنے اپنے کاموں کا بدلہ ملنا ضروری ہے اس لئے قیامت ضرور آکر رہے گی، لیکن اکثر لوگ اپنے ہی خیالات میں مگن ہیں اوراللہ تعالیٰ کی قدرت اور قیامت کا یقین نہیں کرتے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ: آپ اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں، یہاں پر گناہ سے مراد عام لوگوں کا گناہ نہیں بلکہ پیغمبر کی معمولی لغزش مراد ہے کہ آپ اس پر بھی استغفار کریں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ
اور فرمایا رب آپ کے نے پکارو مجھے قبول کروں گا میں واسطے تمہارے تحقیق جو لوگ

ع ۱۰ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿٦٠﴾
تکبر کرتے ہیں سے بندگی میری عنقریب داخل ہوں گے میں دوزخ ذلیل وخوار ہو کر (۶۰)

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ
اللہ وہ ہے جس نے بنائی واسطے تمہارے رات تا کہ آرام کرو میں اس اور دن بنایا

مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ
روشن تحقیق اللہ البتہ والا فضل پر لوگوں کے اور لیکن بہت سے

النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦١﴾
لوگ نہیں شکر کرتے (۶۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا، بیشک جو لوگ میری بندگی سے تکبر کرتے ہیں عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے ذلیل وخوار ہو کر۔(۶۰) اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے واسطے رات کو بنایا تا کہ اس میں چین پکڑو اور دن بنایا دیکھنے کیلئے، اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن بہت سے لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔(۶۱)

تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان لیا تو اس کا حکم بجالاؤ، سنو اس کا حکم ہے کہ چونکہ بندہ کا کام بندگی کرنا ہے؛ اس لئے فقط میری بندگی کرو اور جو مانگنا ہو مجھ سے مانگو، کیونکہ اپنے رب سے

عاجزی کیساتھ مانگتے رہنے کا نام ہی بندگی ہے؛ اس لئے مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو سنوں گا اور اپنی حکمت کے مطابق سب کو دوں گا پھر یہ بھی سن لو کہ! جنہوں نے میری بندگی نہ کی اور میرے سامنے عاجزی سے نہ جھکے وہ سرکش بندے ہیں، وہ اپنے آپ ہی کو بڑا سمجھتے ہیں، ان کی سزا یہ ہے کہ وہ آخرت میں دوزخ میں داخل ہوں گے اور ذلت پھٹکار ان کے گلے کا ہار ہوگی، اللہ تعالیٰ نے رات تمہارے آرام کیلئے بنائی اور دن کو کام کاج کیلئے روشن کر دیا، اتنی بڑی مہربانی پر بھی اکثر لوگ اس کا حق نہیں مانتے اور اس کا شکرادا نہیں کرتے۔

"پیغمبر ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ: دعا عبادت کا مغز ہے، آپ کا یہ بھی فرمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا سے زیادہ کوئی چیز عزت والی نہیں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے، "ترمذی شریف" میں یہ روایت بھی آتی ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ: دعاء ہی عین عبادت ہے اور پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی" وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ "............الخ

ہر دعاء عبادت ہے اور ہر عبادت دعاء ہے، وجہ یہ ہے کہ عبادت نام ہے کسی کے سامنے انتہائی عاجزی اختیار کرنے کا، اور ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو کسی کا محتاج سمجھ کر اس کے سامنے سوال کیلئے ہاتھ پھیلانا بڑی عاجزی ہے، حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: جو شخص میری حمد و ثناء میں اتنا مشغول ہو کہ اپنی حاجت مانگنے کی بھی اسے فرصت نہ ملے، میں اس کو مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا، یعنی: اس کی حاجت پوری کر دوں گا (رواہ الجزری فی النہایہ) اور "ترمذی و مسلم" کی روایت میں یہ الفاظ ہیں، جو قرآن مجید کی تلاوت میں اتنا مشغول ہو کہ مجھ سے اپنی حاجات مانگنے کی بھی اسے فرصت نہ ملے تو میں اس کو مانگنے والوں سے بھی زیادہ دوں گا، اس سے معلوم ہوا کہ ہر عبادت بھی وہی فائدہ دیتی ہے جو دعاء کا فائدہ ہے۔

۞..... حدیث: پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ سوال اور حاجت طلبی کو پسند فرماتا ہے اور سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ سختی کے وقت آدمی فراخی کا انتظار کرے۔

❁..... **حدیث:** پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ: دعاء سے عاجز نہ ہو، کیونکہ دعا کیساتھ کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔

(ابن حبان، حاکم عن انس رضی اللہ عنہ)

❁..... **حدیث:** پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ: دعاء مؤمن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور آسمان و زمین کا نور ہے۔ (حاکم فی المستدرک عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

❁..... **حدیث:** پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جس شخص کیلئے دعاء کے دروازے کھول دیئے گئے اس کے واسطے رحمت کے دروازے کھل گئے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی دعاء اس سے زیادہ محبوب نہیں مانگی گئی کہ انسان اس سے عافیت کا سوال کرے۔ (ترمذی، حاکم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ)

جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا۔ :غور کیجئے کہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے جانداروں کیلئے فطری طور پر نیند کا ایک معین وقت کر دیا اور اس وقت کو اندھیرا کر کے نیند کیلئے مناسب کر دیا اور سب کی طبیعت و فطرت میں رکھ دیا کہ اسی وقت یعنی رات کو نیند آتی ہے، ورنہ جس طرح انسان اپنے کاروبار کیلئے اپنی اپنی طبیعت و سہولت کے لحاظ سے وقت مقرر کرتا ہے، اگر نیند بھی اسی طرح اس کے اختیار میں ہوتی اور ہر انسان اپنی نیند کا پروگرام مختلف وقت میں بنایا کرتا تو نہ سونے والوں کو نیند کی لذت وراحت ملتی، نہ جاگنے والوں کے کام کا نظم درست ہوتا، کیونکہ انسانوں کی حاجتیں ایک دوسرے سے متعلق ہوتی ہیں، اگر نیند کے وقت مختلف ہوتے تو جاگنے والوں کے وہ کام ادھورے ہو جاتے جو سونے والوں سے متعلق ہیں اور سونے والوں کے وہ کام خراب ہو جاتے جن کا تعلق جاگنے والوں سے ہے اور صرف انسانوں کی نیند کا وقت معین ہوتا جانوروں کی نیند کے وقت دوسرے ہوتے تو بھی انسانی کاموں کا نظام خراب ہو جاتا۔

احکام ومسائل

مسئلہ:..... کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعاء مانگنا حرام ہے، وہ دعاء اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول بھی نہیں ہوتی۔ (کمافی الحدیث عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ کو پہچانو

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وقف لازم

یہ ہے | اللہ | رب تمہارا | پیدا کرنے والا | ہر | چیز کا | نہیں کوئی معبود | سوا | اسکے

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٢﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

پس کہاں | الٹے جارہے ہو (۶۲) | مانند اس کے | الٹے چلتے ہیں | جولوگ | ہیں | ساتھ آیتوں | اللہ کی

يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ

انکار کرتے (۶۳) | اللہ | وہ ہے جس نے | بنایا | لئے تمہارے | زمین کو | ٹھہرنے کی جگہ | اور

السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ

آسمان کو | چھت | اور | صورت دی تمہیں | پس اچھی بنائیں | صورتیں تمہاری | اور | رزق دیا تم کو

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ

سے | پاکیزہ چیزوں

بامحاورہ ترجمہ:۔ یہ اللہ تعالیٰ ہے تمہارا رب ہر چیز بنانے والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔(۶۲) اسی طرح وہ لوگ پھرے جاتے ہیں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی باتوں سے منکر ہوتے رہتے ہیں۔(۶۳) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت اور تمہاری صورت بنائی تو تمہاری اچھی صورتیں بنائیں اور تم کو روزی دی پاکیزہ چیزوں سے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جس نے رات تمہارے آرام کیلئے بنائی اور دن کام کیلئے، اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے برابر کا کوئی نہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، کیونکہ کوئی اور اس کے جیسا ہے ہی نہیں، پھر تم سیدھی

راہ سے پھر کر الٹے کہاں جارہے ہو، کیا تمہاری عقل ٹھکانے نہیں، تم یہ تو سوچو کہ اللہ تعالیٰ سے بچ کر جاؤ گے کہاں؟ تمہارے جیسی بیوقوفی تم سے پہلے لوگ بھی کرتے رہے ہیں، ان کی عقل نے انہیں بتایا کہ سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، کیونکہ اس کی قدرت کی نشانیاں ہر طرف پھیلی پڑی ہیں، لیکن وہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی انکار کرنے لگے اور دنیا میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی طرف سے منہ پھیر لیا، آخر تباہ ہوئے، تم ان جیسے مت بنو، اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے رہنے سہنے کی جگہ بنایا اور اوپر آسمان کی بلند چھت بنادی، پھر تمہیں شکلیں عطاء کیں اور وہ شکلیں ان سب شکلوں سے بہتر تھیں جو اور جانوروں کو عطاء ہوئیں، پھر تمہیں صاف ستھری چیزیں برتنے کو دیں۔

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ: انسان کی صورت کو اللہ تعالیٰ نے سب جانوروں سے زیادہ بہتر بنایا ہے، اس کو سوچنے سمجھنے کیلئے عقل عطاء فرمائی، اس کے ہاتھ پاؤں ایسے بنائے کہ ان سے طرح طرح کی چیزیں بنا کر اپنی راحت کے سامان پیدا کر لیتا ہے، اس کا کھانا پینا بھی عام جانوروں سے الگ ہے، جانوروں میں کوئی گوشت کھاتا ہے، کوئی گھاس اور پتے، بخلاف انسان کے کہ یہ اپنے کھانے کو مختلف قسم کی چیزوں، پھلوں، ترکاریوں، گوشت اور مصالحہ جات سے لذیذ بنا کر کھاتا ہے، ایک ایک پھل سے طرح کے کھانے اور اچار، مربے، چٹنی تیار کرتا ہے۔

سمجھو! اللہ تعالیٰ کو

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ

یہ ہے اللہ رب تمہارا پس برکت والا ہے اللہ رب سارے جہانوں کا (۶۴) وہی ہے زندہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ

نہیں کوئی معبود سوا اس کے پس پکارو اس کو خالص کر کے واسطے اسکے بندگی سب خوبی

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ

واسطے اللہ کے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا (۶۵) آپ کہہ دیں تحقیق میں منع کیا گیا ہوں کہ پوجوں میں انہیں جنہیں

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ٘
پکارتے ہوتم سوا اللہ کے جب آگئیں پاس میرے صاف نشانیاں طرف سے رب میرے کے

وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۶﴾
اور حکم دیا گیا میں کہ فرمانبردار رہوں واسطے رب جہانوں کے (۶۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ وہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب سو بڑی برکت والا ہے، اللہ تعالیٰ سارے جہان کا رب ہے۔ (۶۴) وہ ہے زندہ رہنے والا، اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، خالص اسی کی بندگی کر کے اسے پکارو، سب خوبی اللہ تعالیٰ کی ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ (۶۵) آپ کہہ دیں! مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ انہیں پوجوں جنہیں تم پکارتے ہو، سوا اللہ تعالیٰ کے، جب کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے کھلی نشانیاں پہنچ چکیں اور مجھے حکم ہوا کہ تابع رہوں جہان کے پروردگار کا۔ (۶۶)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جس نے یہ سب چیزیں تمہیں دیں وہی تو اللہ تعالیٰ ہے جو تمہاری پرورش کرتا ہے، اس کا اقرار کرنے سے تمہیں انکار کیوں ہے؟ آخر یہ تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا کہ اور کوئی کچھ دینے والا نہیں، اس کے حکم اور اسی کی رحمت سے ہوا جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا، سارا جہان اسی نے بنایا اور وہی اسے پالتا ہے اور یہ ترتیب اسی کی رحمت کی وجہ سے ہے جو ایک سمندر ہے، جو ہمیشہ چڑھتا اور بڑھتا رہتا ہے کبھی گھٹتا نہیں، اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اصل معنیٰ میں زندہ ہے، اس کے برابر کا کوئی نہیں، عبادت اسی کی کرو اور خالص نیت سے اس کی طرف متوجہ ہو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، خوبی ساری اسی جہان کے پالنے والے اللہ تعالیٰ میں ہے اور کسی میں کوئی خوبی نہیں مگر اس کی عطاء کی ہوئی۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ: یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار جس نے تمہارے لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا، تمہیں بہتر صورت میں پیدا کیا اور پھر پاکیزہ چیزوں میں سے روزی پہنچائی، پس بڑی

برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، حقیقت میں وہی زندہ ہے اور دوسروں کو زندگی بخشنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ جس کی عبادت کی جائے، لہٰذا اپنی مشکلوں اور حاجتوں میں اُسی کو پکارو اس حال میں کہ خالص اسی کیلئے اطاعت کرنے والے ہو، اس کی عبادت میں شرک اور ریا کی ملاوٹ نہ کرو، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، وہی تمام کمالات اور خوبیوں کا مالک ہے اور وہی ہر قسم کی عبادت کا حقدار ہے۔

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ مجھے تو منع کر دیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، خاص طور پر جبکہ میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس واضح نشانیاں اور دلیلیں بھی آ چکی ہیں، لہٰذا میں تو اللہ تعالیٰ کو پکارنے میں کسی کو اس کا شریک نہیں بنا سکتا، مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ تمام جہانوں کے پروردگار کا ہی فرمانبردار رہوں، پوری عقیدت کیساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کروں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہیں سے مٹی پھر سے بوند پانی پھر سے

عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ

خون جمے ہوئے پھر نکالتا ہے تمہیں بچہ پھر تاکہ تم پہنچو جوانی اپنی کو پھر

لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْٓا

تاکہ ہو جاؤ تم بوڑھے اور میں سے تم وہ ہے جو وفات دیا جاتا ہے سے پہلے اور تاکہ پہنچو تم

اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِیْ يُحْیٖ وَ

ایک مدت مقررہ تک اور تاکہ تم دھیان کرو (٦٧) وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور

يُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع ۸ ۱۲

مارتا ہے پس جب حکم کرے کسی کام کا پس اتنا ہی کہتا ہے اسے ہوجا پس ہوجاتا ہے وہ (۶۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں بنایا مٹی سے، پھر پانی کی بوند سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر تم کو نکالتا ہے بچہ، پھر مہلت دیتا ہے جب تک کہ پہنچو تم اپنی جوانی کو پھر جب تک کہ بوڑھے ہوجاؤ اور کوئی تم میں ایسا ہے کہ اس سے پہلے ہی مرجاتا ہے، اور مہلت دیتا ہے جب تک کہ پہنچو لکھے ہوئے وعدے کو اور تاکہ تم سوچو۔ (۶۷) وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پھر جب کسی کام کا حکم کرے تو اسے یہی کہتا ہے "ہوجا" تو وہ ہوجاتا ہے۔ (۶۸)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ ہی نے آدمی کو مٹی سے بنایا، پھر وہ مٹی نطفہ میں تبدیل ہوگئی، پھر وہ نطفہ خون کا لوتھڑا بن گیا، پھر وہ ماں کے پیٹ سے بچہ بن کر نکلا، پھر رفتہ رفتہ بڑھ کر طاقتور جوان ہوا، پھر بڑھتے بڑھتے بوڑھا ہوگیا، ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو بڑھاپے تک پہنچنے سے پہلے ہی مرجاتے ہیں، جو بچا وہ ایک مقررہ عمر تک پہنچ جاتا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں، عقل سے کام لو تو ان نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہو، پیدائش کے یہ مرحلے رکھے ہی اس لئے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل سے ان میں غور کرو اور اللہ تعالیٰ کو پہچانو، پھر اس کی قدرت کی یہ بھی نشانی ہے کہ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اس کے نزدیک یہ کوئی مشکل کام نہیں، جب فیصلہ فرمالیتا ہے کہ کوئی کام ہونا چاہئے تو بس اسے اتنا کہہ دیتا ہے کہ "ہوجا" اور وہ ہوجاتا ہے۔

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ: کہ تم میں سے بعض جوانی کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہوجاتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ بعض بچے تو پیدا ہی مردہ حالت میں ہوتے ہیں، بعض ایک دو سانس لیکر اور بعض ایک دو دن میں ختم ہوجاتے ہیں، بعض کی عمر اللہ تعالیٰ مہینوں اور سالوں تک دراز کرتا ہے اور بعض کو جوانی میں اپنے پاس بلالیتا ہے، ہر انسان کی عمر اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق مقرر ہوتی ہے، جسے پورا کرکے وہ اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔

اور تا کہ تم پورا کرو مقررہ مدت کو یعنی بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو لمبی عمر پاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ وقت تک زندہ رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی عمر ایک جیسی نہیں بنائی اور ہر ایک کیلئے جو مدت مقرر کی ہے وہ پوری کرتا ہے اور پھر مقررہ وقت پر فوت ہو جاتا ہے۔

جھگڑنے والوں کا انجام

مقاتقہ ۱۲ عند المتاخرین ۱۲

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾

کیا نہیں دیکھا آپ نے طرف ان لوگوں کے جو ے نکالتے ہیں میں آیتوں اللہ کی کہاں پھیرے جا رہے ہو (۶۹)

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڜ فَسَوْفَ

وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا اس کتاب کو اور اسکو کہ دیکر بھیجا ہم نے اسے پیغمبروں اپنے کو اور آگے چل کر

يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾

وہ جان جائینگے (۷۰) جب پڑینگے طوق میں گردنوں ان کی اور زنجیریں کھینچے جائینگے وہ (۷۱)

فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

میں کھولتے پانی پھر میں آگ جھونک دیے جائینگے وہ (۷۲)

با محاورہ ترجمہ:۔ کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی باتوں میں جھگڑتے ہیں، کہاں پھیرے جاتے ہیں؟ (۶۹) وہ لوگ جنہوں نے اس کتاب کو جھٹلایا اور اس کو جو ہم نے اپنے پیغمبروں کے ہاتھ بھیجا، سو! آخر وہ جان لیں گے۔ (۷۰) جب ان کی گردنوں میں طوق پڑیں گے اور زنجیروں سے گھسیٹے جائیں گے۔ (۷۱) کھولتے ہوئے پانی میں، پھر انہیں آگ میں جھونکا جائے گا۔ (۷۲)

تفسیر

دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں جن پر آدمی للچائی ہوئی نظریں ڈالتا ہے اور پھر ان پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، آپس میں کشمکش شروع ہوتی ہے اور جاری رہتی ہے یہاں تک کہ موت آجاتی ہے، ارشاد ہے کہ: ان لوگوں کو

دیکھنا جو ساری آیتوں کو سن کر ان میں سے نکالتے ہیں اور جو ہدایتیں ہم نے پیغمبروں کے ہاتھ ان کے پاس بھیجی ہیں ان کی ذرہ پرواہ نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کو دی جانے والی چیز میں دین، شریعت، احکام اور معجزات شامل ہیں، کافر اور مشرکوں نے ان سب چیزوں کو جھٹلایا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کو عنقریب پتہ چل جائے گا کہ یہ کس قدر غلطی میں مبتلا تھے، ان کو خبردار کیا جارہا ہے کہ دنیا میں احتیاط سے چلو اور ان قاعدوں کی پابندی کرو جو ہم نے اپنے پیغمبروں کے ہاتھ وقتاً فوقتاً تمہارے پاس بھیجے ہیں اور جن کا خلاصہ قرآن مجید میں ہمیشہ کیلئے درج کیا گیا ورنہ یاد رکھو اس سرکشی کا نتیجہ تمہیں آگے چل کر معلوم ہوگا، اے منکرو! تمہاری گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے اور ان میں زنجیریں پڑی ہوں گی جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوں گی اور وہ انہیں ابلتے ہوئے پانی میں سے گھسیٹتے ہوئے لے جائیں گے، پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔

دوزخیوں سے سوال

ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

پھر کہا جائے گا سے ان کہاں ہیں جنہیں تھے تم شریک ٹھہراتے (۷۳) سوا اللہ کے

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ؕ

کہیں گے وہ تو گم ہوگئے پاس ہمارے سے بلکہ نہ تھے ہم پکارتے سے پہلے کسی چیز کو

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ

مانند اس کے گمراہ کر دیتا ہے اللہ کافروں کو (۷۴) یہ بدلہ اسکا ہے جو تھے تم خوشی مناتے

فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْۤا

میں زمین بغیر حق کے اور بدلہ اسکا کہ تھے تم اکڑتے پھرتے (۷۵) داخل ہو جاؤ

اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾

دروازوں دوزخ کے ہمیشہ رہنے کیلئے میں اس پس برا ہے ٹھکانا بڑا بننے والوں کا (۷۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پھر ان سے کہا جائے گا، کہاں گئے وہ جنہیں تم شریک بتلایا کرتے تھے۔(۷۳) اللہ تعالیٰ کے سوا؟ کہیں گے، وہ تو ہم سے گم ہوگئے بلکہ ہم تو کسی چیز کو پہلے پکارتے ہی نہ تھے، اس طرح اللہ تعالیٰ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔(۷۴) یہ اس کا بدلہ ہے جو تم زمین میں ناحق اتراتے پھرتے تھے اور اس کو جو تم اکڑتے تھے۔(۷۵) (کہا جائیگا) داخل ہو جاؤ دوزخ کے دروازوں میں، اس میں ہمیشہ رہنے کو، سو کیا بُرا ٹھکانا ہے غرور کرنے والوں کا۔(۷۶)

تفسیر

دوزخیوں سے کہا جائے گا کہ آج کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا؟ جن کو حاجت روا اور مشکل کشاء سمجھتے تھے اور ان کو نذر و نیاز پیش کرتے تھے، بتلاؤ! آج وہ کہاں ہیں اور تمہاری مدد کیلئے کیوں نہیں آتے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہمارے معبود تو آج ہم سے گم ہوگئے، کہیں نظر نہیں آتے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اتنی ڈانٹ ڈپٹ کیساتھ سوال ہوگا کہ وہ سامنے نہیں آسکیں گے، مجرم کہیں گے کہ وہ تو آج بھاگ گئے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے، مطلب یہ کہ جن خداؤں پر ہم بھروسہ کئے بیٹھے تھے آج پتہ چلا کہ ان کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں، دراصل ہم کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے، ہم نے ان کو بلاوجہ سفارشی یا مختار سمجھ رکھا تھا اور امید رکھتے تھے کہ یہ ہمیں مشکل وقت میں چھڑا لیں گے، مگر آج تو وہ ہم سے گم ہوگئے ہیں اور ہمارے کسی کام نہیں آسکتے، دنیا میں یہ ہماری سخت بھول تھی، اس وقت یہ لوگ اپنی غلطی کو مان لیں گے، اس وقت اپنی غلطی کو مان کچھ فائدہ نہ دے گا، اسی طرح دنیا میں اللہ تعالیٰ کافروں کو گمراہ کرتا ہے، ان کی نیت اور ارادے اچھے نہیں ہوتے، ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں، تکبر اور غرور میں مبتلا ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے انہیں دنیا میں سیدھا راستہ نصیب نہیں ہوتا اور وہ زندگی بھر بھٹکتے رہتے ہیں، پھر کہا جائے گا کہ دنیا میں خوش ہونے اور اکڑ کر چلنے کا نتیجہ یہ ہے کہ جاؤ دوزخ میں اور ہمیشہ اسی میں رہو، بُرا ٹھکانا ہے غرور کرنے والوں کا۔

پیغمبر کو تسلی

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ
پس صبر کریں تحقیق وعدہ اللہ کا سچا ہے پس یا تو دکھادیں ہم آپ کو کچھ وہ جس کا

نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا
ہم وعدہ کرتے ہیں یا آپ کو وفات دینگے ہم پس طرف ہماری ہی لوٹائے جائینگے وہ (۷۷) اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے

رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ
پیغمبر سے پہلے میں سے ان وہ ہیں جنکا قصہ بیان کیا ہم نے پر آپ اور میں سے ان

مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ
جن کا نہیں قصہ بیان کیا ہم نے پر آپ

بامحاورہ ترجمہ:۔ پس! آپ صبر کریں بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، پھر اگر ہم آپ کو دکھلا دیں کوئی وعدہ جو ہم ان سے کرتے ہیں یا آپ کو وفات دیدیں، ہر حالت میں وہ ہمارے پاس پھر آئیں گے۔(۷۷)اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے، بعض ان میں سے وہ ہیں کہ جن کا حال ہم نے آپ کو سنایا اور بعض ایسے ہیں کہ جن کا حال ہم نے آپ کو نہیں سنایا۔

تفسیر

ان آیتوں میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ: ان لوگوں کی ڈھٹائی کا جب یہ حال ہے کہ لاکھ سناؤ ایک نہیں سنتے تو اب آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں، آپ اپنا فرض ادا کر چکے، اب ان کے غم میں آپ اپنی جان ہلاک مت کریں، اب صبر کیساتھ انتظار کریں اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور جو کچھ اس نے کہہ دیا ہے ہو کر رہے گا، ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کچھ عذاب ان پر آپ کی زندگی ہی میں آجائے گا، لیکن اللہ

تعالیٰ کے حکم سے اگر آپ کی وفات بھی ہو جائے تو بھی ان کے عذاب میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، یہ اپنی نافرمانی کا بدلہ پا کر رہیں گے، بہر حال انہیں ہمیں سے واسطہ پڑنا ہے، جائیں گے کہاں؟ مر کر بھی ہمارے پاس ہی آئیں گے، یقیناً آپ سے پہلے بھی ہم نے پیغمبر دنیا میں بھیجے ہیں، ان میں سے بعض کا حال تو آپ کو قرآن مجید میں سنا دیا گیا ہے اور بعض کا نہیں سنایا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ایسے پیغمبر بھی ہوئے ہیں جن کا نام اور حال قرآن مجید میں نہیں بتایا گیا، بہر حال! جن کا نام بتایا گیا ہے ان کا پیغمبر ماننا تو قطعی فرض ہے اور باقیوں کا پیغمبر ماننا عموماً کافی ہے، نام لیکر ایمان لانا ضروری نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے انعامات

وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا

اور نہیں تھا کسی پیغمبر کے کہ آئے وہ ساتھ کسی نشانی کے مگر ساتھ حکم اللہ کے پس جب

جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۟ ع ۸ ۱۳

آیا حکم اللہ کا فیصلہ کر دیا گیا ساتھ انصاف کے اور گھاٹے میں رہے اس موقعہ پر جھٹلانے والے (۷۸)

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا

اللہ جس نے بنائے واسطے تمہارے چوپائے تاکہ سوار ہو تم پر ان اور میں سے ان

تَاْكُلُوْنَ ۟ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً

تم کھاتے ہو (۷۹) اور واسطے تمہارے میں ان فائدے ہیں اور تاکہ پہنچو تم پر ان حاجت

فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۟

میں سینوں تمہارے اور پر ان اور پر کشتیوں کے اٹھائے جاتے ہو تم (۸۰)

با محاورہ ترجمہ:۔ اور کسی پیغمبر کے بس میں نہ تھا کہ کوئی نشانی لیکر آتا مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے، پھر جب

اللہ تعالیٰ کا حکم آیا انصاف سے فیصلہ ہو گیا اور خسارے میں پڑے اس جگہ جھوٹے لوگ (باطل پرست)، اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے واسطے چوپائے بنادیئے تاکہ بعض پر تم سواری کرو اور بعض کا گوشت کھاؤ۔ (۷۹) اور ان میں تمہیں بہت فائدے ہیں اور تاکہ ان پر چڑھ کر کسی کام تک جو تمہارے جی میں ہو پہنچو، اور ان پر اور کشتیوں پر لدے پھرتے رہو۔ (۸۰)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: پیغمبر اپنی طرف سے جو چاہیں نہیں کر سکتے، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں، معجزہ دکھانا ان کے بس میں نہیں، صرف وہی معجزہ دکھا سکتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ اجازت دے، جو لوگ ان کی بات نہیں مانتے ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، جب اس کا حکم آتا ہے تو بالکل ٹھیک فیصلہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور ان کے ساتھی کامیاب ہوتے ہیں اور کافر و مشرک ناکام ہوتے ہیں، اس کے بعد ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ ہی نے تمہارے لئے چوپایوں کو بنایا، ان پر سوار ہو کر یا سامان لاد کر جہاں چاہے لے جاتے ہو اور بعض کا گوشت کھاتے ہو، اور بھی ان سے بہت سے فائدے تمہیں پہنچتے ہیں، ان کی ذریعے تمہاری بہت سی حاجتیں پوری ہوتی ہیں، خشکی میں ان پر اور سمندر میں کشتیوں پر سوار ہو کر جہاں جی چاہے جاتے ہو اور اپنے دلی ارادے پورے کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی نشانیاں

وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿٨١﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا

اور دکھاتا ہے تمہیں نشانیاں اپنی پس کونسی نشانیاں اللہ کی انکار کرو گے (۸۱) کیا پس نہیں سیر کی انہوں نے

فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

میں زمین پس دیکھتے کیسا ہوا انجام ان کا جو سے پہلے اُن

كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ

تھے وہ زیادہ سے ان اور زیادہ سخت قوت میں اور نشانیوں میں زمین کے پس نہ

اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

کام آیا سے ان جو تھے وہ کماتے (۸۲)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے پھر تم اپنے رب کی کونسی کونسی نشانیوں کا انکار کرو گے۔ (۸۱) کیا وہ ملک میں پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے ان سے پہلوں کا انجام کیسا ہوا، وہ ان سے طاقت میں زیادہ سخت تھے اور ان نشانیوں میں جو وہ زمین پر چھوڑ گئے، پھر ان کے کام نہ آیا جو وہ کماتے تھے۔ (۸۲)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، پھر بھی تم اسے نہیں پہچانتے، آخر تم اس کی کس کس نشانی کا انکار کرو گے، ذرا زمین میں چل پھر کر تو دیکھو تم سے پہلے یہاں کتنے لوگ آ کر بسے اور چلے گئے، انہوں نے کیا کام کئے اور ان کاموں کا انہیں کیا پھل ملا، وہ لوگ تم سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں بھی تم سے بڑھ کر تھے، انہوں نے بڑے بڑے مکان بنائے، پکی پکی عمارتیں تعمیر کیں اور زمین میں ہلچل مچا دی، لیکن کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی؛ اس لئے ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا، پھر نہ ان کی قوت انہیں بچا سکی اور نہ ان کی عمارتیں کچھ کام آئیں اور وہ سارے کے سارے ہلاک ہو گئے۔

سرکشی کا نتیجہ

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ

پس جب آئے پاس ان کے پیغمبران کے ساتھ کھلی نشانیوں کے اترانے لگے اس پر جو پاس تھا ان کے

مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾

سے علم اور گھیر لیا ان پر اس نے تھے ساتھ جس کے مذاق کرتے (۸۳)

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا
پس جب دیکھا انہوں نے عذاب ہمارا بولے ایمان لائے ہم پر اللہ جو ایک ہے اور انکار کیا ہم نے اسکا کہ

كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا
تھے ہم ساتھ اسکے جن کو شریک ٹھہراتے (۸۴) پس نہ ہوا کہ نفع دے ان کو ایمان ان کا جب

رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ
دیکھ لیا عذاب ہمارا دستور اللہ کا جو چلا آتا ہے میں بندوں اسکے اور خسارے میں پڑے

ع ۹ ۱۴

هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾
اس موقع پر کفر کرنے والے (۸۵)

با محاورہ ترجمہ:۔ پھر جب ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلی نشانیاں لیکر پہنچے تو اترانے لگے اس پر جو ان کے پاس علم تھا اور الٹ پڑی ان پر وہ چیز جس کا وہ مذاق کرتے تھے۔(۸۳) پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا، بولے ہم ایمان لائے اکیلے اللہ تعالیٰ پر اور چھوڑیں وہ چیزیں جنہیں شریک ٹھہراتے تھے۔(۸۴) ان کو ان کے ایمان نے فائدہ نہ دیا جس وقت ہمارا عذاب دیکھ چکے، یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں چلا آتا ہے اور خسارے میں پڑے اس جگہ کافر لوگ۔(۸۵)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: تم سے پہلے جو لوگ اس دنیا میں رہتے تھے ان کے حالات سے سبق لو، وہ تم سے زیادہ طاقتور اور مضبوط تھے، انہوں نے خیال کیا کہ ہم سے زیادہ اور کون طاقتور ہوسکتا ہے، گناہ اور نافرمانی پر تل گئے، ہم نے انہیں سمجھانے کیلئے انہی میں سے اپنے پیغمبر چُن کر بھیجے، انہوں نے ان کی بات نہ سنی اپنی ہی باتوں میں مگن رہے، کہنے لگے دنیا میں ہم نے اپنی کوششوں سے بہت کچھ معلوم کرلیا ہے اور دیکھ لو کیسی ترقی کی ہے اور لگے پیغمبروں کی باتوں کی ہنسی اڑانے، عذاب، ثواب، جنت، دوزخ، مرکر جینے، حساب کتاب اور قیامت سب کو من گھڑت بتایا، جب ہمارے عذاب نے انہیں آ پکڑا تو چلانے لگے کہ ہم تو ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، ہماری

توبہ ہے ہم اس کیساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، لیکن عذاب آنے کے بعد ایمان لانے اور توبہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے یہی قاعدہ مقرر کر رکھا ہے، جب عذاب آتا ہے تو نہ ماننے والے اور نافرمانی کرنے والے نقصان اٹھاتے ہیں۔

سورۃ المؤمن پر ایک نظر

اس سورۃ میں انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ قرآن میں شک مت کرو، یہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کیلئے اتارا ہے، اللہ تعالیٰ کی صفتوں کو یاد کرو، وہ زبردست سب کچھ جاننے والا، گناہوں کا بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا، نیز رحم کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اس کی باتوں میں سے وہی لوگ نکالتے ہیں جو اسے اور اس کی اعلیٰ صفتوں کو نہیں مانتے، اگر یہ دنیا میں خوشحال، مالدار اور عزت والے نظر آئیں تو اس سے دھوکہ مت کھاؤ، پیغمبروں کو جھٹلانے والے آخرکار سزا پا کر رہیں گے، پہلے لوگوں کے حال سے سبق حاصل کرو، انہوں نے پیغمبروں کو نہ مانا، ان کے ستانے میں لگے رہے اور اپنی غلط باتوں کے آگے ان کی باتوں کو کچھ نہ جانا، اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں بھی سزا دی اور وہ سزا بہت سخت تھی، پھر مرنے کے بعد وہ دوزخ میں جائیں گے جو اس سے زیادہ سخت ہوگی، اللہ تعالیٰ کے ایماندار فرمانبردار بندوں کیلئے دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی ہی بھلائی ہے، اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ان کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے رحمت والے سب کے حالات آپ جاننے والے ہیں انہیں اور ان کے گھر والوں کو دونوں جہانوں میں خوشیاں اور کامیابی نصیب فرما، انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا، بُرے کاموں سے دور رکھ، کیونکہ جو بُرے کاموں سے بچا وہ آپ کی رحمت کا حقدار ہوا اور یہی بڑی کامیابی ہے، اللہ تعالیٰ کے نہ ماننے والے آخرت میں بہت پچھتائیں گے اور اپنے آپ سے نفرت کرنے لگیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ: دنیا میں میں تمہاری سرکشی پر تم سے اس سے زیادہ نفرت کرتا تھا جتنی تم اپنے آپ سے اب کر رہے ہو، مگر تم خود تو کیا سمجھتے پیغمبروں کے سمجھانے سے بھی نہ سمجھے، وہ کہیں گے اے رب! اب ہم آپ کی قدرت کو اچھی طرح جان گئے ہیں اب ہمیں دنیا میں بھیج دے، ہم اچھے کام کر کے دکھائیں گے۔

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دنیا ہی میں پہچان لو ورنہ قیامت کے دن تمہارے لئے سوا دکھ درد کے کچھ نہیں، آگے فرعون کے حالات سے عبرت دلائی ہے، اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا بلکہ خود اس کے اپنے آدمی نے بھی جو خفیہ طور پر ایمان لے آیا تھا، خوب سمجھایا مگر وہ اپنی ہی کہتا گیا، کسی کی ایک نہ سنی، آخر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا، ایمان والے بچ گئے اور فرعون اور اس کے لوگ سمندر کی تہہ میں غرق ہوئے، مرنے کے بعد قیامت تک انہیں دوزخ روزانہ صبح وشام دکھائی جاتی رہے گی اور قیامت کے دن حکم ہوگا کہ جھونک دو ان سب کو دوزخ میں، آگے نافرمانوں کو بتایا گیا ہے کہ ہم دنیا اور آخرت میں اپنے پیغمبروں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد کریں گے اور جو انہیں نہ مانے گا وہ سخت سزا پائے گا، غلط باتوں پر اڑے رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے انجام کار بڑے گھاٹے میں رہیں گے۔

سورة حٰمٓ اَلسَّجْدَة

یہ سورۃ مکہ میں اتری، اس میں چھ رکوع اور ۵۴ آیتیں ہیں، اسی نام کی ایک سورۃ پہلے گزر چکی ہے دونوں فرق کرنے کیلئے اس کے شروع میں دو حروف "حٰمٓ" لگا دیئے گئے اور "حٰمٓ اَلسَّجْدَة" نام ہوا، اس کو "سورۃ فُصِّلَتْ" بھی کہتے ہیں، یہ ان سات سورتوں میں سے دوسری سورت ہے جو "حٰمٓ" سے شروع ہوتی ہیں اور سب ایک ہی جگہ جمع ہیں، اس میں بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ہے، یہ قرآن مجید عربی زبان میں اتارا گیا ہے تاکہ علم والے اس سے فائدہ اٹھائیں اور جو نہیں جانتے انہیں سمجھائیں؛ اس لئے کہ اس میں انسانوں کے واسطے خوشخبریاں اور ڈراوے دونوں موجود ہیں، جن کا تعلق انسان کے عقیدہ اور عمل دونوں سے ہے، اس قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسانوں کی طرف بھیجا ہے، اس میں آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے کہہ دو کہ تمہارا معبود فقط ایک اللہ تعالیٰ ہے، اسی سے اپنا تعلق قائم کرو اور اسی سے بخشش طلب کرو، جو لوگ اس کیساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں ان کا انجام بہت برا ہوگا، ان سے کہو کہ ضرورت مندوں کی مدد کیلئے زکوٰۃ دیا کریں اور یقین کریں کہ اس کا بدلہ انہیں آخرت میں پورا پورا ملے گا۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ، اس کے پیغمبر، کتاب اور آخرت پر ایمان لاکر نیک کام کریں گے وہ اس کی بدولت

ہمیشہ آرام کی زندگی بسر کریں گے، آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قوت کی نشانیاں پھیلی پڑی ہیں، ہر چیز اس کے حکم کے تابع ہے، اس کو اگر نہ مانو گے تو پھر وہی حشر ہوگا جو نہ ماننے والوں کا ہمیشہ ہوتا رہا ہے، ان میں عاد اور ثمود کا حال بڑا عبرتناک ہے، یہ دونوں قومیں اسی ملک عرب میں رہتی تھیں اور بُری طرح تباہ و برباد ہوئیں، ان میں سے صرف وہی بچے جو ایماندار اور پرہیزگار تھے، سُن لو کہ! اللہ تعالیٰ کے دشمن قیامت کے دن آگ میں ڈال دیئے جائیں گے، ان کے بُرے کاموں کی خود ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے، اس آگ سے جسے بچنا ہے دنیا ہی میں بچ لے اور بچنے کا ذریعہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق گزار دے، وہ حکم اس قرآن مجید میں موجود ہیں اور ان پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے سکھا دیا ہے، اب سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور ان کے سامنے اچھے کاموں کا نمونہ پیش کرے، اپنی عادتیں درست کرے، نیک کام اختیار کرے تاکہ اسے دیکھ کر دوسرے بھی ویسا ہی کریں، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ٹھکرا رہے ہیں ان سب کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، اچھے لوگوں کو بھی وہ خوب جانتا ہے اور میرے لوگوں کو بھی، وہ بُروں کو سزا اور اچھوں کو جزا دے گا۔

آیاتھا — ۵۴ | سُوْرَةُ حٰمٓ اَلسَّجْدَة مَكِّيَّةٌ | رکوعاتھا — ٦

(سورۃ حٰمٓ اَلسَّجْدَة مکی ہے، اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔)

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٢ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ

حٰمٓ (۱) اتارنا ہے سے طرف بڑے مہربان رحم والے کے (۲) ایک کتاب کھول دی گئی ہے

اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ③ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا
آیتیں جس کی قرآن عربی واسطے ان لوگوں کے جو جانتے ہیں (۳) خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ④ وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ
پس منہ پھیر لیا اکثر ان کے نے پس وہ نہیں سنتے (۴) اور کہا انہوں نے دل ہمارے میں

اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ وَ فِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَیْنِنَا
پردوں کے ہیں سے اس کہ بلاتے ہیں آپ ہمیں طرف اسکی اور میں کانوں ہمارے کے بوجھ ہے اور ہمارے درمیان

وَ بَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ⑤
اور درمیان آپ کے پردہ ہے پس کام کریں تحقیق ہم بھی کام کرتے ہیں (۵)

بامحاورہ ترجمہ: حٰمٓ۔(۱) بڑے مہربان رحم کرنے والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔(۲) ایک کتاب ہے کہ جس کی آیتیں جدا جدا کی ہیں، قرآن ہے عربی زبان میں سمجھ والوں کیلئے۔(۳) خوشخبری اور ڈر سنانے والی، منہ پھیر لیا ان میں سے اکثر نے، سو! وہ سنتے ہی نہیں۔(۴) اور کہتے ہیں ہمارے دل غلافوں میں ہیں، اس بات سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہیں اور ہمارے اور آپ کے بیچ میں پردہ ہے، سو! آپ اپنا کام کریں ہم اپنا کام کیے جا رہے ہیں۔(۵)

لفظی تحقیق: وَقْرٌ: بوجھ۔ یہاں اس سے مراد بہرا پن ہے۔ اَكِنَّةٍ: كِنَانٌ کی جمع ہے "كِنَان" غلاف کو کہتے ہیں۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ ہدایت نامہ یعنی قرآن مجید رحمت والے اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے، جس کی رحمت عام ہے اور انسانوں کیلئے اس کی شکل خاص طور پر اس ہدایت نامہ کے بھیجنے میں ظاہر ہوئی، یہ عربی زبان میں ہر ایک کے پڑھنے کی کتاب ہے، جس کی آیتیں لفظ اور معنیٰ دونوں کے لحاظ سے خوب کھلے ہوئے اور صاف ہیں، سمجھنے والے

اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے، اس میں خوشخبری ہے اور ڈراوا بھی ہے۔

یہ افسوس کی بات ہے کہ! ان میں سے اکثر اس طرف توجہ نہیں کرتے اور سنتے بھی نہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں؛ اس لئے جن باتوں کی طرف تم بلاتے ہو وہ ہم تک نہیں پہنچ سکتیں اور ہمارے کان ان کی طرف سے بہرے ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ پڑا ہے، بس تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں، ہم سے ایمان قبول کرنے کی امید نہ رکھئے، ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ کار کو نہ چھوڑیں گے۔

"مسند عبد بن حمید" میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن مکہ کے قریش نے جمع ہو کر آپس میں مشورہ کیا کہ جادو اور شعر و شاعری میں جو سب سے زیادہ ہوا سے لے کر اس شخص کے پاس چلیں، یعنی: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس، جس نے ہماری جماعت میں پھوٹ ڈالدی ہے اور ہمارے دین میں عیب نکالنا شروع کر دیئے ہیں، وہ اس سے مناظرہ کرے اور اسے ہرادے اور لاجواب کر دے، سب نے کہا کہ ایسا شخص تو ہم میں عتبہ بن ربیعہ کے سوا اور کوئی نہیں، چنانچہ یہ سب ملکر عتبہ کے پاس آئے اور اپنی متفقہ خواہش ظاہر کی، اس نے قوم کی بات رکھ لی، اور تیار ہو کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، آ کر کہنے لگا کہ اے محمد! یہ بتا تو اچھا ہے یا تیرا باپ عبداللہ؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا، اس نے دوسرا سوال کیا کہ اچھا جواب دے کہ تو اچھا ہے یا تیرا دادا عبدالمطلب؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر بھی خاموش رہے، وہ کہنے لگا سُن! اگر تو اپنے باپ دادوں کو اچھا سمجھتا ہے تب تو تجھے معلوم ہے کہ وہ انہی معبودوں کو پوجتے رہے جنہیں ہم سب پوجتے ہیں اور جن کے دین میں تو عیب نکالتا ہے اور اگر تو اپنے آپ کو ان سے بہتر سمجھتا ہے تو بات کر ہم بھی تیری بات سنیں، خدا کی قسم! دنیا میں کوئی انسان اپنی قوم کیلئے تجھ سے زیادہ نقصان دہ پیدا نہیں ہوا، تو نے ہماری قوم میں پھوٹ ڈالدی، تو نے ہمارے اتفاق کو بے اتفاقی میں بدل دیا، تو نے ہمارے دین کو عیب دار بتایا اور اس میں بُرائی نکالی، تو نے سارے عرب میں ہمیں بدنام اور رسوا کر دیا، آج ہر جگہ یہی بات ہو رہی ہے کہ قریشیوں میں ایک جادوگر ہے، اب تو یہی ایک بات باقی رہ گئی ہے کہ ہم آپس میں لڑ لیں، ایک دوسرے کے سامنے ہتھیار لگا کر آ جائیں اور یونہی لڑا بھڑا کر تو ہم سب کو ختم کر دینا چاہتا ہے، سُن! اگر تجھے مال کی خواہش ہے تو لے ہم سب مل کر تجھے اس قدر مالدار بنا دیتے ہیں کہ عرب میں تیرے

برابر کوئی اور مالدار نہ ہوگا اور اگر تجھے عورتوں کی خواہش ہے تو ہم میں سے جس کی بیٹی تجھے پسند ہو تو بتا ہم ایک چھوڑ تیری دس دس شادیاں کرا دیتے ہیں، یہ سب کچھ کہہ کر اب اس نے سانس لیا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب میری سنو! چنانچہ آپ نے "بسم اللہ" پڑھ کر اس سورت کی تلاوت شروع کی اور تقریباً ڈیڑھ رکوع "مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ" تک پڑھا، اتنا سُن کر عتبہ بول اٹھا، بس کیجئے! کیا تیرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اب یہ یہاں سے اٹھ کر چل دیا، قریش کا مجمع اس کا انتظار کر رہا تھا، انہوں نے دیکھتے ہی پوچھا کہو کیا بات رہی؟ عتبہ نے کہا سنو! تم سب ملکر جو کچھ اسے کہہ سکتے تھے میں نے اکیلے ہی وہ سب کچھ اسے کہہ ڈالا، انہوں نے کہا پھر اس نے کچھ جواب بھی دیا؟ عتبہ نے کہا: ہاں! جواب تو دیا لیکن بخدا! میں تو ایک حرف بھی اس کا سمجھ نہ سکا، البتہ اتنا سمجھا ہوں کہ انہوں نے ہم سب کو آسمانی عذاب سے ڈرایا ہے جو عذاب عاد کی قوم، ثمود کی قوم پر آیا تھا، انہوں نے کہا تجھے خدا کی مار ایک شخص عربی زبان میں جو تیری اپنی ہی زبان ہے تجھ سے کلام کر رہا ہے اور تو کہتا ہے کہ میں سمجھا ہی نہیں کہ اس نے کیا کہا، عتبہ نے جواب دیا کہ میں سچ کہتا ہوں عذاب کے ذکر کے بجائے میں کچھ نہیں سمجھا، امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس روایت کو لائے ہیں، اس میں یہ بھی ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی تو عتبہ نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ دیا اور آپ کو قسمیں دینے لگا اور رشتہ داری یاد دلانے لگا اور یہاں سے الٹے پاؤں واپس جا کر گھر بیٹھ رہا اور قریشیوں کی بیٹھک میں آنا جانا ترک کر دیا، اس پر ابوجہل نے کہا کہ قریشیو! میرا خیال تو یہ ہے کہ عتبہ بھی محمد کی طرف جھک گیا اور وہاں کے کھانے پینے میں للچا گیا، وہ تھا بھی حاجت مند، اچھا تم میرے ساتھ ہو لو میں اس کے پاس چلتا ہوں اسے ٹھیک کر لوں گا، وہاں جا کر اس نے کہا عتبہ! تم نے جو ہمارے پاس آنا جانا چھوڑ دیا اس کی وجہ صرف ایک ہی معلوم ہوتی ہے کہ تجھے اس کا دسترخوان پسند آ گیا اور تو بھی اس کی طرف جھک گیا ہے، حاجت مندی بُری چیز ہے، میرا خیال ہے کہ ہم آپس میں چندہ کر کے تیری حالت ٹھیک کر دیں تا کہ اس مصیبت اور ذلت سے تو چھوٹ جائے، اس نئے درکی اور نئے مذہب کی تجھے ضرورت نہ رہے، اس پر عتبہ بہت بگڑا اور کہنے لگا مجھے محمد سے کیا غرض ہے؟ قسم خدا کی! اب اس سے کبھی بات تک نہ کروں گا، اور تم میری نسبت ایسے ذلیل خیالات ظاہر کرتے ہو، حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ قریش میں مجھ سے

بڑھ کر کوئی مالدار نہیں، بات صرف یہ ہے کہ تم سب کے کہنے سے میں ان کے پاس گیا، سارا قصہ کہہ سنایا، بہت سی باتیں کہیں، میرے جواب میں پھر جو کلام انہوں نے پڑھا واللہ کی قسم! نہ تو وہ شعر تھا نہ جادو کا کلام تھا، وہ جب اس سورت کو پڑھتے ہوئے آیت "فَاِنْ اَعْرَضُوْا. الخ" تک پہنچے تو میں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور انہیں رشتے ناتے یاد دلانے لگا کہ رُک جاؤ! مجھے تو خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں اسی وقت ہم پر وہ عذاب نہ آ جائے اور یہ تم سب کو معلوم ہے کہ محمد جھوٹے نہیں۔

منکروں کا جواب

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ

آپ کہہ دیں بات یہی ہے کہ میں بھی آدمی ہوں تمہی جیسا وحی کی گئی ہے طرف میری اور کچھ نہیں معبود تمہارا معبود ہے

وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَ اسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَ وَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۶﴾

ایک ہی پس سیدھا رخ کرو طرف اسکی اور معافی مانگو اس سے اور خرابی ہے واسطے مشرکوں کے (۶)

الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾

جو نہیں دیتے زکوٰۃ اور وہ ساتھ آخرت کے ہیں وہی کفر کرنے والے (۷)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۠﴿۸﴾ ع ۸ ۱۵

تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے انہوں نے اچھے لئے انکے ثواب ہے نہ ختم ہونے والا (۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ آپ کہہ دیں! میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں، میری طرف وحی کی گئی ہے، تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، سو! سیدھے اس کی طرف چلو اور اس سے گناہوں کی معافی مانگو اور شرک کرنے والوں کیلئے خرابی ہے۔(۶) جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔(۷) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے، ان کیلئے ختم نہ ہونے والا ثواب ہے۔(۸)

تفسیر

ان آیتوں میں پیغمبر ﷺ سے کہا جارہا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ! میں تو تمہیں جیسا انسان ہوں، میری بات تو آسانی سے تمہاری سمجھ میں آجانی چاہئے، میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے حکم ملا ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی اس قابل نہیں کہ اس کی بندگی کی جائے، بس وہی ایک تمہارا معبود ہے؛ اس لئے سیدھے اسی کی طرف رخ کئے رہو اور کہو کہ اے اللہ! آپ ایک ہیں، ہماری غلطیاں اور گناہ بخش دے اور یہ بھی سُن رکھو کہ! ان لوگوں کی بڑی شامت آئے گی جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتے اور اس کے سوا عبادت میں اوروں کو شریک کرتے ہیں اور اپنے مال کا کچھ بھی حصہ اس کے بندوں کی مدد کیلئے نہیں نکالتے اور آخرت کا بھی یقین نہیں کرتے کہ جو لوگ ایمان لاکر نیک کام کریں گے ان کو ہمیشہ کا رہنے والا اجر ملے گا جو ختم ہونے کا نام ہی نہ لے گا، دنیا میں کسی درخت سے ایک مرتبہ پھل اتارلیا جائے تو پھر وہ اگلے موسم میں ہی دوبارہ آتا ہے، مگر جنت کے درخت ایسے ہوں گے کہ جونہی کوئی پھل اتارا اس کی جگہ فوراً دوسرا پھل لے لے گا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ : اے پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ بیشک میں تو تمہارے جیسا انسان ہی ہوں، میں نے کب دعویٰ کیا ہے کہ میں کوئی فرشتہ ہوں یا خدا ہوں، البتہ مجھ میں اور تم میں فرق یہ ہے کہ میری طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی کی جاتی جس کی وجہ سے میں اور ہر پیغمبر دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوجاتے ہیں، وحی کا نازل ہونا ایک پیغمبر کیلئے بہت بڑی عزت کی بات ہے، پیغمبر بھی انسان ہی ہوتے ہیں مگر ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وحی کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کا حکم ہے۔

زمین کی بناوٹ

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ

آپ کہہ دیں ۔ کیا تم ۔ واقعی منکر ہو ۔ اس کے جس نے ۔ پیدا کی ۔ زمین ۔ میں ۔ دو دن

وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۟ۚ وَ جَعَلَ
اور تم بناتے ہو واسطے اسکے شریک وہ رب ہے سارے جہانوں کا(۹) اور کردیئے

فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِیْهَا وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ
میں اس پہاڑ سے اوپر اس کے اور برکت رکھی میں اس اور مقرر کیں میں اس

اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِیْنَ ۟
کھانے کی چیزیں اسکی میں چار دنوں گے ٹھیک واسطے پوچھنے والوں کے(۱۰)

بامحاورہ ترجمہ: ۔آپ کہہ دیں! کیاتم انکار کرتے ہواس کا کہ جس نے دودن میں زمین بنائی اور اس کے برابر اوروں کو شریک بناتے ہو، وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔(۹) اوراس زمین پر اس نے بھاری پہاڑ رکھے اوراس کے اندر برکت رکھی، اور مقرر کیں اس میں خوراکیں اس کی، چار دن میں پورے ہوئے پوچھنے والوں کیلئے۔(۱۰)

تفسیر

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ: زمین اورآسمان میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں، زمین کو مضبوط کرنے کیلئے بھاری پہاڑ اس پر رکھے ہوئے ہیں، ہر چیز اس میں سے پیدا ہوتی چلی جارہی ہے اور انسان کے کھانے پینے اور ضرورت کی ساری چیزیں اس کے اندر ٹھیک ٹھیک انداز سے رکھی ہوئی ہیں، کیاتم اتنا بھی نہیں سمجھتے، تم اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہراتے ہو، حالانکہ یہ زمین اللہ تعالیٰ نے دودن میں بنائی ہے، اس سے اس کی قدرت کا اندازہ کرسکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں کا بنانے والا ہے، اس نے یہ زمین یونہی بے سوچے سمجھے نہیں بنائی بلکہ اس کی مضبوطی کیلئے بھاری بھاری پہاڑ اس میں کھڑے کردیئے، اس کا ذخیرہ کبھی ختم ہونے کا نام نہیں لیتا، اس میں خوب سوچ سمجھ کر اندازے سے انسان کی ضرورت کی ساری چیزیں رکھ دی ہیں اور یہ سب کچھ پورے چار دن میں مکمل کردیا جو پوچھے اسے بتادو۔

خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ: زمین کو دو دن میں پیدا کیا، اسی میں سے اس کے اوپر بھاری پہاڑ رکھ دیئے تا کہ زمین ڈگمگائے نہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے زمین کی یہ خصوصیت بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت رکھ دی، برکت زیادتی کو کہا جاتا ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے زمین کو ایسی خصوصیت عطاء فرمائی ہے کہ اس پر رہنے والے ہر جاندار کی زندگی کی ضرورت کو اسی سے پورا کر دیا، انسان، حیوان، چرند، پرند، کیڑے مکوڑے اور تمام پانی اور خشکی کے جانور اپنے کھانے پینے کی اور دوسری ضرورتیں اسی زمین سے حاصل کرتے ہیں، پھر خاص طور پر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جانداروں کیلئے خوراک کا سامان اسی زمین میں رکھ دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے زمین میں ایسی صلاحیت رکھ دی ہے کہ وہ انسانوں کیلئے غلہ، گندم، چاول، مکئی وغیرہ پیدا کر رہی ہے اور انہی چیزوں کا بھوسہ جانوروں اور مویشیوں کی خوراک بنتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے زمین کے مختلف حصوں میں مختلف آب و ہوا اور درجہ حرارت رکھا ہے اور اسی کے مطابق وہاں اناج، پھل اور چارہ پیدا ہوتا ہے، بعض چیزیں مختلف علاقوں میں مشترکہ طور پر پائی جاتی ہیں اور بعض چیزیں خاص خاص علاقوں میں پیدا ہوتی ہیں، بعض علاقوں میں غلہ بہت پیدا ہوتا ہے اور بعض میں پھل زیادہ پیدا ہوتے ہیں، جس علاقے میں جس چیز کی کمی ہوتی ہے وہ دوسرے علاقے سے حاصل کر لی جاتی ہے اور اس طرح دنیا کے مختلف علاقوں میں رہنے والے لوگوں کو ہر علاقے کی پیداوار پہنچتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کی بناوٹ اپنی حکمت اور اس پر بسنے والے انسانوں اور جانوروں کی مصلحت کے مطابق کی ہے، زمین کی سطح نہ تو اتنی نرم ہے کہ اس میں رکھی جانے والی چیزیں دھنس جائیں اور نہ لوہے اور پتھر کی طرح اتنی سخت ہے کہ اس میں کھیتی باڑی ہی نہ ہو سکے، اسی زمین کو نرم کر کے اس میں کھیتی باڑی کی جاتی ہے اور خوراک کا بندوبست کیا جاتا ہے، اور پھر یہ کہ مُردوں کو سمیٹنے والی بھی یہی زمین ہے، فوت ہونے والے انسان کو اسی زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے، اگر زمین میں یہ صلاحیت نہ ہوتی تو مُردوں کے جسم سے اٹھنے والی بدبو سے جانداروں کا رہنا بھی مشکل ہو جاتا، اس کے علاوہ کتنی ہی چیزیں ہیں جو انسان کے فائدے کیلئے اس کے اندر سے معدنیات کے طور پر نکالی جاتی ہیں، تمام دھاتیں جو زندگی کی ضرورت کا اہم حصہ ہیں اسی زمین سے نکلتی ہیں، لوہا، تانبہ، کوئلہ، یہاں تک سونا اور چاندی بھی زمین کی پیداوار ہے جو کہ انسانی زندگی کے اہم جزو ہیں، اللہ تعالیٰ نے

زمین کی تہہ میں پانی کے بڑے بڑے ذخیرے جمع کر دیئے ہیں جن سے کنوؤں اور ٹیوب ویلوں کے ذریعے چوبیس گھنٹے پانی نکلتا رہتا ہے، مگر یہ ذخیرے ختم نہیں ہوتے، پانی ایک ایسی نعمت ہے کہ ہوا کے بعد ہر جاندار کی زندگی کا دارومدار اسی پر ہے، آج کے مشینی دور میں پیٹرول اور گیس کی حیثیت مانی جاتی ہے، اگر یہ نہ ملے تو تمام ترقی یافتہ ملکوں کی زندگی ٹھپ ہوکر رہ جائے، بہت سی مشینیں اور موٹر گاڑیاں بند ہوجائیں اور شہر روشنیوں سے محروم ہوجائیں، یہ پیٹرول، تیل اور گیس وغیرہ سب زمین کی پیداوار ہیں، غرضیکہ زندگی کی ضرورت کی تمام چیزیں زمین سے ہی نکلتی ہیں۔

آسمانوں کی بناوٹ

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ
پھر متوجہ ہوئے طرف آسمان کی اور وہ دھواں تھا پس کہا سے اس اور زمین سے

ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ ⑪ فَقَضٰىهُنَّ
دونوں آؤ خوشی خوشی یا زبردستی وہ دونوں بولے حاضر ہوئے ہم خوشی خوشی (۱۱) پس فیصلہ کیا ان کا

سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ
سات آسمان میں دودن کے اور اتارا میں ہر آسمان کے حکم اس کا

وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ
اور زینت دی ہم نے آسمان قریب والے کو ساتھ چراغوں کے اور محفوظ کردیا یہ ہے جانچ

الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ⑫
زبردست علم والے کی (۱۲)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پھر توجہ کی آسمان کی طرف اور وہ دھواں ہورہا تھا، پھر اس سے اور زمین سے کہا آؤ خوشی سے یا زبردستی سے، وہ دونوں بولے ہم آئے خوشی سے۔ (۱۱) پس! کردیا انہیں سات آسمان دودن میں اور

ہر آسمان پر اس کا حکم اتارا اور سب سے قریب والے آسمان کو چراغوں (ستاروں) سے رونق دی اور اسے محفوظ کر دیا، یہ اندازہ ہے زبردست جاننے والے کا۔ (۱۲)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب زمین کا خاکہ تیار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف توجہ کی، اس وقت اس کی حالت صرف دھویں کی سی تھی جو ہر طرف پھیلا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ اسے اور زمین دونوں کو فرمایا کہ: تم دونوں ہمارا حکم ماننے کیلئے تیار ہو جاؤ خوشی خوشی یا پھر زبردستی سے، دونوں نے عرض کیا کہ ہم بڑی خوشی سے حکم ماننے اور فرمانبرداری کیلئے حاضر ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس دھویں کی طرح پھیلے ہوئے مادے سے سات آسمان دو دن میں بنا دیئے اور ہر ایک آسمان کا انتظام جو اس کے مناسب تھا مقرر کر دیا اور زمین کے قریب آسمان کو چمکدار روشن ستاروں کے چراغوں سے چمکا دیا اور اس میں حفاظت کے سامان بھی عطاء فرمائے، پھر آسمان کے اثر اور زمین کی قابلیت دونوں سے ملکر مخلوق کے کام آنے والی چیزیں پیدا ہوئیں، یہ وہ تدبیر ہے جو قوت والے اور ہر چیز کا حال جاننے والے اللہ تعالیٰ نے تیار کی ہے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ آسمان اور زمین کا سارا بندوبست رفتہ رفتہ ایک مدت میں جا کر پورا ہوا، جن کو چھ دن میں بنایا گیا ہے۔

دنیا کا بننا اور اس کا انتظام

ان آیتوں میں انسان کو زمین اور آسمان اور ان کے ایک دوسرے سے تعلق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور پوچھا ہے کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ سب کچھ اپنے آپ ہی پیدا ہو گیا، اگر تمہارا یہ خیال ہے تو یہ سراسر غلط ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی کتاب قرآن مجید دیکر بھیجا ہے اس کو سنو اور سمجھو کہ

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی زبردست قدرت سے بغیر کسی کی مدد کے پیدا کیا ہے، تم سب زمین پر رہتے ہو اور اسی سے اپنی ساری ضرورت کی چیزیں حاصل کرتے ہو، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے دھویں کی طرح کی ایک چیز سے دو دن میں آسمان بنائے، زمین کی مضبوطی کیلئے اس کے اوپر پہاڑ کیلوں کی طرح گاڑ دیئے اور پھر اس میں سے زمین والوں کی ضرورت کی ساری چیزیں خوب ٹھیک اندازہ لگا کر پیدا کردیں، یہ سارا کام صرف دو دن میں ہوا، چنانچہ چار میں زمین اپنے سارے خزانوں سمیت مکمل ہو کر تیار ہوگئی، زمین کے قریب آسمان میں سورج چاند اور چمکدار ستارے جگمگانے لگے اور ان کے اثر سے زمین پر رات دن اور بارش، سردی، گرمی کے موسم ظاہر ہوئے جن کے اثر سے زمین نے اپنے خزانے مخلوق کو فائدہ دینے کیلئے کھول دیئے، آسمان اور زمین کا یہ تعلق اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم ہوا ہے، کیونکہ اس کے حکم کے بغیر کوئی چیز پیدا نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی چیز اس کے حکم کی نافرمانی کرسکتی ہے۔

اب تمہیں چاہئے کہ یہ سب کچھ سُن کر ان چیزوں سے جو تمہیں صاف صاف نظر آرہی ہیں اللہ تعالیٰ کو پہچانو اور اس کی قدرت کو مان لو، یہ جو کچھ تمہیں بتایا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی پہچان کیلئے کافی ہے، اس کے بعد دنیا کے دھیان میں ہی نہ لگ جاؤ بلکہ دل و جان سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرو اور اپنی زندگی اس طریقے سے گزارو جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گزاری ہے، اصل کام اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، ایسا نہ ہونا چاہئے کہ اور چیزیں تمہیں اس راستہ سے ہٹا دیں۔

کافروں کی سزا

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ

پس اگر　منہ موڑلیں وہ　پس آپ کہہ دیں　ڈرایا میں نے تمہیں　کڑک سے　مانند　کڑک　عاد

وَّ ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ

اور　ثمود　(۱۳)　جب　پاس آئے ان کے　پیغمبر　سے　درمیان　سامنے انکے　کے　اور

مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا

سے پیچھے ان کے کہ نہ پوجو سوا اللہ کے کہنے لگے اگر چاہتا رب ہمارا

لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

البتہ بھیجتا فرشتے پس تحقیق ہم ساتھ اسکے کہ بھیجے گئے تم اس کا انکار کرنے والے ہیں(۱۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو آپ کہہ دیں! میں نے خبر سنا دی تم کو ایک سخت عذاب کی جیسا کہ عذاب آیا عاد اور ثمود پر۔ (۱۳) جب ان کے پاس پیغمبر آئے ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور کہا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہ کرو، کہنے لگے اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے بھیجتا ہم اس کا انکار کرتے ہیں جس کیساتھ تم بھیجے گئے۔ (۱۴)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اے ہمارے پیغمبر! اگر ان نشانیوں کے ہوتے ہوئے جبکہ قرآن مجید نے ان کی طرف توجہ بھی دلا دی، یہ لوگ منہ موڑ کر چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانیں تو ان سے کہہ دو کہ میں تم کو ڈرائے دیتا ہوں کہ تم پر ایسی ہی سخت کڑک آسکتی ہے جیسی عاد اور ثمود کی قوموں پر آئی تھی، وہ بڑے طاقتور بے پرواہ لوگ تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پرواہ نہ کی، پھر اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے انہیں بار بار اور طرح طرح سے سمجھایا مگر انہوں نے پیغمبروں کا کہنا ذرا بھی نہ مانا، پیغمبروں نے کہا! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس کے سوا اوروں کی پوجا چھوڑ دو، صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو، وہ کہنے لگے جاؤ اپنا کام کرو، ہمارے رب کو اگر کوئی حکم بھیجنا ہوتا تو وہ فرشتوں کے ہاتھ بھیجتا، کیا اسے حکم بھیجنے کیلئے تم ہی ملے تھے، ہم تمہارے لائے ہوئے پیغام کو نہیں مانتے، جیسے ہم ویسے تم، تم پیغمبر کہاں سے بن بیٹھے۔

اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ: جب ان کے پاس پیغمبر آئے ان کے آگے سے اور پیچھے سے، پیغمبروں کے قوم کے آگے اور پیچھے سے آنے کا ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ انہوں

نے اپنی اپنی قوم کو اگلی اور پچھلی باتیں بتا کر سمجھایا، یا اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے ہر طریقے سے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی، جیسا کہ اس آیت میں ہے، "ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ (سورۃ الاعراف ۱۷)" میں آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں سے آکر تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا، یہاں بھی دائیں بائیں، آگے پیچھے سے مراد دنیا، خواہشات اور دین ہیں کہ ان راستوں سے آکر تیرے بندوں کو تجھ سے دور کرنے کی کوشش کروں گا، الغرض! یہاں بھی آگے اور پیچھے سے یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے لوگوں کو ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کی، مگر وہ نہ مانے، پیغمبروں کی دعوت یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، کیونکہ تمہارا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا عبادت بھی صرف اسی کی کرو اور اس کیساتھ کسی شریک نہ بناؤ۔

عاد کی قوم کا انجام

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ

پھر وہ جو عاد تھے پس بڑے بنے تھے وہ میں زمین ناحق اور کہا انہوں نے کون

اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ

بڑھ کر ہے سے ہم طاقت میں کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ اللہ جس نے پیدا کیا انہیں وہ

اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝۱۵ فَاَرْسَلْنَا

زیادہ ہے سے ان طاقت میں اور تھے وہ ساتھ نشانیوں ہماری کے انکار کرتے (۱۵) پس بھیجی ہم نے

عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ

اوپر ان کے آندھی سخت میں دنوں نحوست کے تاکہ چکھائیں ہم انہیں عذاب

الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى

رسوائی کا میں زندگی دنیا کی اور البتہ عذاب آخرت کا زیادہ رسوائی کا ہے

وَ هُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑯

اور وہ نہ مدد کیے جائیں گے (١٦)

بامحاورہ ترجمہ:۔ سو! وہ عاد تھے وہ زمین میں ناحق غرور کرنے لگے اور کہنے لگے ہم سے زیادہ کون ہے طاقت میں؟ کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس نے انہیں بنایا وہ طاقت میں ان سے زیادہ ہے اور وہ ہماری نشانیوں سے انکار کرتے تھے۔(۱۵) پھر ہم نے ان پر بڑے زور کی ہوا بھیجی کئی دن تک جو مصیبت کے دن تھے تاکہ ان کو رسوائی کا عذاب چکھائیں دنیا کی زندگانی میں، اور آخرت کے عذاب میں تو پوری رسوائی ہے اور ان کی کہیں مدد نہیں کی جائے گی۔(١٦)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: عاد کی قوم نے ناحق تکبر کیا، کہنے لگے ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ وہ اتنا نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ طاقت والا ہے، جس نے انہیں پیدا کیا اور لگے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کرنے، اگر وہ چاہتے تو ان نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کو خوب اچھی طرح پہچان سکتے تھے، ارشاد ہے کہ: ان پر بڑے زور کی آندھی آئی جو کئی روز تک چلتی رہی، یہ تو دنیا کا عذاب تھا اور آخرت کا عذاب رسوائی والا ہے جہاں کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا۔

ثمود کی حالت

وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى

اور رہے ثمود پس راہ دکھائی ہم نے انہیں پس پسند کیا انہوں نے اندھاپن پر ہدایت کے

فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑰

پس پکڑا انہیں کڑک عذاب ذلت کے نے بدلے اسکے جو تھے وہ کماتے (١٧)

ع ۲
۱۶

وَ نَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَ يَوْمَ يُحْشَرُ
اور نجات دی ہم نے　انہیں جو　ایمان لائے　اور　تھے وہ　ڈرتے　(۱۸)　اور　جس دن اکٹھے کئے جائینگے

اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾
دشمن　اللہ کے　طرف　آگ کے　پھر وہ　گروہ گروہ کئے جائینگے (۱۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور وہ جو ثمود تھے، ہم نے ثمود کی قوم کو راہ دکھائی، انہوں نے راستے پر چلنے کے بجائے اندھے پن (گمراہی) کو پسند کیا، پس پکڑا انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے، اس کے بدلے جو وہ کماتے تھے۔(۱۷) اور ہم نے ان کو بچالیا جو ایمان لائے تھے اور کفر وشرک سے بچ کر چلتے تھے۔(۱۸) اور جس دن اللہ تعالیٰ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کر کے لیجائے جائیں گے تو ان کی جماعتیں بنائی جائیں گی۔(۱۹)

تفسیر

ان آیتوں میں ثمود کا بیان ہے، ارشاد ہے کہ: انہیں بھی ہم نے حضرت صالح علیہ السلام کی زبانی سیدھی راہ بتائی لیکن انہوں نے اندھا بنا رہنا ہی پسند کیا اور ہمارے بتائے ہوئے راستہ سے آنکھیں بند کر لیں، ان کا انجام یہ ہوا کہ سخت زلزلہ آیا اور اس کیساتھ ہیبت ناک کڑک سنائی دی، ان کی ساری اکڑفوں دم بھر میں جاتی رہی اور اوندھے منہ گر پڑے، اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور کفر سے بچنے والوں کو نجات دی۔

آگے ارشاد ہے کہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اکٹھا کر کے فرشتے دوزخ کی طرف لیجائیں گے اور مجرموں کی جرموں کے مطابق الگ الگ جماعتیں بنادی جائیں گی۔

کانوں اور آنکھوں کی گواہی

حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ
یہاں تک　جب　آئینگے وہ　پاس اسکے　گواہی دینگے　پر ان　کان ان کے　اور　آنکھیں ان کی

وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝۲۰ وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ

اور چمڑے ان کے اس چیز کا جو تھے وہ کرتے (۲۰) اور کہیں گے واسطے چمڑوں اپنے کے، واسطے کس کے

شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ

گواہی دی تم نے پر ہمارے کہیں گے بلوایا ہمیں اللہ نے جس نے بلوایا ہر چیز کو

وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝۲۱

اور اسی نے پیدا کیا تمہیں پہلی بار اور طرف اسی کی لوٹائے جاؤ گے تم (۲۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ یہاں تک کہ جب وہ دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے گواہی دیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔(۲۰) اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے کیوں ہمارے خلاف گواہی دی؟ وہ کہیں گے ہمیں اللہ تعالیٰ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔(۲۱)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب وہ دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو فریاد کریں گے کہ ہم نے تو دنیا میں کوئی برائی کا کام نہ کیا تھا، ہمیں دوزخ میں کیوں بھیجا جارہا ہے، یہ سُن کر ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے بول اٹھیں گے، کان کہیں گے تم نے ہمارے ذریعے گالیاں، فحش باتیں، چغلیاں، بیہودہ گانے، سب کچھ سنا اور اچھی باتیں تم سے کہی گئیں تو تم نے کان بند کر لیے، آنکھیں کہیں گی تم نے ہم سے کھیل تماشے، خواہش بھڑکانے والے نظارے خوب دیکھے اور ناجائز جگہوں میں جی بھر کے گھورا اور ہاتھ پاؤں وغیرہ جنہیں چمڑے نے ڈھکا ہوا ہے کھلم کھلا کہیں گے کہ تم نے ہمارے ذریعے ایسے ایسے بُرے کام کیے، اس کے بعد اس کی زبان کھول دی جائے گی اور وہ اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہماری ساری کمزوریاں اور چھپی ہوئی باتیں کیوں کھول دیں؟ وہ کہیں گے ہمیں اللہ تعالیٰ نے بولنے کی طاقت دی تو ہم بول رہے ہیں، اس نے ہر بولنے والے کو بولنے کی طاقت بخشی ہے اور اسی

نے تو تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے اور پھر اس کی طرف تم سب لوٹ کر جانے والے ہو، پھر اس سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے، آدمی کو چاہئے کہ اپنے اعضاء سے وہی کام لے جو شریعت میں جائز ہیں، ورنہ قیامت میں وہ اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

بربادی کی وجہ

وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَ
اور نہ تھے تم پردہ کرتے اس لئے کہ گواہی دینگے پر تمہارے کان تمہارے اور

لَآ اَبْصَارُكُمْ وَ لَا جُلُوْدُكُمْ وَ لٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ
نہ آنکھیں تمہاری اور نہ چمڑے تمہارے اور لیکن گمان کیا تم نے کہ اللہ

لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ
نہیں جانتا بہت سی وہ چیزیں جو تم کرتے ہو (۲۲) اور یہی گمان تمہارا ہے جو

ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾
گمان کیا تم نے ساتھ رب اپنے کے تباہ کیا تمہیں پس ہو گئے تم میں خسارے والوں (۲۳)

فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا
پس اگر وہ صبر کریں تو بھی آگ ٹھکانا ہے واسطے انکے اور اگر راضی کرنا چاہیں وہ پس نہیں

هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾
وہ میں سے منانے والوں (۲۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور تم اس بات سے پردہ نہ کرتے تھے کہ گواہی دیں گے تم پر تمہارے کان اور نہ تمہاری آنکھیں اور نہ تمہارے چمڑے، پر تم کو یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ بہت سی چیزیں جو تم کرتے ہو نہیں جانتا۔ (۲۲) اور یہ وہی تمہارا خیال ہے جو تم اپنے رب کے حق میں رکھتے تھے، اسی نے تمہیں ہلاک کیا، پھر آج خسارے میں رہ

گئے۔(۲۳) پھر اگر وہ صبر کریں تو بھی آگ ان کا گھر ہے اور اگر وہ منانا چاہیں تو بھی وہ نہیں منا سکتے۔(۲۴)

لفظی تحقیق: اَرْدٰی: ہلاک کیا۔ ماضی "اِرْدٰءٌ" سے جو (ر د ی) سے بنا ہے "رَدٰی" کے معنٰی تباہ ہونا، "اَرْدٰی" اس کا متعدی ہے، یعنی: تباہ کر دیا۔ **یَسْتَعْتِبُوْا:** منانا چاہیں۔ مضارع ہے "اِسْتِعتاب" سے جو (ع ت ب) سے بنا ہے، "عَتْبٌ" قابل ملامت کام پر ملامت کرنا، "اِسْتِعْتَابٌ" برا کام جو ہو گیا ہو اس کی معافی چاہنا، "اعتاب" بُرے کام کا معاف کر دینا، یہاں ہمزہ افعال سلب ماخوذ کیلئے ہے۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: تم جب کوئی گناہ کرتے تھے تو یہ خیال بھی نہ تھا کہ ہاتھ پاؤں بھی گواہی دے سکتے ہیں، بلکہ تمہارا اس سے بدتر خیال تھا اور وہ یہ کہ تم اللہ تعالٰی سے اپنے کام چھپا سکتے ہو، اسی خیال کی وجہ سے آج تم مارے گئے اور سراسر نقصان میں رہے، اب صبر کرو ٹھکانا تمہارا یہی دوزخ ہے، آج اگر تم گناہوں کی معافی چاہو تو بیکار ہے، آج معافی دیکر تمہیں خوش کرنے والا کوئی نہیں، معافی مانگنے کا وقت گیا۔

وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ: کہ تم نے گمان کر لیا کہ اللہ تعالٰی کو تمہارے بہت سے کاموں کا علم نہیں ہے، تم گناہوں کے کام لوگوں کی نظروں سے تو چھپا لیتے تھے مگر اللہ تعالٰی سے ذرا شرم نہیں کھاتے تھے، حالانکہ اس سے تو کوئی چیز چھپی نہیں، مگر تم سمجھ رہے تھے کہ یہ برائیاں اللہ تعالٰی سے بھی چھپی ہوئی ہیں اور ان کو کوئی نہیں دیکھتا اور نہ کوئی جانتا ہے، یہی وہ تمہارا گمان ہے جو تم نے رب تعالٰی کے متعلق کر رکھا تھا، اسی گمان نے تمہیں تباہی میں ڈالا اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ تم نقصان اٹھانے والوں میں ہو گئے۔

فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ: اگر یہ صبر کریں گے یعنی اپنے رب کے متعلق بدگمانی پر قائم رہیں گے کہ ان کے حالات سے کوئی واقف نہیں ہے تو پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہو سکتا ہے۔

اور اگر یہ مجرم لوگ ناراضگی دور کرنے کا موقع طلب کریں گے کہ کسی طرح اللہ تعالٰی کو منا کر راضی کر لیں یا دوسرے الفاظ میں اپنے جرائم سے توبہ کر لیں، تو انہیں ایسا کرنے کا موقع بھی نہیں دیا جائے گا، ان کیلئے توبہ کا

دروازہ بند ہو چکا ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کر سکیں گے، انہوں نے عمل کا وقت دنیا میں ہی ضائع کر دیا جبکہ وہ توبہ کر سکتے تھے، مگر اب دنیا کی زندگی ختم ہو کر عملوں کے بدلے کی منزل آچکی ہے لہٰذا اب پچھلے عملوں کی تلافی ممکن نہیں ہوگی۔

گمراہی کی وجہ

وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

اور مقرر کر دیئے ہم نے لئے انکے ساتھی پس سجایا انہوں نے لئے انکے جو ہے درمیان ہاتھوں ان کے

وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ

اور جو ہے پیچھے ان کے اور ٹھیک اترا پر ان کے بات میں امتوں کے جو گزر چکیں

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۳ / ۱۷

سے پہلے ان سے جنوں اور انسانوں تحقیق وہ تھے خسارے والے (۲۵)

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا

اور کہا انہوں نے جو انکار کر بیٹھے مت کان لگاؤ واسطے اس قرآن کے اور شور مچاؤ

فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾

میں اس شاید تم غالب آجاؤ (۲۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور ہم نے ان کے پیچھے ساتھ رہنے والے ساتھی (شیطان) مقرر کر دیئے، پھر انہوں نے ان کی آنکھوں میں خوبصورت بنا دیا جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور ان پر عذاب کی بات ٹھیک پڑ چکی اور امتوں کیساتھ جو ان سے پہلے گزر چکیں، جنوں میں سے اور انسانوں میں سے، بیشک وہ خسارے والے تھے۔(۲۵) اور کافر کہنے لگے اس قرآن کے سننے کیلئے کان مت لگاؤ اور بیہودہ شور مچاؤ اس وقت شاید تم غالب رہو۔(۲۶)

لفظی تحقیق: قَيَّضْنَا: مقرر کر دیا ہم نے۔ ماضی ہے "تَقِيْضٌ" سے جو (ق ی ض) سے بنا ہے "قَيْضٌ" کے معنٰی برابر کے ہیں "تَقِيْضٌ" سے یہاں مراد مقرر کر دینا ہے۔ اَلْغَوْا: بکواس کرو۔ امر ہے (ل غ و) سے "لَغْوٌ" سے مراد بے معنٰی آوازیں نکالنا، شور و غل کرنا۔

تفسیر

ارشاد ہے: دنیا میں گمراہی یوں پھیلی کہ لوگوں نے اچھی باتوں سے منہ موڑا اور شیطان نے انہیں گھیر لیا، ان کے پہلے اور پچھلے کاموں کو ان کی نگاہ میں خوب بنا سجا کر دکھایا، ان سے کہا یہ جو تم کرتے ہو اور کر رہے ہو بہت اچھے کام ہیں آگے ان سے بڑے بڑے فائدے حاصل ہوں گے، کھیل کود، ناچ گانا اور روپیہ سمیٹنے میں لگے رہنا، کمزوروں کو دھکا دیکر خود آگے بڑھنا، بیکسوں کو ستانا کہ وہ زور آوروں کی ترقی میں رکاوٹ نہ بن سکیں، بس یہی کام ہیں جو دنیا میں کرنے کے ہیں، تم نے ٹھیک کیا اور ٹھیک چل رہے ہو، آگے تم ترقی کر کے رہو گے۔

ارشاد ہے کہ: ان نیکی کے دشمنوں نے جب دیکھا کہ قرآن مجید کا اثر لوگوں پر ہونے لگا ہے تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے اسے سنو ہی مت اور جب کوئی اسے پڑھے تو شور و غل مچانا شروع کر دو تا کہ اس کی آواز دب جائے اور لوگ سُن ہی نہ سکیں، ایسا کرنے سے امید ہے کہ تم ہی غالب رہو گے۔

وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ: پس ثابت ہوگئی ان پر عذاب والی بات پہلی امتوں کی طرح، کفر و شرک میں شامل ہونے کی وجہ سے جنوں میں سے اور انسانوں میں سے، جنوں اور انسانوں کی پہلی جماعتوں نے بھی نیکی اور توحید کے خلاف راستہ اختیار کیا تو جس طرح پہلی جماعتوں پر یہ بات ثابت ہوئی اسی طرح قرآن مجید کے زمانے کے لوگوں پر بھی ثابت ہوگئی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لوگ نقصان اٹھانے والے بن گئے، انہیں تباہی اور بربادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

بدکاروں کی سزا

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ لَنَجْزِيَنَّهُمْ

پس البتہ ضرور چکھائینگے ہم انہیں جنہوں نے کفر کیا عذاب سخت اور البتہ ضرور بدلہ دینگے ہم انہیں

اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲۷ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ

بُرے اس کام کا جو تھے وہ کرتے (۲۷) یہ ہے سزا دشمنوں کی اللہ کے

النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

دوزخ واسطے انکے میں اسکے گھر ہے ہمیشہ کا بدلہ اس کا جو تھے وہ آیتوں ہماری سے

يَجْحَدُوْنَ ۝۲۸ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ

انکار کرتے (۲۸) اور کہیں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اے رب ہمارے دکھا ہمیں وہ دونوں جنہوں نے

اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا

بہکایا ہمیں میں سے جنوں اور انسانوں روندڈالیں ہم دونوں کو نیچے قدموں اپنے کے

لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۝۲۹

تاکہ ہوں وہ دونوں میں سے نیچے والوں (۲۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ ہم ضرور چکھائیں گے انہیں سخت عذاب جنہوں نے کفر کیا اور یہ بدلہ ہے ان کے بُرے کاموں کا جو وہ کرتے تھے۔(۲۷) یہ آگ اللہ تعالٰی کے دشمنوں کی سزا ہے، ان کا اسی میں ہمیشہ رہنے کا گھر ہے، بدلہ اس کا جو وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔(۲۸) اور کافر لوگ کہیں گے، اے رب ہمارے! ہمیں وہ دونوں دکھلا دے جنہوں نے ہمیں بہکایا جنوں میں سے اور انسانوں میں سے، کہ ہم انہیں اپنے پاؤں کے تلے روند ڈالیں کہ وہ ذلیل وخوار ہوں۔(۲۹)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: لوگوں کو جو قرآن مجید کی طرف دھیان نہیں کرتے اور جنہوں نے اس کے نہ ماننے کی ٹھان لی ہے ہم ضرور بالضرور انہیں سخت عذاب دیں گے ان سب برے کام کا جو وہ کررہے ہیں، یعنی: قرآن مجید کی باتیں نہ سنتے ہیں اور نہ سننے دیتے ہیں، اس کی سزا ہم انہیں ضرور دیکر رہیں گے اور وہ سزا دوزخ ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی سزا ہے اور اسی میں ان کے ہمیشہ رہنے کا گھر ہوگا اور یہ اس کا بدلہ ہوگا کہ وہ جان بوجھ کر ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے، ساری نشانیاں ان سے کہہ رہی تھیں کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، انسان ایسا کلام ہرگز نہیں بناسکتا، پھر بھی وہ نہ مانتے تھے، ارشاد ہے کہ جب عذاب میں پھنسیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب! ہم تو پھنسے لیکن ہمیں وہ جن اور آدمی دونوں ہی دکھادے جو ہمیں بہکایا کرتے تھے وہ کہاں ہیں، آج ہم انہیں اپنے پاؤں کے نیچے کچلیں گے اور ایسا ذلیل وخوار کریں گے کہ ان کو پتہ چل جائے گا، انہوں نے ہمارا بیڑہ غرق کردیا، نہ وہ ہوتے نہ ہم اس بلا میں پھنستے۔

اللہ تعالیٰ کو ماننے والے

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ

تحقیق وہ جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے اترتے ہیں پر ان

الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ

فرشتے کہ مت خوف کرو اور نہ غمگین ہو اور خوش ہوجاؤ ساتھ جنت کے

الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

جس کا تھے تم وعدہ کئے جاتے (۳۰) ہم دوست ہیں تمہارے میں زندگی دنیا کی

وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ
اور میں آخرت کی اور لئے تمہارے میں اس وہ ہے جو چاہے جی تمہارے اور لئے تمہارے

فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ ع ۴ ۱۸
میں اس وہ ہے جو تم مانگو (۳۱) مہمانی سے بخشنے والے مہربان کی (۳۲)

بامحاورہ ترجمہ: تحقیق جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے، پھر اسی پر قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ مت ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی خوشخبری سنو جس کا تم سے وعدہ تھا۔ (۳۰) ہم تمہارے دوست ہیں دنیا اور آخرت کی زندگی میں اور تمہارے لئے وہاں وہ ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے ہے جو کچھ مانگو۔ (۳۱) مہمانی اس بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔ (۳۲)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: ہمارے پیغمبر اور ہماری کتاب کا انکار کرنے والے تو اپنے کئے کی سزا دوزخ میں بھگتیں گے، ان اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو ہمیشہ وہیں رہنا پڑے گا اور وہ آپس میں لڑتے رہیں گے، لیکن جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان کر اس کی فرمانبرداری کرتے رہے انہیں دونوں جہان میں کامیابی نصیب ہوگی، فرشتے دنیا میں بھی ان کی طرف متوجہ ہوں گے اور ان کے دل میں یہ بات ڈالتے رہیں گے کہ اب تم نہ ڈرو، نہ رنج کرو، تمہارے لئے جنت کی خوشخبری ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے، اب تم خوش وخرم رہو، ہم دنیا میں تمہارے ساتھ ہیں، دنیا میں فرشتوں کیساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسان کے دل میں نیکی کرنے کی بات ڈالتے ہیں، پھر دنیا سے جانے کے بعد ان سے کہیں گے کہ یہ جنت ہے جس میں آرام ہی آرام ہے، اس کے اندر جو چاہو وہ تمہارے لئے موجود ہے، جو تم طلب کرو گے تمہیں ملے گا، یہ تمہاری مہمانی ہے اللہ غفور الرحیم کی طرف سے یعنی یہ نعمتیں اعزاز و اکرام کیساتھ اس طرح ملیں گی جس طرح مہمانوں کو ملتی ہیں۔

قائم رہنے کا مطلب

جن لوگوں نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانا اور اقرار کیا یہ تو اصل ایمان ہو گیا، آگے پھر اس پر قائم رہے، قائم رہنے کی تشریح مفسرین اس طرح بیان کرتے ہیں کہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ: قائم رہنا قول اور فعل دونوں سے ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم رہے اور کسی دوسرے معبود کی طرف رُخ ہی نہ کرے اور لومڑی کی طرح اِدھر اُدھر پھسلنے کی کوشش نہ کرے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا اور عمل میں اخلاص پیدا کرنا کہ اس میں شرک یا ریاکاری کی ملاوٹ نہ ہو اور محض اللہ تعالیٰ کی رضاء مقصود ہو۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی توحید کو ماننا، ایمان کو صحیح طریقے سے اختیار کرنا اور فرائض کو ادا کرنا قائم رہنے میں داخل ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا کہ اے اللہ کے پیغمبر! مجھے اسلام کی ایک جامع بات بتلا دیجیے جس کے بعد مجھے کسی اور سے کچھ نہ پوچھنا پڑے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اقرار کرو، پھر اس پر قائم رہو (رواہ مسلم) قائم رہنے کی ظاہر مراد یہی ہے کہ ایمان پر بھی مضبوطی سے جمے رہو اور اس کے مطابق نیک عمل بھی کرتے رہو۔

مسلمانوں کا رویّہ

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا

اور کون بہتر ہے بات میں سے اس جس نے بلایا طرف اللہ کی اور کام کیا نیک

وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ

اور کہا تحقیق میں میں سے ہوں مسلمانوں (۳۳) اور نہیں برابر ہوتی بھلائی

وَ لَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَكَ
اور نہ برائی بدلہ دے ساتھ اسکے جو ہو بہتر پس اچانک وہ کہ درمیان آپکے

وَ بَیۡنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ ﴿۳۴﴾ وَ مَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا
اور درمیان اسکے دشمنی ہے گویا وہ دوست جگری (۳۴) اور نہیں دی جاتی یہ عادت مگر

الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا ۚ وَ مَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِیۡمٍ ﴿۳۵﴾
انہیں جو صبر کرتے ہیں اور نہیں دی جاتی یہ عادت مگر والے نصیب بڑے کو (۳۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور نیک کام کیا اور کہا میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔(۳۳) اور نیکی اور بدی برابر نہیں، بات کے جواب میں بات کا جواب ایسی بات سے دے جو اس سے بہتر ہو، پھر تو دیکھ لے گا کہ تجھ میں اور جس میں دشمنی تھی وہ ایسا ہو جائے گا گویا کہ وہ جگری دوست ہے۔(۳۴) اور یہ بات انہی کو ملتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ بات اسی کو ملتی ہے جو بڑی قسمت والے ہیں۔(۳۵)

تفسیر

اس آیت میں اسلامی سوسائٹی کی پوری تصویر کھینچ دی گئی ہے، اس پر غور کرنے سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ آپس میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے کیسے برتاؤ کرتا ہے، نیز: یہ کہ سوسائٹی میں اس کا رویہ کیسا ہونا چاہئے، اس پر عمل کیا جائے تو دنیا سے لڑائی بالکل اٹھ جائے اور امن پھیل جائے۔

آگے ارشاد ہے کہ: نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتیں، نیکی نیکی ہے اور بدی بدی ہے، نیک بننے کیلئے اچھے اخلاق بناؤ اور لوگوں کو آپس میں ملانے کی کوشش کرو، اس کیلئے اصل گر یہ ہے کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ بُرائی کرے تو اس کا جواب بُرائی سے نہ دو، بلکہ جہاں تک ہوسکے اس سے اچھا جواب دو، گالی کا جواب خاموشی سے اور سخت کلامی کا جواب نرمی سے دو، تمہارے اس برتاؤ سے تمہارا دشمن بھی تمہارا گہرا دوست بن جائے گا اور وہی

شخص جو تمہیں پہلے ستانے پر تلا ہوا تھا تمہاری خاطر مدارت کرنے لگے گا، لیکن اس طریقہ کو وہی لوگ اختیار کرسکتے ہیں جن میں برداشت کی طاقت ہو، ذراسی بات پر آپے سے باہر نہ ہوں بلکہ صبر اور حوصلہ سے کام لیں۔

یہ برتاؤ وہ لوگ اختیار کرسکتے ہیں جن کا حوصلہ بلند ہے اور جو بڑے خوش قسمت بڑے نصیب والے ہیں، ہر شخص کا یہ کام نہیں جو اپنے غصہ کو اس قدر قابو میں کرلے، ایسا ہوتا تو پھر دنیا میں ہر طرف امن وامان ہی نظر آتا اور لڑائی کا نام ونشان تک نہ رہتا، اب سے پہلے مسلمانوں کی کامیابی کا راز یہی تھا کہ وہ ایسے حوصلہ منداور برداشت کرنے والے لوگ تھے کہ بروں کیساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ: یادرکھو! بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتیں، برائی کا جواب نیکی سے، ہمارے بڑوں سے بھی ثابت ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہا تو آپ نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر تو سچا ہے تو پھر میں گناہگار ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور اگر تو اس معاملہ میں جھوٹا ہے اور تو نے غلط کام کیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔

ایک بزرگ کے بارے میں ہے کہ جب کوئی شخص ان کو خبر دیتا کہ فلاں شخص آپ کی غیبت کرتا ہے یا آپ کو گالیاں دیتا ہے تو آپ اس کے حق میں دعائے خیر کرتے اور اس کی تعریف کرتے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آئندہ اس شخص سے برائی کے بجائے نیکی کی خبر آتی، یہی بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کہ بُرائی کا جواب نیکی کیساتھ دیا کرو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر تمہارے اور اس شخص کے درمیان کوئی دشمنی ہوگی تو وہ دوست بن جائے گا اور آئندہ برائی کا سلوک نہیں کرے گا، الغرض! بُرائی کا جواب ہمیشہ نیکی اور اخلاق کیساتھ دینا چاہیے، تمہارے اسی سلوک کی وجہ سے تمہارے دشمن دوستوں میں بدل جائیں گے اور اگر اینٹ کا جواب پتھر سے دوگے تو آئندہ کیلئے نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا، بلکہ اس سے برائی دشمنی میں مزید اضافہ ہوگا۔

برائی کا جواب بھلائی سے دینا بہت بڑے اخلاق کی بات ہے جو ہر شخص میں پیدا نہیں ہوسکتی اور اکثر اوقات انسان کو غصہ آجاتا ہے، یہ اچھا اخلاق تو انہی لوگوں میں پیدا ہوتا ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں، کسی کی برائی کے جواب میں فوراً غصے میں نہیں آجاتے بلکہ صبر اور برداشت سے کام لیتے ہیں اور یہ عادت بڑی قسمت والوں کو

ملتی ہے، برائی کا جواب نیکی کیساتھ دینا بڑی دانش مندی کی علامت ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والوں کو اکثر جاہلوں کی طرف سے تکلیفوں کا سامنا ہوتا ہے؛ اس لئے ان کو ظلم کے مقابلہ میں انصاف اور برائی کے بدلہ میں بھلائی کرنے کی تلقین کی جاتی ہے، نیز: تجربہ سے ثابت ہے کہ دعوت کے کامیاب ہونے کا بھی یہی طریقہ ہے کہ مخالفین کی ایذاؤں پر صبر کر کے ان کیساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے؛ اس لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا، جس میں سب مسلمان بھی شامل ہیں۔

جو لوگ حق کی طرف بلاتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ لوگوں کی ہر بری بات کا اچھائی سے جواب دیں، برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینا اور معاف کر دینا تو اچھا عمل ہے اور اس سے بھی زیادہ اچھا عمل یہ ہے کہ جس نے تمہارے ساتھ بُرا سلوک کیا تم اس کو معاف بھی کر دو اور اس کیساتھ احسان کا برتاؤ کرو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت میں حکم یہ ہے کہ جو شخص تم پر غصہ کرے تم اس مقابلہ میں صبر سے کام لو، جو تمہارے ساتھ سختی سے پیش آئے تم اس کیساتھ نرمی سے پیش آؤ اور جس نے تمہیں ستایا اُس کو معاف کر دو۔

اللہ تعالیٰ کی پناہ

وَ اِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ

اور اگر وسوسہ ڈالے آپ کو شیطان کوئی وسوسہ تو پناہ لیں ساتھ اللہ کے تحقیق وہ

هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۳۶﴾ وَ مِنۡ اٰيٰتِهِ الَّيۡلُ وَ النَّهَارُ وَ

وہی سننے والا جاننے والا ہے (۳۶) اور میں سے نشانیوں اسکی رات اور دن اور

الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ ؕ لَا تَسۡجُدُوۡا لِلشَّمۡسِ وَ لَا لِلۡقَمَرِ وَ

سورج اور چاند مت سجدہ کرو تم واسطے سورج کے اور نہ واسطے چاند کے اور

اسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ الَّذِىۡ خَلَقَهُنَّ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِيَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۳۷﴾

سجدہ کرو واسطے اللہ کے جس نے پیدا کیا انہیں اگر ہو تم اسی کی عبادت کرتے (۳۷)

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ
پس اگر تکبر کریں وہ پس وہ جو ہیں نزدیک رب آپکے تسبیح کرتے ہیں واسطے اسکے میں رات

وَ النَّهَارِ وَ هُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ﴿۳۸﴾
اور دن اور وہ نہیں اکتاتے (۳۸)

السجدة

بامحاورہ ترجمہ: ۔اور اگر کبھی شیطان وسوسہ ڈالے آپ کو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑیں بیشک وہی ہے سننے والا جاننے والا ۔(۳۶) اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن، سورج اور چاند، سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو، اور سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کو جس نے انہیں بنایا، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔(۳۷) پھر اگر وہ غرور کریں تو وہ لوگ جو آپ کے رب کے پاس ہیں، پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اس کی رات اور دن اور وہ تھکتے نہیں ۔(۳۸)

لفظی تحقیق: نَزْغٌ: کچوکا۔ کسی چیز کا بدن میں چبھونا۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: خوش قسمت لوگ بُرے لوگوں کیساتھ برداشت کا برتاؤ کرتے ہیں اور ان کے بُرے سلوک کے جواب میں ان کیساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں، تم ایسا ہی کرو، لیکن اگر کبھی کسی شیطان سے پالا پڑے اور برداشت سے کام نہ چلے یا اسکے بڑھکانے سے طبیعت غصہ سے بے قابو ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے، اس کی قدرت بہت بڑی ہے، رات دن، سورج اور چاند اسی نے بنائے ہیں، ان میں سے کسی کو سجدہ نہ کرو، اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو تو پھر اس کو سجدہ کرو، وہ ان سب کا پیدا کرنے والا ہے، اگر ان لوگوں کی اکڑ ان کو اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کرنے دے تو یہ جانیں، اللہ تعالیٰ کے نہایت قریب فرشتے اس کی تسبیح دن رات لگاتار کرتے رہتے ہیں وہ کبھی تھکتے ہی نہیں، اسے ان کی عبادت کی پرواہ نہیں، یہ سجدہ کی آیت ہے۔

جب کسی شخص کیساتھ کوئی بُرا برتاؤ کیا جائے تو اس کو غصہ آئے گا یا پھر شیطان کی طرف سے وسوسہ پیدا

ہوگا، غصے کی حالت میں انسان برائی کا جواب برائی سے دیتا ہے اور شیطان کی وسوسہ اندازی سے برائی کی طرف راغب ہوتا ہے، اِن صورتوں کا علاج بھی اللہ تعالیٰ نے تجویز فرما دیا ہے، ارشاد ہوتا ہے: جب شیطان کی طرف سے چھیڑ چھاڑ ہو، اور انسان برائی اور زیادتی کی طرف بڑھنے لگے تو ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے، صحیح "مسلم" اور "مستدرک حاکم" میں یہ روایت موجود ہے کہ دو شخص پیغمبر ﷺ کی مجلس کے دوران آپس میں الجھ پڑے، ایک شخص کو سخت غصہ آیا، آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ: میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص اس کلمے کو اپنی زبان سے ادا کردے تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے اور وہ کلمہ ہے "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" جب اس شخص کے سامنے یہ بات ذکر کی گئی تو وہ شخص کہنے لگا، کیا تم لوگ مجھے مجنوں خیال کرتے ہو؟

احکام ومسائل

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اس کے سوا کسی ستارے یا انسان وغیرہ کو سجدہ کرنا حرام ہے، خواہ وہ عبادت کی نیت سے ہو یا محض تعظیم کی نیت سے، دونوں صورتیں باجماعِ امت حرام ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ جو عبادت کی نیت سے کسی کو سجدہ کرے گا وہ کافر ہو جائے گا اور جس نے محض تعظیم کیلئے سجدہ کیا اس کو کافر نہیں فاسق کہا جائے گا۔

قدرت کی اور نشانیاں

وَ	مِنْ	اٰيٰتِهٖٓ	اَنَّكَ	تَرَى	الْاَرْضَ	خَاشِعَةً	فَاِذَآ	اَنْزَلْنَا
اور	سے	نشانیوں اسکی ہے کہ	آپ	دیکھتے ہیں	زمین کو	مرجھائی ہوئی	پس جب	اتارا ہم نے

عَلَيْهَا	الْمَآءَ	اهْتَزَّتْ	وَ	رَبَتْ ؕ	اِنَّ	الَّذِيْٓ	اَحْيَاهَا	لَمُحْيِ
پر اس کے	پانی	حرکت میں آئی	اور	پھولی	تحقیق	وہ جس نے	زندہ کیا اسے	البتہ زندہ کرنے والا ہے

الْمَوْتٰی ؕ اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ

مُردوں کو تحقیق وہ پر ہر چیز کے قدرت رکھنے والا ہے (۳۹) تحقیق وہ لوگ جو ٹیڑھا چلتے ہیں

فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ

میں آیتوں ہماری کے نہیں چھپے ہوئے پر ہمارے کیا پس جو ڈالا جائے میں آگ کے بہتر ہے

اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ

یا وہ جو آئے بے خوف دن قیامت کے کیے جاؤ جو چاہو تم

اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۴۰﴾

تحقیق وہ اس کو جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے (۴۰)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آپ زمین کو دبی ہوئی دیکھتے ہیں، پھر جب ہم نے اس پر پانی اتارا حرکت میں آئی اور ابھری، بیشک جس نے اس زمین کو زندہ کیا وہی زندہ کرے گا مُردوں کو، بیشک وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔(۳۹) جو لوگ ہماری آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں، بھلا! ایک جو آگ میں ڈالا جائے گا بہتر ہے یا جو قیامت کے دن امن کیساتھ آئے گا، وہ بہتر ہے؟، کیے جاؤ جو چاہو تم! بیشک وہ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔(۴۰)

لفظی تحقیق: اِهْتَزَّتْ: حرکت میں آئی۔ ماضی کا صیغہ ہے، "اِهْتِزَاز" سے جو (ہ ز ز) سے ہے، "هَزٌّ" کے معنی ہلانے کے ہیں، "اِهْتِزَاز" بمعنی حرکت کرنا۔ رَبَتْ: ابھری۔ ماضی کا صیغہ ہے، (ر ب و) سے "رُبُوٌّ" اونچا ہونا، ابھرنا۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ خشک زمین کو بارش برسا کر ہری بھری کر دیتا ہے، جو پہلے بالکل سوکھی ہوئی، مرجھائی ہوئی پڑی ہوتی ہے بارش برستے ہی حرکت میں آجاتی ہے اور ابھرنے لگتی

ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، ہر چیز اس کی قدرت میں ہے۔

ارشاد ہے کہ: جو لوگ ہماری نشانیاں دیکھ کر ہمیں نہیں پہچانتے یقیناً ان کا حال ہمیں معلوم ہے، اب یہ بتاؤ کہ! قیامت کے دن آگ میں پڑنے والا اچھا ہے یا ہمیشہ کیلئے خوش اور بے غم ہو جانے والا اچھا ہے؟، تم جو چاہے کئے جاؤ! اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

وہ تمہارے اخلاص، ایمان، کفر، شرک، الحاد، ہر چیز سے باخبر ہے، تم اپنی مرضی سے کام کرتے رہو وہ تمہارے راستے میں اس وقت رکاوٹ نہیں ڈالے گا، البتہ قیامت والے دن تمہارے عملوں کے مطابق تمہیں بدلہ دے گا۔

کافروں کی بہانہ بازیاں

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ

تحقیق جن لوگوں نے انکار کر دیا نصیحت کا جب آئی وہ پاس انکے اور تحقیق وہ البتہ ایک کتاب ہے

عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ

عزت والی (۴۱) نہیں آتا اس تک جھوٹ سے سامنے اس کے اور نہ سے

خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا

پیچھے اسکے اتاری ہوئی سے حکمت والے خوبیوں والے کے (۴۲) نہیں کہا جاتا واسطے آپکے مگر

مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ

جو کہا جا چکا واسطے پیغمبروں کے سے پہلے آپ تحقیق رب آپ کا البتہ والا بخشش

وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا

اور والا سزا دردناک (۴۳) اور اگر کر دیتے ہم اسے قرآن عجمی البتہ کہتے

قراء ت حفص بتسہیل الہمزة الثانیة

لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ

کیوں نہ کھولی گئیں آیتیں اسکی کیا کتاب عجمی ہے اور پیغمبر عربی ہے

بامحاورہ ترجمہ:۔ بیشک وہ لوگ جنہوں نے نصیحت کا انکار کیا جب ان کے پاس آئی حالانکہ وہ کتاب ہے عزت والی۔(۴۱) اس میں جھوٹ کا دخل نہیں، آگے سے اور نہ پیچھے سے، اتاری ہوئی حکمتوں والے سب تعریفوں والے کی طرف سے۔(۴۲) نہیں کہی جائے گی آپ کیلئے مگر وہی بات جو کہی گئی ہے آپ سے پہلے پیغمبروں کو، بیشک آپ کا رب معاف کرنے والا اور دردناک عذاب دینے والا ہے۔(۴۳) اور اگر ہم اس کو عجمی زبان کا قرآن بنادیتے تو کہتے اس کی باتیں کھولی کیوں نہ گئیں، یہ کیا بات ہے کہ قرآن عجمی ہے اور پیغمبر عربی؟

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جولوگ نصیحت اور بھولی ہوئی باتوں کے یاددلانے والے ذکر سے منہ موڑتے ہیں وہ بڑا غضب کررہے ہیں، یہ ذکر (قرآن) تو ایک بڑی عزت اور شان والی کتاب ہے، جس کے آگے جھوٹ بھٹک نہیں سکتا، یہ تو اس نے اتاری ہے جو ساری حقیقتوں سے باخبر اور تمام خوبیوں کا مالک ہے، رہا ان کافروں کا طریقہ تو یہ آپ کیساتھ وہی سلوک کررہے ہیں جو پہلے پیغمبروں کیساتھ ان کی قوموں نے کیا، پیغمبروں نے لوگوں کو کام کی باتیں بتائیں اور لوگوں نے انہیں دکھ پہنچائے، آپ صبر کریں، جو ان میں سے مان لے گا اسے اللہ تعالیٰ بخش دیگا، وہ غفورالرحیم ہے اور جو نہ مانے گا وہ سزا پائے گا انہیں اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے بہانے باز ہیں، قرآن مجید عربی میں اترا تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسے پیغمبر جب مانتے جب کسی اور زبان میں جو اس کی اپنی نہ ہوتی کوئی کتاب لاتا، پھر اگر کسی اور زبان میں لاتا تو کہتے کتاب عجمی ہے اور پیغمبر عربی ہے، دنیا میں عرب کے سوا جتنی قومیں اور زبانیں ہیں ان کو عجمی کہا جاتا ہے۔

مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ: نہ اس کے آگے کی طرف سے اور نہ پیچھے کی طرف سے، مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: آگے پیچھے سے باطل کے نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے اترنے سے پہلے جتنی

کتابیں اور صحیفے اترے ان کے حوالے سے اس کتاب میں کوئی غلط بات ثابت نہیں کی جاسکتی، بلکہ یہ تو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس کے پیچھے سے مراد یہ ہے کہ اب اس کے بعد نہ کوئی کتاب آئے گی اور نہ کوئی شریعت جو اس کتاب کے کسی حکم یا آیت کو منسوخ کردے، یہ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے، اس کے بعد کوئی نیا حکم اور نئی کتاب نہیں آئے گی اور نہ اس میں کسی قسم کا کوئی ردوبدل ہوسکے گا؛ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرمایا ہے کہ: اگر اس کتاب پر ایمان نہیں لاؤ گے تو پھر اس کے بعد کس چیز پر ایمان لاؤ گے، اس کے بعد تو کوئی کتاب نہیں آئے گی۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اگلی قوموں کے جو حالات بیان کئے گئے ہیں کوئی شخص ان کو غلط ثابت نہیں کرسکتا اور پیچھے سے یہ مراد ہے کہ اس کتاب میں آئندہ کیلئے جو پیشینگوئیاں کی گئی ہیں ان میں بھی کوئی غلط یا خلاف واقعہ بات ثابت نہیں ہوسکے گی۔

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ: مخالفین کی طرف سے نہیں کہا گیا آپ سے، مگر وہی کچھ جو آپ سے پہلے پیغمبروں سے کہا گیا، پہلے قوموں نے بھی اپنے اپنے پیغمبروں کو شاعر، جادوگر، جھوٹا وغیرہ کہا اور آپ کی قوم بھی آپ سے یہی کچھ کہتی ہے، یہ کافروں کا پرانا طریقہ ہے، لہٰذا آپ صبر سے کام لیں اور اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں جو خود ان نپٹ لے گا، بیشک اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا ہے اور دردناک سزا دینے والا بھی ہے، جو لوگ اس سے معافی مانگتے ہیں اور آئندہ کیلئے صحیح راستہ اختیار کرلیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی کوتاہیوں کو معاف فرمادیتا ہے اور جو لوگ ضد اور عناد پر اڑے رہتے ہیں ان کو سزا بھی دیتا ہے۔

قرآن اور عربی زبان

اس سورت کے شروع میں بیان ہوچکا ہے کہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور یہ قرآن مجید سمجھدار لوگوں کیلئے عربی زبان میں اتارا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ ہے، ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو وضاحت کیساتھ بیان کرسکے، اگر پیغمبر کی زبان قوم کی زبان سے مختلف ہوتی تو دین کی تبلیغ میں سخت مشکل پیش آتی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے جو بھی کتاب

بھیجی ہے وہ اس زبان میں بھیجی ہے جو اس پیغمبر اور قوم کی زبان ہے، اس اصول کے تحت اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری کلام اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر آپ کی اور آپکی قوم کی زبان عربی میں اتارا، اور پھر ساتھ ہی دلیل کے طور پر فرمایا: اور اگر قرآن کو ہم عجمی زبان میں اتارتے تو یہ لوگ اعتراض کرتے کہ اس کی آیتوں کی تفصیل کیوں نہیں بیان کی گئی، مطلب یہ کہ قرآن ہماری اپنی زبان میں ہوتا تو ہم اس کی تفصیلات کو آسانی سے سمجھ سکتے، ان کا یہ اعتراض بجا ہوتا کہ قرآن تو عجمی زبان میں ہے جبکہ ہم عربی لوگ ہیں، تو فرمایا کہ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں اتار کر اس اعتراض کا دروازہ بند کردیا ہے، اب ان پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور یہ لوگ اس کتاب کو نا سمجھنے کا عذر پیش نہیں کر سکتے۔

حقیقت کا اظہار

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِيْنَ لَا
آپ کہہ دیں وہ واسطے ان کے جو ایمان لائے ہدایت ہے اور شفاء ہے اور جو لوگ نہیں

يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ
ایمان لاتے میں کانوں انکے بوجھ ہے اور وہ پر ان کے اندھاپن ہے وہ

ع ۵ ۱۲ ۱۹ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ
پکارے جا رہے ہیں سے جگہ دور کی (۴۴) اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب

فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ
پس اختلاف کیا گیا میں اسکے اور اگر نہ ہوتی وہ بات جو پہلے ہو چکی سے رب آپکے البتہ فیصلہ کر دیا جاتا

بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ
ان کے درمیان اور تحقیق وہ البتہ میں ہیں شک سے اس جو بے چین کرنیوالا ہے (۴۵) جس نے کام کیا

صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ
نیک پس واسطے جی اپنے کے اور جس نے برا کیا پراسی کی ہے اور نہیں رب آپ کا

بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾
ظلم کرنے والا واسطے بندوں کے (۴۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ آپ کہہ دیں! یہ کتاب ایمان لانے والوں کیلئے ہدایت اور شفاء ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور قرآن ان کے حق میں اندھاپن ہے، ان کو پکارتے ہیں دور کی جگہ سے۔ (۴۴) اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی، پھر اس میں اختلاف کیا گیا، اور اگر ایک بات جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو ان میں فیصلہ ہو جاتا، اور وہ اس قرآن سے ایسے دھوکے میں ہیں جو چین نہیں لینے دیتا۔ (۴۵) جس نے بھلائی کی سو اپنے واسطے اور جس نے برائی کی سو اس کا وبال اسی پر ہوگا اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ (۴۶)

تفسیر

اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیں کہ یہ قرآن مجید ایمان والوں کیلئے سراسر ہدایت اور شفاء ہے، جو لوگ اس کلام کو سمجھتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں ان کیلئے ہدایت کے راستے کو واضح کرتا ہے اور ان کی تمام روحانی اور اخلاقی بیماریوں کیلئے شفاء بن جاتا ہے، قرآن مجید شرک، کفر، بداخلاقی، حسد، کینہ اور بغض جیسی اخلاقی اور روحانی بیماریوں کو دور کرتا ہے، اس کے برخلاف جو لوگ اس پر یقین نہیں رکھتے ان کے کانوں میں قرآن مجید بوجھ بن جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی باتیں ان کے کانوں میں داخل ہی نہیں ہوتیں، ظاہر ہے کہ جو شخص کسی حقیقت کو سنے گا نہیں تو وہ سمجھے گا کیسے اور اس پر عمل کیسے کرے گا؟ اور یہی قرآن مجید ایسے لوگوں کیلئے اندھاپن ہے، انہیں اس کی کوئی اچھی بات نظر نہیں آتی، للہٰذا وہ اس کو ماننے اور عمل کرنے سے انکار کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی مثال اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے: گویا کہ وہ کسی دور مقام سے پکارے جا رہے ہوں، ان کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ

کوئی شخص انہیں آواز تو دے رہا ہے مگر دور ہونے کی وجہ سے اس کی بات سمجھ نہیں آرہی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، اسی طرح قرآن مجید کے نہ ماننے والوں کا معاملہ ہے کہ گویا کوئی انہیں دور سے پکار رہا ہے مگر اس کے پلے کچھ نہیں پڑتا، مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ چونکہ قرآنی ہدایات کو سننے اور سمجھنے کا ارادہ نہیں رکھتے؛ اس لئے گویا ان کے کان بہرے ہیں اور آنکھیں اندھی ہیں، ان کو ہدایت کی تعلیم دینا ایسا ہے جیسا کسی کو بہت دور سے پکارا جائے کہ اس کے کانوں تک اس کی آواز نہ پہنچے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اگر یہ لوگ قرآن مجید کیساتھ ضد، عناد اور تعصب کا مظاہرہ کرتے ہیں تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں کیونکہ اس قسم کے لوگ ہمیشہ سے اسی طرح کرتے آئے ہیں، قرآن مجید سے پہلے ہم نے موسیٰ کو "تورات" جیسی عظیم الشان کتاب عطاء فرمائی، مگر اس میں اختلاف کیا گیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں نے اس کتاب کو نہیں مانا وہ تباہ و برباد ہوئے، بالکل اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے وہ بھی ناکام رہیں گے، اگر ایک بات آپ کے پروردگار کی طرف سے پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کا فوراً فیصلہ کر دیا جاتا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک طے شدہ بات یہ ہے کہ جن چیزوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کرے گا، یعنی اس دنیا میں کسی معاملے کا فیصلہ یقینی نہیں ہوتا بلکہ یہ آخرت میں ہوگا، اور بیشک یہ لوگ قرآن مجید کی طرف سے تردد میں ڈالنے والے شک میں مبتلا ہیں اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام کو نہیں مانتے۔

جس نے کوئی اچھا عمل کیا تو اس نے اپنی جان کیلئے کیا یعنی اس کا فائدہ خود اسی کو ہوگا اور جس نے برا عمل کیا تو اس کو وبال اسی پر پڑے گا، مطلب یہ کہ نہ کسی ایک کی نیکی دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ کسی کی برائی دوسرے کے سر پر تھوپی جائے گی، ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا اور آپ کا پروردگار ہرگز اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے، وہ ہر معاملے کا ٹھیک فیصلہ کرے گا اور کسی کیساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔

الجزء ۲۵

قیامت کے حالات

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَ مَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ
طرف اسی کی لوٹایا جاتا ہے علم قیامت کا اور نہیں نکلتا کوئی پھلوں سے

اَكْمَامِهَا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ
غلافوں اس کے اور نہ بوجھ اٹھاتی کوئی مادہ اور نہ اتار رکھتی مگر ساتھ علم اسکے کے

وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا
اور جس دن کہ پکارے گا انہیں کہاں ہیں شریک میرے کہیں گے اطلاع دی ہم نے آپکو نہیں

مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ﴿۴۷﴾ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ
میں سے ہم کوئی گواہ (۴۷) اور کھو گیا سے ان جو تھے وہ پکارتے سے

قَبْلُ وَ ظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾
پہلے اور جان گئے کہ نہیں لئے انکے کوئی بچاؤ (۴۸)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اسی کو خبر ہے قیامت کے علم کی اور جو میوے اپنے غلافوں سے نکلتے ہیں اور جو کوئی مادہ حمل اٹھائے پھرتی ہے اور جو کوئی مادہ حمل کو جنم دیتی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، اور جس دن انہیں پکارے گا، کہاں ہیں! میرے شریک، بولیں گے، ہم نے تو آپ کو پہلے ہی بتایا کہ ہم میں کوئی اس کا اقرار نہیں کرتا۔ (۴۷) اور جو وہ پہلے پکارتے تھے وہ سب جدا ہو گئے، اور سمجھ گئے کہ انہیں کوئی نجات نہیں۔ (۴۸)

لفظی تحقیق: مَحِيْصٍ: بھاگ کر بچ جانا۔ مصدر میمی ہے (ح و ص) سے۔

تفسیر

جب مکہ والوں سے کہا گیا کہ ایک دن قیامت کا آنے والا ہے، جب تم سب دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے

جاؤ گے اور اپنے اپنے عملوں کا حساب دو گے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ قیامت کب آئے گی؟ اس آیت میں اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ تم قرآن مجید کے کہنے پر یقین کرلو کہ وہ ضرور آکر رہے گی، یہ کوئی نہیں جانتا کہ کب آئے گی، اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، بہت سی چیزیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، مگر جب وقت آجاتا ہے تو وہ ہوجاتی ہے اور سب جان لیتے ہیں، مثلاً خوشوں سے پھلوں کا نکلنا، پیٹ کے اندر کا بچہ، اس کی پیدائش کا صحیح وقت پہلے سے کوئی یقینی طور پر مقرر نہیں کرسکتا، صرف قیاس اور انکل کی بناء پر یا تجربہ کاروں کے بتانے سے جانتے ہیں، اسی طرح قیامت کو بھی قرآن مجید کے بتانے سے جانو اور مانو۔

مکہ کے لوگ پیغمبر ﷺ سے قیامت کے متعلق سوال کیا کرتے تھے کہ وہ کب آئے گی، کون سے مہینے کی کون سی تاریخ کو آئے گی، اس کے جواب میں فرمایا! قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اللہ تعالیٰ نے قیامت کی تاریخ اور وقت کا علم کسی پیغمبر، ولی، فرشتے یا جن کو نہیں دیا، البتہ قیامت سے پہلے آنے والی بہت سی نشانیوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ ضرور کیا ہے۔

وَ مَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا: مطلب یہ کہ درختوں میں پھلوں کا آنا اور عورت کا حاملہ ہونا اور بچہ کا پیدا ہونا سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے، وہ بیج بونے سے لیکر پھلوں کے توڑنے تک اور حمل ٹھہرنے سے بچے کی پیدائش تک کے تمام مرحلوں کو صرف وہی جانتا ہے، کیونکہ ہر چھوٹی بڑی چیز کا علم اسی کو ہے، مثلاً: جدید سائنسی تحقیقات کے باوجود یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ کہ بچے کی پیدائش کا عین وقت کیا ہوگا، بچہ نیک ہوگا یا بد، خوش بخت ہوگا یا بد بخت، کتنی عمر پائے گا اور کیا عمل کرے گا، وغیرہ وغیرہ۔

دنیا میں تو لوگ مختلف چیزوں کو خدا بنا لیتے ہیں، کوئی درختوں کو، کوئی پتھروں کو معبود مانتے نہیں تو کوئی چاند اور سورج کی عبادت کرتا ہے، کوئی زندہ سے حاجت مانگتا ہے تو کوئی مُردوں کی قبروں کا طواف کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قیامت والے دن وہ لوگوں کو پکار کر کہے گا، کہ کہاں ہیں میرے شریک جن کی تم دنیا میں عبادت کرتے تھے اور انہیں حاجت روا اور مشکل کشاء سمجھتے تھے، اُن کو بلاؤ تاکہ آج وہ تمہاری مدد کریں، مگر لوگ کہیں گے، پروردگار! ہم نے آپ کو بتلادیا ہے کہ ہم سے کوئی بھی اقرار نہیں کرتا کہ آج تیرے سوا ہمیں کوئی بچا سکتا ہے یا

ہماری مدد کر سکتا ہے، دنیا میں تو ہر مشکل کا حل انہی جھوٹے خداؤں سے لگا ہوا تھا مگر قیامت کو صاف کہہ دیں گے کہ آج بادشاہی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، کسی دوسرے کو دم مارنے کی مجال نہیں اور وہ سب معبود جن کو دنیا میں یہ اپنی مشکلات میں پکارا کرتے تھے گم ہو جائیں گے، اس وقت کوئی بھی ان کی مدد کو نہیں پہنچے گا اور یہ لوگ اپنے بُرے عملوں کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوں گے اور ان کو یقین آ جائے گا کہ آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خلاصی کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی۔

عجیب عادت

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ
نہیں　اکتاتا　آدمی　سے　مانگتے　بھلائی　اور　اگر　چھو جائے اسے　بُرائی

فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَ لَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ
پس مایوس ہو جاتا ہے　ناامید　(۴۹)　اور　البتہ اگر　مزہ چکھائیں ہم انکو　رحمت　اپنی　پیچھے　کسی بُرائی کے

مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَ مَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّ
کہ چھوئے اسے　البتہ ضرور کہیں　یہ ہے واسطے میرے　اور　نہیں　گمان کرتا میں　قیامت کی گھڑی　آنے والی　اور

لَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ
البتہ اگر　لوٹایا گیا میں　طرف　رب اپنے کے　تحقیق　لئے میرے　پاس اسکے　البتہ اچھائی ہوگی　پس البتہ خبر دینگے ہم انہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾
جنھوں نے　کفر کیا　اسکی جو　کیا انہوں نے　اور　البتہ ضرور چکھائینگے ہم انہیں　سے　عذاب　سخت　(۵۰)

با محاورہ ترجمہ:۔ آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا اور اگر بُرائی پہنچ جائے تو آس توڑ بیٹھتا ہے ناامید ہو کر۔ (۴۹) اور اگر ہم اسے کچھ اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیں ایک تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تو کہنے لگے یہ ہے میرے لائق اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے، اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو

میرے لئے اس کے پاس اچھائی ہوگی، سو! ہم منکروں کو بتلا دیں گے جو انہوں نے کیا اور چکھائیں گے انہیں ایک سخت عذاب۔(۵۰)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: آدمی عیش و آرام اور تندرستی کی طلب میں لگا رہتا ہے اور اس سے کبھی نہیں تھکتا، اور اگر کسی وقت کوئی تکلیف پہنچ جائے تو ناامید ہو کر آس توڑ بیٹھتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں، محض ظاہری اسباب ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ ارشاد ہے کہ: اگر ہم تکلیف کے بعد اس کی حالت اپنی رحمت سے بدل دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ میں نعمت کا ہی حقدار ہوں، مجھے یہ ملنی ہی چاہیے، میں قیامت آنے کا یقین نہیں کرتا اور فرض کر و آئی بھی اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے واپس گیا بھی تو وہ وہاں بھی میرے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس اچھا صلہ ہوگا، ارشاد ہے کہ: بات یہ نہیں جو دنیا میں ہمیں نہیں مانتے ہم قیامت کے دن ان کے عملوں کو ان کے سامنے رکھ دیں گے اور ان کی لاپرواہی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم انہیں ان کے برے عملوں کی سخت سزا دیں گے اور بہت ہی سخت عذاب میں ڈال دیں گے، کیسی صاف صاف باتیں ہیں، عقل مند تو ان کے سننے کے بعد ان پر عمل کئے بغیر نہیں رہ سکتا، ہاں جو سنے ہی نہیں اور دھیان ہی نہ دے اس کا کوئی علاج نہیں۔

نرالا طریقہ

وَ اِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ

اور جب انعام کریں ہم پر انسان کے منہ پھیر لے اور دور ہو جائے ساتھ پہلو اپنے کے اور

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ

جب آلگے اسے برائی پس والا دعاء لمبی چوڑی (۵۱) آپ کہہ دیں کیا دیکھا تم نے اگر

كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ
ہوا یہ سے پاس اللہ کے پھر کفر کیا تم نے ساتھ اسکے کون زیادہ گمراہ ہے سے اس

هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ﴿۵۲﴾
جو ہو میں مخالفت دور کی (۵۲)

بامحاورہ ترجمہ: ۔اور جب ہم انسان پر اپنی نعمتیں بھیجیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور پہلو بچا کر نکل جاتا ہے، اور جب اس کو برائی آ لگے تو لمبی چوڑی دعائیں مانگنے والا ہو جاتا ہے۔(۵۱) آپ کہہ دیں، بھلا! دیکھو تو اگر یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہوا، پھر تم نے اس کو نہ مانا، پھر اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو دور نکل جائے مخالفت میں۔(۵۲)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: انسان کا حال عجیب ہے، جب ہم اسے اپنی نعمتیں عطاء کرتے ہیں اور وہ خوشحال اور مالدار ہو جاتا ہے تو ہماری طرف سے منہ پھیر لیتا ہے اور دوسری طرف کروٹ بدل لیتا ہے، ہمارے حکموں کی پرواہ نہیں کرتا اور غلط باتوں میں لگا رہتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ اس کی حرکتوں کو دیکھ ہی نہیں رہا اور اس کے عمل لکھے ہی نہیں جا رہے اور جب مصیبت آ پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے لمبی چوڑی دعائیں مانگنے بیٹھ جاتا ہے کہ یہ مصیبت دور ہو جائے، اسے یہ یاد نہیں رہتا کہ جب اچھا بھلا تھا تو مسجد سے منہ موڑ کر چلا جاتا تھا، بلکہ اللہ اللہ کرنے والوں اور نماز روزے میں مشغول رہنے والوں کی کھلے طور پر ہنسی اڑاتا تھا، آج کس منہ سے اللہ تعالیٰ کو پکار رہا ہے؟ بتلانا یہ ہے کہ یہ طریقہ ٹھیک نہیں، چاہئے تو یہ کہ خوشحالی میں بھی اللہ تعالیٰ کو نہ بھولے، خوشی خوشی اس کے حکم پورے کرے، نماز پڑھے، بے کسوں اور محتاجوں کی جان و مال سے مدد کرے اور مصیبت میں صبر کرے بے قرار نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ رکھے اور اس کے کرم کی امید رکھے۔

آگے ارشاد ہے کہ: کبھی یہ بھی سوچا کہ اگر یہ قرآن سچ مچ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کیلئے

آیا ہے، جیسا کہ یہ حقیقت میں آیا ہے تو اس کا انکار کرنے والوں کی اور اس کی ہدایتوں کو نہ ماننے والوں کی کیا حالت ہوگی، کیا کوئی اس سے زیادہ گمراہ ہوسکتا ہے جو قرآن مجید کی باتوں سے دور ہوتا اور نافرمانی میں دن بدن بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

حق چھپا نہیں رہتا

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ
عنقریب دکھائینگے ہم انہیں نشانیاں اپنی میں دنیا اور میں جانوں ان کی کے یہاں تک کہ ظاہر ہوجائے

لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَ لَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
لئے انکے کہ وہ درست ہے کیا نہیں کافی رب آپ کا اس بات کیلئے کہ وہ اوپر ہر چیز کے

شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ
گواہ ہے (۵۳) خبردار کہ وہ میں ہیں شک سے ملنے رب اپنے کے خبردار بیشک وہ

بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾
ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے (۵۴)

ع ۶ / ۱۰

بامحاورہ ترجمہ:۔ اب ہم ان کو اپنی قدرت کے نمونے دنیا میں اور خود ان کی جانوں میں دکھائیں گے، یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ یہ ٹھیک ہے، کیا آپ کا رب ہر چیز پر گواہ ہونے کیلئے کافی نہیں ہے؟ (۵۳) سنو! وہ اپنے رب کی ملاقات سے دھوکے میں ہیں، سنو! وہ ہر چیز کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ (۵۴)

تفسیر

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ: قرآن مجید جو کچھ کہتا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے، جنہوں نے اس کی سچائی سنتے ہی مان لی وہ بڑے سمجھدار ہیں، ورنہ رفتہ رفتہ اس کی سچائی بعد میں آنے والے واقعات سے ظاہر ہوتی چلی جائے

گی، بلکہ خود اس کے نہ ماننے والوں کے سر پر وہ ساری باتیں گزریں گی جو اس میں بتائی جارہی ہیں، اُس وقت وہ پچھتائیں گے، عجیب بات ہے کہ یہ اس کی سچائی پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کو کافی نہیں سمجھتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی حقیقت معلوم ہے اور وہ سب کا حال جانتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ انہیں یہ دھوکہ لگ گیا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر نہیں ہونا، لوگو! یاد رکھو کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے اور اس کا ایک ایک ذرّہ اللہ تعالیٰ کے بس میں ہے، اس کیلئے دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔

سورۃ "حٰمٓ اَلسَّجْدَة" کیا بتاتی ہے

اس قرآن مجید کو اس اللہ تعالیٰ نے اتارا جو ہر مخلوق کی ہر ضرورت اور ہر حاجت کو پورا کرتا ہے، انسان کیلئے ہدایت کی ضرورت تھی، کیونکہ اگر اس کو اپنی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا تو یہ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے پڑ جاتا اور شیطان اس کو بہکا کر اِدھر اُدھر لئے پھرتا، اس کتاب میں اس کو بھلے اور بُرے کاموں میں فرق کرنا بہت کھول کر سمجھایا گیا ہے، اس میں جنت کی خوشخبری بھی ہے اور دوزخ سے ڈراوا بھی، جو لوگ علم رکھتے ہیں وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے، لیکن افسوس کہ! اکثر لوگ اس کی باتوں سے کتراتے ہیں اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اور قرآن مجید سنو اور سمجھو کہ یہ کیا کہتا ہے تو جواب میں کہتے ہیں ہمارے کانوں میں اس کی آواز آتی ہی نہیں، تم تو اس کی باتیں مان کر ہم سے بالکل جدا ہوگئے، جاؤ اپنا کام کرو، ہم تو جو کچھ کرتے آئے ہیں وہی کرتے رہیں گے، وجہ کیا کہ اسے چھوڑ کر نیا راستہ اختیار کرلیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اس کے جواب میں ان سے کہو کہ میں تم سے جدا کب ہوں، تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہوں، تمہارے پیدا کرنے والے نے مجھے یہ بتلایا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے، اسی کی طرف سیدھا منہ کرکے چلو، اپنی خطاؤں اور گناہوں کی اس سے معافی مانگتے رہو، اب جو ایک اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو پوجے گا اس کی خیر نہیں۔

اس پر شیطان کا قابو چل گیا ہے، یہ غریبوں، محتاجوں کو صدقہ خیرات کچھ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کر بیٹھے ہیں، اب تو بھلا فقط انہی کا ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر اچھے کام کریں گے، انہیں ان کے اچھے کاموں کا اچھا

بدلہ ملے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا، آخر تم اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں مانتے؟ اس نے زمین بنائی، آسمان بنائے اور قریب کے آسمان کو ستاروں سے سجا دیا، ان سب کا بنانے والا زبردست ہے، وہ سب کچھ جانتا ہے، اگر اس کو نہ مانا تو یاد رکھو! تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو تم سے پہلے لوگوں کا ہوا، جنہوں نے اس کی باتیں نہ سنیں اور اپنی ضد پر قائم رہے ان پر طرح طرح کی آفتیں، زلزلے، عذاب کی کڑک وغیرہ جیسی چیزیں آئیں اور وہ تباہ ہو گئے، انہوں نے پیغمبروں کا کہنا نہ مانا اور طاقت پر مغرور ہو گئے، یہ نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ طاقت ور ہے، یاد رکھو! قیامت میں تمہارے ہاتھ پاؤں خود ہی گواہی دیں گے کہ ہم سے انہوں نے بُرے کام کئے، اس لئے مکرنا کچھ کام نہ آئے گا، اللہ تعالیٰ کو یہیں منانا ہے تو منالو قیامت کے دن اس کا موقع نہ ملے گا، ایمان والوں کے دونوں جہان میں فرشتے دوست ہیں، پس! ایمان لاؤ اور اخلاق درست کرو، بُروں کیساتھ نرمی سے پیش آؤ، ان کی خطاؤں کو معاف کر دو، اس کے بغیر دنیا میں مل جل کر رہنا مشکل ہے، یاد رکھو کہ اخلاق بغیر کوشش کے درست نہیں ہو سکتے، شیطان گھات میں لگا ہوا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، اللہ تعالیٰ ہی کو ہر وقت یاد کرو، اگر آج قرآن مجید کی ہدایت پر نہ چلے تو کل پچھتانا پڑے گا، اس کی باتیں بالکل سچی ہیں۔

انسان کو اپنی پیدائش پر غور کرنا چاہئے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے پانی کے قطرے سے اس کو پیدا کیا، اس میں روح ڈالی اور بولنے کی طاقت اور عقل عطاء فرمائی، اس کے جوڑ اور ہر ہر عضو کو نہایت عمدگی اور خوبصورتی کیساتھ بنایا۔

سُوْرَةُ الشُّوْرٰی

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں اتری، اس میں ۵ رکوع اور ۵۳ آیتیں ہیں، یہ ان سورتوں میں جو "حٰمٓ" سے شروع ہوتی ہیں تیسری سورۃ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ صفتوں کی طرف توجہ دلا کر خبردار کیا گیا ہے کہ اس کی طرف سے غافل مت ہو اور اس کی شان میں گستاخی مت کرو، اللہ تعالیٰ کے ماننے والے اللہ تعالیٰ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں، وہ ان کی ساری باتیں سنتا اور جانتا ہے، لوگوں کے عمل تو ایسے ہیں کہ ان کے سر پر آسمان پھٹ

پڑے، لیکن فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی حمد وثناء بیان کرتے رہتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے بخشش کی دعاء کرتے رہتے ہیں، انہی باتوں کی وجہ سے دنیا قائم ہے ایمان والوں کی بدولت، کافروں کو ایک مدت تک مہلت دی جارہی ہے، ورنہ کب کا قصہ تمام ہو چکا ہوتا، اے پیغمبر! آپ کے ذمہ ان کو زبردستی سیدھے راستے پر لانا نہیں ہے، ہم نے تو یہ قرآن مجید اس لئے اتارا ہے کہ مکہ والوں کو اور اس کے اردگرد جتنے انسان جہاں جہاں بستے ہیں آپ ان کو اسے سنادیں اور ڈرادیں کہ دیکھو قیامت آنے والی ہے، اس دن سارے انسان اکٹھے کئے جائیں گے اور ان کے اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی، کچھ لوگ جنت میں اور کچھ لوگ دوزخ میں جائیں گے، آپ کہہ دیں کہ: ہم سب انسانوں کو ایک ہی امت بنادیتے لیکن ہمیں یہ منظور ہوا کہ انسانوں کا امتحان لیا جائے، یاد رکھو کہ! کافروں کیلئے اس دن کوئی سفارش کرنے والا یا مدد کرنے والا نہ ہوگا، مارنا اور زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کیلئے آسان ہے، اس کی قدرت میں سب کچھ ہے، ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت میں اکیلا ہے، کوئی اس کے برابر کا نہیں، سب کچھ اسی کے قبضہ میں ہے، اس نے انسان کیلئے ایک ہی دین بنایا ہے اور سارے پیغمبر اسی دین کو سکھاتے چلے آرہے ہیں اس میں پھوٹ مت ڈالو، اے پیغمبر! آپ اسی دین کی طرف بلائیں اور خود بھی عمل کرکے لوگوں کیلئے مثال قائم کریں، اس کے بعد جو نہ مانے اس کیلئے اللہ تعالیٰ کا عذاب تیار ہے، قرآن مجید ایک کسوٹی ہے، اس پر اپنے عملوں کو پرکھتے رہو، کھرا کھوٹا الگ الگ معلوم ہوجائے گا، ان سے کہہ دیں کہ جو دنیا ہی کو چاہے گا اسے دنیا کچھ نہ کچھ مل جائے گی، مگر آخرت میں وہ خالی ہاتھ ہوگا، ان سے کہہ دو کہ تم مجھے مت ستاؤ، اللہ تعالیٰ کا پیغام دنیا میں سب کو پہنچانے دو اور کچھ نہیں تو رشتہ داری کا ہی خیال کرو، اس پیغام میں سب کا بھلا ہے، اس کے بعد مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کا وہ کونسا طریقہ ہے جس سے دونوں جہانوں کی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔

آیاتها – ۵۳ سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ رکوعاتها – ۵

سورۃ الشوریٰ مکی ہے، اس میں ترپن آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝١ عٓسٓقٓ ۝٢ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ

حامیم (۱) عین سین قاف (۲) مانند اسکے وحی بھیجتا ہے طرف آپکی اور طرف ان کی جو سے تھے

قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٣ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

پہلے آپ اللہ زبردست حکمت والا (۳) لئے اسکے ہے جو کچھ میں آسمانوں کے اور

مَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝٤ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ

جو کچھ میں زمین اور وہی ہے سب سے اوپر بڑا (۴) قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں

مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ

سے اوپر جانب اپنی اور فرشتے تسبیح بیان کرتے ہیں ساتھ حمد رب اپنے کی اور استغفار کرتے ہیں

لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٥

واسطے اسکے جو میں زمین کے ہے خبردار رہو بیشک اللہ وہی ہے بخشنے والا مہربان (۵)

بامحاورہ ترجمہ: ۔حٰمٓ۔ (۱) عٓسٓقٓ۔ (۲) اسی طرح آپ کی طرف اور آپ سے پہلوں کی طرف وحی بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ زبردست حکمتوں والا ہے۔ (۳) جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اسی کا ہے، سب

سے اوپر بڑا وہی ہے۔(۴) قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کیساتھ اور وہ زمین والوں کیلئے بخشش کی دعاء کرتے ہیں، خبردار! بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔(۵)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ اسی طرح وحی بھیجتا ہے جس طرح پہلے پیغمبروں کی طرف بھیجیں، وہ نہ بھیجے تو کون بھیجے؟ وہی تو ساری قوتوں کا مالک اور حکمتوں والا ہے، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور وہی سب سے بلند اور بڑائی والا ہے، اس کے رعب اور خوف سے آسمان اوپر کی جانب سے پھٹ پڑنے کے قریب ہے، فرشتے اپنے رب کی خوبیاں بیان کرنے میں لگے ہوئے ہیں، انہی کی پاکی بیان کرنے اور تعریف کرنے کی وجہ سے ساری دنیا کا انتظام قائم ہے، وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ سے زمین پر بسنے والوں کیلئے بخشش کی دعاء کرتے رہتے ہیں، یہ فرشتوں کی دعاؤں کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کی پکڑ جلدی نہیں کرتا اور انہیں مہلت دیتا رہتا ہے، کان کھول کر سنو! اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا ہے اور کسی کے پاس کوئی طاقت نہیں جو بخشے یا رحم کرے۔

قرآن مجید کا مقصد

وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ

اور | وہ لوگ | پکڑا جنہوں نے | سوا اس کے | رفیق | اللہ | نگہبان ہے | پر ان کے

وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

اور | نہیں | آپ | اوپر ان کے | نگران | (۶) | اور | مانند اس کے | وحی کی ہم نے | طرف آپ کی

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ

قرآن | عربی | تاکہ ڈرادیں آپ | سب سے بڑے شہر کو | اور | جو ہیں | گرد اسکے | اور تاکہ ڈرسنادیں

يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ
دن　اکٹھے ہونے کے　نہیں　شک　میں اسکے　ایک گروہ　میں　جنت کے　اور　ایک گروہ

فِي السَّعِيْرِ ⑦
میں　دہکتی آگ کے (۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوست بنائے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب پر نظر رکھے ہوئے ہے اور آپ ان پر نگران نہیں۔(۶) اور ہم نے آپ پر عربی زبان میں قرآن اس لئے اتارا کہ آپ بڑے شہر (مکہ والوں) اور اس کے آس پاس والوں کو ڈر سنادیں اور جمع کئے جانے کے دن کی خبر سنادیں، اس میں دھوکہ نہیں، ایک گروہ جنت میں اور ایک گروہ دوزخ میں جائے گا۔(۷)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں جو چاہے کروں مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں، یہ جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا ساتھی بنائے ہوئے ہیں اور ان کی خوشامد، بندگی اور پوجا پاٹ میں لگے رہتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہیں، اے پیغمبر! ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا، اگر کوئی نہ مانے تو آپ کے ذمہ یہ نہیں کہ اس سے زبردستی منواؤ، لوگو! تم نے قرآن مجید سنا، بس اس کا شروع سے آخر تک یہی مقصد ہے، یہ عربی زبان میں پڑھنے کی ایک کتاب ہے، ہم نے اے پیغمبر! وحی کے ذریعے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ مکہ کی بستی والوں کو اور اس کے اردگرد قریب یا دور جتنی بھی انسانوں کی آبادی ہے ان سب کو ڈرادو کہ لوگو! تمہیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا اور یہ ڈراؤنی خبر بھی سنادو کہ ایک دن ایسا آئے گا جس میں سارے انسان اکٹھے کئے جائیں گے، ایک گروہ جنت والوں کا ہوگا اور ایک دوزخ والوں کا، اگر جنتیوں کے گروہ میں شامل ہونا ہے تو قرآن مجید پر عمل کرو۔

سب ایک جیسے نہیں

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ يُّدْخِلُ
اور اگر چاہتا اللہ البتہ کر دیتا انہیں امت ایک اور لیکن داخل کرتا ہے وہ

مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ
جسے چاہتا ہے میں رحمت اپنی کے اور ظلم کرنے والے نہیں واسطے انکے کوئی ساتھی

وَّ لَا نَصِيْرٍ ⑧ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ
اور نہ مددگار (۸) کیا بنائے ہیں انہوں نے سوا اس کے ساتھی پس اللہ وہی

ع ۹ / ۲ اَلْوَلِيُّ وَ هُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۫ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۹
کارساز ہے اور وہی زندہ کریگا مردوں کو اور وہ اوپر ہر چیز کے قدرت رکھنے والا ہے (۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور جو ظالم ہیں ان کا نہ کوئی ساتھی ہے نہ مددگار۔ (۸) کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو مددگار بنا رکھا ہے، سو اللہ تعالیٰ ہی کام بنانے والا ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۹)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی مخلوق پیدا کی ہے، ایک مخلوق ایسی بھی ہونی چاہئے تھی جو بُرائی اور بھلائی کے فرق کو سمجھ سکتی اور ان میں سے جو چاہتا وہ اپنے لئے اچھا یا بُرا راستہ پسند کر سکتا، وہ مخلوق انسان ہے، ان میں سے جو اپنی سوچ اور سمجھ سے اللہ تعالیٰ کو مانے گا اور اس کی اتاری ہوئی کتاب قرآن مجید کی باتوں پر عمل کرے گا اسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازے گا اور جو نہ مانے گا وہ اپنی جان پر ظلم کرے گا، اسے سخت سزا ملے گی اور اس کا اس وقت کوئی ساتھی اور مددگار نہ ہوگا؛ اس لئے انسان کو چاہئے کہ دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کو اپنا ساتھی

اور مددگار بنائے تا کہ قیامت کے دن بے بس اور بے آسرا نہ رہ جائے ،لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا ساتھی بناتے اور ان سے مدد مانگتے ہیں، اے لوگو! مدد تو فقط اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے، اسی کے بس میں سب کچھ ہے، وہ مُردوں تک میں جان ڈال کر انہیں زندہ کر سکتا ہے، ہر چیز اس کی قدرت میں ہے۔

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا، یعنی: سب کو جبراً اطاعت پر مجبور کر دیتا، مگر یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے، اس کا عام اعلان ہے کہ یہ قرآن مجید تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے، "اب جس کا جی چاہے اس پر ایمان لائے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے (سورۃ الکہف، آیت ۲۹)" اگر کفر کرے گا تو آگے اس کے لئے دوزخ بھی تیار ہے، اللہ تعالیٰ نے خبردار کر دیا ہے مگر جبر نہیں کیا، اس کا قانون ہے کہ کسی کو زبردستی دین میں داخل نہیں کرتا، ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے، اب یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ ہدایت کا راستہ اختیار کرتا ہے یا گمراہی کا۔

بعض لوگوں نے اس ضمن میں مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے کہ بعض مسلمان حکمرانوں نے لوگوں کو زبردستی اسلام میں داخل کیا ہے، اس کا پروپیگنڈہ اورنگزیب عالمگیر کے خلاف خاص طور پر کیا جاتا ہے مگر یہ درست نہیں ہے، خلافت راشدہ اور اس کے بعد کسی مسلمان حکومت نے غیر مسلموں کو دین میں زبردستی داخل کرنے کی کوشش نہیں کی، البتہ دوسری قوموں نے مسلمانوں کیساتھ ایسا سلوک ضرور کیا ہے، سپین میں دو کروڑ مسلمان آباد تھے مگر عیسائیوں نے انہیں یا تو قتل کر دیا یا جبراً عیسائی بنا لیا، روسی لوگوں کو زبردستی اشتراکی بناتے ہیں اور اسی طرح ہندو، بدھ مت اور سکھ بھی اپنا اپنا مذہب قبول کرنے پر مجبور کرتے تھے۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی پر جبر نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور جو لوگ ظالم ہیں، یعنی: کفر و شرک کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ان کا نہ کوئی کارساز ہوگا اور نہ مددگار، ایسے لوگ قیامت والے دن پکڑے جائیں گے اور پھر سخت سزا کے حق دار ہوں گے۔

فیصلہ کون کرے؟

وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ
اور جو کہ اختلاف کرتے ہو تم میں اس کوئی چیز ہو پس فیصلہ اس کا طرف اللہ کے ہے وہی

اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ ⑩ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ
اللہ رب ہے میرا پر اس بھروسہ کرتا ہوں میں اور طرف اسی کی رجوع کرتا ہوں (۱۰) بنانے والا آسمانوں کا

وَ الْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ
اور زمین کا بنادیے واسطے تمہارے سے جانوں تمہاری جوڑے اور میں سے

الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَ
چوپایوں جوڑے پھیلاتا ہے تمہیں میں اس نہیں مانند اسکے کوئی چیز اور

هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪
وہ سننے والا دیکھنے والا ہے (۱۱)

بامحاورہ ترجمہ: اور جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، وہ اللہ رب ہے، دین اور دنیا کے سب کاموں میں میرا اسی پر بھروسہ ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ (۱۰) وہ آسمانوں کا اور زمین کا بنانے والا ہے، تمہارے واسطے تمہیں میں سے جوڑے بنادیئے اور چوپایوں میں سے بھی جوڑے بنادیئے، اسی طرح پھیلاتا ہے تمہیں زمین میں، نہیں اس کی طرح کا کوئی اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ (۱۱)

لفظی تحقیق: فَاطِرُ: پیدا کرنے والا۔ يَذْرَؤُ: پھیلاتا ہے، بکھیرتا ہے۔ مضارع ہے "ذَرْءَ" سے "ذَرْءٌ" کے معنٰی بکھیرنا، مراد ہے نسل پھیلانا۔ كَمِثْلِهٖ: مانند اسکے۔ ک اور مثل کے ایک ہی معنٰی ہیں، یعنی: مانند اور مشابہ، مثل کا لفظ ک کی تاکید کیلئے بڑھا دیا گیا ہے۔

تفسیر

پہلے معلوم ہوا کہ دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ اس میں ایک کی رائے دوسرے سے جدا ہوتی ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ کام جب ہی چلتا ہے جب آپس میں سمجھوتہ ہو جائے، مگر یہ سمجھوتہ کون کرے، ارشاد ہے کہ: تم میں باہم اگر خیالات کا فرق ہو اور بے کی صورت پیدا ہو جائے تو اس کے فیصلے کیلئے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جھکنا پڑے گا، کیونکہ اور سب کو تو کوئی نہ کوئی اپنی غرض ہوتی ہے صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز ہے، اسے کسی کی حاجت نہیں؛ اس لئے اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دو کہ میں تو اللہ تعالیٰ ہی پر ہر فیصلہ چھوڑتا ہوں، وہی میرا رب ہے، میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور ہر بات میں اسی کی طرف جھکتا ہوں، اسی نے تم میں اور چوپایوں میں نر اور مادہ کے جوڑے بنائے اور ان سے تم سب کی نسل پھیلائی، اس اللہ تعالیٰ جیسا کوئی ہے ہی نہیں، وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے، پھر اس کے سوا کسی اور کی طرف جھکنا بے کار ہے، کیونکہ سب حاجت مند ہیں اور فقط وہی ایک حاجتیں پوری کرنے والا ہے۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ إِلَى اللهِ: یعنی: جس معاملہ میں جس کام میں بھی تمہارے آپس میں کوئی اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے، کیونکہ اصل حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، دوسری اکثر آیتوں میں جو اطاعت کے حکم میں پیغمبر کو اور بعض آیتوں میں "أُولِي الْأَمْرِ" یعنی: حاکموں اور عالموں کو بھی شامل کیا گیا ہے وہ اس کے خلاف نہیں کیونکہ پیغمبر یا "أُولِي الْأَمْرِ" جو کچھ فیصلہ کرتے ہیں وہ ایک حیثیت سے اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہوتا ہے، اگر حکم بذریعہ وحی یا کتاب وسنت سے ہے تو اس حکم کا اللہ تعالیٰ کا حکم ہونا ظاہر ہے اور اگر اپنے اجتہاد سے ہے تو چونکہ اجتہاد کا مدار بھی قرآن مجید کے حکموں وسنت پر ہوتا ہے؛ اس لئے وہ بھی ایک حیثیت سے اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے، مجتہدین امت کے اجتہاد بھی اس حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے حکم میں ہی داخل ہیں؛ اس لئے علمائے کرام نے فرمایا کہ: عام آدمی جو قرآن وسنت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ان کے حق میں مفتی کا فتویٰ ہی حکم شرعی کہلاتا ہے۔

انسانوں کیلئے دین

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ

پاس اسی کے ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی پھیلاتا ہے رزق واسطے جسکے چاہے

وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ

اور تنگ کردیتا ہے تحقیق وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے (۱۲) راہ مقرر کی واسطے تمہارے سے دین

مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا

جو حکم دیا ساتھ اسکے نوح کو اور جو بھیجا ہم نے طرف آپکی اور وہ کہ حکم دیا ہم نے

بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا

ساتھ اسکے ابراہیم کو اور موسیٰ اور عیسیٰ کو کہ قائم رکھو دین کو اور مت

تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ

جدا جدا ہو میں اس کے

بامحاورہ ترجمہ: کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی اسی کے پاس ہیں، جس کے واسطے چاہے روزی فراخ کردیتا ہے اور جس کیلئے چاہے تنگ کردیتا ہے، وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔ (۱۲) تمہارے لئے دین میں وہی راہ ڈال دی جس کا حکم نوح کو دیا تھا اور جس کا حکم ہم نے آپ کی طرف بھیجا اور جس کا حکم ہم نے بھیجا ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو یہ (کہہ کر) کہ دین کو قائم رکھو (مراد اس کی یہ ہے کہ دین پر قائم ودائم رہنا، اس میں کسی شک وشبہ کو نہ آنے دینا اور کسی حال میں بھی اس کو نہ چھوڑنا (قرطبی) اور اس میں اختلاف نہ ڈالو۔ (۱۳)

تفسیر

پہلے اللہ تعالیٰ کی صفتیں بیان ہوئیں، وہ سب سے اعلیٰ اور اوپر ہے، نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے،

نہ صفات میں کوئی شریک ہے، اس آیت میں ارشاد ہے کہ آسمانوں اور زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں اس کے پاس ہیں اور وہ ہر ایک کا حال جانتا ہے، پس جس کو چاہتا ہے بہت سی روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اندازے سے ناپ کر دیتا ہے، جب وہ ایسا ہے تو وہی انسان کیلئے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ مقرر کر سکتا ہے، چنانچہ اس نے وہ طریقہ مقرر کر کے اپنے پیغمبروں کے ذریعے دنیا میں بھیجا، ان پیغمبروں میں نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بڑے پیغمبر ہیں اور آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، انہوں نے انسانوں کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو طریقہ مقرر کیا ہے اس کے مطابق چلو، ان کو یہ حکم تھا کہ دین میں اختلاف مت کرو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

دین کے اصول

اس آیت میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام انسانوں کیلئے ایک ہی دین ہے اور اس کے اصول ہمیشہ ایک ہی رہے ہیں، ان اصولوں کے مطابق چلنا ہر زمانے میں انسان کیلئے دنیا کی کامیابی کیلئے ضروری ٹھہرا اور ان کی مخالفت ہمیشہ شر اور فساد کا باعث رہی اور وہ اصول یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانو اور یقین کرو کہ وہ سب کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے پیغمبر کو پہچانو اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں پیغام پہنچائیں اس کو دل و جان سے قبول کرو اور اس کے مطابق زندگی بسر کرو اور خوب سمجھ لو کہ جو کچھ دنیا میں کرو گے آخرت میں اس کا حساب اللہ تعالیٰ کو دینا پڑے گا، جس کے عمل اللہ تعالیٰ کے ان حکموں کے مطابق ثابت ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لکھ کر اپنے پیغمبر کے ذریعے انسانوں کے پاس بھیجے ہیں، اسے ہمیشہ ہمیشہ کی آرام وراحت کی زندگی آخرت میں ملے گی اور جن کے عمل ان حکموں کے خلاف ہوں گے ان کو ان کی نافرمانی کے مطابق سزائیں ملیں گی، مثلاً: جس کا عقیدہ ہی درست نہ ہوگا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور جس کا عقیدہ درست ہوگا مگر عملوں میں کچھ کمی ہوگی اسے اس کمی کے مطابق تھوڑی یا بہت سزا ملے گی، آخر کار اپنے عقیدہ کی درستی کی بدولت نجات پائے گا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بڑے مشہور پیغمبر پانچ ہیں، جن میں سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام اور آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حضرت نوح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بہت سے پیغمبر ہر زمانے میں اور ہر امت

میں آتے رہے اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنا سکھاتے رہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے؛ اس لئے آپ آخری پیغمبر ہیں جنھوں نے انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید پہنچا کر دین کے بنیادی قانون اور حکم ہمیشہ کیلئے مقرر کر دیئے، یہ بنیادی قانون یا اصول تو ایک ہی چلے آرہے ہیں لیکن وقتی طور پر ان اصولوں کے مطابق بنائے ہوئے چھوٹے حکموں میں مناسب تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور امت کے علم والے نیک بندے ان اصولوں کو سامنے رکھ کر ہر زمانے میں قرآن وحدیث سے انسان کیلئے قاعدے اور قانون تیار کرتے رہیں گے، جو قاعدے اور قانون ان بنیادی قانونوں کے خلاف ہوں گے وہ رد کر دیئے جائیں گے۔

ارشاد ہے کہ: ہم نے پیغمبروں سے کہہ دیا کہ دیکھو لوگوں کو ہدایت کردو کہ دین میں پھوٹ نہ ڈالیں، پھوٹ فقط اپنی خواہش اور مرضی کے دخل دینے سے پیدا ہوتی ہے، دین کو قائم رکھنے اور پھوٹ اور لڑائی سے بچنے کی صورت صرف یہی ہے کہ امت کے عالم ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہیں کہ لوگ ہر کام اللہ تعالیٰ کیلئے کرتے رہیں اور اپنی مرضی اور خواہش کی پیروی چھوڑ دیں، اس کیلئے سب سے پہلے عالموں کو خود یہ کرنا ہوگا کہ اپنی خواہش اور مرضی پر چلنا بالکل چھوڑ دیں تاکہ اوروں کیلئے نمونہ بنیں۔

علماء کرام کیلئے ایک تحقیق مضمون

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک دین مقرر کیا ہے، شریعت دراصل گھاٹ کو کہتے ہیں جس کے ذریعے نیچے اتر کر دریا یا نہر سے پانی حاصل کرتے ہیں، اسی مناسبت سے شریعت کو بھی دین کہا جاتا ہے کہ لوگ اس کے ذریعے اپنی روحانی پیاس بجھاتے ہیں، شریعت کے احکام معلوم کرکے ان پر عمل کرتے ہیں، اس طرح برائیوں سے بچ جاتے ہیں اور اپنی زندگی کو درست کر لیتے ہیں، تو فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر فرمایا ہے جس کی تاکید اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو کی تھی اور یہ وہی دین ہے جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف بھی کی ہے، نیز فرمایا کہ یہ وہی دین ہے جس کی تاکید ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کی تھی، اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سمیت پانچ بڑے پیغمبروں کا ذکر کرکے فرمایا

کہ: اُن سب کو یہی تاکید کی کہ وہ دین کو قائم کریں۔

دین اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا زندگی گزارنے کا وہ قانون ہے جس پر چل کر انسان اللہ تعالیٰ کی رضاء کو حاصل کرسکتا ہے اور اس کی ناراضگیوں سے بچ سکتا ہے، اس ضابطہ کے اصول مستقل ہوتے ہیں جن میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی، مثلاً: اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، پیغمبروں پر ایمان لانا، آسمانی کتابوں قیامت کے آنے اور جزائے عمل وغیرہ ایسے اصول ہیں جن میں کسی بھی پیغمبر کے زمانہ میں کوئی اختلاف نہیں رہا، ان پر ایمان لانا ہر پیغمبر کی امت کیلئے ضروری ہے، یہی دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر امت کیلئے مقرر فرمایا ہے۔

ملت سے مراد موٹے موٹے اصول ہیں اور یہ بھی تمام پیغمبروں کیلئے برابر رہے ہیں، امام جلا الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت سے پہلے صابی دور میں اور ملت حنفی میں یہ چار اصول، یعنی: توحید، طہارت، نماز اور روزہ یکساں طور پر رہے ہیں، مگر صابیوں نے بعد میں ان اصولوں کو بگاڑ دیا اور ستاروں کی پوجا کرکے شرک میں مبتلا ہوگئے، امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: چار اصول طہارت، اخبات (عاجزی) سماحت (خسیس چیزوں سے بچنا) اور عدل کسی پیغمبر کی شریعت میں بھی منسوخ نہیں ہوئے اور آج ہماری شریعت میں بھی ان کو مستقل حیثیت حاصل ہے۔

دین اور ملت ہر دور میں ایک ہی رہے ہیں، ان عقیدوں اور اصولوں کی جزئیات، تشریحات اور تفصیلات کو شریعت کہا جاتا ہے، دین اور ملت کے برخلاف ہر امت کی شریعت مختلف رہی ہے، مثلاً: پہلی امتوں میں بہن بھائی کا نکاح جائز تھا لیکن بعد میں اس کو حرام قرار دیدیا گیا، بعض شریعتوں میں اونٹ کا دودھ اور گوشت جائز نہیں تھا مگر آخری امت میں یہ بالکل جائز ہے، بہر حال مختلف امتوں اور شریعت میں فروعی اور جزوی مسائل مختلف رہے ہیں، اس بات کی وضاحت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمائی ہے: ہم پیغمبروں کا گروہ علاتی بھائی ہیں، ہمارا دین ایک ہے مگر شریعتیں جدا جدا ہیں، علاتی بھائی وہ ہوتے ہیں جن کا باپ ایک اور مائیں مختلف ہوں، مطلب یہ کہ دین اور ملت تو تمام پیغمبروں امتوں کی ایک جیسی ہیں مگر ان کے حکم الگ الگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو تاکیداً حکم دیا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں اختلاف نہ ڈالو، تفریق کا معنٰی یہ

ہے کہ دین کے کسی اصول کو مان لے اور کسی کو نہ مانے، یا کسی پیغمبر پر ایمان لائے اور کسی کا انکار کردے، بلکہ سارے پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری ہے، اگر کسی شخص نے دین کا انکار تو نہیں کیا مگر اس کے حکموں کے تاویل غلط کردی ہے تو یہ بھی تفرقہ ہی سمجھا جائے گا، مطلب یہ کہ من پسند بات کو مان لیا اور جو پسند نہ آیا اس کو چھوڑ دیا، یہ دین پر عمل نہیں ہوگا بلکہ اپنی خواہشوں پر عمل ہوگا۔

اختلاف کی وجہ

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ
بھاری گزرتی ہے اوپر مشرکوں کے وہ چیز کہ بلاتے ہیں آپ انہیں طرف اسکے اللہ چُن لیتا ہے طرف اپنی

مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَ مَا تَفَرَّقُوْٓا
جسے چاہے اور راہ دیتا ہے طرف اپنی اسے جو رجوع اسکی طرف (۱۳) اور نہیں اختلاف ڈالا

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ
مگر بعد اسکے کہ آچکا پاس ان کے علم زیادتی کی وجہ سے آپس میں اور اگر نہ ہوتا حکم

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ
جو پہلے ہوچکا سے رب آپکے کے تک مدت مقرر البتہ فیصلہ ہوچکا ہوتا درمیان ان کے اور تحقیق

الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾
جو لوگ وارث بنائے گئے کتاب کے پیچھے ان کے البتہ میں شک کے ہیں اس سے بچین کرنے والا (۱۴)

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَ اسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ
پس اسی کیلئے سو بلائیں آپ اور قائم رہیں جس طرح حکم دیا گیا آپکو اور مت پیروی کریں خواہشوں انکی کے

وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ
اور کہہ دیں ایمان لایا میں ساتھ اسکے جو اتاری اللہ نے کوئی کتاب اور حکم دیا گیا میں کہ انصاف کروں

بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ

درمیان تمہارے اللہ رب ہے ہمارا اور رب ہے تمہارا لئے ہمارے اعمال ہیں ہمارے اور لئے تمہارے

اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ

اعمال ہیں تمہارے نہیں ا درمیان ہمارے اور درمیان تمہارے اللہ جمع کرے گا درمیان ہمارے

وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ﴿۱۵﴾

اور طرف اسی کے لوٹنا ہے (۱۵)

بامحاورہ ترجمہ:۔ مشرکوں پر وہ چیز بھاری ہے جس کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اسے جو رجوع کرے ۔(۱۳) انہوں نے آپس میں تفرقہ پیدا کیا علم آچکنے کے بعد اور اگر ایک بات آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا تو ان میں فیصلہ ہو جاتا، جو لوگ ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے ہیں وہ ایسے شک میں مبتلا ہیں جو ان کو بے چین کرنے والا ہے۔(۱۴) سو! آپ اسی طرف بلائیں، قائم رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں پر مت چلیں اور کہیں میں ہر کتاب پر جو اللہ تعالیٰ نے اتاری ایمان لایا اور مجھے حکم ہے کہ تمہارے بیچ میں انصاف کروں، اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمہارا رب ہے، ہمارے لئے ہمارے عمل، تمہارے لئے تمہارے عمل، ہمیں اور تمہیں نے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ سب کو اکٹھا کرے گا اور اسی کی طرف پھر جانا ہے۔(۱۵)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور چیزوں سے دل لگائے ہوئے ہیں ان کیلئے یہ بات جس کی طرف آپ انہیں بلانا چاہتے ہیں توحید، یعنی: صرف ایک اللہ تعالیٰ کو ہی ماننا ان کیلئے بڑی بے چینی اور پریشانی کا سبب ہوتی ہے، حالانکہ یہ کوئی انوکھی بات نہیں، تمام پیغمبر یہی سکھاتے رہے ہیں، لیکن ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ

میں ہے وہ جسے چاہے چُن کر اپنی طرف بلالے مگر وہ بلاتا اسی کو ہے جو اس کی طرف جھکے۔

آگے ارشاد ہے کہ: ایسی سیدھی سادھی بات میں کہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جھکو اختلاف کی کوئی معقول وجہ نہیں، یہ سب اس کو خوب جانتے ہیں لیکن اس کا کیا علاج کے جان بوجھ کر خواہشوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں، ہر ایک اپنے فائدے کی خاطر دوسرے کا گلا دباتا ہے اور آپس کی کھینچا تانی میں آخرت کو بھول جاتا ہے، خیر اللہ تعالیٰ پہلے یہ فیصلہ فرما چکا ہے کہ انسان کو قیامت تک ڈھیل دی جائے گی ورنہ یہ تو اپنے عملوں کے باعث کب کے تباہ ہو چکے ہوتے۔

ارشاد ہے کہ: جب پہلوں نے خودغرضی میں پھنس کر حق کو جانتے پہچانتے ہوئے فرقے بناڈالے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے بعد کے آنے والوں میں کتاب کی بابت بہت سے شبہات پیدا ہو گئے جنہوں نے انہیں شک وشبہ میں ڈال دیا کہ اس فرقہ کی مانیں یا اس کی؟ آگے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے کہ: آپ اسی دین کی طرف لوگوں کو بلائیں جس کی تمام پیغمبر دعوت دیتے چلے آئے ہیں اور خود اس پر پکے ارادے کیساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جمے رہیں اور ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی مت کریں، ان سے کہہ دو کہ! میں سب کتابوں کو مانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً اتاری ہیں، کیونکہ وہ اصول کے لحاظ سے ایک ہیں، مجھے حکم ہے کہ میں کسی کی طرف داری نہ کروں اور سب وں کا انصاف کیساتھ فیصلہ کروں کیونکہ ہمارا اور تمہارا رب ایک ہے، تمہارا کیا تمہارے آگے آئے گا اور ہمارا کیا ہمارے آگے آئے گا، دنیا کے اندر آپس میں نے کی ضرورت نہیں، قیامت کے دن سب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے آخر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْکِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ: اور بیشک وہ لوگ جن کو ان کے بعد کتاب کا وارث بنایا گیا، یعنی: اس کی حفاظت کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا وہ ایسے شک میں پڑے ہوئے ہیں جس نے انہیں بے چین کر رکھا ہے، اس سے مراد اہل کتاب ہیں جو پورے طریقے پر ایمان نہیں لائے اور بعض چیزوں میں شک کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب اہل کتاب کے پاس اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید آیا تو انہوں نے اس پر عمل کرنے کے بجائے اس کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کر دیا، اس کی تعلیمات کو غلط بتانے لگے اور اس کو

اللہ تعالیٰ کی کتاب ماننے سے انکار کر دیا، انہوں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی جھوٹ سے کام لیا جس کا ذکر قرآن مجید میں جگہ جگہ موجود ہے، بہر حال! فرمایا کہ: جن لوگوں کو بعد میں کتاب دی گئی وہ بھی شک و تردّد میں پڑ گئے اور اس پر صحیح طریقے سے ایمان نہ لائے۔

مکہ کے مشرکوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دین سے روکنے کیلئے طرح طرح کے لالچ بھی دیئے تاکہ آپ ان کے بُرے عقیدوں کے خلاف کوئی بات نہ کریں، ولید بڑا امیر کبیر آدمی تھا، دس بیٹے تھے، جن میں سے صرف چار کو اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشی، بیشمار بھیڑ بکریاں اور اونٹ تھے، بہت سے غلام تھے، کم از کم ایک لاکھ دینار تجارت میں گردش کر رہے تھے، وہ کہنے لگا کہ اگر آپ میری بات مان جائیں تو میں اپنی آدھی جائداد آپ کو دینے کیلئے تیار ہوں، شیبہ نے پیشکش کی کہ میں اپنی خوبصورت بیٹی سے نکاح کئے دیتا ہوں، آپ ہمارے عقیدوں کو غلط نہ کہیں، غرضیکہ مشرکوں نے لالچ اور رعب ہر طرح کے حربے آزمائے تاکہ کسی طرح آپ ان کی بات مان لیں، مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلیں۔

اللہ تعالیٰ کی بابت شبہ کیسا؟

وَ الَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ

اور وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں میں بارے اللہ کے سے بعد اسکے کہ مان لیا گیا اسے

حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّ لَهُمْ

بات ان کی غلط ہے نزدیک رب انکے کے اور اوپر انکے غضب ہے اور لئے انکے

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ⑯ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ

عذاب سخت ہے (۱۶) اللہ وہ ہے جس نے اتاری کتاب ساتھ سچائی کے اور

الْمِيْزَانَ ؕ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ⑰

میزان اور نہیں خبر آپ کو شاید یہ گھڑی (قیامت کی) قریب ہو (۱۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور جولوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اڑا لتے ہیں، جب لوگ اس کو مان چکے ان کا ان کے رب کے ہاں باطل ہے، ان پر ناراضگی ہے اور ان کیلئے سخت عذاب ہے۔(۱۶) اللہ وہی ہے جس نے سچے دین پر کتاب اور ترازو اتارے اور آپ کو کیا خبر ہے شاید قیامت کی گھڑی قریب ہی ہو۔(۱۷)

لفظی تحقیق: دَاحِضَةٌ: غلط، باطل۔ اسم فاعل مؤنث ہے (د ح ض) سے "دَحْضٌ" کے معنٰی خلاف واقع اور غلط ہونا، لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔

تفسیر

انسان کیلئے سچا دین فقط ایک ہے اور اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا ماننا ہے، اللہ تعالیٰ ایک ہے اس نے دنیا کو اور اس کی چیزوں کو بنایا اور وہی ان کی پرورش اور دیکھ بھال کرتا ہے، دنیا کی ہر چیز اس کے رب ہونے پر گواہ ہے، پھر پیغمبروں نے بھی بتادیا اور جن کی عقل بالکل درست ہے انہوں نے اس کو مان لیا۔

اس کے بعد جو اس عقیدے میں شبہ کرے اور اس کے خلاف زہر اگلے اس کی بات بالکل غلط ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے جھوٹ اور باطل قرار دیا ہے، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں پکڑے جائیں گے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں شبہ کیوں کرتے ہو، قرآن مجید کو جو پچھلی تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے دیکھو! اس میں تمہیں انسان کے ہر کام کی بابت معلوم ہو جائے گا کہ صحیح ہے یا غلط، اسی کے مطابق ہر کام کو جانچو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ قیامت آنے والی ہے جس میں کھوٹا کھرا الگ الگ ہو جائے گا۔

حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ: ان کی دلیل ان کے پروردگار کے نزدیک کمزور ہے، "دَاحِضَةٌ" کا لفظی معنٰی پھسلنا ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص گارے یا دلدل میں پھسل جاتا ہے، مطلب یہ کہ ان کا یہ اوردلیل پھسلنے والی، یعنی: بالکل کمزور ہے، اُن کے پاس کوئی پکی دلیل نہیں ہے جو ان کے غلط عقیدے کے حق میں پیش کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو مکمل حق کیساتھ نازل فرمایا ہے اور اس کیساتھ دوسری چیز میزان کو بھی نازل کیا

ہے، مفسرین کرام بیان فرماتے ہیں کہ: میزان سے مراد عام ترازو بھی ہوسکتا ہے کہ جس کے ذریعے ماپ تول میں انصاف قائم کیا جاتا ہے تاکہ کسی کا حق نہ مارا جائے، "سورۃ رحمٰن" میں ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کیا، یہ کہ ترازو میں حد سے تجاوز نہ کرو اور وزن کو انصاف کیساتھ درست کرلو اور تول میں کمی نہ کرو، اسی طرح "سورۃ المطففین" میں ماپ اور تول میں کمی کی مذمت بیان کی گئی ہے، تو گویا ایک میزان تو یہ ہے جس کے ذریعے تولا یا ماپا جاتا ہے جس کے متعلق فرمایا کہ: ماپ اور تول میں کمی نہ کرو۔

ایک موقع پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بازار تشریف لے گئے، آپ نے تاجروں کو خطاب فرمایا: اے تاجروں کے گروہ! تمہیں دو چیزوں کا ذمہ دار بنایا گیا ہے، جن کی وجہ سے تم سے پہلے کئی امتیں تباہ ہوئیں، فرمایا: وہ دو چیزیں ایک پیمانے سے ماپنا اور دوسرا ترازو سے تولنا "ترمذی شریف"، جب اُن قوموں نے ماپ اور تول میں کمی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کردیا، اگر تم بھی انہی کی طرح کروگے تو تمہارا حشر بھی انہی کی طرح ہوگا۔

بے ایمان لوگ

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
جلدی مچاتے ہیں ساتھ اسکے وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے ساتھ اسکے اور جو لوگ ایمان لے آئے

مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ
ڈرنے والے ہیں سے اس اور جانتے ہیں کہ وہ سچ ہے سُن لو بیشک وہ لوگ

يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ
جوا کرتے ہیں میں گھڑی قیامت کی البتہ میں ہیں گمراہی دور کی (۱۸) اللہ نرمی کرنیوالا ہے

بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ ع ۲ / ۱۰ / ۲
ساتھ بندوں اپنے کے روزی دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ قوت والا زبردست ہے (۱۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ جلدی مچاتے ہیں قیامت کے بارے میں وہ لوگ جو اس پر ایمان نہیں لاتے اور جو

ایمان رکھتے ہیں ان کو اس کا ڈر ہے اور جانتے ہیں کہ وہ ٹھیک ہے، سنو! جو لوگ اس گھڑی کے آنے میں تے ہیں وہ بہک کر دور جا پڑے۔ (۱۸) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نرمی کرتا ہے، جسے چاہے روزی دیتا ہے اور وہی ہے زور آور زبردست۔ (۱۹)

لفظی تحقیق: یُمَارُوْنَ: اکرتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ ہے "مِرَاءٌ" سے، "مِرَاءٌ" آپس میں اکرنا۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: جنہیں قیامت کا یقین نہیں وہ بے پرواہی سے کہہ دیتے ہیں کہ اسے آنا ہے تو ابھی آجائے، مگر جو اس کا یقین کرتے ہیں وہ تو اس کے آنے سے ڈرتے ہی رہتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ وہ آکر رہے گی اور یہ ایک واقعی چیز ہے، کان کھول کر سُن لو جو لوگ قیامت کے آنے کے بارے میں اکرتے ہیں وہ گمراہ ہیں اور گمراہی میں بہت دور نکل چکے ہیں، اس پر بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کیساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے اور ہر ایک کو اس کے حال کے مناسب روزی عطاء فرماتا ہے، وہ قوت والا اور عزت والا ہے، جو قاعدے دنیا کی تدبیر کیلئے اس نے مقرر کر دیئے ہیں کوئی انہیں بدل نہیں سکتا، سب اس کے آگے بے بس ہیں، اس سے توجہ دلائی جارہی ہے کہ خوشحال ہو کر مغرور نہ ہونا چاہئے، خوشحالی اور بدحالی دونوں حالتوں میں انسان کا امتحان ہوتا ہے کہ دیکھیں وہ مختلف حالتوں میں کیا کہتا ہے اور کیا کرتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا: جو لوگ قیامت پر یقین رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں، انہیں ہر وقت فکر رہتی ہے کہ پتہ نہیں آگے کیسے حالات پیش آئیں گے، ظاہر ہے کہ جس شخص کو قیامت کے آنے کا خوف ہوگا وہ اس کیلئے تیاری بھی کرے گا اور آگے کیلئے نیکی کا کچھ سامان بھی پیدا کرے گا، نیز: کفر، شرک اور دوسرے گناہوں سے پرہیز کرے گا، کیونکہ اسے آگے حساب کتاب کی منزل نظر آتی ہوگی، ایسے ہی ایمانداروں کے متعلق فرمایا: وہ جانتے ہیں کہ قیامت برحق ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یہ ضرور آکر رہے گی۔

اٹل قانون

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ
جوکوئی بھی　ہو　ارادہ کرتا ہے　کھیتی　آخرت کی　بڑھائینگے ہم واسطے اسکے میں　کھیتی اسکی کے　اور　جو

كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَا لَهٗ فِي
ہو　ارادہ کرتا　کھیتی　دنیا کی کا　دیدینگے ہم اسے　سے اس　اور　نہیں واسطے اسکے میں

الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝۲۰ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ
آخرت کے　کوئی　حصہ　(۲۰)　کیا　واسطے انکے　شریک ہیں　کہ چلایا انہوں نے　واسطے انکے　سے

الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ
دین　وہ کہ نہیں دی　اجازت　ساتھ اسکی　اللہ نے　اور　اگر　نہ　ہو چکی ہوتی　بات فیصلہ کی تو

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۱
چکا دیا گیا ہوتا　درمیان ان کے　اور　بیشک　ظلم کرنے والے　واسطے انکے　عذاب ہے　دردناک　(۲۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور جوکوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہو اس کے واسطے ہم اس کی کھیتی زیادہ کریں گے اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہو اسے ہم کچھ اس میں سے دیدیں گے اور اس کیلئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔(۲۰) کیا ان کیلئے اور شریک ہیں، جنہوں نے ان کے واسطے دین کی راہ ڈالی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا اور اگر فیصلہ کی ایک بات مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان دنیا میں فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک جو گناہگار ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔(۲۱)

تفسیر

ان آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زندگیاں دو ہیں، ایک دنیا کی زندگی جو ختم ہو جائے گی اور دوسری

آخرت کی جو کبھی ختم نہ ہوگی، آدمی کو اتنا اختیار ہے کہ جس زندگی کیلئے چاہے دنیا میں کوشش کرتا رہے، جو آخرت کی زندگی سنوارنا چاہتا ہے اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اس کیلئے فقط قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہبر ہیں، جو ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنا اختیار کرے اسے آخرت میں اس کے کاموں کا پھل اتنا ملے گا جو اس کی محنت سے کہیں زیادہ ہوگا اور ادھر کی زندگی خود بخود بہتر ہو جائے گی اور جو دنیا ہی کا سامان جمع کرنا چاہے گا اسے یہاں تھوڑا بہت مل جائے گا لیکن آخرت میں کچھ نہ ملے گا، اس نے دنیا میں جو کچھ کیا وہ بیکار گیا، آگے ارشاد ہے کہ: کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی ہے جو بغیر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے دنیا میں چلنے کا سیدھا راستہ مقرر کرے، مطلب یہ کہ کوئی ذات اس قابل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خلاف اس کا مقرر کیا ہوا دین معتبر ہو سکے، ان کی گستاخی کی سزا انہیں یہیں مل چکی ہوتی مگر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کا ایک دن مقرر کیا ہے اور جو ٹیڑھے چلیں گے ان کیلئے دکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ: کیا ان لوگوں کے کوئی شریک ہیں جنہوں نے کوئی ایسا دین مقرر کر رکھا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی، گویا انہوں نے اپنا کوئی علیحدہ ہی دین مقرر کر رکھا ہے اور اگر کوئی ہے تو کونسا ہے؟ نیز: بتاؤ کہ! انہوں نے حلال وحرام کا کونسا اصول مقرر کیا ہے، کونسی عبادات ضروری قرار دی گئی ہیں اور معاشرتی، معاشی، سیاسی اور اخلاقی قانون کیا مقرر کئے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ مشرکوں نے نہ تو کوئی علیحدہ دین بنایا ہے اور نہ اس کیلئے کوئی ضابطہ مقرر کیا ہے، البتہ مشرکوں کی خود گھڑی ہوئی شرکیہ رسمیں ہیں جو دین اور شریعت کے سراسر خلاف ہیں، جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی۔

اچھے اور بُرے

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ

دیکھیں گے آپ ظالموں کو ڈرتے ہوئے اس سے جو کمایا انہوں نے اور وہ پڑنے والا ہے پر ان

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور کئے انہوں نے کام اچھے میں باغوں جنتوں کے واسطے انکے

مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ

جو وہ چاہیں پاس رب انکے کے یہی وہ ہے فضل بڑا (۲۲) یہ ہے

الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ

جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ بندوں اپنے کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے کام کئے اچھے

بامحاورہ ترجمہ:- گنہگاروں کو آپ دیکھیں گے کہ اپنی کمائی سے ڈرتے ہوں گے اور یہ ان پر پڑکر رہے گی اور جنہوں نے ایمان لاکر اچھے کام کئے جنت کے باغوں میں ہوں گے، ان کیلئے ان کے رب کے پاس جو وہ چاہیں گے، یہی ہے بڑا فضل۔ (۲۲) یہ ہے جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو جو بھلے کام کرتے ہیں۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: قیامت کے دن بُری چال چلنے والے اپنے بُرے عملوں کے ڈر سے تھر تھر کانپ رہے ہوں گے، حالانکہ دنیا میں وہ ان عملوں کو خوشی خوشی اختیار کئے ہوئے تھے اور انہیں اچھا سمجھتے تھے، آخرت میں اس کمائی کا وبال ان پر پڑکر رہے گا جو وہ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے منہ موڑ کر دنیا میں کرتے رہے تھے، اس میں سے پہلی چیز وہ خوف ہے جو ان پر چھایا رہے گا کہ دیکھیں اب کیا ہوگا، ان کے مقابلے میں وہ لوگ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ پر یقین کر کے اس کے بھیجے ہوئے قرآن اور محمد ﷺ کے حکموں کو مانتے تھے اور انہی کے بتائے ہوئے اچھے کاموں کو اختیار کرتے تھے وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جسے وہ اپنا رب مانتے تھے ان کیلئے ہر چیز جو وہ مانگیں گے موجود ہوگی اور ان کی مرادیں پوری ہوں گی اور وہ ہمیشہ جنت میں ہی رہیں گے، غور تو کرو! یہ کتنا بڑا مرتبہ ہے اور کیسا زبردست انعام ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر محمد ﷺ اور اپنی کتاب مقدس، یعنی:

قرآن مجید کے ذریعے ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کو مان کر اس کے بتائے ہوئے طریقے پر چلتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ایسی ہی زندگی کی خوشخبری دیتا ہے جو انہیں مل کر رہے گی۔

جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ جنت کے باغوں میں داخل ہوں گے، جنت کو جمع اس لئے لائے کہ جنت کے مختلف درجے ہیں، اپنے اپنے رتبہ کے مطابق کوئی کہیں ہوگا اور کوئی کہیں ہوگا۔

محض اللہ تعالیٰ کیلئے

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَ

کہہ دیں نہیں مانگتا میں تم سے پر اس کوئی بدلہ مگر محبت میں رشتہ داروں اور

مَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

جو کمائے نیکی ہم بڑھادیں گے لئے اسکے میں اس اور خوبی تحقیق اللہ بخشنے والا

شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ

قدردان ہے (۲۳) کیا یہ کہتے ہیں کہ گھڑ لیا اس نے پر اللہ جھوٹ پس اگر چاہتا

اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَ يَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَ يُحِقُّ

اللہ مہر کردیتا پر دل آپ کے اور مٹاتا ہے اللہ غلط بات کو اور ثابت کرتا ہے

الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾

سچ کو ساتھ کلمہ اپنے کے تحقیق وہ جاننے والا باتوں کو سینوں کی (۲۴)

بامحاورہ ترجمہ:۔ آپ کہہ دیں! میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا سوائے رشتہ داری کی محبت کے اور جو نیکی کمائے گا ہم اس کیلئے اس میں اور خوبی بڑھادیں گے، یعنی: اس کا بدلہ اور بڑھادیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا حق ماننے والا ہے۔ (۲۳) کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا، سو اگر اللہ تعالیٰ چاہے آپ کے دل پر مہر کردے اور اللہ تعالیٰ جھوٹ کو مٹاتا ہے اور سچ کو ثابت کرتا ہے اپنی باتوں سے؛ اس لئے

کہ وہ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ (۲۴)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام جو میں تمہیں قرآن مجید کے ذریعے پہنچا رہا ہوں انسانوں کیلئے بڑی زبردست نعمت ہے، اس کا پہنچا دینا بڑا ضروری کام ہے جسے میں پورا کر رہا ہوں اور سب سے پہلے اس سے فائدہ اٹھانے والے تم ہو، اتنا بڑا کام تمہارے فائدے کا کر کے تم سے اس کا کچھ بدلہ نہیں مانگتا، ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ اگر تم میری بات نہیں مانتے تو کم سے کم اس میں رکاوٹ مت پیدا کرو اور میرے ساتھ وہی سلوک کرو جو ایک قریبی رشتہ دار کیساتھ اچھے لوگ کیا کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، ہاں اتنی بات ہے کہ تم رشتہ داری کا کچھ تو لحاظ رکھو، تم میرے خاندان کے لوگ ہو اور خاندانی لوگ ایک دوسرے کا بڑا لحاظ کرتے ہیں، تم اگر میرے پروگرام کو قبول نہیں کرتے تو رشتہ داری کا لحاظ کر کے سہی، مجھے تکلیف تو نہ پہنچاؤ، مجھے اپنا کام کرنے دو، تم مانو یا نہ مانو یہ تمہاری مرضی ہے، بعض فرماتے ہیں کہ: اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ میں تم سے کوئی معاوضہ تو طلب نہیں کرتا مگر تم صلہ رحمی کرتے ہوئے آپس کی رشتہ داری کا لحاظ تو رکھو، مطلب یہ کہ صرف میری بات نہیں بلکہ میرے ماننے والے دوسرے لوگ بھی تمہاری برادری اور خاندان کے لوگ ہیں اُن سب کا لحاظ رکھو، مجھ سے دشمنی مت کرو میں عام انسانوں کی بھلائی کا کام کر رہا ہوں، اگر تم نہیں تو اور لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے، ہاں یہ سُن رکھو کہ جو کوئی نیک کام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اجر اسے بہت اچھا عطاء فرمائے گا، اللہ تعالیٰ بڑا مہربان اور اچھے کاموں کا قدردان ہے، تمہارے لئے یہ بہت اچھا موقعہ ہے کہ تم میری بات سنو اور اس قرآن کی باتوں سے نصیحت حاصل کرو اور نیک کاموں میں لگ جاؤ۔

یہی مضمون "سورۃ الحاقۃ" میں بیان ہوا ہے:

"وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿۴۴﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿۴۷﴾"

ترجمہ: "اور اگر بالفرض یہ پیغمبر کچھ جھوٹی باتیں بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتے۔
(۴۴) تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ تے۔(۴۵) پھر ہم ان کی شہ رگ کاٹ دیتے۔(۴۶) پھر تم
میں سے کوئی نہ ہوتا جو ان کے بچاؤ کیلئے آڑے آسکتا۔(۴۷)"

مطلب آیت کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرے تو اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں اسے رسوا بھی فرماتے ہیں اور اس کو عذاب کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے؛ اس لئے اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبری کا دعویٰ سچا نہ ہوتا اور آپ جھوٹی باتیں بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تو اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں آپ کیساتھ وہ معاملہ فرماتے جس کا ذکر ان آیتوں میں کیا گیا ہے۔

اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے گھڑ کر یہ قرآن مجید بنا رہے ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کے دل پر مہر لگا دیتا، جس کی وجہ سے آپ کو ایسا کلام پیش کرنے پر قدرت ہی نہ ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کرے تو اس کی بات کو چلنے نہیں دیتے اور باطل کو مٹا دیتے ہیں، اس کے برعکس سچے پیغمبر کے دعویٰ کو اپنے کلمات کے ذریعے ثابت فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفتیں

وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ
اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ سے بندوں اپنے اور درگزر کرتا ہے سے

السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
برائیوں اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو (۲۵) اور دعاء قبول کرتا ہے ان کی جو ایمان لائے

وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ
اور کئے انہوں نے اچھے کام اور زیادہ دیتا ہے انہیں سے فضل اپنے اور انکار کرنے والے

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿٢٦﴾ وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ
واسطے انکے عذاب سخت (۲۶) اور اگر پھیلا دے اللہ روزی واسطے بندوں اپنے کے

لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ
سرکشی کریں میں زمین اور لیکن اتارتا ہے ساتھ اندازہ کے جتنی چاہے بیشک وہ

بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٢٧﴾
بندوں اپنے کو خبردار دیکھنے والا ہے (۲۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور برائیاں معاف کرتا ہے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ (۲۵) اور ایمان والوں کی سنتا ہے جو بھلے کام کرتے ہیں اور اپنے فضل سے انہیں زیادہ دیتا ہے اور کافروں کیلئے سخت عذاب ہے۔ (۲۶) اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی روزی کشادہ کر دے تو ملک میں فساد برپا کر دیں، لیکن وہ اندازہ سے جتنی روزی چاہے اتارتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے، دیکھتا ہے۔ (۲۷)

تفسیر

پہلے ارشاد ہوا کہ: پیغمبر تو اللہ تعالیٰ کا کلام سناتے ہیں جو اس نے غلط باتوں کو مٹانے اور سچی باتوں کی تائید کرنے کیلئے بھیجا ہے، تم اس کو غلط سمجھتے ہو تو یہ تمہاری کم بختی کی نشانی ہے، پیغمبر تو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر اپنا فرض ادا کر چکے، آخر ہر انسان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی صفتیں اچھی طرح سمجھ لو اور اس کے سامنے پیش ہونے کی تیاری کر لو، سنو! اپنے توبہ کرنے والے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا وہی ہے، برائیاں اپنے رحم و کرم سے معاف کر دیتا ہے اور وہ تمہارے ہر کام کو خوب جانتا ہے، نیکوکار ایمان والوں کی دعاء اور عبادت قبول کرتا ہے اور ان کو اس کے ثواب کے علاوہ اپنے فضل سے اور بھی بہت کچھ دیتا ہے، مگر جو اسے نہیں مانتا اس کیلئے سخت عذاب تیار ہے، یہ بھی سمجھ لو کہ اس کے خزانے میں کچھ کمی نہیں، لیکن اگر سب کو بے حساب رزق روزی

دیتا تو یہ زمین میں فساد مچاتے، چونکہ وہ اپنے بندوں کے حالات جانتا اور دیکھتا ہے؛ اس لئے مقرر اندازہ سے جس کو جتنا چاہتا ہے دیتا ہے۔

وَھُوَالَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ: توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو برائی کر چکا ہے اس پر سچے دل سے شرمندہ ہو، اس برائی کو فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کیلئے پختہ ارادہ کرے کہ یہ برائی نہیں کروں گا، جو گناہ ہو چکے ان پر زبان سے بھی استغفار کہے: "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ"۔

توبہ کی حقیقت

توبہ کیلئے ضروری ہے کہ گناہ کا چھوڑنا اللہ تعالیٰ کیلئے ہو، اپنی کسی جسمانی بیماری یا جسمانی کمزوری کی وجہ سے نہ ہو اور توبہ میں اصل مطلوب تو یہ ہے کہ توبہ سارے ہی گناہوں سے کی جائے، لیکن اگر صرف کسی خاص گناہ سے توبہ کی گئی تو اہل سنت کے مسلک کے مطابق اس گناہ کی حد تک تو معافی ہو جائے گی مگر دوسرے گناہوں کا وبال سر پر رہے گا۔ لہٰذا تمام گناہوں سے توبہ کرنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت

وَ ھُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ یَنْشُرُ
اور وہی ہے جو اتارتا ہے بارش سے بعد اس کے کہ آس توڑ چکے اور پھیلاتا ہے

رَحْمَتَہٗ ؕ وَ ھُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۸﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ
رحمت اپنی اور وہی کارساز خوبیوں والا (۲۸) اور سے نشانیوں اسکی بنانا ہے آسمانوں کا

وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَثَّ فِیْھِمَا مِنْ دَآبَّۃٍ ؕ وَ ھُوَ عَلٰی جَمْعِھِمْ
اور زمین کا اور جو پھیلایا اس نے میں ان دونوں سے چلنے والے اور وہ اوپر جمع کرنے انکے کے

اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ ع
جب چاہے قدرت رکھنے والا ہے (۲۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور وہی ہے جو بارش اتارتا ہے بعد اس کے کہ آس توڑ چکے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی ہے کام بنانے والا سب تعریفوں کے لائق۔(۲۸) اور اس کی ایک نشانی آسمانوں کا اور زمین کا بنانا ہے اور جس قدر اس میں جانور بکھرے ہیں اور وہ جب چاہے انہیں اکٹھا کر سکتا ہے۔(۲۹)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا انکار کب تک کیے جاؤ گے، کب تک اس کے پیغمبروں کو نہ مانو گے اور کب تک قرآن مجید کی طرف سے منہ موڑے رہو گے، حالانکہ تم جانتے ہو کہ جن چیزوں پر تمہاری دنیاوی زندگی کا دارومدار ہے وہ تم میں سے کسی کے بس کی بات نہیں، نہ مال دار کرنا اور مفلس کرنا تمہارے اختیار میں ہے اور نہ تم زندہ کرنے کا اور مارنے کا دعویٰ کر سکتے ہو، ظاہری اسباب پر تمہارا بھروسہ ہے، لیکن وہ بھی کبھی کبھی کام نہیں دیتے، تمہاری کھیتی باڑی کا کام پانی پر موقوف ہے اور اس کا ذریعہ بارش ہے، کیا بارش تمہارے اختیار میں ہے، آسمان کی طرف منہ اٹھائے انتظار کرتے رہتے ہو اور اگر نہیں ہوتی تو ذرا سا منہ نکل آتا ہے اور چہرہ پر مایوسی چھا جاتی ہے۔

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ ہی بارش برساتا ہے تو جان میں جان آتی ہے، مایوسی کے بعد اس کی رحمت اپنا جلوہ دکھاتی ہے، یقین کرو کہ تمہارے کام بنانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی ساری خوبیوں کا مالک ہے، پھر آسمانوں کی طرف دیکھو یا زمین پر نظر ڈالو اور معلوم کرو کہ ان میں سے کس قدر جاندار مختلف قسموں اور شکلوں کے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں، جب وہ چاہے گا ان سب کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع کر دے گا اور انسان سے سب کے سامنے پوچھے گا کہ آج ہمیں بتاؤ! تم نے دنیا میں کیا کیا کام کیے۔

بُرے عملوں کی نحوست

وَ مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ

اور　جو　پہنچے تمہیں　کوئی　مصیبت　بس بدلے اسکے　جو کمایا　ہاتھوں تمہارے نے　اور

يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚۖ
معاف کردیتا ہے سے بہت (۳۰) اور نہیں تم عاجز کردینے والے میں زمین کے

وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ مِنْ
اور نہیں واسطے تمہارے سوا اللہ کے کوئی کارساز اور نہ مددگار (۳۱) اور سے

اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ
نشانیوں اس کی چلنے والے جہاز میں سمندر کے مانند پہاڑوں کے (۳۲) اگر چاہے تو ٹھہرادے

الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
ہوا کو پس رہ جائیں کھڑے ہوئے پر پیٹھ اسکی تحقیق میں اسکے البتہ نشانیاں ہیں

لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ ۙ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَ يَعْفُ
واسطے ہر صبر والے شکر والے کیلئے (۳۳) یا تباہ کردے انہیں بسبب اسکے جو کمایا انہوں نے اور درگزر کرے

عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ ۙ وَّ يَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا
سے بہت سوں (۳۴) اور جان لیں وہ جو تے ہیں میں نشانیوں ہماری کے کہ نہیں

لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ
واسطے انکے کوئی چھٹکارا (۳۵) پس جو دیئے گئے تم کوئی چیز پس سامان ہے زندگی کا

الدُّنْيَا ۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
دنیا کی اور جو پاس ہے اللہ کے بہتر ہے اور پائیدار واسطے انکے جو ایمان لائے

وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ۚ
اور پر رب اپنے کے بھروسہ کرتے ہیں (۳۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور جب تم پر کوئی سختی پڑے تو وہ اس کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت

سے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔(۳۰) اور تم زمین میں بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو تھکا دینے والے نہیں اور کوئی نہیں اللہ تعالیٰ کے سوا تمام کام بنانے والا۔(۳۱) اور نہ مددگار اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ سمندر میں پہاڑوں جیسے اونچے جہاز چلتے ہیں۔(۳۲) اگر (اللہ تعالیٰ) چاہے ہوا کو تھام دے، پھر سارے دن جہاز سمندر کہ سطح پر ٹھہرے رہیں، اس بات میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کیلئے۔(۳۳) یا ان کو بسبب ان کی کمائی کے تباہ کر دے اور بہت سوں کو معاف بھی کر دے۔(۳۴) اور تا کہ جان لیں وہ لوگ جو ہماری نشانیوں میں تے ہیں کہ ان کیلئے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔(۳۵) سو! جو کوئی چیز تمہیں دی گئی وہ دنیا کی زندگی کا عارضی سامان ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا، ایمان والوں کے واسطے جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔(۳۶)

لفظی تحقیق: **اَلْجَوَارِ**: چلنے والے۔ جاری کی جمع ہے جو (ج ر ی) سے اسم فاعل ہے، اصل میں "الجواری" ہے، آخر کی ی استعمال میں گر جاتی ہے "جَرْیٌ" کے معنیٰ بہنا، چلنا، یہاں جہاز مراد ہیں۔ **اَلْاَعْلَامِ**: (پہاڑ)، "عَلَم" کی جمع ہے، اونچی اور نمایاں چیز کو "عَلَمٌ" کہتے ہیں، اس میں جھنڈا وغیرہ سب آ گئے، یہاں پہاڑ مراد ہیں۔ **رَوَاكِدَ**: ٹھہرنے والے۔ "رَاكِدٌ" کی جمع ہے جو (ر ک د) سے اسم فاعل ہے، "رَكُوْدٌ" کے معنیٰ ایک جگہ ٹھہرے رہنا، "رَاكِدُ" ایک حالت میں ٹھہرا ہوا۔ **يُوْبِقْ**: تباہ کر دے۔ مضارع کا صیغہ ہے، "اِيْبَاق" سے جس کا مادہ (و ب ق) سے "وَبْقٌ" تباہی "اِيْبَاق" تباہ کرنا، قاف پر جزم اس لئے ہے کہ "اِنْ يَّشَاْ" کی جزا ہے جو اوپر کی آیت میں ہے، "يَعْفُ" بھی "يَعْفُوْ" تھا، واؤ گر گئی کیونکہ یہ بھی "اِنْ يَّشَاْ" کی جزا ہے، "يَعْلَمَ" میم پر زبر اس لئے ہے کہ اس کے پہلے "لِاَنْ" مقدر ہے، اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب جزم کی جگہ جزم نہ دیا جائے تو نصب دیا جاتا ہے۔

تفسیر

پہلے ارشاد ہوا کہ: آسمان و زمین اور جتنے جاندار ان کے اندر پھیلے ہوئے ہیں سب اللہ تعالیٰ نے بنائے

ہیں اور ہر چیز اس کی قدرت میں ہے اور قاعدہ اور قانون کے تحت ہے، ایک قاعدہ یہ سُن لو کہ انسان پر جو مصیبت آتی ہے اس کا قریبی سبب اس کا اپنا کوئی غلط کام ہوتا ہے اور جیسے بدہضمی وغیرہ کھانے پینے سے بے احتیاطی کا نتیجہ ہوتی ہے اسی طرح گناہوں سے بیماریاں وغیرہ پھیلتی ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ بہت سے گناہ اور خطائیں اپنی رحمت سے معاف کرتا رہتا ہے ورنہ انسان کی بدعملی کی وجہ سے جینا مشکل ہوجائے۔

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے تم اس کے ہاتھ سے کسی جگہ بھاگ کر نہیں جاسکتے اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار ہے، دیکھو! اسی کی قدرت سے سمندروں اور دریاؤں میں کشتیاں اور اونچے اونچے پہاڑوں کی طرح کے جہاز چلتے ہیں اور یہ تب ہی چل سکتے ہیں جب ہوا ان کو چلاتی ہو اور اگر اللہ تعالیٰ ہوا کو روک دے تو یہ اپنی جگہ کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔

ارشاد ہے کہ: جہاز میں صبر اور شکر دونوں کا موقعہ ہے، کیونکہ اس میں مصیبتیں بھی ہیں اور فائدے بھی، جیسے اللہ تعالیٰ ہوا کو روک کر جہازوں کو کھڑا کرسکتا ہے ایسے ہی لوگوں کی بدعملیوں کی وجہ سے تیز ہوا بھیج کر جہازوں کو تباہ کرسکتا ہے اور چاہے تو بہت سے مسافروں کو اس تباہی سے بچا بھی لے، جہازوں کی تباہی سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں اکرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچ کر بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں، نہ اس کے مقابلے میں کوئی تدبیر چل سکتی ہے، آگے ارشاد ہے کہ اے لوگو! دنیا کے ساز وسامان میں کیا رکھا ہے جو اس کے جمع کرنے میں لگے ہوئے ہو، یہ تو تھوڑے دن استعمال کیلئے ہے، اس سے بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا تو وہ عیش وآرام ہے جو ایمان والوں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں تیار ہے۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ: اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے اللہ تعالیٰ کو زمین میں، اگر کوئی شخص چاہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اللہ تعالیٰ سے بھاگ جائے یعنی اس کی پکڑ سے باہر ہوجائے تو ایسا ممکن نہیں، کوئی شخص کسی قلعے میں پناہ لے لے، جنگلوں اور صحراؤں میں چھپ جائے، کسی پہاڑ کی غار میں چھپ جائے، وہ اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکتا اور نہ اس کی پکڑ سے بچ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے کا یہی مطلب ہے، فرمایا: تم اس سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے، تمہارا اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی کام آنے والا ہے اور نہ کوئی مدد کرنے

والا، مصیبت کے وقت کوئی بھی کام نہ آئے گا۔

اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ: اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہوا کو روک دے اور وہ جہاز پانی کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں، پرانے زمانے میں بادبانی کشتیوں کے ذریعے سفر ہوا کرتا تھا، اگر ہوا سفر کے مطابق چلتی تھی تو کشتی بھی چل پڑتی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اگر وہ چاہے تو ہوا کو ہی روک دے تو ایسی صورت میں کشتی بھی پانی کی سطح پر رک جائے گی، نہ آگے بڑھے گی اور نہ پیچھے ہٹے گی، یہ تو اُس زمانے کی بات تھی، آج بھی جب اللہ تعالیٰ کی منشاء ہوتی ہے تو بڑے بڑے جہاز سمندر کی سطح پر رک جاتے ہیں، سخت طوفان آجائے تو جہاز کو روکنا پڑتا ہے، بعض اوقات کسی حادثے کی صورت میں بڑے سے بڑے جہاز بھی تباہ ہو سکتے ہیں، بعض اوقات جہاز کسی سمندری چٹان سے ٹکرا کر تباہ ہو جاتا ہے، کبھی خشکی پر چڑھ جاتا ہے، آگ لگ جاتی ہے اور اس طرح بڑا جانی اور مالی نقصان ہو جاتا ہے، سمندر کی گہرائی اور اس سے اٹھنے والی پہاڑوں جتنی اونچی لہروں میں بڑے بڑے جہازوں کی حیثیت بھی ایک تنکے سے زیادہ نہیں ہوتی، یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں سے لے کر بڑے بڑے جہازوں کو پانی کی سطح پر چلا رہا ہے۔

کامیاب لوگ

وَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا

اور جو پرہیز کرتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی سے اور جب

مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ۝۳۷ وَ الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ

غضبناک ہوں تو وہ معاف کر دیتے ہیں (۳۷) اور جنہوں نے فرمانبرداری کی واسطے رب اپنے کے اور

اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ ۪ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

قائم کیا انہوں نے نماز کو اور کام ان کا مشورہ سے ہے آپس کے اور اُس میں سے جو دیا ہم نے انہیں

یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَھُمُ الْبَغْیُ ھُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

وہ خرچ کرتے ہیں (۳۸) اور وہ جب پہنچے انہیں ظلم زیادتی تو وہ روکتے ہیں (۳۹)

بامحاورہ ترجمہ: اور جو لوگ بڑے گناہوں سے اور بے حیائی سے بچتے ہیں اور جب غصہ آجائے تو معاف کردیتے ہیں۔(۳۷) اور جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز کو قائم کیا اور آپس کے مشورے سے کام کرتے ہیں اور ہماری دی ہوئی روزی سے خرچ کرتے ہیں۔(۳۸) اور وہ لوگ کہ جب ان پر چڑھائی ہو تو بدلہ لیتے ہیں۔(۳۹)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: دنیا کا سامان مال و دولت آنی جانی چیز ہے، اصل چیز تو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جسے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، یہ ان لوگوں کو ملے گا جن میں یہ صفتیں پائی جاتی ہوں۔

(۱)۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کو مانیں اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کی فکر میں ہر وقت لگے رہیں۔

(۲)۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، مال و دولت، حکومت اور اپنی طاقت پر مغرور نہ ہوں۔

(۳)۔۔۔۔ بڑے بڑے گناہوں سے بچیں جو عقیدے کی خرابی سے پیدا ہوتے ہیں۔

(۴)۔۔۔۔ گندی باتوں اور عادتوں سے دور رہیں۔

(۵)۔۔۔۔ غضب اور غصہ کے وقت قابو سے باہر نہ ہوں، دوسروں کا قصور معاف کردیا کریں۔

(۶)۔۔۔۔ اپنے پروردگار کی فرمانبرداری میں لگے رہیں۔

(۷)۔۔۔۔ نماز کو پابندی کیساتھ ادا کریں۔

(۸)۔۔۔۔ جن کاموں کا صاف حکم قرآن و حدیث میں نہیں ان کا فیصلہ آپس کے مشورے سے کریں۔

(۹)۔۔۔۔ ظلم و زیادتی کا ڈٹ کر اور اکٹھے ہو کر مقابلہ کریں۔

(۱۰)۔۔۔۔ ناجائز طریقے سے مال جمع کرنے میں مشغول نہ ہوں بلکہ اس طریقے سے خرچ کریں جو اللہ

تعالیٰ اور اس کے پیغمبر نے بتایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ: جو بڑے گناہوں اور بے حیائی سے بچتے ہیں، چھوٹے اور بڑے گناہ قرآن وسنت کی اصطلاح ہے، بڑے گناہوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (سورۃ النساء، آیت ۳۱)" اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ چھوٹے چھوٹے گناہ نیکی کا کام کرنے کی وجہ سے خود بخود ہی معاف فرماتے رہیں گے، معمولی غلطیاں اور چھوٹے گناہ انسان سے اکثر ہوتے رہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نیکی کے کاموں کی وجہ سے بلا توبہ ہی معاف کر دیتے ہیں، مگر بڑے گناہوں کی معافی توبہ کے بغیر نہیں ہوتی اور جو شخص بڑے گناہوں سے نہیں بچتا چھوٹے اور بڑے سب گناہوں پر پکڑ ہوگی، بڑے گناہوں میں بہت زیادہ فساد ہوتا ہے، جسکی وجہ سے انسان کا دین، اخلاق اور سوسائٹی سب خراب ہوجاتے ہیں، بڑے گناہوں میں پہلے درجے پر کفر، شرک ہے، پھر قتل ناحق، زنا، چوری، جادو، پاک دامن عورت پر بدکاری کی تہمت لگانا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جھوٹی گواہی دینا اور ظلم وزیادتی وغیرہ ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی سزا سنائی ہے، جن پر لعنت بھیجی ہے اور اپنی ناراضگی کا اعلان کیا ہے۔

جہاں تک بے حیائی کا تعلق ہے یہ بھی بڑے گناہوں میں داخل ہے لیکن بے حیائی میں ننگا پن زیادہ ہوتا ہے، بے حیائی میں زنا، ننگی تصویریں، ناچ گانا اور جنسی جذبات بھڑکانے والی باتیں اور ادائیں، مردوں اور عورتوں کا ایک جگہ بے حجابانہ میل جول ہونا سب بے حیائی کے کاموں میں داخل ہیں، ان تمام چیزوں سے بچنا چاہئے۔

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ: کہ جب وہ غصے کی حالت میں ہوتے ہیں تو درگزر کرتے ہیں، غصے کو پی جاتے ہیں اور معاف کر دیتے ہیں، بدلے کی طاقت رکھنے کے باوجود غصے پر قابو پالینا اور درگزر کرنا بہت بڑی بات ہے اور انسان کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ: اور ان کے کام آپس کے مشورہ سے طے پاتے ہیں، مشورہ کی اہمیت اگرچہ ہر معاملہ میں اچھی ہے مگر اجتماعی کاموں میں اس کی اہمیت کئی گناہ بڑھ جاتی ہے، حکومت کے کاموں کو اچھے

طریقے سے چلانے کیلئے بہت سے انتظامی قانون نافذ کرنا پڑتے ہیں، مثلاً: امن وامان قائم کرنے کیلئے پولیس کی ضرورت ہوتی ہے، ملکی سرحدوں کی حفاظت کیلئے فوج کی ضرورت ہوتی ہے، ٹریفک کی باقاعدگی کیلئے بعض قانون بنانے کی ضرورت ہوتی ہے، بعض تجارتی ضابطوں کی ضرورت ہوتی ہے، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ اور سمگلنگ کی روک تھام کیلئے ضروری اقدامات کرنے ہوتے ہیں، بین الاقوامی سطح پر مختلف ملکوں کے درمیان سفارتی تعلقات، تجارت اور صلح وجنگ کے قانون بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے، یہ تمام کام ایسے ہیں جن کے متعلق قرآن وسنت میں واضح ہدایات نہیں ملتیں بلکہ مختصر اشارے ملتے ہیں، جبکہ تفصیلی قانون آپس کے مشورہ سے ہی طے کئے جاسکتے ہیں اور ایسے ہی معاملات میں اللہ تعالیٰ نے مشورہ کا حکم دیا ہے۔

مسلمانوں کیلئے آپس میں مشورہ کا حکم "سورۃ آل عمران" اور بعض دوسری سورتوں میں بھی موجود ہے، مثلاً: خود پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: آپ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرلیا کریں اور پھر جب کسی کام کا پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اُسی پر عمل کریں (سورۃ آل عمران، آیت ۱۵۹)، مشورہ کے اس سنہری اصول کو مسلمان بادشاہوں نے ضائع کردیا ہے، جس کی وجہ سے نظام خلافت تباہ ہوگیا، حقیقت یہ ہے کہ جب پیغمبر ﷺ کو مشورہ کا حکم ہے تو باقی لوگ اس اصول سے کیسے بے نیاز ہوسکتے ہیں، مگر خودغرضی کی وجہ سے ہرطرف من مانی ہورہی ہے جس کا نتیجہ مسلمان بحیثیت مجموعی بھگت رہے ہیں، "طبرانی شریف" میں پیغمبر ﷺ کا فرمان موجود ہے کہ جب کوئی پیچیدہ مسئلہ پیدا ہوجائے تو اپنے لوگوں سے مشورہ کرلیا کرو، پھر مشورہ کرنے کا بھی کوئی اصول ہے کہ اس معاملہ میں ان لوگوں سے مشورہ کیا جائے جو دین ودنیا دونوں کے معاملات کو سمجھتے ہوں، نیکوکار اور عبادت گزار ہوں، فاسق، فاجر اور نالائق لوگوں سے مشورہ نہ کیا جائے۔

جب اچھے دین اور اچھی صلاحیت والے لوگ آپس میں مشورہ کرتے ہیں تو بہتر بات کھل کر سامنے آجاتی ہے، چنانچہ جس کام میں مشورہ کرلیا گیا ہو اس میں نقصان کا خطرہ نہیں ہوتا، پیغمبر ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جس معاملہ میں ابوبکر صدیق اور عمر کی رائے متفق ہوجائے میں اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔

پیغمبر ﷺ ہر اس کام میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کرلیا کرتے تھے جس کے متعلق وحی نہیں

اترتی تھی، اسی طرح خلفائے راشدین تمام اجتماعی معاملے مشورہ سے طے کرتے تھے، لہٰذا ان کے کاموں میں خیر و برکت ہوتی تھی۔

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ: یعنی: جب ان پر کوئی ظلم کرتا ہے تو یہ برابر کا انتقام لیتے ہیں، اس میں برابری سے بڑھنا نہیں چاہئے، یہ آیت پچھلی آیت کی تفصیل ہے، کیونکہ پچھلی آیت کا مضمون یہ تھا کہ یہ لوگ اپنے مخالف کو معاف کر دیتے ہیں، مگر بعض حالات ایسے بھی پیش آسکتے ہیں کہ معاف کرنے سے فساد بڑھتا ہے تو وہاں انتقام لینا ہی بہتر ہوتا ہے، اس کا قانون اس آیت میں بتلا دیا کہ اگر کسی جگہ انتقام لینا ہی مصلحت سمجھا جائے تو اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس انتقام لینے میں برابری سے کام لیں، حد سے نہ بڑھیں ورنہ خود ظالم ہو جائیں گے، دوسری جگہ قرآن مجید میں فرمایا کہ: برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی سے لینا جائز ہے، یعنی: جتنا نقصان مالی یا جسمانی تمہیں پہنچایا ہے ٹھیک اتنا ہی تم پہنچا دو، جیسی برائی اس نے تمہارے ساتھ کی ہے ویسی ہی تم کرلو، مگر اس میں یہ شرط ہے کہ وہ برائی گناہ کا کام نہ ہو، مثلاً کسی شخص نے اسے زبردستی شراب پلادی تو اس کے جواب میں اس کیلئے جائز نہ ہوگا کہ وہ اس کو زبردستی شراب پلا دے۔

اس آیت میں اگرچہ برابر کا بدلہ لینے کی اجازت دیدی گئی ہے مگر آگے یہ بھی فرمادیا کہ جو معاف کردے اور صلح صفائی کا راستہ اختیار کرے اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، جس میں یہ ہدایت کر دی کہ معاف کر دینا افضل ہے، اس کے بعد کی دو آیتوں میں اسی کی مزید تفصیل آئی ہے۔

معاف کرنے اور بدلہ لینے میں درمیانہ طرزِ عمل

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ہمارے بزرگ یہ پسند نہ کرتے تھے کہ مؤمنین اپنے آپ کو فاسقوں فاجروں کے سامنے ذلیل کریں اور ان کی جرأت بڑھ جائے؛ اس لئے جہاں یہ خطرہ ہو کہ معاف کرنے سے فاسقوں فاجروں کی جرأت بڑھے گی وہ اور بھی نیک لوگوں کو ستائیں گے وہاں انتقام لے لینا بہتر ہوگا اور معافی کا افضل ہونا اس صورت میں ہے کہ جبکہ ظلم کرنے والا اپنے ظلم پر شرمندہ ہو اور ظلم پر اس کی جرأت بڑھ

جانے کا خطرہ نہ ہو، قاضی ابوبکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے "احکام القرآن" اور قرطبی نے اپنی تفسیر میں اسی کو اختیار کیا ہے کہ بدلہ لینے اور معاف کرنے کے دونوں حکم مختلف حالات کے اعتبار سے ہیں، جو ظلم کرنے کے بعد شرمندہ ہو جائے اس سے درگزر افضل ہے اور جو اپنی ضد اور ظلم پر اڑا ہو اس سے بدلہ لینا افضل ہے۔

جھگڑوں کا فیصلہ

وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ

اور بدلہ برائی کا برائی ہے ویسی ہی پس وہ شخص جو معاف کرے اور صلح کرے پس اجر اس کا

عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۰ وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ

پر ہے اللہ کے تحقیق وہ نہیں پسند کرتا زیادتی کرنیوالوں کو (۴۰) اور البتہ جس نے بدلہ لیا بعد

ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۴۱ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى

اپنے اوپر ظلم کئے جانے کے پس یہ لوگ نہیں پر ان کوئی الزام (۴۱) بات یہی ہے کہ الزام اوپر

الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ

ان کے جو زیادتی کرتے ہیں لوگوں پر اور فساد مچاتے ہیں میں زمین ناحق

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴۲ وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ

یہ لوگ واسطے انکے عذاب ہے دردناک (۴۲) اور البتہ جس نے صبر کیا اور بخش دیا تحقیق

ع ۱۴ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۴۳

۵ یہ البتہ یہ بلند ہمتی کے کاموں میں سے ہے (۴۳)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، پھر جو معاف کرے اور صلح کرے، سو! اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، بیشک اُسے گناہگار پسند نہیں آتے۔ (۴۰) اور جو کوئی اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لے تو ان پر بھی کچھ الزام نہیں۔ (۴۱) الزام تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد

اٹھاتے ہیں، ان لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے۔(۴۲) اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کیا بیشک یہ کام ہمت والوں کے ہیں۔(۴۳)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی سے لینا جائز ہے، یعنی جو نہ کم نہ زیادہ ہو، لیکن جو معاف کر دے اور رے کو رفع دفع کر کے صلح کرے اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جس پر کوئی ظلم کرے اور وہ اس کا بدلہ لے تو اس پر کوئی الزام نہیں، الزام تو ان پر ہے جو لوگوں کو ناحق ستاتے ہیں اور ملک میں بلا وجہ فساد مچاتے پھرتے ہیں، ان کو سخت سزا ملے گی، اس میں کوئی شک نہیں کہ دکھ سہ لینا اور دکھ دینے والے کو معاف کر دینا اسی کا کام ہے جو بلند ہمت ہو۔

سیدھی اور صاف بات

ان آیتوں کے پڑھنے اور ان کے مطلب اور معانی پر غور کرنے کے بعد ہر انسان کو صاف طور پر معلوم ہوسکتا ہے کہ دنیا کی زندگی کیسے گزارنی چاہئے، ہر انسان اتنی بات جانتا ہے کہ دنیا میں نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ رہے گا، ایک نہ ایک دن ہر ایک کو یہاں سے جانا ہے، مرتے وقت یہاں کا سارا ساز و سامان یہیں رہ جائے گا اور ہر ایک آدمی مرد ہو یا عورت یہاں سے اکیلا جائے گا، مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اس کا جواب جو قرآن مجید نے دیا ہے اس میں کوئی بات ایسی نہیں کہ جس میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش ہو، اس کے الفاظ بالکل واضح اور مطلب بالکل صاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اٹھے گا اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے سارے کاموں کا جو اس نے دنیا میں کئے تھے حساب دینے کیلئے حاضر ہوگا، اس دوبارہ جینے کے بعد پھر اسے کبھی موت نہیں آئے گی اور آخرت کی زندگی شروع ہو جائے گی۔

گمراہوں کا حشر

وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِیٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ تَرَی

اور جسے بھٹکائے اللہ پس نہیں واسطے اسکے کوئی دوست بعد اس کے اور دیکھیں گے آپ

الظّٰلِمِیْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ یَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰی مَرَدٍّ مِّنْ

ظالموں کو جب دیکھیں وہ عذاب کو کہیں کیا ہے طرف لوٹ جانے کے کوئی

سَبِیْلٍ ﴿۴۴﴾ وَ تَرٰىهُمْ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا خٰشِعِیْنَ مِنَ الذُّلِّ

راستہ (۴۴) اور دیکھیں آپ انہیں پیش کیے جائینگے پر اس آنکھیں نیچی کیے سے ذلت

یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ ؕ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ

دیکھ رہے ہوں سے نظریں نیچی خفیہ اور کہیں وہ جو ایمان لائے تھے تحقیق

الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ

نقصان میں وہ ہیں جو کھو بیٹھے جانیں اپنی اور گھر والوں اپنے کی دن

الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ ﴿۴۵﴾

قیامت کے خبردار بیشک ظالم ہیں میں عذاب ہمیشہ رہنے والے کے (۴۵)

بامحاورہ ترجمہ: اور جس کو اللہ تعالیٰ بھٹکائے تو پھر اسکے سوا اس کا کام بنانے والا کوئی نہیں اور آپ دیکھیں گے مشرکوں کو کہ جس وقت وہ عذاب دیکھیں گے کہیں گے کسی طرح پھر جانے کی بھی کوئی راہ ہے۔ (۴۴) اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ آگ کے سامنے لائے جائیں آنکھیں جھکائے ہوئے ذلت سے دیکھتے ہوں گے چھپی نگاہ سے اور کہیں گے وہ جو ایماندار تھے یقیناً خسارے والے وہی ہیں جنہوں نے گنوایا اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن، سنو! ظالم مشرک لوگ ہمیشہ کے عذاب میں ہوں گے۔ (۴۵)

تفسیر

پچھلی آیتوں میں عدل وانصاف، صبر اور معاف کر دینا، چار اصول بتائے جو اچھے اخلاق کی جڑ ہیں، یہ اخلاق انہی کو پورے طور پر مل سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اس سے توفیق کی دعاء مانگتے رہتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں تو پھر سمجھ لیں کہ وہ بدقسمت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہی میں چھوڑ دیا ہے، اب اس کے سوا کوئی نہیں جو انہیں سیدھا راستہ سمجھائے، لوگو! اپنے رب کا حکم مانو ورنہ پچھتاؤ گے اور عذاب دیکھ کر دنیا میں آنے کی پھر تمنا کرو گے کہ اب اچھے کام کریں گے، لیکن یہ آرزو پوری نہ ہوگی، جس وقت برے کام کرنے والے دوزخ کے سامنے کھڑے ہوں گے شرم کے مارے ان کے سر جھکے ہوں گے، ترچھی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھ رہے ہوں گے اور اپنے آپ کو خود ذلیل سمجھ رہے ہوں گے اس وقت ایماندار کہیں گے کہ سچ مچ خسارے میں تو وہی رہے جو قیامت کے دن آپ بھی ڈوبے اور اپنے گھر والوں کو بھی لے ڈوبے، کیونکہ عام طور پر بیوی بچے بھی اپنے بڑوں کے تابع ہوتے ہیں اور بلا سوچے سمجھے انہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں، اچھی طرح سُن لو مشرک لوگ ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے اس میں شک کی گنجائش نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ہی سہارا ہے

وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ
اور نہ ہوئے واسطے انکے کوئی دوست کہ مدد کرتے ان کی سوا اللہ کے

وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا
اور جسے گمراہ کرے اللہ پس نہیں لئے اسکے کوئی راستہ (۴۶) فرمانبرداری کرو

لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ
واسطے رب اپنے کے سے پہلے اس کہ آپہنچے وہ دن کہ نہیں ٹلنا واسطے اسکے سے جانب اللہ کی

مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾
نہیں واسطے تمہارے کوئی پناہ اس دن اور نہیں واسطے تمہارے ذرا بھی مکرنا (۴۷)

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ
اوراگر منہ پھیرلیں وہ پس نہیں بھیجا ہم نے آپکو پران کے نگرانی کرنے والا

بامحاورہ ترجمہ:۔ اور نہ ہوئے ان کے دوست جوان کی مدد کرتے اللہ تعالیٰ کے سوا اور جس کو اللہ تعالیٰ بھٹکائے اس کیلئے کوئی راستہ نہیں۔(۴۶) حکم مانو اپنے رب کا اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جسے ٹلنا نہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اس دن تمہیں کوئی بچاؤ نہ ملے گا اور نہ تمہارے لئے مکرنے کی کوئی گنجائش ہوگی۔(۴۷) پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ غمگین نہ ہوں، ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔

لفظی تحقیق: مَلْجَاءٌ: پناہ۔ اس کا مادہ (ل ج ء) سے "لَجَاءٌ" کے معنٰی پناہ لینے کے ہیں "مَلْجَاٌ" اسم ظرف ہے پناہ کی جگہ۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے آخرت کے دن کے عذاب میں مبتلا ہوں گے، اس عذاب سے چھڑانے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں، وہاں دوست، ملاقاتی یار و مددگار کوئی بھی کام نہ آئے گا، اتنی بات جو نہیں سمجھتے ان پر اللہ تعالیٰ کی مار ہے اور وہ راستہ سے بھٹک گئے ہیں، جب اللہ تعالیٰ ہی ناراض ہو جائے تو پھر گمراہی سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں، اس لئے اے انسانوں تمہارا راستہ فقط یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بن جاؤ اور مرنے سے پہلے اس کے بندے بن کر رہو ورنہ قیامت کے دن تباہ ہو جاؤ گے، قیامت کے دن نافرمانوں کے سر سے اللہ تعالیٰ کا عذاب ٹل نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہاں کوئی مہلت نہ ملے گی اور نہ عذاب میں دیر ہوگی جیسے کہ دنیا میں ہوتی ہے، وہاں اس کا کوئی موقع نہیں، گنا ہگاروں کو وہاں پناہ کی کوئی جگہ نہ مل سکے گی اور نہ وہ گناہوں سے مکر سکیں گے، اے پیغمبر! ان کو یہ باتیں بتا دو اگر یہ نہ سنیں اور منہ پھیر کر چلے جائیں آپ کو ان کے

اوپر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے کہ ان کو زبردستی سیدھے راستے پر لاؤ۔

پیغمبر کی ذمہ داری

اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا
نہیں　پر آپ کے　مگر　پہنچادینا　اور　تحقیق ہم　جب　چکھاتے ہیں　انسان کو　سے طرف اپنی

رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ
رحمت　خوش ہوجاتا ہے　ساتھ اسکے　اور　اگر　پہنچے انہیں　کوئی مصیبت　بسبب اسکے کہ　آگے بھیجا

اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ
ہاتھوں انکے نے　پس تحقیق　انسان　بڑا ناشکرا ہے (۴۸)　واسطے اللہ کے　بادشاہت　آسمانوں کی　اور

الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ
زمین کی　پیدا کرتا ہے　جو　چاہتا ہے　دیتا ہے وہ　جس کو　چاہے　بیٹیاں　اور دیتا ہے

لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ
جس کو　چاہے　بیٹے　(۴۹)　یا　جوڑے کر دیتا ہے انکے　بیٹے　اور　بیٹیاں　اور

يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَ مَا كَانَ
کر دیتا ہے　جسے　چاہے　بانجھ　تحقیق وہ　جاننے والا　قدرت والا ہے (۵۰)　اور　نہیں　ہے

لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ
واسطے کسی انسان کے　یہ کہ باتیں کرے اس سے　اللہ　مگر　الہام سے　یا　سے　پیچھے　ایک پردے کے　یا

يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾
بھیج دے　پیغمبر　پس پہنچادے　ساتھ حکم اپنے　جو وہ　چاہے　تحقیق وہ　بلند و برتر　حکمت والا ہے (۵۱)

بامحاورہ ترجمہ:۔ آپ کے ذمہ تو بس پہنچادینا ہی ہے اور جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے رحمت

چکھاتے ہیں تو اس پر پھولے نہیں سماتے اور اگر اس کو اس کی کمائی کے بدلے میں کچھ مصیبت پہنچے تو انسان بڑا ناشکرا بن جاتا ہے۔(۴۸) اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہے آسمانوں میں اور زمین میں، پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، جس کو چاہے بیٹیاں بخشتا ہے اور جس کو چاہے بیٹے۔(۴۹) یا ان کو جوڑے بیٹے اور بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہے بانجھ کر دیتا ہے، وہ سب کچھ جاننے والا قدرت والا ہے۔(۵۰) اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ باتیں کرے مگر اشارے سے یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی پیغام لانے والا بھیجے، پھر اس کے حکم سے جو وہ چاہے پہنچا دے، تحقیق وہ سب سے بلند حکمتوں والا ہے۔(۵۱)

تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر اس لئے بھیجتا ہے کہ اس کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دیں، پیغمبر کا یہ فرض نہیں ہے کہ ان سے اس پیغام کے مطابق عمل کرنے کیلئے زبردستی بھی کرے، اس آیت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف لفظوں میں ہدایت کی ہے کہ اے ہمارے پیغمبر! آپ کا کام تو فقط پیغام پہنچا دینا ہے، اگر یہ لوگ نہ مانیں تو اس پر افسوس کرنے کی ضرورت نہیں، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو، یہ سمجھ لو کہ! انسان خوشحالی کے وقت تو مغرور ہو جاتا ہے اور جب اس کی غلطیوں کی وجہ سے اس پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو اس کے منہ سے کفر کے کلمے نکلنے لگتے ہیں؛ اس لئے ان میں ایسے لوگ کم ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ایسا مانیں جیسا ماننے کا حق ہے، عیش وعشرت کے وقت تو انہیں اس کی فرصت ہی نہیں ملتی کہ خواہشوں کو قابو میں رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم پورے کریں، کیونکہ وہ اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے اور جب بدکاریوں کی وجہ سے مصیبتوں میں پھنس جاتے ہیں تو پھر کہتے ہیں کہ اللہ ہوتا تو ہمارا یہ حال کیوں ہوتا، ان کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ تو آسمانوں کا اور زمین کا مالک ہے، وہ جو چیز چاہے پیدا کر دے اور جس حال میں چاہے رکھے۔

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کیلئے اس پر غور کرو کہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن پر انسان کو اختیار نہیں، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بیٹیاں ہی بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہے بیٹے ہی بیٹے دیتا ہے اور جس کو چاہے بیٹے

اور بیٹیاں دونوں دے اور جسے چاہے بے اولاد ہی رکھے، وہی جانتا ہے کہ کس کیلئے کیا بات مناسب ہے اور اس میں ہر کام کرنے کی قدرت ہے، دیکھو! انسان کی اتنی حیثیت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے آ کر اس سے منہ در منہ بات کرے، وہ یا تو خفیہ طور پر ہی آدمی کے دل پر بات کھول دیتا ہے یا پردہ کے پیچھے سے آواز کیساتھ کچھ کہتا ہے، ان دونوں صورتوں میں کوئی بولنے والا سامنے نہیں ہوتا اور کبھی کبھی فرشتہ کو کسی شکل میں بھیج دیتا ہے اور وہ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے پیغمبر سے صاف صاف کہہ دیتا ہے، کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے؛ اس لئے وہ دنیا میں دکھائی نہیں دیتا لیکن اس کی حکمت چاہتی ہے کہ انسان کے پاس اپنا پیغام ان تینوں طریقوں میں سے کسی طرح پہنچائے۔

یَخْلُقُ مَایَشَآءُ: پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، اولاد کے سلسلے میں انسان چار قسم کے گروہوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں، جن کی اولاد میں (۱)۔۔۔۔ صرف لڑکیاں ہوں (۲)۔۔۔۔ صرف لڑکے ہوں (۳)۔۔۔۔ لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں (۴)۔۔۔۔ یا کچھ بھی نہ ہو، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انہی چار گروہوں میں انسان تقسیم ہے، مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صرف بیٹے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں صرف بیٹیاں تھیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بیٹیاں بھی دیں اور بیٹے بھی۔

بعض مشرک یہ اعتراض کرتے تھے کہ یہ شخص کہتا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے، اگر یہی بات ہے تو پھر یہ وحی ہم پر کیوں نہیں اترتی اور اللہ تعالیٰ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا، اگر اللہ تعالیٰ ہم سے کلام کرتا تو ہم جان سکیں گے کہ اپنے پیغمبر سے بھی کلام کرتا ہے، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کسی انسان کیلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے۔

بعض فرماتے ہیں کہ: یہ آیت یہودیوں کے ایک سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ "بغوی" اور "قرطبی" وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہودیوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ پر کیسے ایمان لے آئیں، جبکہ نہ آپ اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہیں اور نہ اس سے آمنے سامنے بات کرتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کلام کرتے اور دیکھتے تھے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، اس پر یہ آیت اتری، جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی انسان کیلئے اللہ تعالیٰ کیساتھ آمنے سامنے بات کرنا اس دنیا میں ممکن نہیں، خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے براہِ راست بات نہیں کی بلکہ پردہ کے پیچھے سے صرف آواز سنی۔

اس آیت میں یہ بھی بتلا دیا گیا کہ کسی انسان سے اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کی صرف تین صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک کسی مضمون کو پیغمبر کے دل میں ڈال دینا، یہ جاگتے ہوئے بھی ہوسکتا ہے اور نیند میں بھی، جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں آیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بات میرے دل میں ڈالی گئی ہے اور پیغمبر کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں، ان میں شیطان کا عمل دخل نہیں ہوسکتا، اس صورت میں عام الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتے، صرف ایک مضمون دل میں آتا ہے جس کو پیغمبر اپنے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

دوسری صورت "مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ" ہے، یعنی: جاگتے ہوئے کوئی کلام پردے کے پیچھے سے کیا جائے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر پیش آیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنا مگر زیارت نہیں ہوئی؛ اس لئے زیارت کی درخواست کی جس کا جواب نفی میں دیا گیا کہ آپ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی فرشتہ جبرائیل وغیرہ کو اپنا کلام دے کر بھیجیں، وہ پیغمبر کو پڑھ کر سنا دے اور یہی طریقہ عام رہا ہے، قرآن مجید پورا اسی طرح فرشتے کے ذریعے سے اترا ہے۔

قرآن مجید اسی طرح اترا

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ

اور اسی طرح وحی بھیجی ہم نے طرف آپ کی ایک روح سے حکم اپنے نہ تھے آپ جانتے

مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ

کیا ہے کتاب اور نہ ایمان اور لیکن کیا ہم نے اسے روشنی کہ راہ سجھاتا

بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ
ساتھ اسکے جسے چاہتے ہیں ہم سے بندوں اپنے اور تحقیق آپ البتہ رہنمائی کرتے ہیں طرف راہ

مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا
سیدھی کی (۵۲) راستہ اللہ کا وہ جو واسطے اسکے ہے جو میں آسمانوں اور جو ہے

فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع۵ ۱۰ ۶
میں زمین خبردار رہو طرف اللہ ہی کے لوٹتے ہیں سب کام (۵۳)

بامحاورہ ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے بھیجا آپ کی طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے، آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان، لیکن ہم نے رکھی ہے یہ روشنی جس سے راہ سجھا دیتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں اور بیشک آپ سیدھی راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ (۵۲) اس اللہ کا راستہ جس کیلئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، سنو! اللہ تعالیٰ ہی تک پہنچتے ہیں سب کام۔ (۵۳)

لفظی تحقیق: رُوْحٌ: جان۔ وہ چیز جس سے زندگی حاصل ہو، اس سے مراد فرشتہ بھی ہوتا ہے۔

تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: اے محمد! ہم نے آپ کے اوپر انہی تین طریقوں سے اپنے حکم بھیجے تاکہ لوگ ہماری ہدایت کے مطابق زندگی بسر کریں، قرآن مجید کو ہمارا فرشتہ جس کا لقب روح الامین ہے آپ کی طرف لے کر آیا اور آپ کے دل میں اتار دیا، یہ وہ پیغام ہے جس سے مردہ دلوں میں جان پڑتی ہے، اس سے پہلے آپ کو معلوم نہ تھا کہ کتاب جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم لکھے ہوئے ہیں کیا ہے اور نہ آپ کو ایمان کی حقیقت معلوم تھی، ہم نے اس قرآن مجید کو روشنی بنا کر بھیجا جس نے ساری کام کی باتوں کو کھول کر بتا دیا تاکہ ہمارے بندے اس کے ذریعے ہماری دی ہوئی توفیق سے اپنی بھلائی کا راستہ دیکھ لیں، ہم اس کے ذریعہ انہیں راستہ دکھا کر لے چلتے ہیں، اے ہمارے پیغمبر! آپ کا کام انہیں سیدھا راستہ دکھانا ہے، وہ راستہ جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ جو

آسمانوں اور زمین کی ساری چیزوں کا مالک ہے اور سارے کام اس کی طرف پہنچ کر رہتے ہیں۔

سورۃ الشُّورٰی پر ایک نظر

اس سورۃ میں قرآن مجید کی نصیحت سے بھری باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے اور کہا ہے کہ جتنا اس پر غور کرو گے اتنا ہی تمہیں یقین ہوتا جائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی بھیجی ہوئی کتاب ہے جو زبردست اور سارے بھیدوں کا جاننے والا ہے۔

یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ آپ انسانوں کو اصل دین کی طرف دعوت دو اور خود بھی اس پر چلو، عدل وانصاف دنیا میں قائم کرو، جو نہ مانے اس کو اللہ تعالیٰ سزا دے کر رہے گا، دنیا فناء ہو جائے گی اور قیامت ضرور آئے گی، جو اس کو بھلا بیٹھے وہ انتہائی گمراہی میں پھنس گئے، قرآن مجید ہر بات کی کسوٹی ہے اور عدل وانصاف قائم کرنے کیلئے ترازو کی مانند ہے، جو اسے مانیں گے وہ جنت میں جائیں گے اور منہ مانگی مراد پائیں گے، انسان مال ودولت پر مغرور ہو جاتا ہے اور اس کے حاصل کرنے کیلئے دوسروں کیساتھ ظلم وستم کرنے پر اتر آتا ہے، یاد رکھو! انسان پر جو مصیبت آتی ہے اس کے برے عملوں کی وجہ سے آتی ہے، اللہ تعالیٰ معاف نہ کرتا رہے تو بالکل تباہی پھیل جائے، توبہ کرو ورنہ پچھتاؤ گے، دنیا میں کیا رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے کہیں بہتر چیزیں ہیں مگر وہ انہیں کو ملیں گی جو نیک عادتیں اختیار کریں گے، ان عادتوں کو صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے، سارا زور اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ، پیغمبر کے کہنے پر چلو، قرآن مجید کی ہدایت پر عمل کرو۔

تمت بالخیر

دفتر ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر اوقاف

(حکومتِ سندھ)

جامع مسجد آرام باغ۔ کراچی

موبائل : 0300-3311811

فون نمبر 021-9933 2012

نشانِ مجاریہ:۔ آر۔آر۔او (اوقاف) A-64/2017 مورخہ 28/9/2017

RESEARCH & REGISTRATION OFFICER
MUFTI MUNEER AHMED TARIQ
AUQAF DEPARTMENT GOVT. OF SINDH

تصدیق نامہ

میں نے مکتبہ ربانیہ کراچی کے مطبوعہ قرآن پاک مترجم بنام: آسان تفسیر القرآن مکمل (۱۰ جلدیں)، تالیف وترتیب حضرت مولانا مفتی اصغر علی ربانی صاحب مدظلہم کے عربی متن کو بغور پڑھا اور اسکے تمام حروف واعراب (زبر، زیر، پیش وغیرہ) کی پروف ریڈنگ اپنی زیرِ نگرانی کروائی ہے۔

الحمدللہ! بہت معیاری اور صحیح کتابت کرائی گئی ہے۔ تصدیق کی جاتی ہے کہ مذکورہ بالا قرآن پاک (اردو مترجم) آسان تفسیر القرآن (۱۰ جلدیں) تمام اغلاط سے پاک اور مبرا ہے۔ ان شاءاللہ

المصدق

مولانا مفتی منیر احمد طارق

ریسرچ ورجسٹریشن آفیسر اوقاف

حکومت سندھ

مفتی منیر احمد طارق
ریسرچ ورجسٹریشن آفیسر
محکمہ اوقاف سندھ کراچی

مکتبہ ربانیہ کراچی
ISLAMIC STUDIES PUBLISHERS